معجزاتِ آلِ محمدؑ

(آئمہ اطہارؑ کے معجزات پر مبنی کتاب "مدینۃ المعاجز" کا ترجمہ)

دوئم

تالیف

علامہ سید ہاشم البحرانی قدس سرہ

ترجمہ

حجۃ الاسلام مولانا محمد حسن جعفری

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

معجزاتِ آلِ محمدؑ

(حصہ دوم)

معجزات آئمہ پر مشتمل مشہور کتاب مدینة المعاجز کا ترجمہ

تالیف

آیت اللہ ہاشم البحرانی قدس سرہ

ترجمہ

حجۃ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری ایم اے

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن ٹھوکر نیاز بیگ، ملتان روڈ، لاہور فون 5425372

کتاب	:	معجزاتِ آلِ محمدؐ (حصہ دوم)
تالیف	:	آیت اللہ ہاشم البحرانی
ترجمہ	:	علامہ محمد حسن جعفری ایم اے
اہتمام	:	مولانا ریاض حسین جعفری ۔فاضل قم
کمپوزر	:	حیدر زیدی
کمپوزنگ	:	ادارہ منہاج الصالحین، لاہور
پروف ریڈنگ	:	غلام حیدر چودھری
تعداد	:	1000
اشاعت	:	جون ۲۰۰۴ء
ہدیہ	:	200 روپے

ملنے کا پتہ:

ادارہ منہاج الصالحین

دکان نمبر 20 فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار

لاہور۔فون:7225252

حُسنِ ترتیب

دوسرا باب

معجزات امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

تیسرا باب

معجزات امام حسین علیہ السلام

چوتھا باب

معجزات امام زین العابدین علیہ السلام

پانچواں باب

معجزات امام محمد باقر علیہ السلام

***

معجزوں کا شہر

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس کی تائید و توفیق سے ہم اپنے قارئین کرام تک معجزاتِ آلِ محمدؐ کی دوسری جلد پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ ہم اپنے محترم قارئین کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے فوق العادہ کتاب کو پذیرائی بخشی' اور ہمیں پورے ملک سے خطوط اور ٹیلی فون موصول ہوئے' جس میں انہوں نے کتاب کی تعریف و تمجید کر کے ہمارے جذبوں کو مہمیز لگائی' اور ہمارے حوصلوں کو تقویت پہنچائی۔ اگرچہ ہماری سوسائٹی میں اقدار ناپید ہوتی جارہی ہیں۔ شریف واصیل انسان ڈھونڈنے سے ملتے ہیں۔ اجتماعی و ملّی اور دینی و مذہبی احساسات ختم ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہر کوئی اپنی ذات میں مگن ہے' لیکن اس کے باوجود کچھ قدردان مل جاتے ہیں کہ جو حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

بہرکیف ہم اپنے احباب کے ممنون و مشکور ہیں کہ علوم آلِ محمدؑ کی ترویج و تبلیغ میں ہمارے ہم سفر ہیں اور ہماری کتب کا ذوق و شوق سے مطالعہ فرما رہے ہیں۔

زیرِنظر کتاب معجزاتِ آلِ محمدؐ کی دوسری جلد ہے کہ جس کا بڑی جانفشانی اور روانی سے برادر بزرگوار حجۃ الاسلام مولانا محمد حسن جعفری صاحب نے سلیس اور رواں دواں ترجمہ و تلخیص کی ہے۔ آپ صاحبِ اسلوب مترجم ہیں' جو بڑی جانفشانی اور تندہی سے اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہوئے سرعت کے ساتھ ترجمہ کرتے ہیں۔ بڑے بڑے مشکل سے مشکل مفہوم کو آسان پیرائے میں ڈھالنے کا ڈھب آپ کو آتا ہے۔ جعفری صاحب نے ''مدینۃ المعاجز'' جیسی مشکل ترین کتاب کا آسان ترین ترجمہ کر کے اہلِ علم سے

دادِ تحسین وصول کی ہے اور لوگ آپ کے اس احسانِ عظیم پر آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آپ کے لیے دل سے دعا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جو قوم و ملت کے لیے کام کرتے ہیں وہ قومی سرمایہ بن جاتے ہیں' اور سچی بات ہے کہ قوم کو ایسی نابغہ شخصیات کی قدردانی کرنی چاہیے۔

میں سمجھتا ہوں کہ صاحبِ کتاب آیت اللہ ہاشم البحرانی ایک مقدس شخصیت تھی کہ آپ کی تحریر کردہ تمام کتب نے چہار دانگ شہرتِ دوام حاصل کی۔ آپ کی تحریریں ایک خطے یا عہد کے لیے نہیں ہیں بلکہ وہ دائمی صورت اختیار کر گئی ہیں' اور صدیوں سے طالبانِ علم ان سے استفادہ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ پروردگار کے لطف و کرم سے ان کی مشہور زمانہ کتاب "تفسیر البرہان" کو زیورِ اشاعت سے آراستہ کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ پروردگارِ عالم آقائے ہاشم البحرانی جنت مکانی کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے' اور ان کی روح پر فتوح کو شادمان فرمائے اور ہمیں ہمت و طاقت عطا فرمائے کہ ہم اس عالمِ ربانی کے آثارِ خالدہ کو اُردو زبان میں زندۂ جاوید کر سکیں۔

پروردگار! بحق محمدؐ و آلِ محمدؑ ہمیں توفیق عنایت فرما کہ ہم علومِ آلِ اطہارؑ کی مزید اشاعت کر سکیں' اور ہمیں روزِ حشر و نشر ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرما!

آمین یارب العالمین

والسلام مع الاکرام

طالبِ دعا

ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

سرپرست ادارہ منہاج الصالحین' لاہور

دوسرا باب

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

اللہ نے حسن مجتبیٰؑ کے نور سے لوح، قلم اور شمس وقمر کو پیدا کیا۔

سید اجل سید رضی نے اپنی کتاب ''المناقب الفاخرۃ فی العترۃ الطاھرۃ'' میں اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گیا اور میں نے ان سے عرض کی:

یا رسول اللہ! آپ مجھے حق دکھائیں تا کہ میں اس کی پیروی کروں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم اس کوٹھڑی میں جاؤ وہاں تمھیں حق دکھائی دے گا۔

ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں کوٹھڑی میں گیا تو وہاں میں نے دیکھا کہ حضرت علیؑ رکوع وسجود میں مصروف تھے اور جب انہوں نے اپنی نماز تمام کی تو انہوں نے اللہ سے یوں دعا مانگی:

خدایا! تجھے تیرے بندے اور رسول محمد مصطفٰےؐ کا واسطہ میرے خطا کار شیعوں کی مغفرت فرما۔

ابن مسعود کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں رسولؐ خدا کو یہ بات بتانے کے لیے ان کے پاس گیا تو میں نے انہیں رکوع وسجود میں مصروف پایا۔ جب آپؐ نے نماز مکمل کر لی تو آپؐ نے یوں دعا مانگی:

خدایا! تجھے تیرے بندے علیؑ کا واسطہ میری اُمت کے نافرمانوں کی مغفرت فرما۔

یہ دیکھ کر میں لرز گیا اور میں بے ہوش ہو گیا۔ رسولؐ خدا نے اپنا سر اٹھا کر فرمایا:

ابن مسعود! کیا تو ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا چاہتا ہے؟

میں نے کہا: خدا کی پناہ۔ لیکن بات یہ ہے کہ میں نے علیؑ کو دیکھا کہ وہ اپنے

گناہ گار شیعوں کی مغفرت کے لیے اللہ کو آپ کا واسطہ دے رہے تھے اور پھر میں نے آپ کو دیکھا تو آپ اپنی گناہ گار اُمت کی مغفرت کے لیے علیؑ کا واسطہ دے رہے تھے۔ اب میں حیران ہوں کہ آپ دونوں میں سے خدا کے ہاں زیادہ محترم ومکرم کون ہے؟!!

رسولؐ خدا نے فرمایا: ابن مسعود! اللہ نے مجھے، علیؑ اور حسنؑ وحسینؑ کو مخلوقات کی پیدائش سے دو ہزار برس قبل اپنے نورِ عظمت سے پیدا کیا اور جب ہم پیدا ہوئے تو اس وقت تسبیح و تقدیس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اللہ نے میرے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اسی لیے میں آسمانوں اور زمین سے افضل ہوں۔

اللہ نے علیؑ کے نور کو شگافتہ کیا اس سے عرش وکرسی کو پیدا کیا۔ اسی لیے علیؑ عرش و کرسی سے افضل ہے۔

اللہ نے حسنؑ کے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے لوح وقلم کو پیدا کیا۔ اسی لیے حسنؑ لوح وقلم سے افضل ہے۔

اللہ نے حسینؑ کے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے جنت اور حور عین کو پیدا کیا اسی لیے حسینؑ جنت اور حور عین سے افضل ہے۔

پھر اللہ نے مشارق ومغارب پر تاریکی مسلط کی۔ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے تاریکی کا شکوہ کیا اور انہوں نے کہا:

خدایا! تجھے ان نورانی اجسام کا واسطہ جن کو تو نے پیدا کیا ہے ہم سے اس تاریکی کو دُور فرما۔

اللہ تعالیٰ نے ایک روح پیدا کی اور اسے ایک اور روح کے ساتھ ملایا۔ ان سے ایک نور پیدا کیا۔ پھر روح کے ساتھ نور کا اضافہ کیا اور اس سے زہرا علیہا السلام کو پیدا کیا۔ اسی چمک اور روشنی کی وجہ سے اس کا نام زہراء رکھا گیا۔ چنانچہ اس کی روشنی کی وجہ سے مشرق ومغرب جگمگا اٹھے۔

ابن مسعود! جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے اور علیؑ سے فرمائے گا:

تم دونوں جسے چاہو جنت بھیج دو اور جسے چاہو دوزخ روانہ کر دو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلْقِیَا فِی جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ (ق: ۲۴)

''تم دونوں ہر منکر اور عناد رکھنے والے کو دوزخ میں ڈال دو''۔

''کفار'' وہ ہے جو میری نبوت کا منکر ہو اور ''عنید'' وہ ہے جو علیؑ اور اس کے اہل بیتؑ اور اس کے شیعوں سے عناد رکھے۔ (کتاب الفضائل لابن شاذان' ص ۱۲۸-۱۲۹)

۲- شیخ ابوجعفر طوسی نے مصباح الانوار میں انس بن مالک سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ ایک دن رسولؐ خدا نماز فجر سے فارغ ہو کر ہماری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے عرض کی:

یارسولؐ اللہ! آپؐ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (النساء:۶۹) ''خدا و رسولؐ کی اطاعت کرنے والا ان کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے نعمت کی ہے یعنی انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا اور وہ بہت اچھے رفیق ہیں'' کی کچھ وضاحت فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انبیاء کا فردِ اعلیٰ میں ہوں اور صدیقین کا فردِ اعلیٰ علیؑ ہے اور شہداء کا اعلیٰ فرد میرا چچا حمزہ ہے اور صالحین کے اعلیٰ افراد میری بیٹی فاطمہؑ اور اس کے بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

اس وقت رسولؐ خدا کے چچا عباس بن عبدالمطلب بھی موجود تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے کہا:

کیا میں اور آپؐ اور علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ سب ایک ہی کنبہ کے افراد نہیں ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ ہمیں تو کہیں شامل نہیں کرتے اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں!!

عباس کی گفتگو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دیئے اور فرمایا:

چچا جان! جہاں تک ایک کنبہ ہونے کا سوال ہے تو آپؐ نے بالکل صحیح کہا ہے لیکن بات یہ ہے کہ اللہ نے مجھے اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو تخلیقِ آدمؑ سے پہلے پیدا کیا اور اس نے ہمیں اس وقت پیدا کیا جب کہ نہ تو آسمان کا شامیانہ تھا اور نہ زمین کا فرش تھا اور نہ تاریکی تھی اور نہ روشنی تھی اور نہ جنت تھی اور نہ دوزخ تھی اور نہ تو سورج بنا تھا اور نہ ہی چاند موجود تھا۔

عباس نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! آپ کی پیدائش کی ابتداء کیسے ہوئی؟

آپؐ نے فرمایا: چچا جان! جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے ایک کلمہ کہا جس سے ایک نور پیدا کیا۔ پھر اس نے ایک اور کلمہ کہا اس سے روح کو پیدا کیا۔ پھر اس نے روح کو نور کے ساتھ مخلوط کر دیا' چنانچہ اس نے اس نور سے مجھے اور میرے بھائی علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو پیدا کیا۔ ہم اُس کی اس وقت تسبیح کرتے تھے جب تسبیح کا کہیں وجود نہ تھا اور ہم اس کی تقدیس کرتے تھے جب کہ تقدیس کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے کائنات بنانے کا ارادہ کیا تو اس نے میرے نور کو شگافتہ کیا۔ اس سے عرش بنایا' عرش کا نور میرے نور کا حصہ ہے اور میرا نور عرش کے نور سے افضل ہے۔

پھر اس نے میرے بھائی علیؑ بن ابی طالب کے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے ملائکہ کا نور پیدا کیا۔ ملائکہ کا نور علیؑ کے نور کا ایک حصہ ہے۔ علیؑ کا نور ملائکہ سے افضل ہے۔

پھر اس نے میری دختر فاطمہؑ کے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے آسمانوں اور زمین کا نور پیدا کیا۔ میری دختر فاطمہؑ کا نور آسمانوں اور زمین کے نور سے افضل ہے۔

پھر اس نے میرے فرزند حسنؑ کے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ میرے فرزند حسنؑ کا نور شمس و قمر کے نور سے افضل ہے۔

پھر اس نے میرے بیٹے حسینؑ کے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے جنت اور حور عین کو

پیدا کیا۔ میرے بیٹے حسینؑ کا نور جنت اور حور عین کے نور سے افضل ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تاریکیوں کو حکم دیا کہ وہ آسمانوں پر چھا جائیں۔ چنانچہ آسمانوں پر تاریکی کا راج ہوا تو ملائکہ پر بھی تاریکی چھا گئی۔ ملائکہ نے تسبیح و تقدیس میں اضافہ کیا اور انہوں نے کہا:

اے میرے آقا و معبود! جب سے تو نے ہمیں پیدا کیا اور تو نے ہمیں ان نورانی اجسام کی معرفت کرائی، ہم نے تب سے کوئی تنگی اور پریشانی نہیں دیکھی۔ تجھے ان نورانی اجسام کا واسطہ ہم سے اس تاریکی کو دُور فرما۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میری دختر کے نور سے کچھ قندیلیں پیدا کیں، جنہیں عرش کے درمیان معلق کیا۔ ان قندیلوں کی چمک سے آسمان و زمین منور ہو گئے اور زمین و آسمان جگمگا اٹھے۔ اسی روشنی کی وجہ سے میری بیٹی فاطمہؑ کا لقب زہراء رکھا گیا۔

ملائکہ نے عرض کی: خدایا! یہ روشن نور کس کا ہے جس سے زمین و آسمان چمک اٹھے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی۔ یہ وہ نور ہے جسے میں نے اپنے حبیب کی دختر اور اپنے ولی اور اپنے نبیؐ کے بھائی اور اپنے بندوں پر میری حجتوں کے والد کی زوجہ فاطمہؑ کے لیے اپنے نورِ جلالت سے اختراع کیا ہے۔

ملائکہ! میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے تمہاری تسبیح کا ثواب اس خاتون اور ان کے شیعوں اور پھر قیامت کے دن تک پیدا ہونے والے ان کے محبوں کے لیے قرار دیا ہے۔

جب عباس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گفتگو سنی تو انہوں نے کھڑے ہو کر حضرت علیؑ کی جبین مبارک کو بوسہ دے کر کہا:

خدا کی قسم! آپؑ خدا پر ایمان رکھنے والوں کے لیے حجت بالغہ ہیں۔ (مصباح الانوار، ص ۶۹۔ تاویل الآیات، جلد ۱، ص ۱۳۷)

حسنینؑ کریمین کے ظاہری اجسام کا مادہ بھی جنت سے آیا تھا

شرف الدین نجفی نے اپنی کتاب ''تاویل الایات الباھرۃ'' میں سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے۔انہوں نے کہا:

میں حضرت فاطمہؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس وقت سیدہ کے گھر میں حسنینؑ کریمین کھیل رہے تھے اور جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا اپنے بچوں کو کھیلتا دیکھ کر بے حد خوش ہو رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد حضرت رسولؐ خدا بھی وہاں تشریف لائے۔ میں نے آنحضرتؐ سے عرض کی:

یارسولؐ اللہ! آپ مجھے ان کی فضیلت بتائیں تا کہ میری محبت میں اور اضافہ ہو سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سلمان! جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور جبریلؑ نے مجھے جنت کی سیر کرائی تو میں نے جنت کے محلات اور باغات دیکھے تو وہاں مجھے ایک عجیب سی خوشبو محسوس ہوئی جو کہ پوری جنت میں پھیلی ہوئی تھی اور جنت کی تمام خوشبوئیں اس خوشبو کے سامنے ہیچ محسوس ہوتی تھیں۔ میں نے جبریلؑ سے کہا کہ یہ خوشبو کیسی ہے جو کہ جنت کی تمام خوشبوؤں پر غالب ہے؟

جبریل امینؑ نے کہا: یہ ایک سیب کی خوشبو ہے جسے اللہ نے اپنے دستِ قدرت سے تین لاکھ سال قبل پیدا کیا تھا اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اس نے اس سیب کو کس مقصد کے تحت پیدا کیا ہے۔ ابھی جبریل مجھ سے یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ کچھ فرشتے آئے اور ان کے ہاتھ میں وہی سیب تھا اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ پروردگار آپؐ کو سلام کہتا ہے اور اس نے آپؐ کے لیے یہ تحفہ بھیجا ہے۔

میں نے وہ سیب لیا اور جبریلؑ کے پر کے نیچے اسے رکھ دیا۔ جب جبریل مجھے

زمین پر لے کر آئے تو میں نے وہ سیب کھایا۔ اللہ نے اس کا پانی میری پشت میں جمع کیا اور میں نے خدیجہ بنت خویلد سے مقاربت کی اور اس سے فاطمہؑ کا حمل قرار پایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی کہ میں تیرے گھر میں حور پیدا کر رہا ہوں جو انسانی شکل میں ہے۔ پھر اللہ نے مجھے کہا کہ جب یہ جوان ہو جائے تو آپؐ نور کی شادی نور سے کریں یعنی فاطمہؑ کا عقد علیؑ سے کریں۔ اور میں نے جنت میں بھی اس کا عقد علیؑ سے کر دیا ہے اور روئے زمین کا خمس اس کا حق مہر مقرر کیا ہے اور میں علیؑ و فاطمہؑ سے پاکیزہ نسل جاری کروں گا اور یہ دونوں حسنؑ و حسینؑ اہل جنت کے چراغ ہیں اور صلبِ حسینؑ سے امام پیدا ہوں گے جنہیں شہید کیا جائے گا اور انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے گا۔ ان کے قاتلوں اور انہیں بے یار و مددگار چھوڑنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ (تاویل الآیات' جلد ۱' ص ۲۳۶۔ بحار الانوار' جلد ۳۶' ص ۳۶۱)

آپؑ کی ولادت باسعادت

سید مرتضیٰ عیون المعجزات میں رقم طراز ہیں کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام بعثت نبوی کے پندرہ سال اور کچھ ماہ بعد پیدا ہوئے اور جب امام حسنؑ کی ولادت ہوئی تو اس وقت حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی عمر گیارہ برس کی تھی اور آپؑ بھی اپنے نانا اور والد کی طرح سے پاک و پاکیزہ پیدا ہوئے اور آپ نے پیدا ہوتے ہی تسبیح و تہلیل کی اور آپؑ نے قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کی اور محدثین نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ جبریل امینؑ انہیں پنگھوڑے میں لوری سنایا کرتے تھے۔ امام حسنؑ و حسینؑ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی بائیں ران سے پیدا ہوئے۔

روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جنابِ مریم کی دائیں ران سے پیدا ہوئے تھے۔ سید مرتضیٰ لکھتے ہیں: اس حکایت کی روایات کتاب الانوار کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابوں میں مذکور ہیں۔ (عیون المعجزات' ص ۵۹)

حسنین کریمین کے نام اللہ تعالیٰ نے تجویز فرمائے

۱- ابوالحسن محمد بن احمد بن شاذان نے اپنی اسناد سے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حسنؑ کا نام حسن اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اللہ کے احسان کی وجہ سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور حسن، احسان سے مشتق ہے اور علیؑ اور حسنؑ یہ دونوں ایسے اسم ہیں جو کہ اسمائے الٰہی سے مشتق ہیں اور حسین، لفظ حسن کی ''تصغیر'' ہے۔ (مائۃ منقبۃ، ص ۲۱۔ حلیۃ الابرار، جلد ۳، ص ۲۰)

۲- ابوجعفر محمد بن جریر طبری امامی نے کتاب الامامۃ میں اپنی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا:

ابومحمد حسنؑ بن علیؑ ہجرت کے تیسرے سال پیدا ہوئے اور اسی سال جنگِ بدر واقع ہوئی۔ امام حسنؑ کی ولادت کے پچاس روز بعد امام حسینؑ نے شکم سیدہ میں قرار پکڑا۔ رسولؐ خدا نے ان کے عقیقہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا اور ان کے سر کے بال منڈوائے اور بالوں کے وزن برابر چاندی صدقہ میں دی اور جب امام حسنؑ پیدا ہوئے تو جبریل امینؑ حریر جنت کے ایک کپڑے پر ان کا نام لکھ کر لائے۔ اور حسینؑ کا نام حسن سے مشتق ہے۔ امام حسنؑ سینہ سے لے کر سر تک رسول اکرم کے مشابہ تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب امام حسنؑ پیدا ہوئے اور حضرت زہراءؑ اپنے بیٹے کو اٹھا کر رسول اکرمؐ کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا: بابا جان! یہ کتنا حسین ہے۔

رسولؐ خدا نے اپنی دختر کی زبانی جب یہ الفاظ سنے تو آپؐ نے اپنے نواسے کا نام حسن رکھا۔ اور جب امام حسینؑ پیدا ہوئے اور حضرت سیدہؑ انہیں اٹھا کر رسولؐ خدا کے پاس لائیں تو بی بی نے کہا:

ابا جان! یہ تو اس سے بھی زیادہ حسین ہے۔

رسول اکرمؐ نے اپنے نواسے کا نام حسین رکھا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۶۰)

آپؑ کا تعلق اس عمودِ نور سے ہے جو رسولؐ خدا کی صلب میں ودیعت کیا گیا تھا

ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی کتاب میں انس بن مالک سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے معاذ بن جبل سے سنا۔ اس نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تخلیق سے سات ہزار سال پہلے مجھے اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسن و حسین علیہم السلام کو پیدا کیا۔

میں (معاذ بن جبل) نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپ کہاں رہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہم عرش کے سامنے اللہ کی تسبیح و تقدیس و تمجید کرتے رہے۔

میں نے کہا: آپ کس شکل وصورت میں تھے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ہم نورانی اجسام تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے ہماری صورتوں کو بنانے کا ارادہ کیا تو اس نے ہمیں عمودِ نور کی شکل عطا فرمائی۔ پھر ہمیں صلبِ آدمؑ میں رکھا۔ پھر ہمیں اصلاب آباء اور ارحام امہات سے منتقل کرتا رہا۔ ہمیں آج تک شرک کی نجاست اور کفر ... سے محفوظ رکھا تا کہ ہمارے ذریعہ سے ایک گروہ کو خوش بخت اور ایک گروہ کو بد بخت بنائے۔ جب ہم سفر کرتے ہوئے صلبِ عبدالمطلب میں پہنچے تو اللہ نے اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ آدھا حصہ عبداللہ کی پشت میں رکھا اور آدھا حصہ ابوطالب کی پشت میں رکھا۔ جو حصہ عبداللہ کی پشت میں تھا اسے آمنہ بنت وہب کے رحم میں ٹھہرایا اور جو حصہ ابوطالب کی پشت میں تھا اسے فاطمہ بنت اسد کے رحم میں ٹھہرایا۔ چنانچہ آمنہ نے مجھے جنم دیا اور فاطمہ نے علیؑ کو جنم دیا۔

پھر اللہ نے وہ عمودنور میری طرف منتقل کیا اور مجھ سے فاطمہؑ پیدا ہوئیں اور فاطمہ علیؑ کی زوجہ بنیں۔ فاطمہؑ وعلیؑ سے حسنؑ وحسینؑ پیدا ہوئے۔ یہ دونوں حصوں کے اشتراک سے پیدا ہوئے۔ علیؑ کا نور حسنؑ کی اولاد میں منتقل ہوا اور میرا نور حسینؑ کی اولاد میں منتقل ہوا۔ اور میرا وہی نور قیامت کے دن تک ائمہ کی شکل وصورت میں ظاہر ہوتا رہے گا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۵۹)

ایک کھجور کا حضرتؑ کو لبیک کہنا

- ابن جریر طبری نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن اسحاق سے روایت کی ہے: اس نے کہا کہ حسنؑ وحسینؑ بچپنے میں کھیل رہے تھے کہ حسنؑ نے ایک کھجور کو آواز دی۔ کھجور نے آپؑ کو لبیک کہی اور آپؑ کی طرف یوں دوڑ کر گئی جیسے کوئی بچہ اپنے والد کی طرف دوڑ کر جاتا ہے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۶۳)

ایک چٹان سے شہد برآمد کرنا

ابن جریر طبری نے اپنی اسناد کے ساتھ کثیر بن سلمہ سے روایت کی۔ اس نے کہا: میں نے رسولؐ مقبول کی حیاتِ طیبہ میں دیکھا کہ حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے ایک چٹان سے شہد برآمد کی۔ میں حیران ہو کر رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں بتایا کہ حسنؑ نے ایک چٹان سے شہد برآمد کی ہے۔

یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا: تجھے میرے اس فرزند کے متعلق تعجب کیوں ہے؟ میرا یہ بیٹا سردار ہے' سردار کا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے دو گروہوں میں صلح کرائے گا اور آسمان والے آسمانوں پر اور زمین والے زمین پر رہ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ (دلائل الامامۃ' ص ۶۴)

ایک پرندے کا آپؑ پر سایہ کرنا اور آپؑ کو جواب دینا

ابو جعفر طبری نے اپنی اسناد سے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا:

میں نے بچپنے میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ چل رہے تھے اور ایک پرندہ ان کے سر پر سایہ فگن تھا۔ اور وہ جب بھی پرندے کو آواز دیتے تو پرندہ انہیں جواب دیتا تھا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۶۴)

حضرتؑ کا ہوا میں پرواز کرنا اور آسمان میں غائب ہونا

ابو جعفر طبری نے اپنی اسناد سے جابر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا:

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے ہوا میں پرواز کی اور آسمان میں غائب ہو گئے اور مسلسل تین ساعات تک وہاں رہے۔ پھر وہاں سے سکون و وقار سے اترے۔ میں نے ان سے کہا: میرے آبا و اجداد کی روحیں آپؑ پر قربان ہو جائیں' آپؑ نے جو کچھ حاصل کرنا تھا وہ حاصل کر لیا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۶۴)

آپؑ کے حکم پر بارش' برفباری اور موتیوں کی بارش کا برسنا

ابو جعفر طبری نے اپنی اسناد کے ساتھ منصور سے روایت کی کہ ایک مرتبہ خشک سالی ہوئی۔ لوگ نماز استسقاء کے لیے جمع ہوئے۔ اتنے میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام وہاں آئے اور آپؑ نے فرمایا:

لوگو! بتاؤ تم بارش چاہتے ہو یا برف باری پسند کرتے ہو یا موتیوں کی بارش چاہتے ہو؟

لوگوں نے کہا: جو آپؑ پسند کریں گے ہمیں وہی پسند ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تینوں طرح کی بارشیں ہوں گی لیکن تم نے موتیوں کو اٹھانا نہیں

ہے۔ پھر آپؑ نے دعا مانگی تو پہلے بارش ہوئی، پھر برف باری ہوئی اور آخر میں موتیوں کی بارش ہوئی۔

اس موقع پر ہم نے یہ بھی دیکھا کہ آپؑ ہاتھ بلند کر کے آسمانوں سے ستارے توڑتے تھے پھر انھیں چھوڑ دیتے تھے تو وہ چڑیوں کی طرح سے اڑ کر اپنی اپنی جگہوں پر چلے جاتے تھے۔ (دلائل الامامۃ ۶۴۔ اثبات الھداۃ، جلد ۲، ص ۵۶۱)

آپ کے لیے آسمان سے دستر خوان کا نازل ہونا

ابو جعفر طبری نے اپنی اسناد سے قبیصہ بن ایاس کی زبانی نقل کیا۔ اس نے کہا:

میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے قافلہ کے ساتھ شام جا رہا تھا۔ آپؑ حالت روزہ میں تھے۔ جب سورج غروب ہوا اور آپؑ نے نماز مغرب ادا کی تو ہم پریشان تھے کہ آپؑ روزہ افطار کیسے کریں گے جب کہ پورے قافلہ کا زادِ راہ ختم ہو چکا تھا۔ جیسے ہی آپ نے نماز تمام کی تو ہم نے دیکھا کہ آسمانوں کے دروازے کھل گئے اور قندیلیں روشن ہو گئیں اور آپؑ کے سامنے دستر خوان بچھ گیا، جس پر انواع و اقسام کے پھل تھے۔ ہم سب نے آپؑ کے ساتھ مل کر کھایا اور اس میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوئی۔ قافلہ میں شامل ستر افراد نے جی بھر کر کھانا کھایا۔ جب ہم سیر ہو گئے تو دستر خوان اٹھا لیا گیا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۶۵۔ اثبات الھداۃ، جلد ۲)

ہرنوں کا آپؑ کو لبیک کہنا اور نور کا نازل ہونا

ابو جعفر طبری نے اپنی اسناد سے محمد بن حجارہ سے نقل کیا۔ اس نے کہا:

ہم حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے تو ہم نے دیکھا کہ ہرنوں کا ایک غول ہمارے سامنے سے گزرا۔ آپؑ نے انہیں آواز دی تو ہرنوں نے لبیک کہا اور گردن جھکا کر آپؑ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔

ہم نے کہا: مولا! یہ تو جنگلی جانور ہیں۔ آپؑ ہمیں کوئی آسمانی علامت دکھائیں۔ آپؑ نے آسمان کی جانب اشارہ کیا تو آسمان کے دریچے کھل گئے اور ان سے نور برآمد ہوا اور اس نور نے پورے مدینہ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور مدینہ کے مکانات ہلنے لگے یہاں تک کہ ہمیں یہ اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں مدینہ کے مکانات منہدم ہی نہ ہو جائیں۔

پھر ہم نے کہا: مولا! اس نور کو واپس کر دیں۔ آپؑ نے اشارہ کیا تو نور واپس چلا گیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

ہم ہی آخر اور ہم ہی اول ہیں اور ہم ہی صاحبانِ امر ہیں اور ہم وہ نور ہیں جو نورِ الٰہی سے روحانیوں کو بھی منور کرتے ہیں اور تسکین الٰہی سے روحانیوں کو بھی ہم تسکین فراہم کرتے ہیں۔ روحِ الٰہی کا ہم میں ہی مسکن و معدن ہے۔ ہمارا آخری فرد بھی پہلے کی طرح سے معلوم ہے اور ہمارا پہلا فرد بھی آخری کی طرح محترم ہے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۶۵)

سمندروں اور کشتیوں کا دکھانا

ابوجعفر طبری نے اپنی اسناد کے ساتھ جابر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم مسجد نبوی میں امام حسنؑ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے ان سے درخواست کی کہ وہ ہمیں کوئی ایسا معجزہ دکھائیں جس کو ہم لوگوں میں بیان کر سکیں۔

امامؑ عالی مقام نے زمین پر پاؤں کی ٹھوکر ماری۔ ہم نے دیکھا کہ زمین شگافتہ ہوگئی اور ہمیں سمندر دکھائی دیئے جن میں کشتیاں چل رہی تھیں۔ پھر آپؑ نے ہاتھ بڑھا کر ایک مچھلی پکڑی اور وہ مچھلی مجھے عنایت کی۔

میں نے وہ مچھلی اپنے بیٹے محمد کے حوالے کی اور اس سے کہا تم یہ مچھلی گھر لے جاؤ۔ میرا بیٹا وہ مچھلی گھر لے گیا اور ہم نے اسے پکایا اور پورے تین دن تک اسے کھاتے رہے۔ (دلائل الامامۃ ص ۶۵-۶۶۔ اثبات الھداۃ' جلد۲' ص ۵۶۲)

ستونِ مسجد سے پانی، دودھ اور شہد کا برآمد کرنا

ابوجعفر طبری نے اپنی اسناد سے ابراہیم بن کثیر سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر پانی طلب کیا۔ نوکر نے پانی لانے میں تاخیر کی تو آپؑ نے ستونِ مسجد کی طرف اشارہ کیا۔ اس سے پانی برآمد ہوا۔ آپؑ نے اور آپؑ کے ساتھیوں نے وہ پانی پیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو یہاں سے دودھ اور شہد بھی نکال کر تمہیں پلا سکتا ہوں۔

ہم نے کہا: مولا! پھر ہماری بھی خواہش ہے کہ آپ ہمیں دودھ اور شہد پلائیں۔

آپؑ نے اشارہ کیا تو ستونِ مسجد سے دودھ اور شہد برآمد ہوا۔ ہم نے جی بھر کر دودھ و شہد پیا۔ (دلائل الامامۃ، ص ٦٦ ۔ اثبات الھداۃ، جلد ۲، ص ۵٦۳)

حاملہ گائے کے بچھڑے کا رنگ و روپ بیان کرنا

ابوجعفر طبری نے اپنی اسناد سے عبداللہ بن عباس سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم امام حسنؑ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک قصاب ایک گائے کو لے کر گزرا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ گائے گابھن ہے اس کے پیٹ میں مادہ بچھیا ہے جس کی پیشانی پر سفید ٹکا ہے اور اس کی دم سفید رنگت کی ہے۔

ہم قصاب کے پیچھے گئے۔ اس نے گائے ذبح کی تو اس کے پیٹ سے اسی طرح کی بچھیا برآمد ہوئی جیسا کہ امام حسنؑ نے فرمایا تھا۔

ہم نے امام علیہ السلام سے کہا کہ مولا یہ تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ ارحام میں رہائش پذیر اشیا کو جانتا ہے مگر آپؑ کو اس کا علم کیسے ہو گیا؟

امام حسنؑ نے فرمایا: ہم اس پوشیدہ، مخفی اور چھپے ہوئے علم کو جانتے ہیں جس کو ہمارے نبی اور اس کی ذریت کے علاوہ کوئی نبی مرسل اور کوئی ملک مقرب نہیں جانتا۔
(دلائل الامامۃ، ص ۶۷۔فرج المہموم، ص ۲۲۳)

ہرنی کے بچوں کا رنگ وروپ بیان کرنا

ابوجعفر طبری نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن نوفل عبدی سے روایت کی۔اس نے کہا: ایک شکاری ہرنی کو پکڑے ہوئے جا رہا تھا کہ امام حسنؑ نے اس ہرنی کو دیکھ کر فرمایا:
یہ ہرنی حاملہ ہے۔ اس کے پیٹ میں دو ہرنوٹے ہیں اور دونوں مادہ ہیں۔ ان میں سے ایک کی آنکھ میں عیب ہے۔
جب شکاری نے یہ سنا تو اس نے آپؑ کی صداقت جانچنے کے لیے ہرنی کو ذبح کیا تو اس کے پیٹ میں دو مادہ ہرنوٹے تھے اور ایک کی آنکھ میں عیب تھا۔
(دلائل الامامۃ، ص ۶۷۔اثبات الھداۃ، جلد۲، ص ۵۶۳)

ایک مردہ کو زندہ کرنا

ابوجعفر طبری نے اپنی اسناد سے جابر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:
کچھ لوگ امام حسنؑ کی خدمت میں آئے اور کہا: آپؑ کے والد علیہ السلام ہمیں معجزات دکھایا کرتے تھے۔آپؑ بھی ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔
آپؑ نے فرمایا: اگر میں معجزہ دکھاؤں تو کیا تم اس پر ایمان بھی لاؤ گے؟
لوگوں نے کہا: جی ہاں، ہم ضرور ایمان لائیں گے۔
آپؑ نے ان کے لیے اذن خداوندی سے ایک مردہ کو زندہ کر دکھایا۔
یہ دیکھ کر ان لوگوں نے کہا: بے شک ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؑ امیر المومنین

کے فرزند اور ان کے معجزات کے وارث ہیں۔ آپؑ کے والد بھی ہمیں اسی طرح کے معجزات دکھایا کرتے تھے۔ (دلائل الامامۃ' ص ٦٨)

ایک تیل فروش اور اس کے بچے کی پیشین گوئی

ثقۃ الاسلام کلینی نے اپنی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔

آپؑ نے فرمایا:

ایک مرتبہ امام حسنؑ بیت اللہ کی زیارت کے لیے پاپیادہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مسلسل پیدل چلنے کی وجہ سے آپؑ کے قدموں پر ورم آ گیا۔ آپؑ کے غلاموں نے کہا: اگر آپؑ سواری پر سفر کریں تو آپؑ کی یہ ورم دُور ہو جائے گی۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ میں پیدل ہی سفر کروں گا لیکن جب ہم اگلی منزل پر قیام کریں گے تو وہاں ایک سیاہ فام آئے گا جو تیل فروخت کر رہا ہوگا تم اس سے تیل خرید کر لینا اور قیمت کے متعلق اس سے مت جھگڑنا۔

آپ کے ایک غلام نے کہا: مولا! یہاں کسی بھی منزل پر کوئی بھی دوا فروش نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ تمہاری منزل سے کچھ راستہ قبل تمہیں ملے گا۔ ابھی آپؑ نے ایک میل سفر کیا تھا کہ وہ سیاہ فام وہاں دکھائی دیا۔

امامؑ عالی مقام نے فرمایا: تم اس سے تیل خرید کر لو اور جو یہ رقم مانگے اس کے سپرد کر دو۔

حضرتؑ کے غلام نے اس سے کہا: تم یہ تیل کس کے لیے لائے ہو؟

اس نے کہا: میں یہ تیل حسنؑ بن علیؑ کے لیے لایا ہوں۔ تم مجھے ان کے پاس لے جاؤ۔

حضرتؑ کا غلام اسے امامؑ کے پاس لے آیا۔ سیاہ فام نے کہا: مولا! مجھے یہ تو

معلوم نہیں تھا کہ آپؑ کو میرے تیل کی ضرورت محسوس ہوگی اور میں آپؑ کا محبّ ہوں اور میں آپؑ سے اس کی قیمت بھی نہیں لوں گا۔ میری گھر والی حاملہ ہے آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا بیٹا عطا کرے جو آپؑ کا محبّ ہو۔ جب میں گھر سے چلا تھا تو اس وقت میری بیوی کو دردزہ محسوس ہو رہی تھی۔

آپؑ نے فرمایا: تم اپنے گھر جاؤ اللہ نے تمہیں بے عیب بیٹا عطا کیا ہے اور وہ ہمارا شیعہ ہوگا۔ (الکافی' جلد۱' ص ۴۶۳۔ الخرائج' جلد۱' ص ۲۳۹)

پتھر پر انگشتر کا نشان ثبت کرنا

ثقۃ الاسلام کلینی نے اپنی اسناد کے ساتھ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

ام اسلم نبی اکرمؐ کی زیارت کے لیے ام سلمہؓ کے گھر آئی اور ان سے رسولؐ خدا کا پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ آپؐ یہیں ہیں کسی کام کے لیے باہر تشریف لے گئے ہیں اور ابھی آنے ہی والے ہوں گے۔

چنانچہ چند لمحات بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو ام اسلم نے آپؐ سے کہا:

یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ میں نے کتابیں پڑھی ہیں اور میں نے کتابوں میں انبیاء و اوصیاء کا تذکرہ پڑھا ہے' چنانچہ موسیٰؑ کی زندگی میں ان کا ایک وصی تھا اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کا ایک وصی تھا۔ آپؐ بتائیں کہ آپ کا وصی کون ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ام اسلم! میری زندگی اور میری وفات کے بعد میرا وصی ایک ہی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

ام اسلم! جو میرے جیسا کام کر کے دکھائے وہ میرا وصی ہوگا۔ پھر آپؐ نے زمین سے ایک کنکر اٹھایا اور آپؐ نے اسے ہاتھ میں لیا تو وہ سفوف سا بن گیا۔ آپ نے اسے آٹے کی طرح گوندھا اور اس پر اپنی مہر انگشت ثبت کر دی اور فرمایا جو میری طرح سے یہ کام کر دکھائے وہ میری زندگی اور میری وفات کے بعد میرا وصی ہوگا۔

ام اسلم کا بیان ہے کہ میں مہر شدہ پتھر لے کر آنحضرت کے گھر سے نکلی اور سیدھی امیرالمومنینؑ کے پاس گئی اور ان سے کہا کہ کیا آپ رسولؐ خدا کے وصی ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: جی ہاں! میں ہی آنحضرتؐ کا وصی ہوں۔ پھر آپؑ نے ایک پتھر اٹھایا اور اس پر زور دیا تو وہ سفوف سا بن گیا۔ آپؑ نے اس کو آٹے کی طرح گوندھا اور اس پر اپنی انگشتر سے مہر ثبت کر دی۔ پھر فرمایا:

ام اسلم! جو میری طرح سے یہ کام کر دکھائے وہ میرا وصی ہوگا۔

ام اسلم کا بیان ہے کہ امیرالمومنینؑ کے پاس سے روانہ ہو کر میں امام حسن علیہ السلام کے پاس گئی۔ اس وقت آپؑ معصوم بچے تھے۔ میں نے ان سے کہا:

میرے سردار! کیا آپ اپنے والد کے وصی ہیں؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ پھر آپ نے ایک پتھر اٹھایا اور اس پر زور دیا تو وہ سفوف سا بن گیا۔ پھر آپ نے اسے آٹے کی طرح سے گوندھا اور اس پر اپنی انگشتر سے مہر لگا دی۔

پھر میں امام حسین علیہ السلام کے پاس گئی۔ میں نے دیکھا تو بالکل کمسن بچے تھے۔ پھر میں نے ان سے کہا:

میرے ماں باپ آپؑ پر قربان! کیا آپؑ اپنے بھائی کے وصی ہیں؟

امام حسینؑ نے فرمایا: جی ہاں! میں ہی ان کا وصی ہوں۔ تم ایک پتھر لے آؤ۔ میں پتھر لے آئی تو آپؑ نے بھی اسے سفوف بنایا اور اسے گوندھ کر اس پر مہر ثبت کر دی۔

ام اسلم نے طویل عمر پائی تھی۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد وہ امام زین

العابدین کے پاس گئی اوران سے پوچھا کہ آپؑ اپنے والد کے وصی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ پھر آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی طرح سے پتھر پر مہر ثبت کردی۔ (الکافی، جلد ا، ص ۳۵۵)

سوکھی کھجور سے تازہ کھجوریں کھانا

ثقۃ الاسلام کلینی نے اپنی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام عمرہ ادا کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور آپؑ کے ساتھ اولادِ زبیر میں سے ایک شخص تھا جو کہ آپؑ کی امامت کا عقیدہ رکھتا تھا۔ دورانِ سفر آپؑ نے ایک جگہ پر پڑاؤ کیا جہاں ایک کھجور کا درخت کھڑا تھا جو کہ پیاس سے سوکھ گیا تھا۔ آپؑ کے غلام نے اس درخت کے سائے تلے آپؑ کا بستر بچھایا اور آپؑ کے سامنے زبیری کا بستر ایک اور کھجور کے سائے میں لگا دیا۔

زبیری نے بڑی حسرت سے کھجور کے سوکھے درخت کی طرف دیکھا اور کہا کاش! اس پر تازہ کھجوریں ہوتیں تو ہم کھجوریں کھاتے۔

امام حسنؑ نے اس سے فرمایا: کیا تم تازہ کھجوریں کھانا چاہتے ہو؟

زبیری نے اثبات میں جواب دیا۔

آپؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور ایسا کلام کیا جو کہ سننے والوں کی سمجھ سے بالا تھا۔ جیسے ہی آپؑ کی کلام تمام ہوئی تو کھجور سرسبز ہوگئی اور اس پر نئے پتے لگ گئے اور اس پر دیکھتے ہی دیکھتے تازہ کھجوریں لگ گئیں۔

جب ان کے ساربان نے یہ معجزہ دیکھا تو اس نے کہا: خدا کی قسم یہ جادو ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا: تجھ پر ہلاکت ہو یہ جادو نہیں ہے بلکہ فرزندِ رسولؐ کی دعا کا ثمر ہے۔

لوگ کھجور پر چڑھ گئے اور اس کا ثمر اتار لائے اور انہوں نے جی بھر کر کھجوریں

کھائیں۔(الکافی' جلدا' ص ۴۶۲۔ بصائر الدرجات' ص ۳۵۶)

آپؑ کی بددعا سے مرد کا عورت اور عورت کا مرد بن جانا

کتاب ثاقب المناقب کے مؤلف لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے باوثوق ساتھیوں میں سے ایک ساتھی کی کتاب میں پڑھا کہ ایک شامی اپنی بیوی سمیت آپؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا: فرزند ابوتراب! پھر اس نے آپؑ کی شان میں گستاخیاں کیں جنہیں نقل کرنا میں نے مناسب نہ سمجھا۔ اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو مجھے عورت بنا دے اور میری بیوی کو مرد بنا دے۔

اس کی گستاخی سن کر حضرتؑ نے غضب آلود نگاہوں سے اسے دیکھا اور آپؑ نے اپنے لبوں کو جنبش دی اور آپؑ نے کوئی ایسی دعا پڑھی جو ہماری سمجھ میں نہ آئی۔ پھر آپؑ نے گھور کر اس شخص کو دیکھا۔

شامی نے اپنے آپ کو ٹٹولا تو اسے سخت شرمندگی محسوس ہوئی اور شرم کی وجہ سے اس کی نگاہیں جھک گئیں۔ پھر اس نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا تو اس کی داڑھی مونچھیں غائب تھیں۔ وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا۔ اتنے میں اس کی بیوی نے کہا کہ میں مرد بن گئی ہوں۔

دونوں میاں بیوی آپؑ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے اور کچھ عرصہ انہوں نے تبدیلی جنس کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ بسر کیا اور انہیں ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔ پھر وہ دونوں امامؑ عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے رو رو کر آپؑ سے معافی طلب کی اور درخواست کی کہ آپؑ ہماری جنس تبدیل کر دیں اور ہمیں ہماری سابقہ جنس لوٹا دیں۔

آپؑ نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور بارگاہ احدیت میں آپؑ نے عرض کی:

خدایا! اگر یہ دونوں سچ کہہ رہے ہیں تو ان کی توبہ قبول فرما اور انہیں ان کی سابقہ

حالت میں لوٹا دے۔

اس کے بعد دونوں اپنی اصلی حالت پر لوٹ گئے۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۳۱۱)

جبریلؑ کا حسنینؑ کو بیری' بہی اور انار دینا

کتاب ثاقب المناقب میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپؑ نے اپنے آبائے طاہرینؑ میں سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

ہمارے نانا کا صحابی دحیہ کلبی جب بھی شام کے سفرِ تجارت آتا تو واپسی پر رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور میرے اور میرے بھائی کے لیے کچھ بیر' انجیر' بہی اور انار لایا کرتا تھا۔ ایک دن جبریل امینؑ رسولؐ خدا کی خدمت میں دحیہ کلبی کی شکل وصورت میں تشریف لائے۔ ہم نے اس کی جیبوں میں ہاتھ ڈالا تاکہ کوئی پھل وغیرہ نکال سکیں۔ جبریل امینؑ نے رسولؐ خدا سے کہا کہ یہ بچے کیا چاہتے ہیں؟

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

انہوں نے آپؑ کو دحیہ کلبی تصور کیا ہوا ہے اور اس کا معمول تھا کہ وہ ان شاہزادوں کے لیے پھل لایا کرتا تھا اور اس وقت بچے تمہاری جیب سے پھل نکالنا چاہتے ہیں۔

جبریل امینؑ نے اپنا ہاتھ فردوس اعلیٰ کی طرف بڑھایا اور جنت سے بیر' انجیر' بہی اور انار توڑ کر ہماری جھولیوں میں گرائے۔ ہم خوش ہو کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ہمارے والد ماجد ملے۔ انہوں نے ہماری جھولیوں میں پھل دیکھے تو فرمایا: یہ پھل اس دنیا کے تو نہیں لگتے۔ تم یہ پھل کس سے لائے ہو؟ آپؑ نے ہم سے ہر پھل کا ایک ایک دانہ لیا اور انہیں کھاتے ہوئے رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! یہ پھل اس دنیا کے نہیں ہیں۔ دحیہ بھلا یہ پھل کہاں سے لائے؟

رسولؐ مقبول نے فرمایا: دراصل جبریل امین دحیہ کی شکل وصورت میں آئے تھے اور حسنینؑ نے اسے دحیہ سمجھ کر اس کی جیبوں کو ٹٹولنا شروع کر دیا تھا۔ اسی لیے جبریلؑ نے ہاتھ بڑھا کر یہ میوے جنت کے پھلوں سے توڑے اور حسنینؑ کے حوالے کیے۔ (الثاقب فی المناقب، ص۳۱۲)

ابو موسیٰ نے اپنی کتاب ''فضائل البتولؑ'' میں لکھا کہ جبریل امینؑ ایک مرتبہ اہل بیتؑ کے لیے دو انار، دو بہی اور دو سیب لائے تھے۔ جب حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی وفات ہوئی تو انار خراب ہو گئے جب کہ بہی اور سیب باقی رہے اور جب امام حسن مجتبیٰ کی وفات ہوئی تو بہی بھی خراب ہو گئے اور سیب باقی رہے۔ ہمارا جو بھی مخلص شیعہ صبح کے وقت امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی زیارت کرے گا تو اسے سیبوں کی خوشبو محسوس ہوگی۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۵۵)

آسمان سے آنے والا تھال جس میں کیک، منقّی اور کھجوریں تھیں

کتاب ثاقب المناقب کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہؑ کے گھر تشریف لائے تو حضرت سیدہؑ نے عرض کی:

ابا جان! میرے حسنینؑ بھوکے سو گئے ہیں۔ آپؐ ان کے لیے غذا کا انتظام فرمائیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: جاؤ گھر سے تھال اٹھا کر لے آؤ۔

جنابِ سیدہؑ نے عرض کیا: ابا جان! میرے گھر میں تو کوئی تھال نہیں ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پیاری دختر! آپؑ اٹھیں اور گھر میں سے تھال لے کر یہاں آئیں۔

جنابِ سیدہؑ اٹھیں اور کمرے میں آئیں تو آپ نے دیکھا کہ ایک تھال رکھا تھا جس پر کپڑا پڑا ہوا تھا۔ بی بی نے وہ تھال اٹھایا اور رسولؐ خدا کے سامنے رکھ دیا۔ آپؐ

نے اس کا سرپوش اٹھایا تو اس میں شامی کیکوں جیسے سفید کیک تھے اور طائف کے مقّی کے مشابہہ مقّی تھی اور عجوہ سے ملتی جلتی ''رائع'' نامی کھجوریں تھیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسنؑ وحسینؑ کو بیدار کرو اور علیؑ کو صدا دو۔ الغرض تمام افراد اہل بیتؑ جمع ہوئے اور انہوں نے مل کر آسمانی غذاؤں کو تناول کیا۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۵۵)

آسمانی انار

کتاب ثاقب المناقب میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں بارش ہوئی اور جب بارش ختم ہوگئی اور بادل چھٹ گئے تو آنحضرتؐ چند مہاجرین وانصار کو ساتھ لے کر مدینہ سے نکلے۔ آنحضرتؐ کے ساتھیوں میں علیؑ نہیں تھے۔ اسی لیے شہر مدینہ سے نکل کر آنحضرتؐ بیٹھ گئے اور علیؑ کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد حضرت علیؑ بھی آنحضرتؐ کے پاس پہنچ گئے۔

رسولؐ خدا نے آگے بڑھ کر انہیں سینے سے لگایا اور ان کے چہرے سے گرد وغبار کو دُور کیا اور فرمایا: میں منذر ہوں اور تو ہادی ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ٥ (الرعد:۷)

''آپ منذر ہیں اور ہر قوم کے لیے ہادی ہوتا ہے''۔

کچھ دیر بعد آپؐ نے دیکھا کہ ایک ہاتھ آسمان سے زمین کی طرف جھکا جو کہ برف سے بھی زیادہ سفید تھا اور اس کی مٹھی میں ایک انار تھا جو کہ زمرد سے بھی زیادہ سبز تھا اور وہ انار رسولؐ خدا کی جھولی میں آ کر گرا اور اس سے کچھ صدائیں بھی بلند ہوئیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انار کے کچھ دانے خود تناول فرمائے اور باقی انار حضرت علیؑ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا:

اس میں سے تم بھی کھاؤ اور میری بیٹی اور میرے بچوں حسنؑ و حسینؑ کو بھی کھلاؤ۔

بعدازاں آپؐ نے صحابہ سے فرمایا:

لوگو! اللہ نے میرے اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے لیے یہ انار بطور تحفہ بھیجا ہے اور اگر مجھے تمہیں شریک کرنے کی اجازت ہوتی تو میں تمہیں اس میں ضرور شریک کرتا۔ اسی لیے مجھے معذور سمجھنا۔

حضرت سلمان فارسی نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! انار کے نازل ہونے کے وقت یہ آواز کیسی تھی؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: انار خداوند عالم کی تسبیح کر رہا تھا۔

سلمان فارسی نے کہا: یارسولؐ اللہ! وہ کیا کہتا تھا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اس نے یہ تسبیح کی تھی:

سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ الشَّجَرُ النَّاضِرَةُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْجَلِيْلِ سُبْحَانَ مَنْ قَدَحَ مِنْ قُضْبَانِهَا النَّارَ الْمُضِيْئَةَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْكَرِيْمِ

''وہ ذات پاک ہے جس کی پاکیزگی سرسبز درخت کرتے ہیں اور میرا رب جلیل پاک ہے۔ وہ پاک ہے جس نے درختوں کی ٹہنیوں سے روشن آگ کو پیدا کیا۔ میرا رب کریم پاک ہے''۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ حضرت مریمؑ کی تسبیح ہے۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۵۶)

حسنینؑ کے لیے تاریک شب میں روشنی کی لکیر کا ظاہر ہونا

یہ بخی نے ''مناقب فاخرہ'' میں اپنی اسناد سے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

ایک مرتبہ امام حسن و حسین علیہما السلام رسولؐ خدا کے گھر میں تھے اور رات ہوگئی۔

بچے رسولؐ خدا کے سامنے کھیلتے رہے اور آنحضرتؐ انہیں کھیلتا دیکھ کر خوش ہوتے رہے یہاں تک کہ رات کا پہلا پہر بیت گیا۔ پھر آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: اب تم دونوں اپنے گھر جاؤ اور جا کر آرام کرو۔ رسولؐ خدا اپنے دروازے سے باہر نکلے۔ حسنینؑ گھر کی طرف چلے۔ رات تاریک تھی۔ پھر اچانک روشنی کی ایک لکیر نمودار ہوئی اور حسنینؑ اس کی روشنی میں چلتے ہوئے اپنے گھر پہنچ گئے۔ رسولؐ خدا کھڑے ہوکر یہ سارا منظر دیکھتے رہے اور آپؐ نے فرمایا:

اس ذات کی حمد ہے جس نے میرے اہل بیتؑ کو یہ رتبہ عطا کیا ہے۔ (عیون الاخبار، جلد۲، ص ۱۳۹)

حسنینؑ پر سانپ کا پہرہ دینا

شیخ صدوق نے امالی میں ایک واقعہ رقم فرمایا ہے جس کا ماحصل یہ ہے:

ایک مرتبہ حضرت رسولؐ خدا بیمار ہوئے اور حضرت سیدہؑ حسنین علیہا السلام کو ساتھ لے کر اپنے والد ماجد کی عیادت کے لیے حجرۂ عائشہ میں تشریف لائیں۔

وہاں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد حضرت سیدہؑ نے اپنے شاہزادوں سے فرمایا کہ اب تمہارے نانا کو نیند آ گئی ہے لہٰذا آؤ ہم گھر چلیں۔

شاہزادوں نے عرض کیا: اماں جان! ہم فی الحال یہاں نانا کے پاس رہیں گے۔ پھر امام حسنؑ اپنے نانا کے دائیں پہلو اور امام حسینؑ بائیں پہلو میں سو گئے۔ حضرت سیدہؑ نے بچوں کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور انہیں نانا کے پاس سوتا ہوا چھوڑ کر اپنے گھر چلی آئیں۔ کچھ دیر بعد حسنینؑ بیدار ہوئے اور انہوں نے بی بی عائشہ سے پوچھا کہ ہماری والدہ کہاں گئی ہیں؟ بی بی نے کہا کہ جب تم سو رہے تھے تو اس وقت وہ اپنے گھر کو چلی گئی تھیں۔

رسولؐ خدا ابھی تک سوئے ہوئے تھے۔ دونوں بھائی اٹھے اور گھر کی طرف چل

دیے۔ رات تاریک تھی اور بادل منڈلا آئے تھے۔ بارش کا امکان تھا۔ راستے میں بھائیوں نے کہا کہ کہیں ہم راستہ بھٹک نہ جائیں، اسی لیے بہتر ہے کہ صبح ہونے تک اس باغ میں آرام کریں۔

چنانچہ یہ سوچ کر دونوں بھائی بنی نجار کے باغ میں سو گئے۔ حسنین کریمین کے جانے کے بعد رسول اکرمؐ نیند سے بیدار ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: میرے شاہزادے کہاں گئے؟

آپ کو بتایا گیا کہ وہ یہاں سے اپنے گھر کو روانہ ہو چکے ہیں۔ آنحضرتؐ نے جنابِ سیدہؑ کے گھر پیغام بھیجا تو وہاں سے معلوم ہوا کہ شاہزادے ابھی تک گھر نہیں پہنچے۔ رسولؐ خدا نے اپنا بستر چھوڑ دیا اور اپنے شاہزادوں کو تلاش کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے اس وقت دعا مانگی اور کہا:

پروردگار! میرے آقا و مولا! یہ دونوں میرے شاہزادے ہیں اور دونوں بھوکے اور پریشان ہو کر یہاں سے روانہ ہوئے ہیں تو ہی میری طرف سے ان کا کارساز اور مددگار ہے۔

بہرنوع آنحضرتؐ جب باہر آئے تو آپ کی جبین مبارک سے نور نکلا اور آپؐ اسی نور کی شعاعوں میں سفر کرتے ہوئے بنی نجار کے باغ میں پہنچے اور جب آپؐ باغ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے دیکھا کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے سوئے ہوئے تھے۔ جب کہ اس رات بارش بھی برس رہی تھی اور جہاں دونوں شاہزادے سوئے ہوئے تھے وہاں بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا تھا۔ آنحضرتؐ نے ایک اور عجیب منظر دیکھا اور ایک بہت بڑا سانپ جس کے دو پر تھے اور اس کے جسم پر بال تھے۔ اس نے دونوں بچوں پر اپنے پر پھیلا رکھے تھے۔ نبی اکرمؐ باغ میں داخل ہو کر تھوڑا سا کھانسے۔ سانپ نے جیسے ہی آپؐ کی آواز سنی تو وہ بچوں سے دور ہو گیا اور اس نے خالص عربی میں کہا:

پروردگار تو گواہ رہنا اور میرے رب کے ملائکہ تم بھی گواہ رہنا کہ میں نے تیرے نبی کے شاہزادوں کی حفاظت کی ہے اور میں نے انہیں صحیح سالم تیرے رسول کے سپرد کر دیا ہے۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: تو کون ہے؟

اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرا تعلق قومِ جنات سے ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تیرا وطن کہاں ہے اور تو یہاں کس لیے آیا ہے؟

اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرا تعلق نصیبین کے جنات سے ہے اور ہمارا قبیلہ بنی ملیح ہے۔ ہمیں کتاب اللہ کی ایک آیت بھول گئی تھی۔ میری قوم نے مجھے اس آیت کے لیے آپ کی خدمت میں قاصد بنا کر روانہ کیا ہے اور جب میں یہاں پہنچا تو میں نے ایک منادی کی آواز سنی جس نے مجھے پکار کر کہا:

یہ رسولؐ خدا کے شاہزادے ہیں۔ تو نے رات بھر ان کی حفاظت کرنی ہے۔ چنانچہ میں یہاں رک گیا اور آپؐ کے شاہزادوں کی حفاظت کرتا رہا۔ اب یہ امانت آپؐ کے سپرد کر رہا ہوں۔ پھر اس نے آیت مجیدہ کے متعلق پوچھا تو آنحضرتؐ نے اسے آیت مجیدہ یاد کرائی۔ پھر وہ جن آپ کو سلام کر کے واپس چلا گیا۔

آنحضرتؐ نے اپنے دونوں شاہزادوں کو اٹھایا۔ ایک کو اپنے دائیں حصے سے لگایا اور دوسرے کو دائیں بازو سے سہارا دیا اور آپؐ انہیں اٹھا کر چلنے لگے۔ اتنے میں کچھ صحابی بھی وہاں پہنچ گئے۔

ایک صحابی نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں آپؐ کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہوں۔ ایک شاہزادے کو میرے حوالے کر دیں۔

آپؐ نے فرمایا: اللہ نے تیری بات سن لی ہے اور وہ تیرے مقام کو بھی جانتا ہے۔

پھر ایک اور صحابی نے یہی گزارش کی تو آپؐ نے اسے بھی وہی جواب دیا جو پہلے

کودے چکے تھے۔

بعدازاں حضرت علی مرتضیٰؑ آئے اورانہوں نے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ۔ایک شاہزادہ میرے سپرد کردیں تاکہ آپ کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔

رسولؐ خدا نے امام حسنؑ سے کہا: حسن! کیا تم اپنے ابا جان کے پاس جانا چاہتے ہو؟

امام حسنؑ نے عرض کیا: نانا جان! آپؐ کا شانہ مجھے میرے والد کے شانہ سے زیادہ پیارا ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے امام حسینؑ سے فرمایا: حسین! کیا تم اپنے ابا جان کے پاس جانا چاہتے ہو؟

امام حسینؑ نے عرض کی: نانا جان! میں بھی وہی کچھ کہوں گا جو کہ میرے بھائی حسنؑ کہہ چکے ہیں۔

الغرض رسولؐ خدا اپنے دونوں شاہزادوں کو اٹھائے ہوئے حضرت سیدہؑ کے گھر تشریف لائے۔ بی بی نے اپنے شاہزادوں کو پیار کیا اور انہیں کھجوریں کھلائیں۔ بچے کھجوریں کھا کر بے حد خوش ہوئے۔انتھٰی بقدر الحاجۃ۔(امالی صدوق' ص ۳٦۰)

منصور دوانقی در مدح اہل بیتؑ

شیخ صدوق نے امالی میں اپنی اسناد کے ساتھ مندل بن علی العنزی الاعمش کی زبانی نقل کیا۔اس نے کہا:

ایک مرتبہ میں رات کے وقت اپنے گھر میں سویا ہوا تھا کہ عباسی خلیفہ منصور دوانقی کے غلام نے میرے دروازے پر دستک دی اور مجھ سے کہا کہ تجھے اس وقت خلیفہ نے اپنے دربار میں یاد کیا ہے۔

یہ پیغام سن کر میں لرز اٹھا اور مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ ہو نہ ہو اس نے مجھے آدھی رات کے وقت اس لیے بلایا ہے کہ وہ مجھ سے فضائل علیؑ کی احادیث کے متعلق سوال کرے گا اور اگر میں نے اس کے سامنے فضیلت علیؑ کی کوئی حدیث بیان کی تو وہ مجھے قتل کر دے گا۔

یہ سوچ کر میں نے وصیت نامہ تحریر کیا اور کفن پہنا اور خدا کو یاد کر کے اس کے پاس چلا گیا۔ جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھے کہا کہ قریب آ جاؤ۔ میں ڈرتے' جھجکتے کچھ قریب ہوا۔ اس نے کہا: مزید قریب آ جاؤ۔ چنانچہ میں اس کے اتنا قریب ہو گیا کہ میرا گھٹنا اس کے گھٹنے سے لگ گیا۔ اس نے میرے جسم سے کافور کی خوشبو محسوس کی تو اس نے کہا کہ سچ سچ جواب دینا ورنہ میں تمہیں صلیب پر لٹکا دوں گا۔

میں نے کہا: خلیفۃ المسلمین! پوچھیں جو پوچھنا ہو۔

منصور نے کہا: تو نے کافور کیوں لگایا ہے؟

میں نے کہا جب آدھی رات کے وقت تیرے غلام نے مجھے دربار میں پہنچنے کا حکم سنایا تو مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اس وقت تیرے بلانے کا مقصد یہی ہے کہ تو مجھ سے فضائل علیؑ کی احادیث کے متعلق سوال کرے گا اور میں نے بھی دل میں تہیہ کر لیا ہے کہ میں فضائل علیؑ کی احادیث کا انکار نہیں کروں گا اور مجھے تیرے متعلق یہ خطرہ تھا کہ جب بھی میں تیرے سامنے فضائل علیؑ کا اقرار کروں گا تو تو مجھے قتل کرا دے گا اسی لیے یہاں آنے سے قبل میں نے اپنا وصیت نامہ لکھا اور کفن پہنا اور کافور لگا کر یہاں آ گیا۔

اس وقت منصور تکیہ لگائے لیٹا تھا۔ میری بات سن کر وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور اس نے کہا:

سلمان! یہ بتاؤ تمہارے پاس فضائل علیؑ کی کتنی احادیث ہیں؟

میں نے کہا: میرے پاس ان کے فضائل کی تھوڑی سی احادیث ہیں۔

منصور نے کہا: آخر ان کی تعداد کیا ہے؟

میں نے کہا: دس ہزار احادیث سے کچھ زیادہ۔

منصور نے کہا: آج میں تجھے فضائل علیؑ کی وہ گفتگو سنانا چاہتا ہوں جو تو نے اس سے پہلے کبھی نہیں سنی ہوگی اور مجھے امید ہے کہ اس گفتگو سے تو تمام احادیث کو بھول جائے گا۔

میں نے کہا: پھر مہربانی کر کے مجھے ضرور سنائیں۔

منصور نے کہا: یہ اس زمانے کی بات ہے جب میں بنی امیہ کے ظالم حاکم سے اپنی جان بچاتا پھر رہا تھا اور میں کبھی کسی شہر میں جاتا تھا اور کبھی کسی شہر میں جاتا تھا۔ میں لوگوں کو علی بن ابی طالب کے فضائل سناتا تھا اور لوگ وہ فضائل سن کر مجھے کھانا کھلا دیتے تھے اور کچھ زادِ راہ بھی دے دیتے تھے۔ اسی سفر کے دوران میں مملکت شام میں گیا۔ میں نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اس وقت میرے پاس اس بوسیدہ لباس کے علاوہ پہننے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک دن جب کہ مجھے غضب کی بھوک بھی لگی ہوئی تھی کہ میں نے اقامت کی آواز سنی اور میں نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں چلا گیا۔ میرے دل میں یہ خیال بھی تھا کہ نماز کے بعد لوگوں سے کھانے کا سوال بھی کروں گا۔

جب امام نے نماز تمام کی تو دو بچے مسجد میں آئے۔ امام نے بچوں کو پیار کیا اور کہا: تمہیں خوش آمدید ہو اور جن کے ناموں پر تمہارے نام ہیں انہیں بھی خوش آمدید ہو۔

جب میں نے یہ عجیب سا جملہ سنا تو میں نے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک جوان سے پوچھا کہ ان بچوں کا بزرگ سے کیا رشتہ ہے؟

جوان نے بتایا: یہ بچے اس بزرگ کے نواسے ہیں اور اس شہر میں اس بزرگ کے علاوہ کوئی بھی علیؑ کا محب نہیں ہے۔ اس نے بچوں کا نام حسن و حسین رکھا ہوا ہے۔

یہ بات سن کر مجھے بے حد خوشی محسوس ہوئی اور میں امام کے پاس گیا اور اس سے کہا:

میں آپ کو ایک ایسی حدیث سنانا چاہتا ہوں جس سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک

نصیب ہوگی تو کیا آپ ایسی حدیث کو سننا پسند کریں گے؟

امام نے جواب میں کہا: اگر تم نے میری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا تو میں بھی تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کروں گا۔

میں نے کہا: یہ حدیث مجھ سے میرے والد نے بیان کی۔ انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا روتی ہوئی آئیں۔ رسول اکرمؐ نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا: ابا جان! حسن و حسین گھر سے چلے گئے ہیں نامعلوم اس وقت وہ کہاں ہیں؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ! غم نہ کرو۔ جس خدا نے انہیں پیدا کیا ہے وہ تمہاری بہ نسبت ان پر زیادہ مہربان ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور کہا:

خدایا! حسنینؑ جہاں کہیں بھی بحر و بر میں ہوں ان کی حفاظت فرما۔

اس وقت جبریل امینؑ آسمان سے نازل ہوئے اور انہوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور سلام کے بعد فرما رہا ہے کہ آپ غمگین نہ ہوں۔ آپؐ کے دونوں شاہزادے اس دنیا اور آخرت میں صاحبانِ فضیلت ہیں اور ان کا والد ان سے بھی افضل ہے۔ اس وقت دونوں بنی نجار کی کھجوروں کے خشک کرنے کی جگہ پر سوئے ہوئے ہیں۔ اللہ نے ان کی حفاظت پر ایک فرشتے کو مقرر کیا ہے۔

یہ سن کر نبی اکرمؐ خوش ہو کر اٹھے اور آپؐ کے اصحاب بھی بنی نجار کے کھجوروں کے باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں جا کر آپ نے دیکھا کہ دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں حمائل کی ہوئی ہیں اور سو رہے ہیں اور جس فرشتہ کو خدا نے ان کی حفاظت پر مامور کیا تھا اس نے اپنا ایک پَر شاہزادوں کے نیچے بچھایا ہوا ہے اور دوسرے پَر کا ان پر سایہ کیا ہوا ہے۔

نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر شاہزادوں کو پیار کیا۔ نبی اکرمؐ کے چہرے کا لمس محسوس کر کے دونوں بھائی نیند سے بیدار ہوئے۔ پھر حسنؑ مجتبیٰ کو رسولؐ خدا نے اٹھایا اور حسینؑ کو جبریل امین نے اٹھایا اور باغ سے باہر آئے۔ آنحضرتؐ نے باہر نکلتے وقت فرمایا: خدا کی قسم! میں تمہیں اسی طرح سے شرف دوں گا جیسا کہ خدا نے تمہیں شرف دیا ہے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: یارسولؐ اللہ! ایک بچہ میرے سپرد کردیں۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: ابوبکر انہیں اٹھانے والے بھی افضل ہیں اور ان کے سوار بھی افضل ہیں۔ ان کا والد ان دونوں سے افضل ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں منادی کریں کہ مسجد میں جمع ہو جائیں۔ بلال نے منادی کی اور جب لوگ جمع ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا:

لوگو! کیا میں تمہیں ان کا تعارف کراؤں جو کہ نانا اور نانی کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہتر ہیں؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: وہ حسن وحسین ہیں جن کا نانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور نانی خدیجہ بنت خویلد ہے۔

لوگو! کیا تمہیں ان کا تعارف کراؤں جو کہ والد اور والدہ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہتر ہیں؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: وہ حسن وحسین ہیں جن کا والد علی مرتضیٰؑ ہے اور ماں فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: لوگو! کیا میں تمہیں ان کا تعارف کراؤں جو کہ چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہتر ہیں؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: وہ حسن وحسین ہیں جن کا چچا جعفر ہے جو کہ جنت میں ملائکہ کے ساتھ مل کر پرواز کرتا ہے اوران کی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: لوگو! کیا میں تمہیں ان کا تعارف کراؤں جو کہ ماموں اور خالہ کے لحاظ سے لوگوں سے افضل ہیں؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: وہ حسن وحسین ہیں ان کا ماموں قاسم بن رسول اللہ ہے اوران کی خالہ زینب بنت رسولؐ اللہ ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: اس طرح سے اللہ ہم سب کو جمع کر کے محشور کرے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

اللھم انک تعلم ان الحسن فی الجنة والحسین فی الجنة جدھما فی الجنة وجدتھما فی الجنة واباھما فی الجنة وامھما فی الجنة وعمھما فی الجنة وعمتھما فی الجنة وخالھما فی الجنة وخالتھما فی الجنة – اللھم انک تعلم ان من یحبھما فی الجنة ومن یبغضھما فی النار

"پروردگار! تو جانتا ہے کہ حسنؑ جنت میں ہوگا اور حسینؑ جنت میں ہوگا اوران کا نانا جنتی ہے اوران کی نانی جنتی ہے۔ ان کا باپ جنتی ہے ان کی ماں جنتی ہے۔ ان کا چچا جنتی ہے، ان کی پھوپھی جنتی ہے۔ ان کا ماموں جنتی ہے ان کی خالہ جنتی ہے۔ خدایا! تو جانتا ہے کہ ان سے محبت رکھنے والا جنتی ہے اور ان سے بغض رکھنے والا دوزخی ہے۔

جب میں (منصور دوانقی) نے شیخ کو یہ حدیث سنائی تو اس نے مجھ سے کہا: جوان

تو کون ہے؟

میں نے کہا: میں کوفہ کا رہنے والا ہوں۔

شیخ نے کہا: کیا تو عربی ہے یا غلاموں کی نسل میں سے ہے؟

میں نے کہا: میں عربی ہوں۔

شیخ نے کہا: ایسی حدیث بیان کرنے والا بھلا ایسے بوسیدہ لباس میں کیوں ہو۔ پھر اس نے مجھے ایک پوشاک دی اور سواری کے لیے اپنا خچر میرے سپرد کیا جسے بعدازاں میں نے ایک سو دینار میں بیچا تھا۔

پھر شیخ نے کہا: تو نے میری آنکھوں کو ٹھنڈک فراہم کی اور جواب میں میں بھی تیری آنکھوں کی ٹھنڈک کا انتظام کرتا ہوں۔ میں تجھے ایک جوان کی طرف رہنمائی کرتا ہوں جس سے مل کر تجھے بہت خوشی محسوس ہوگی۔

میں نے کہا: پھر مہربانی کر کے مجھے اس جوان کی رہنمائی کریں۔

شیخ نے کہا: میرے دو بھائی ہیں۔ ان میں سے ایک تو امام مسجد ہے اور دوسرا مؤذن ہے۔ جو میرا بھائی مسجد کا امام ہے تو اس کی گھٹی میں علیؑ کی محبت پڑی ہوئی ہے اور جو دوسرا بھائی مؤذن ہے اس کی گھٹی میں حضرت علیؑ کی عداوت پڑی ہوئی ہے۔

پھر شیخ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے امام مسجد کے دروازہ پر لا کر کھڑا کیا اور خود چلا گیا۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو ایک شخص گھر سے برآمد ہوا اور اس نے میری پوشاک اور خچر کو دیکھ کر کہا کہ میں اس پوشاک اور اس خچر کو پہچانتا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے بھائی نے یہ چیزیں تجھے ایسے نہیں دی ہوں گی۔ ان چیزوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تو خدا اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے۔ اور میری بھی تجھ سے یہی درخواست ہے کہ مجھے بھی علی علیہ السلام کے فضائل کی کوئی حدیث سناؤ۔

میں نے اس سے کہا کہ مجھ سے یہ حدیث میرے والد نے بیان کی۔ اس نے اپنے دادا سے یہ حدیث روایت کی۔ اس نے کہا کہ ہم رسولؐ خدا کی خدمت میں بیٹھے تھے

کہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا روتی ہوئی آئیں۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: پیاری بیٹی! تو کیوں رو رہی ہے؟

حضرت سیدہؑ نے عرض کی: بابا جان! قریش کی عورتوں کے طعنوں نے مجھے رونے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ مجھے طعنے دے کر کہتی ہیں کہ تیرے والد نے تیری شادی ایک مفلس انسان سے کی ہے جس کے پاس دولت کا نام ونشان تک نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم مت روؤ۔ خدا کی قسم! میں نے علیؑ سے تیری شادی اس وقت تک نہیں کی جب تک اللہ نے اپنے عرش کے اوپر تیری اس سے شادی نہیں کی۔ اور اللہ نے تیرے عقد کا گواہ جبریلؑ و میکائیلؑ کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے پوری روئے زمین پر نگاہ کی تو اس نے تمام مخلوق میں سے تیرے والد کا انتخاب کیا اور اسے نبی بنا کر مبعوث کیا۔

پھر اللہ نے دوبارہ روئے زمین پر نظر کی تو اس نے تمام مخلوق میں سے علیؑ کا انتخاب کیا اور تیری شادی اس سے کر دی اور اسے میرا وصی بنایا۔ علیؑ بلحاظ قلب تمام لوگوں سے بڑا بہادر ہے اور از روئے حلم تمام لوگوں سے عظیم ہے اور سخاوت کے لحاظ سے تمام لوگوں سے علیؑ بڑا فیاض ہے۔ اور اسلام کے لحاظ سے علیؑ سب سے سابق الاسلام ہے۔ اور علم کے لحاظ سے علیؑ تمام لوگوں سے بڑا عالم ہے اور حسنؑ و حسینؑ اس کے فرزند ہیں اور وہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور تورات میں ان کا نام شبر وشبیر ہے۔ وہ دونوں خدا کی نظر میں بڑے محترم ہیں۔

فاطمہؑ! گریہ نہ کرو۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو تیرے والد کو دو پوشاکیں پہنائی جائیں گی اور علیؑ کو بھی دو پوشاکیں پہنائی جائیں گی اللہ تعالیٰ مجھے لواء الحمد عطا کرے گا۔ میں وہ پرچم علیؑ کے ہاتھ میں دے دوں گا۔

فاطمہؑ! غم نہ کرو۔ جب مجھے رب العالمینِ کی بارگاہ میں بلایا جائے گا تو علیؑ بھی میرے ساتھ ہوں گے اور جب اللہ تعالیٰ مجھے اذنِ شفاعت عطا کرے گا تو علیؑ کو بھی

اذنِ شفاعت عطا کیا جائے گا۔

فاطمہؑ! جنت کی چابیوں کے لیے علیؑ میری مدد کرے گا اور کل قیامت کے دن اس کے شیعہ کامیاب و کامران ہوں گے۔

جب میں نے یہ حدیث مکمل کی تو اس شیخ نے کہا: بیٹا! تو کہاں کا رہنے والا ہے؟

میں نے کہا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں۔

اس نے کہا: کیا تو عربی ہے یا تیرا تعلق غلاموں کی نسل سے ہے؟

میں نے کہا: میں عربی ہوں۔

اس نے خوش ہو کر مجھے پہننے کے لیے تیس کپڑے دیئے اور مجھے دس ہزار درہم بھی دیئے۔

پھر اس نے کہا: جوان! تو نے میری آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی ہے اب میں بھی تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کروں گا اور مجھے تجھ سے ایک حاجت ہے۔

میں نے کہا: خدا نے چاہا تو میں آپ کی حاجت پوری کروں گا۔

اس نے کہا: کل نماز صبح فلاں قبیلہ کی مسجد میں جا کر پڑھنا اور وہاں جا کر دیکھنا کہ میرے بھائی علیؑ کے دشمن کا خدا نے کیا حشر کیا ہے؟

میں نے وہ رات کروٹیں بدل بدل کر بسر کی اور جب صبح ہوئی تو میں اس کی بتائی مسجد کی طرف چل پڑا۔ وہاں میں نے پہلی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور میرے ساتھ ایک جوان نے بھی نماز پڑھی۔ دورانِ نماز اس کا عمامہ اس کے سر سے گر پڑا اور میں نے اس کے سر کو دیکھا تو اس کا سر خنزیر کی طرح سے دکھائی دیا اور اس کا چہرہ بھی خنزیر کی طرح سے تھا۔ خدا کی قسم! اس کے بعد میں نے نماز میں کیا پڑھا اس کا مجھے معلوم نہ ہو سکا اور جب امام نے سلام پھیرا تو میں نے اس شخص سے کہا:

تجھ پر افسوس! میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔

میری بات سن کر وہ رونے لگا اور کہا کہ میرے ساتھ میرے گھر چلو میں تمہیں

وہاں بیٹھ کر ساری روئیداد سناؤں گا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ اس کے گھر میں آیا اور جب میں بیٹھ گیا تو اس نے اپنی دستان یوں بیان کی کہ میں فلاں خاندان کا مؤذن تھا اور میرا معمول تھا کہ میں روزانہ اذان و اقامت کے درمیان ہزار مرتبہ علیؑ پر لعنت کیا کرتا تھا (نعوذ باللہ)۔ پھر جمعہ کے روز میں علیؑ پر (نعوذ باللہ۔ نقل کفر کفر نباشد) چار ہزار مرتبہ لعنت کرتا تھا۔

ایک دن میں مسجد سے نکل کر اپنے گھر آیا اور یہاں آ کر سامنے والے چبوترے کی ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر مجھ پر نیند طاری ہو گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسولؐ خدا جنت میں موجود ہیں اور ان کے ساتھ علیؑ بھی خوش و خرم حالت میں بیٹھے ہوئے ہیں اور حسنؑ رسولؐ خدا کی دائیں اور حسینؑ بائیں طرف تشریف فرما ہیں۔ امام حسنؑ کے ہاتھ میں ایک جام تھا۔ رسولؐ خدا نے امام حسنؑ سے فرمایا:

حسنؑ مجھے پانی پلاؤ۔ امام حسنؑ نے رسولؐ خدا کو پانی پلایا۔ پھر رسولؐ خدا نے فرمایا:

یہاں جو جماعت بیٹھی ہوئی ہے اس ساری جماعت کو پانی پلاؤ۔ امام حسنؑ نے وہاں پر موجود تمام جماعت کو پانی پلایا۔ پھر رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جو چبوترے کا سہارا لے کر بیٹھا ہوا ہے اسے بھی پانی لاؤ۔

یہ سن کر امام حسنؑ نے کہا: نانا جان! کیا میں اسے پانی پلاؤں جب کہ یہ روزانہ میرے والد پر ایک ہزار مرتبہ لعنت کرتا ہے اور آج اس نے میرے والد پر چار ہزار بار لعنت کی ہے۔

یہ سنا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے فرمایا: تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ تو علیؑ پر کیوں لعنت کرتا ہے جب کہ علیؑ مجھ سے ہے۔ تو علیؑ پر سب و شتم کیوں کرتا ہے جب کہ علیؑ مجھ سے ہے؟

پھر آنحضرتؐ نے میرے چہرے پر تھوک دیا اور مجھے پاؤں کی ٹھوکر مار کر فرمایا:

اٹھ! اللہ تیری نعمتوں کو بدل دے۔ یہ سن کر میں خواب سے اٹھا تو میرا سر خنزیر کا اور چہرہ بھی خنزیر کا بن چکا تھا۔

یہ واقعہ سنانے کے بعد عباسی خلیفہ منصور دوانقی نے کہا: کیا تیرے پاس یہ احادیث بھی موجود ہیں؟

میں نے کہا: نہیں۔

پھر منصور نے مجھ سے کہا: سلمان! علیؑ کی محبت ایمان اور علیؑ کا بغض نفاق ہے۔ مومن کے علاوہ علیؑ سے کوئی محبت نہیں کرتا اور منافق کے علاوہ علیؑ سے کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔

میں نے کہا: امیر المومنین! اگر جان کی امان پاؤں تو ایک عرض کروں؟

منصور نے کہا: تجھے امان ہے۔

میں نے کہا: آپ قاتلِ حسینؑ کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں؟

منصور نے کہا: وہ دوزخی ہے۔

میں نے کہا: جس طرح سے حسینؑ کا قاتل دوزخی ہے اسی طرح سے جو بھی اولادِ رسولؐ کا قاتل ہو وہ بھی دوزخی ہے۔

یہ سن کر منصور نے کہا: سلمان! حکومت بانجھ ہوتی ہے۔ جاؤ جو کچھ تم نے سنا ہے اسے جا کر بیان کرو۔ (امالی صدوق، ص ۳۵۳۔ بشارۃ المصطفیٰ، ص ۱۷۰)

سانپ نے حسنینؑ کریمین کی حفاظت کی

تاریخِ بلاذری میں کامل مبرد کے حوالے سے مرقوم ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے۔ آپؐ نے دیکھا کہ جنابِ سیدہؑ دروازے کی اوٹ میں پریشان کھڑی تھیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: میری پیاری بیٹی! کیوں دروازے کی اوٹ میں کھڑی ہے؟

جنابِ سیدہؑ نے عرض کی: ابا جان! آپؐ کے دونوں بیٹے صبح سے باہر گئے ہیں اور اب مجھے معلوم ہی نہیں ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہیں اسی لیے میں پریشان ہو کر یہاں کھڑی ہو گئی۔

آنحضرتؐ بذاتِ خود حسنین کریمینؑ کو ڈھونڈنے کے لیے روانہ ہوئے۔ آپؐ ان کے نشان قدم کو دیکھتے ہوئے ایک پہاڑ کی غار کے دہانے پر پہنچے۔ وہاں آپؐ نے دونوں شاہزادوں کو سویا ہوا پایا اور ان کے سر کے پاس ایک سانپ کنڈلی بنائے بیٹھا تھا۔ نبی اکرمؐ نے ایک کنکر اٹھا کر اس کی جانب پھینکا تو سانپ جھک گیا اور اس نے کہا:

رسولؐ اللہ! آپؐ پر سلام۔ میں یہاں حسنینؑ کی حفاظت کے لیے بیٹھا تھا۔

یہ سن کر رسولؐ خدا نے اسے دعا دی۔ پھر نبی اکرمؐ نے حسنؑ کو دائیں کندھے اور حسینؑ کو بائیں کندھے پر سوار کیا اور گھر کی طرف چل پڑے۔ آپؐ نے چند ہی قدم اٹھائے ہوں گے کہ جبریل امینؑ نازل ہوئے۔ انہوں نے امام حسینؑ کو اٹھا لیا اور یوں دونوں شاہزادے گھر پہنچے۔ اس واقعہ کے بعد دونوں بھائی کبھی آپس میں فخر و مباہات کرتے تو حسنؑ کہتے تھے:

مجھے اس نے اٹھایا جو اہلِ ارض کا سردار ہے۔

امام حسینؑ جواب میں کہتے تھے: مجھے اس نے اٹھایا جو اہلِ آسمان کا سردار ہے۔

حسان بن ثابت نے بھی اس واقعہ کو نظم میں بیان کیا تھا۔ چنانچہ اس کی ایک طویل نظم کا ایک مصرعہ یہ ہے:

فجاء وقد رکبا عاتقیہ فنعم المطیة والراکبان

''نبی آئے اور دونوں بچے ان کے کندھوں پر سوار ہوئے۔ سواری بہترین تھی اور سوار بھی بہترین تھے''۔

(مثیر الاحزان، ص ۲۱۔ بحار الانوار، جلد ۴۳، ص ۳۱۶)

ایک معتوب فرشتے نے حسنینؑ کی حفاظت کی

فخری رقم طراز ہیں کہ سلمان فارسی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ کہیں سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے انگوروں کا تحفہ لایا گیا اور وہ وقت انگوروں کے پکنے کا نہیں تھا۔ نبی اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا:

سلمان! جاؤ میرے شاہزادوں حسنؑ وحسینؑ کو لے کر آؤ تا کہ وہ میرے ساتھ مل کر انگور کھائیں۔

سلمان کا بیان ہے کہ میں دروازہ سیدہؑ پر گیا۔ وہاں حسنینؑ گھر میں موجود نہیں تھے۔ پھر میں نے ان کے رشتہ داروں کے گھروں سے ان کا پتہ کیا تو وہ وہاں بھی نہیں تھے۔ میں مایوس ہو کر نبی اکرمؐ کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ آپؐ کے دونوں شاہزادے اس وقت لاپتہ ہیں۔

یہ سننا تھا کہ آپؐ تڑپ کر اٹھے اور کہنے لگے: ہائے میرے فرزند' ہائے میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ جو کوئی مجھے ان کا پتہ بتائے گا تو میں اس کو جنت کی ضمانت دوں گا۔

اتنے میں جبریل امینؑ آسمان سے اترے اور انہوں نے کہا: آپؐ کیوں اتنے پریشان ہیں؟

حضرتؐ نے فرمایا: میرے شاہزادے حسنؑ وحسینؑ اس وقت لاپتہ ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ یہودی ان پر کوئی ظلم نہ کریں۔

جبریل امینؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپ کو یہودیوں کے فریب کی بجائے اپنی ہی اُمت کے منافقین کے فریب کی فکر کرنی چاہیے۔ ان کا فریب یہودیوں کے فریب سے زیادہ سخت ہے۔ اس وقت آپؐ کے شاہزادے ابی الاحداح انصاری کے باغ میں سوئے ہوئے ہیں۔

یہ سن کر آپؐ وہاں سے چل پڑے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ جب ہم وہاں

پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے سو رہے تھے اور ان کے قریب ایک اژدہا بیٹھا تھا جس کے منہ میں ایک ٹہنی تھی اور وہ اس سے بچوں کو پنکھا جھل رہا تھا۔ جیسے ہی اژدہا نے رحمۃ للعالمین کو دیکھا تو اس نے کہا:

یارسولؐ اللہ! آپؐ پر سلام ہو۔ میں اژدہا نہیں ہوں۔ میں ملائکہ کروبیین کا فرد ہوں۔ ایک مرتبہ چشمِ زدن کے لیے مجھ سے ذکرِ خداوندی سے غفلت صادر ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ مجھ پر ناراض ہوا اور اس نے مجھے مسخ کر کے اژدہا بنا دیا اور مجھے آسمان سے زمین پر پھینک دیا۔ اور میں کئی سالوں سے کسی ایک کریم کی تلاش میں تھا جو خدا کی بارگاہ میں میری شفاعت کر سکے تاکہ خدا مجھ پر رحم کرے اور مجھے میرا سابق مقام عطا کر دے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نبی اکرمؐ اپنے شاہزادوں پر جھکے اور انہیں پیار کیا۔ معصوم بچوں نے نیند سے آنکھیں کھولیں اور نبی اکرمؐ کے زانوؤں پر بیٹھ گئے۔ نبی اکرمؐ نے حسنین کریمینؑ سے فرمایا: ذرا اس مسکین کو دیکھو۔

شاہزادوں نے اسے دیکھا تو کہا نانا جان! یہ تو انتہائی بدصورت ہے اور اس کی بدصورتی نے تو ہمیں خوف زدہ کر دیا ہے۔ آخر یہ کون ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ملائکہ کروبیین کا ایک فرد ہے۔ اس سے ذکرِ الٰہی میں کچھ غفلت صادر ہوئی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے اس شکل و صورت میں مسخ کر کے زمین پر ڈال دیا۔ اب میں اللہ کی بارگاہ میں تمہارے وسیلہ سے اس کی شفاعت کرتا ہوں اور تم بھی اس کی شفاعت کرو۔

یہ سن کر شاہزادے اٹھے اور انہوں نے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کر کے کہا:

پروردگار! تجھے ہمارے جلیل و حبیب نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمارے والد علی مرتضیٰؑ اور ہماری والدہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا واسطہ اسے

سابقہ حالت عطا فرما۔

شاہزادوں کی دعا ختم ہوئی۔ جبریل امینؑ اپنے ساتھ ملائکہ کا گروہ لے کر آئے اور اس معتوب فرشتے کو یہ خوش خبری سنائی کہ اللہ اس پر راضی ہو چکا ہے اور اس کو سابقہ مقام پر فائز کیا ہے۔اس کے بعد وہ معتوب فرشتہ اژدہا کی صورت میں نہ رہا۔ اپنی ملکوتی صورت میں آ گیا اور دوسرے ملائکہ کے ساتھ تسبیح کرتا ہوا آسمان کی طرف پرواز کر گیا۔

کچھ دنوں کے بعد جبریل امینؑ مسکراتے ہوئے رسولؐ خدا کے پاس آئے اور کہا:

یارسول اللہ! وہ فرشتہ ساتوں آسمانوں کے تمام فرشتوں سے فخر ومباہات کر کے ان سے کہتا ہے:

تم میں مجھ جیسا کون ہے۔ مجھے سید بن سبطین حسن وحسین علیہما السلام کی شفاعت حاصل ہے۔(منتخب طریحی، ص ۲۶۱-۲۶۲)

صالح یہودی کا قبولِ اسلام

فخری لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جنگ کے سلسلہ میں باہر گئے۔حضرت علیؑ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔حسنین کریمینؑ چھوٹے بچے تھے اسی لیے وہ اپنے گھر میں ہی ٹھہرے۔ایک دن امام حسینؑ گھر سے نکلے اور مدینہ کی گلیوں میں سیر کرنے لگ گئے۔آپؑ سیر کرتے کرتے مدینہ سے باہر کھجوروں کے باغات میں چلے گئے۔ وہاں ایک یہودی کا گھر تھا جس کا نام صالح بن زمعہ تھا۔اس نے جیسے ہی تین سال کے امام حسینؑ کو دیکھا تو اس نے اٹھایا اور گھر لے گیا۔اس نے جناب سیدہؑ کو کوئی اطلاع تک نہ بھیجی۔ جناب سیدہؑ سارا دن انتظار کرتی رہیں یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا لیکن انہیں اپنے نور چشم کا کوئی پتہ نہ چلا۔

جناب سیدہؑ امام حسینؑ کی یوں گمشدگی پر سخت پریشان ہوئیں اور کئی بار گھر سے

نکل کر مسجد نبوی تک تشریف لائیں لیکن کوئی بھی شخص دکھائی نہ دیا۔ آخرکار آپ نے اپنے فرزند امام حسنؑ سے فرمایا: نورنظر! آپؑ خود جائیں اور اپنے بھائی حسینؑ کو تلاش کریں۔ ان کی جدائی سے میرا دل پھٹ رہا ہے۔

امام حسنؑ گھر سے نکلے اور مدینہ کی گلیوں میں اپنے بھائی کی تلاش شروع کر دی لیکن امام حسینؑ کا کہیں پتہ نہ چلا۔ بعدازاں امام حسنؑ نخلستان مدینہ میں پہنچے اور آواز دے کر کہا:

حسین بن علیؑ! بھیا جواب دو تم کہاں ہو؟ اے نبی کے نورچشم آواز دو تم کہاں ہو؟

جب امام حسنؑ آوازیں دے رہے تھے تو اس وقت آپؑ نے ایک ہرنی کو دیکھا۔ اللہ نے آپؑ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس ہرنی سے بھائی کا پتہ پوچھنا چاہیے۔ چنانچہ آپؑ نے ہرنی سے کہا: تمہیں میرے بھائی کا کچھ پتا ہو تو بتا دو۔

رسولؐ خدا کی برکت سے اللہ نے اس ہرنی کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی اور اس نے کہا:

اے نورِ چشم مصطفےؐ، اے سرور دل مرتضیٰؑ، اے فاطمہ زہراءؑ کے دل کا سکون! تیرے بھائی کو صالح یہودی نے پکڑ کر اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے۔

یہ سن کر آپؑ صالح یہودی کے دروازے پر تشریف لائے اور اسے صدا دی۔ یہودی باہر آیا تو امام حسنؑ نے اس سے کہا:

حسینؑ کو میرے سپرد کر دو ورنہ میں اپنی والدہ سے کہوں گا تو وہ صبح کے وقت اپنے خدا کے حضور تمہیں بددعا دیں گی اور یقین رکھو کہ اگر میری والدہ نے بددعا کر دی تو روئے زمین پر ایک بھی یہودی زندہ نہیں رہے گا۔

علاوہ ازیں میں اپنے والد محترم سے تمہاری شکایت کروں گا۔ میرے والد تلوار لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تم سب کو دوزخ میں پہنچا کر دم لیں گے۔

اور میں اپنے نانا سے تمہاری شکایت کروں گا۔ وہ تمہیں بددعا دیں گے اور تم

سب برباد ہو جاؤ گے۔

امام حسنؑ کی باتیں سن کر یہودی حیران و پریشان رہ گیا۔ اس نے کہا: تیری والدہ کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میری والدہ زہراء دختر محمد مصطفےٰؐ ہیں۔ میری والدہ منتخب افراد کا گلدستہ اور صدفِ عصمت کا گوہر نایاب اور جمال علم و حکمت کی زینت اور فضائل و مناقب کا مرکزی نقطہ' آثار محامد و مآثر کے انوار کی روشنی ہیں' جن کا وجود مقدس جنت کے سیب سے تشکیل پاتا ہے۔ اللہ نے ان کے صحیفہ میں اُمت کے گناہ گاروں کی آزادی تحریر کی ہے۔ میری والدہ نجیب سرداروں کی ماں اور سیدہ نساء العالمین' بتول عذرا فاطمہ زہراء ہیں۔

یہودی نے کہا: میں نے آپؑ کی والدہ کا تعارف تو سن لیا۔ اب آپ اپنے والد کا تعارف کرائیں۔

امام حسنؑ نے کہا: میرے والد اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب ہیں۔ میرے والد وہ ہیں جنہوں نے دو تلواروں اور دو نیزوں سے جہاد کیا۔ میرے والد وہ ہیں جنہوں نے رسولؐ خدا کے ساتھ دو قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ اور میرے والد وہ ہیں جنہوں نے اپنی جان کو رسول ثقلین پر قربان کر رکھا ہے۔ میرے والد حسنؑ و حسینؑ کے محترم والد ہیں۔

یہودی نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا۔ میں نے آپؑ کے والد کا تعارف تو سن لیا۔ اب آپ اپنے نانا جان کا تعارف کرائیں۔

امام حسنؑ نے فرمایا: میرا نانا صدفِ جلیل کے درنایاب اور شجرہ ابراہیم کے ثمر اور روشن ستارہ' مصباح عظمت کے روشن نور' کونین کے سردار اور ثقلین کے رسول اور دارین کے نظام' عالمین کے لیے سرمایۂ افتخار' مشرقین و مغربین کے امام اور سبطین یعنی میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے محترم نانا ہیں۔

جب امام حسنؑ نے اپنے خاندان کا تعارف کرایا تو یہودی کے دل سے کفر کا زنگ اتر گیا اور اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے اور وہ حیران ہوکر آپؑ کی گفتگو سننے لگ گیا۔

پھر اس نے کہا: اے ثمرۂ دل مصطفیٰؐ، اے روشنی نگاہِ مرتضیٰؑ، اے سرور سینہ فاطمہ زہراءؑ! میں آپؑ کا بھائی آپ کے حوالے کروں گا لیکن اس سے پہلے مجھے کلمہ اسلام پڑھائیں۔

اس کے بعد امام حسنؑ نے اسے کلمہ اسلام پڑھایا اور اسے احکامِ دین اور حلال و حرام کے مسائل سے آگاہ کیا۔ پھر اس نے امام حسینؑ کو امام حسنؑ کے حوالے کیا اور دونوں شاہزادوں کے سر پر سونا چاندی نثار کیا اور اس سونا چاندی کو غرباء و مساکین میں تقسیم کیا۔

پھر امام حسنؑ نے اپنے بھائی کے ہاتھ کو پکڑا اور خوشی خوشی والدہ کے پاس تشریف لائے۔ جب جنابِ سیدہؑ نے اپنے نورِ نظر کو دیکھا تو بے حد خوش ہوئیں۔

دوسرے دن صالح یہودی اپنی قوم کے ۷۰ افراد کو لے کر حضرت زہراءؑ کے درِ عصمت پر آیا اور کہا:

بی بی! آپؑ کے فرزند کی برکت سے ہم سب مسلمان ہو چکے ہیں اور میں آپ سے اپنے جرم کی معافی کا خواستگار ہوں۔ میں نے غلطی کی ہے اور آپؑ کے بیٹے کو اذیت دی ہے اور میں اپنے فعل پر نادم ہوں۔ آپؑ بھی مجھے معاف کر دیں۔

جنابِ سیدہؑ نے فرمایا: حسینؑ پر صرف میرا ہی حق نہیں ہے اس پر اس کے والد اور اس کے نانا کا بھی حق ہے۔ میں نے اپنا حق تجھے معاف کیا ہے اور تیری غلطی سے درگزر کی ہے۔ مکمل معافی کے لیے تجھے علی مرتضیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہما السلام سے معافی طلب کرنی چاہیے۔

چند دنوں بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ سے واپس تشریف لائے اور

آپؑ کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰؑ بھی واپس آئے۔ صالح نے دونوں بزرگواروں سے معافی طلب کی اور انہوں نے بھی اسے معاف کر دیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صالح ہم نے تجھے معاف کیا ہے لیکن مکمل معافی کے لیے تجھے خدا کے حضور توبہ کرنی چاہیے کیونکہ تو نے رسول کے نورچشم اور بتول کے گوشۂ جگر کو اذیت دی ہے۔

صالح نبی اکرمؐ سے جدا ہو کر اپنے گھر میں آیا اور دن رات توبہ واستغفار کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر ترس آ گیا اور جبریل امینؑ کو نازل کیا جنہوں نے رسولؐ خدا کو پیغام دیا کہ اللہ فرما رہا ہے کہ میں نے صالح کے گناہ کو معاف کیا ہے کیونکہ اس نے امام بن امام کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا ہے۔ (منتخب طریحی، ص ۱۶۹)

موتی کا دو حصوں میں تقسیم ہونا

فخر الدین نجفی رقم طراز ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام کا سر یزید لعین کے سامنے پیش کیا گیا تو وہاں ایک نصرانی بھی بیٹھا ہوا تھا جو کہ قیصر روم کی طرف سے سفیر روم تھا۔ جب سفیر روم نے امام عالی مقامؑ کے سراطہر کو دیکھا تو وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ وہ اتنا رویا کہ اس کی داڑھی اس کے آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اس نے کہا:

یزید! سن! حضرت رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ میں، میں تجارت کیا کرتا تھا اور سلسلہ تجارت میں مدینہ منورہ گیا اور میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں حضور اکرمؐ کو کوئی اچھا سا تحفہ پیش کروں۔ میں نے آنحضرتؐ کے صحابہ سے پوچھا کہ تمہارے نبی کو کیا چیز زیادہ پسند ہے؟

صحابہ نے مجھے بتایا کہ آپ کو خوشبو زیادہ پسند ہے۔ چنانچہ میں نے کستوری اور عنبر اشہب کی کچھ مقدار اٹھائی اور آنحضرتؐ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا۔ اس دن آپ ام المومنین ام سلمہ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ جب میں نے آپؐ کے چہرہ اطہر کو

دیکھا تو بے ساختہ آپ کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی اور جب میں نے تحفہ پیش کیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟

میں نے عرض کی: یہ میری طرف سے ایک حقیر سا تحفہ ہے۔

آپؐ نے مجھ سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟

میں نے عرض کی: میرا نام عبدالشمس ہے۔

آپؐ نے فرمایا: یہ مشرکانہ نام ہے۔ میں تمہارا نام عبدالوہاب رکھ رہا ہوں۔ اگر تو اسلام قبول کر لے تو میں تیرا ہدیہ قبول کروں گا۔

اس وقت میرے دل نے گواہی دی کہ یہ وہ نبی ہے جس کی حضرت عیسٰی نے ہمیں بشارت دی تھی۔ چنانچہ میں نے اسلام قبول کیا اور بعدازاں اپنے وطن روم آ گیا۔ میں نے اپنے اہلِ وطن سے آج تک اپنے اسلام کو مخفی رکھا ہوا ہے البتہ میرے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں مسلمان ہیں۔

جس دن میں نے آنحضرتؐ کی زیارت کی تھی اور میں آپؐ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت حسینؑ کا بچپنا تھا۔ حسینؑ اسی عالمِ طفلی میں اپنے نانا کے پاس آئے تو رسولؐ خدا نے انہیں دیکھ کر فرمایا تھا:

میرا پیارا حسین! تجھے خوش آمدید ہو۔ پھر آنحضرتؐ نے حسینؑ کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا:

تیرے قاتل پر اللہ کی لعنت ہو اور جو بھی تیرے قتل میں مدد کرے اس پر بھی خدا کی لعنت ہو۔

یہ کہہ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے ساختہ روئے تھے۔

دوسرے دن میں مسجد نبوی میں آنحضرتؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حسنؑ و حسینؑ دونوں مسجد میں آئے۔ حسینؑ نے اپنے نانا سے کہا:

نانا جان! ہم دونوں نے آپس میں کشتی کی لیکن کوئی بھی کسی پر غالب نہ آیا۔ اب

آپ فیصلہ کریں کہ ہم میں سے زیادہ طاقتور کون ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کشتی کرنا زیب نہیں دیتا۔ تم جاؤ اور تختیاں لکھو جس کا خط زیادہ اچھا ہوگا وہی زیادہ طاقتور ہوگا۔

یہ سن کر دونوں بچے چلے گئے اور انہوں نے تختیوں پر ایک ایک سطر لکھی اور تختیاں اٹھائے ہوئے رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرمؐ نے کچھ دیر تک حسنینؑ کی تختیوں کو دیکھا اور فرمایا:

نورچشم بیٹو! تمہیں تو معلوم ہے کہ میں نبی اُمی ہوں۔ میں لکھنا نہیں جانتا۔ تم اپنے والد علی مرتضیٰؑ کے پاس جاؤ وہی تمہارا خط دیکھ کر فیصلہ کریں گے۔

دونوں بچے اپنے والد کے پاس گئے۔ میں نے اپنے قیامِ مدینہ کے دوران سلمان فارسی سے تعلقات قائم کرلیے تھے۔ میں نے سلمان سے پوچھا کہ سناؤ شاہزادوں کی تختیوں کا کیا فیصلہ ہوا تھا؟

سلمان نے مجھے بتایا کہ رسولؐ خدا اپنے نواسوں کے دل کو توڑنا پسند نہیں کرتے تھے اسی لیے انہوں نے کسی کے حق میں فیصلہ نہ دیا۔ اور پھر جب بچے اپنے والد کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ نانا جان نے ہمارا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ انہوں نے ہمیں آپؑ کی طرف بھیجا ہے۔ اب آپؑ فیصلہ کریں کہ ہم میں سے کس کا خط زیادہ خوبصورت ہے؟

حضرت علیؑ نے سوچا کہ رسولؐ خدا نے ان کا دل توڑنا پسند نہیں کیا اگر میں نے کسی کے متعلق فیصلہ دے دیا کہ اس کا خط زیادہ اچھا ہے تو دوسرے بھائی کی اس سے دل شکنی ہوگی۔ یہ سوچ کر آپؑ نے فرمایا:

میرے نورنظر! تم اپنی والدہ کے پاس جاؤ۔ وہ تمہارے درمیان فیصلہ کریں گی کہ تم میں سے کس کا خط زیادہ خوبصورت ہے۔

والد کا یہ فرمان سن کر حسن وحسین علیہما السلام اپنی والدہ ماجدہ کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی تختیاں پیش کیں اور کہا کہ ہم نانا جان کے پاس گئے تھے لیکن انہوں

نے کوئی فیصلہ نہ کیا۔ پھر انہوں نے ہمیں ہمارے والد کے پاس بھیجا لیکن انہوں نے بھی کوئی فیصلہ نہ کیا۔ ہمارے والد نے ہم سے کہا ہے کہ آپ دونوں اپنی والدہ کے پاس جائیں وہ تمہارے درمیان فیصلہ کریں گی کہ تم میں سے کس کا خط زیادہ خوبصورت ہے۔

بچوں کی بات سن کر حضرت سیدہؑ نے سوچا کہ رسولؐ خدا نے ان کا دل نہیں توڑا اور ان کے والد علی مرتضیٰؑ نے بھی ان کا دل نہیں توڑا۔ اب میں ان کا فیصلہ کیسے کروں؟

پھر جنابِ سیدہؑ نے فرمایا:

میرے نورِ نظر بچو! میرے پاس ایک ہار ہے اور اس میں سات موتی ہیں۔ میں وہ ہار توڑتی ہوں۔ تم دونوں ہار کے دانے چنو جس کے ہاتھ زیادہ دانے لگیں گے اسی کا خط زیادہ بہتر ہوگا۔

یہ کہہ کر حضرت سیدہؑ نے ہار کا دھاگہ توڑ دیا اور موتی زمین پر گرے۔ تین موتی حسنؑ نے اٹھائے اور تین موتی حسینؑ نے اٹھائے۔ اب ایک موتی رہ گیا۔ اسے اٹھانے کے لیے حسنؑ بھی آگے بڑھے اور حسینؑ بھی آگے بڑھے۔ اس وقت اللہ نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ وہ فوراً زمین پر جائے اور پَر مار کے اس موتی کو دو حصوں میں تقسیم کر دے۔

چنانچہ جبریل امینؑ آئے اور انہوں نے اپنے پَر سے موتی کے دو حصے کر دیے۔ آدھا حصہ حسنؑ نے اٹھایا اور آدھا حصہ حسینؑ نے اٹھایا۔

یزید! اب خود سوچ حسنؑ و حسینؑ کا دل توڑنا رسولؐ خدا کو پسند نہ تھا۔ امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہؑ نے بھی ان کا دل توڑنا پسند نہ کیا۔ اللہ نے بھی ان کی دل شکنی کو پسند نہ کیا اسی لیے اس نے جبریل کو بھیج کر موتی کے دو حصے کرائے۔ تجھ پر ہلاکت ہو تو نے یہ کیا کیا۔ معلوم ہوتا ہے تیری آنکھیں صحیح ہیں لیکن تیرے دل کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں۔

پھر سفیر روم نے اٹھ کر سرِ حسینؑ کو اٹھایا اور اسے اپنی آغوش میں رکھ کر اسے بوسے دیے اور کہا:

حسینؑ! اپنے نانا اور اپنے ماں باپ کے سامنے گواہی دینا کہ میں تمہارا محب

ہوں۔ (منتخب طریحی، ص ۶۴-۶۶)

جامِ بہشت کا نزول

شیخ طوسی نے امالی میں اپنی اسناد سے ابن عباس سے یہ روایت نقل کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں جبریل امینؑ نازل ہوئے اور وہ اپنے ہاتھ میں سرخ بلور کا ایک جام بھی لائے جو کہ مشک وعنبر سے لبریز تھا۔ اس وقت آنحضرتؐ کے پہلو میں حضرت علیؑ اور حسنین کریمین علیہم السلام تشریف فرما تھے۔

حضرتِ جبریلؑ نے آنحضرتؐ پر سلام کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر سلام بھیجتا ہے اور اس نے آپؐ کے لیے یہ تحفہ بھیجا ہے اور آپؐ کو حکم دیتا ہے کہ آپؐ یہ تحفہ علیؑ اور اس کے فرزندوں کو بھی دیں۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ جب وہ جام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی پر پہنچا تو اس نے فصیح زبان کے ساتھ تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہا اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ پھر اس جام نے یہ آیت پڑھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى (طٰہٰ: ۱-۲)

رسول اکرم نے اسے سونگھا اور سونگھ کر حضرت علیؑ کے سپرد کیا۔ جب وہ جام حضرت علیؑ کے ہاتھ پر پہنچا تو اس نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۝ (المائدہ: ۵۵)

حضرت علیؑ نے اسے سونگھ کر حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے سپرد کیا۔ جب جام آپؑ

کے ہاتھ میں آیا تو اس نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ؀ (النساء: ۱-۲)

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اسے سونگھ کر امام حسین علیہ السلام کے سپرد کیا۔ جب وہ جام آپؑ کے ہاتھوں پر آیا تو اس نے یہ آیت پڑھی:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قُل لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْلَهٗ فِیْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ ؀ (الشوریٰ: ۲۳)

امام حسین علیہ السلام نے اسے سونگھ کر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کیا۔ اس وقت جام نے یہ آیت پڑھی:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (نور: ۳۵)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ جام ہماری نظروں سے اچانک اوجھل ہو گیا اور ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ آسمان کی طرف بلند ہوا تھا یا زمین میں چھپ گیا تھا۔ (امالی طوسی، جلد ۱، ص ۳۶۶۔ بحار، جلد ۳۷، ص ۱۰۰)

حسنین کریمینؑ کے لیے بہی کا نازل ہونا

ابن شاذان المناقب المائۃ میں رقم طراز ہیں کہ حضرت سلمان فارسی نے کہا کہ ایک دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں سلام کیا۔ پھر میں دربارِ نبوت سے اٹھ کر دہلیزِ عصمت پر گیا اور وہاں میں نے حضرت سیدہ سلام اللہ

علیہا کو سلام کیا۔ حضرت سیدہؑ نے جواب سلام کے بعد فرمایا:

ابو عبداللہ! حسنؑ و حسینؑ دونوں بھوکے ہیں اور بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں تم ان کے ہاتھ سے پکڑ کر انہیں ان کے نانا جان کے پاس لے جاؤ۔

میں نے دونوں شاہزادوں کا ہاتھ پکڑا اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ رسول اکرمؐ نے بچوں کی بے قراری دیکھ کر ان سے فرمایا:

میرے پیارے بچو! تم دونوں کیوں پریشان ہو؟

حسنین کریمینؑ نے کہا: نانا جان! اس وقت ہمیں طعام کی شدید خواہش ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ اللہ سے درخواست کی۔ خدایا! انہیں طعام سے سیر فرما۔

سلمان کہتے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک میں ایک بڑی سی بہی دیکھی جو کہ ہجر کے گھڑے سے ملتی جلتی تھی اور وہ دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ لذیذ اور مکھن سے زیادہ ملائم تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے انگوٹھے کے ساتھ اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ آدھا حصہ امام حسنؑ کو اور آدھا حصہ امام حسینؑ کے حوالے فرمایا۔

میں نے دیکھا کہ شاہزادے اسے بڑے شوق سے کھا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری حالت بھانپ کر فرمایا:

سلمان! کیا تم بھی اسے کھانے کے خواہش مند ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں یا رسولؐ اللہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سلمان! یہ طعامِ جنت ہے۔ جب تک کوئی شخص حساب سے فارغ نہ ہو جائے اس وقت تک وہ اس طعام کو نہیں کھا سکتا۔ اور تم راہِ نجات کے راہی ہو۔ (مائۃ منقبۃ، ص ۱۶۱۔ منقبت ۸۷)

حسنین کریمینؑ کے لیے جنت سے لباس کا آنا

ابو عبداللہ المفید نیشاپوری امالی میں رقم طراز ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

ایک مرتبہ عید نزدیک آئی تو حسن و حسین علیہما السلام کا لباس بوسیدہ تھا۔ چنانچہ دونوں نے اپنی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں آئے اور ان سے عرض کی:

امی جان! عید آ رہی ہے۔ مدینہ کے بچے اس موقع پر نئے لباس پہنیں گے مگر ہمارے پاس پہننے کے لیے نئے کپڑے موجود نہیں ہیں جب کہ ہمارے یہ کپڑے انتہائی بوسیدہ ہو چکے ہیں۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا:

میرے نورِ چشم! تم دونوں کے کپڑے تمہارے درزی کے پاس ہیں اور جب وہ سی لے گا تو وہ تمہارے کپڑے لے آئے گا اور میں تمہیں عید کے دن نئے کپڑے پہناؤں گی۔

اس طرح کے الفاظ سے حضرت سیدہؑ بچوں کا دل بہلانا چاہتی تھی اور جب عید کی رات آئی تو بچوں نے اپنی والدہ سے عرض کی:

امی جان! آج عید کی رات ہے۔ حضرت سیدہؑ بچوں کی فرمائش سن کر رو پڑیں اور کہا: میرے نورِ چشم! تم خاطر جمع رکھو جیسے ہی درزی کپڑے لائے گا تو میں تمہیں پہنا دوں گی۔

ابھی رات کا تھوڑا سا حصہ ہی گزرا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ حضرت سیدہؑ نے فرمایا: دستک دینے والا کون ہے؟

آنے والے نے کہا: دخترِ پیغمبرؐ! دروازہ کھولیں میں درزی ہوں اور حسن و حسین علیہما السلام کا لباس لایا ہوں۔

یہ سن کر حضرت سیدہؑ اٹھیں اور دروازہ کھولا۔ دروازہ پر ایک پروقار شخصیت دکھائی دی جس سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں اور انہوں نے ایک بند رومال حضرت سیدہؑ کے حوالے کیا اور پھر وہ چلے گئے۔

حضرت سیدہؑ نے رومال لیا اور اسے کھولا تو اس میں دو قمیصیں' دو شلواریں' دو چادریں' دو عمامے اور دو موزے تھے۔

آپؑ یہ دیکھ کر بے حد خوش ہوئیں۔ صبح کے وقت جب حسنینؑ بیدار ہوئے تو آپؑ نے انہیں وہ لباس پہنائے۔ رسولؐ خدا اپنے بچوں کو عید ملنے کے لیے آئے تو انہوں نے وہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے انہیں عید کی مبارک دی اور انہیں اپنے کندھوں پر سوار کیا اور حضرت سیدہؑ سے فرمایا:

کیا آپؑ نے لباس لانے والے درزی کو بھی پہچانا تھا؟

حضرت سیدہؑ نے عرض کی: ابا جان! میں اسے نہیں پہچانتی اور لطف یہ ہے کہ میں نے کسی درزی کے پاس اپنے شاہزادوں کے کپڑے سلنے کے لیے بھی نہیں بھیجے تھے۔ خدا اور اس کا رسول ہی اس حقیقت کو بہتر جانتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمہؑ! وہ درزی نہیں تھا وہ تو رضوان خازن جنت تھا جو کہ جنت سے حسنینؑ کے لیے لباس لایا۔ مجھے یہ بات رب العالمین کی طرف سے جبریلؑ نے بتائی ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب' جلد ۳' ص ۳۹۱۔ العوالم' جلد ۱۶' ص ۱۹۔ منتخب طریحی' ص ۱۳۶)

جبریل امین کا حسنینؑ کے لیے لباس لانا

شیخ فخر الدین نجفی رقم طراز ہیں کہ بعض ثقہ راویوں سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن حسنین کریمینؑ اپنے جد نامدار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ میں گئے اور ان سے عرض کیا:

نانا جان! آج عید کا دن ہے اور آج کے دن تمام عرب کے بچوں نے رنگا رنگ قسم کے کپڑے پہن رکھے ہیں جب کہ ہم نے پرانے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ ہمارے پاس نئے کپڑے نہیں ہیں۔ ہم آپ سے اپنی عیدی لینے آئے ہیں اور عیدی میں ہم نئے کپڑے چاہتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے غور سے اپنے شاہزادوں کو دیکھا اور ان کی حالت دیکھ کر آپؐ رو پڑے۔ اس وقت گھر میں شاہزادوں کے لائق کپڑے موجود نہ تھے اور آپؐ بچوں کو انکار کر کے ان کے دلوں کو بھی توڑنا نہیں چاہتے تھے۔ اسی لیے آپؐ نے بارگاہ احدیت میں دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور کہا: خدایا! ان بچوں کے دلوں اور ان کی والدہ کے دل کو ٹوٹنے کو محفوظ فرما۔

جیسے ہی آپؐ کی دعا قبول ہوئی اس وقت جبریل امینؑ آسمان سے نازل ہوئے اور انہوں نے سفید رنگ کے دو لباسِ جنت اٹھا رکھے تھے۔

رسول اکرمؐ لباس دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور آپؐ نے فرمایا:

جوانانِ جنت کے سردارو! تم اپنے کپڑے لو جن کو خیاطِ قدرت نے تمہارے قد کے مطابق تیار کیا ہے۔

. جب حسنینؑ نے اپنے لباس کو دیکھا تو انہوں نے کہا:

نانا جان! یہ کپڑے تو سفید ہیں جب کہ آج کے دن لوگوں کے بچوں نے رنگین کپڑے پہن رکھے ہیں اور ہم بھی رنگین کپڑے پہننا چاہتے تھے۔

یہ سن کر رسول اکرمؐ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر جبریل امینؑ نے آنحضرتؐ سے کہا:

آپؐ مطمئن رہیں جس خدا نے بچوں کے لیے لباس بھیجا ہے وہ ان کے لباس کو ان کے پسندیدہ رنگوں میں بھی تبدیل کر دے گا۔ آپؐ ایک تھال اور لوٹا منگوائیں۔

آنحضرتؐ نے تھال اور لوٹا منگوایا۔ جبریلؑ امین نے کہا: یا رسول اللہ! میں پانی

ڈالوں گا اور آپ اپنے ہاتھ سے کپڑوں کو ملیں گے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ سے فرمایا: میرے نورِ نظر! تمہیں کون سا رنگ پسند ہے؟

امام حسنؑ نے عرض کیا: نانا جان! مجھے سبز رنگ پسند ہے۔

رسولؐ خدا نے امام حسنؑ کا جوڑا طشت میں ڈالا۔ جبریل امینؑ نے پانی ڈالا اور آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے ملا تو اس کا رنگ قدرت خداوندی سے زبرجد سبز کی طرح سے سبز ہو گیا۔ آپؐ نے وہ لباس امام حسنؑ کے حوالے کیا۔

پھر آپؐ نے امام حسینؑ سے پوچھا: نورِ چشم! تمہیں کس رنگ کا لباس پسند ہے؟

امام حسینؑ نے کہا: نانا جان! میں چاہتا ہوں کہ میرا لباس سرخ ہو۔

آپؐ نے امام حسینؑ کا جوڑا تھال میں ڈالا اور جبریل امین نے لوٹے سے پانی گرایا اور آپؐ نے اسے ملا تو اس کا رنگ یاقوت سرخ کی طرح سے سرخ ہو گیا۔ آپؐ نے وہ لباس امام حسینؑ کے سپرد کیا۔

دونوں بچوں نے اپنے اپنے پسندیدہ رنگوں کے کپڑے پہنے اور ہنسی خوشی اپنی والدہ کے پاس چلے گئے۔ بچوں کو خوش ہوتا دیکھ کر آنحضرت بھی بہت خوش ہوئے مگر یہ منظر دیکھ کر جبریل امینؑ رونے لگ گئے۔

نبی اکرمؐ نے جب جبریلؑ کو روتا ہوا دیکھا تو آپؐ نے ان سے فرمایا:

جبریل بھائی! آج میرے بچے خوش ہیں اور ان کی وجہ سے میں بھی خوش ہوں مگر آپؑ نے اس موقع پر رونا کیوں شروع کر دیا۔

جبریل امینؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپ کے بچوں نے جو رنگ پسند کیے یہی رنگ ان کی زندگی کے اختتام پر نمودار ہوں گے۔ حسنؑ نے سبز رنگ کا انتخاب کیا۔ لوگ اسے زہر دیں گے اور زہر کی وجہ سے ان کا رنگ سبز ہو جائے گا۔ اور حسینؑ نے سرخ رنگ کا انتخاب کیا ہے۔ لوگ انہیں قتل کریں گے اور ان کے جسم کو ان کے خون سے خضاب کریں

گے۔ یہ سن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رونے لگے۔ (منتخب طریحی، ص ۱۲۵)

حسنؑ و حسینؑ نام کے جنت میں دو درخت ہیں

فخر الدین نجفی رقم طراز ہیں کہ عروۃ البارقی نے کہا کہ میں ایک سال حج کرنے گیا اور میں مسجد نبوی میں گیا۔ وہاں میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ آپؐ کے پاس دو معصوم بچے بیٹھے تھے اور کبھی آپ بڑے بچے کا منہ چومتے تھے اور کبھی چھوٹے بچے کا منہ چومتے تھے۔ جب آپؐ بچوں کو پیار کرتے تو لوگ خاموش ہو جاتے تھے لیکن انہیں یہ علم نہیں تھا کہ آنحضرتؐ بچوں سے اس قدر پیار کیوں کر رہے ہیں۔

یہ منظر دیکھ کر میں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا یہ دونوں بچے آپؐ کے فرزند ہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یہ میری بیٹی کے بیٹے ہیں اور میرے بھائی اور میرے ابن عم اور میرے محبوب ترین شخص کے بیٹے ہیں۔ یہ اس کے بیٹے ہیں جو کہ میرے لیے کان اور آنکھ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ اس کے بیٹے ہیں جس کے غم پر میں غمگین ہوتا ہوں اور وہ میرے غم پر غمگین ہوتا ہے۔

میں نے کہا: یا رسولؐ اللہ! آپ کی یہ محبت دیکھ کر مجھے سخت تعجب ہوا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے شخص اچھی طرح سے سن لے جب مجھے معراج نصیب ہوئی اور میں جنت میں گیا تو باغِ جنت میں مجھے ایک انتہائی خوبصورت درخت دکھائی دیا جس کی خوشبو نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔

جبریل امینؑ نے مجھ سے کہا: محمد! آپؐ اس درخت سے تعجب نہ کریں اس کا ثمر اس کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔

پھر جبریلؑ نے مجھے اس درخت کے پھل تحفہ میں دیئے جنہیں میں نے دل کھول کر تناول کیا اور وہ پھل ایسا تھا جس کے کھانے سے میں ملول نہ ہوا۔ اس کے بعد جنت میں مجھے ایک اور درخت دکھائی دیا جو کہ پہلے سے ملتا جلتا تھا۔ اور اس کی خوشبو اور اس کا پھل بھی پہلے درخت جیسا تھا۔ جبریلؑ نے مجھے اس کے پھل بھی کھلائے۔ میں نے جبریلؑ سے کہا: بھائی جبریل! پورے باغ ارم میں ان درختوں سے زیادہ خوبصورت درخت میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ ان درختوں کا نام کیا ہے؟

جبریلؑ نے کہا: پہلے درخت کا نام ''حسن'' اور دوسرے کا نام ''حسین'' ہے۔ اور جب آپؐ زمین پر تشریف لے جائیں تو اپنی زوجہ خدیجہ سے زفاف کریں اور اللہ تعالیٰ ان درختوں کے پھلوں کی خوشبو کو ان کے رحم میں منتقل کر دے گا اور اس سے آپؐ کی بیٹی فاطمہ پیدا ہوگی۔ پھر آپؐ فاطمہؑ کا نکاح علیؑ سے کرنا۔ ان سے دو فرزند پیدا ہوں گے۔ آپؐ پہلے کا نام حسن اور دوسرے کا نام حسین رکھنا۔

چنانچہ جب میں زمین پر آیا تو میں نے حکمِ خداوندی پر عمل کیا۔ جس سے فاطمہؑ پیدا ہوئیں اور میں نے حکم خداوندی کے تحت ان کا نکاح علیؑ سے کیا جس سے میرے یہ دو نواسے پیدا ہوئے اور میں نے فرمانِ الٰہی کے تحت بڑے نواسے کا نام ''حسن'' اور چھوٹے کا نام ''حسین'' رکھا۔

میرے ان نواسوں کی ولادت کے بعد ایک مرتبہ میں نے جبریل امین سے کہا کہ مجھے جنت کے ان درختوں کی خوشبو سونگھنے کا ازحد اشتیاق ہے۔

اس کے جواب میں جبریل امینؑ نے مجھ سے کہا کہ آپ کو جب بھی ان درختوں کی خوشبو کا اشتیاق ہو تو آپ اپنے نواسوں کی خوشبو سونگھا کریں۔ چنانچہ اس کے بعد مجھے جب بھی جنت کے ان درختوں کی خوشبو سونگھنے کا شوق ہوتا ہے تو میں اپنے ان نواسوں کی خوشبو سونگھتا ہوں اور انھیں پیار کرتا ہوں۔ یہ دونوں میری زندگی کا ثمر ہیں اور یہ دونوں میرے گلشن کے پھول ہیں۔ (منتخب طریحی، ص ۳۵۹-۳۶۰)۔

جنت میں حسنؑ کے محل کا رنگ سبز اور حسینؑ کے محل کا رنگ سرخ ہے

روایات میں مذکور ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا اور ان کے جسم میں زہر نے اثر کیا تو آپؑ کے چہرے کا رنگ سبزی مائل ہوگیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی سے کہا کہ آپؑ کے چہرے کی رنگت سبز کیوں ہوگئی ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا: بھائی! نانا جان کا فرمان میرے، اور تیرے متعلق پورا ہو رہا ہے۔ پھر دونوں بھائی ایک دوسرے کو گلے لگا کر کافی دیر تک روتے رہے۔ امام حسینؑ نے کہا:

بھائی جان! آپؑ نے نانا سے کیا سنا تھا؟

امام حسنؑ نے فرمایا: ہمارے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

جب میں معراج کی رات جنت میں سے گزرا تو میں نے وہاں اہلِ ایمان کے محلات دیکھے۔ ان محلات میں دو محل تمام محلات سے زیادہ ممتاز تھے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ تھے۔ ان میں سے ایک محل سبز زبرجد سے بنایا گیا تھا جب کہ دوسرا محل سرخ یاقوت سے بنا ہوا تھا۔ دونوں محلات مجھے بہت اچھے لگے ہیں۔ میں نے جبریلؑ سے کہا:

بھائی جبریلؑ! یہ دو محل کس کی ملکیت ہیں؟

جبریل امینؑ نے کہا: ایک محل آپؐ کے فرزند حسنؑ اور ایک محل آپؐ کے فرزند حسینؑ کی ملکیت ہے۔

میں نے کہا: پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ان کی رنگت ایک کیوں نہیں ہے؟

جبریلؑ خاموش ہو گئے اور انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

میںؐ نے ان سے کہا: بھائی! آپ خاموش کیوں ہیں جواب کیوں نہیں دیتے؟

جبریل امینؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! مجھے آپؐ کے سامنے جواب دیتے ہوئے شرم

محسوس ہوتی ہے۔

میںؑ نے کہا: تمہیں خدا کا واسطہ مجھے اس کا جواب دو۔

جبریل امینؑ نے کہا: حسنؑ کا محل اس لیے سبز ہے کیونکہ حسنؑ کو زہر دی جائے گی جس کی وجہ سے موت کے وقت اس کے چہرے کی رنگت سبز ہو جائے گی اور حسینؑ کا محل اس لیے سرخ ہے کیونکہ حسینؑ قتل کیے جائیں گے اور ان کے خون سے ان کا چہرہ اور ان کی داڑھی اور ان کا پورا وجود خضاب کیا جائے گا۔ (منتخب طریحی، ص ۱۸۰)

دروازہ جنت کی تحریر

ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

شب معراج جب میں دروازہ جنت پر پہنچا تو میں نے دیکھا اس پر یہ کلمات تحریر تھے:

لا الٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی حبیب اللّٰه ، الحسن والحسین صفوة اللّٰه ، فاطمة امة اللّٰه علی باغضهم لعنة اللّٰه (کشف الغمہ، جلد ا، ص ۹۴)

حورعین کی جبینوں کی تحریر

جامع الاخبار میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی منقول ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ۷۰ ہزار یاقوت سرخ کے محل تعمیر فرمائے گا اور ہر محل میں سفید موتیوں کے ۷۰ ہزار گھر ہوں گے اور ہر گھر میں سبز زبرجد کے ۷۰ ہزار پلنگ ہوں گے اور ہر پلنگ پر سندس واستبرق ۷۰ ہزار بستر ہوں گے جن پر حورعین زوجہ بیٹھی ہو گی اور اس کی ۷۰ ہزار مینڈھیاں ہوں گی جو کہ در

و یاقوت سے گندھی ہوئی ہوں گی۔ اس کے دائیں رخسار پر محمد رسول اللہ لکھا ہوگا۔ اس کے بائیں رخسار پر علی ولی اللہ تحریر ہوگا۔ اس کی جبین پر لفظ ''حسن'' اور اس کی ٹھوڑی پر لفظ ''حسین'' تحریر ہوگا۔ اس کے ہونٹوں پر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھا ہوا ہوگا۔

میں نے پوچھا یارسولؐ اللہ! یہ عزت وعظمت کسے نصیب ہوگی؟

آپؐ نے فرمایا: یہ مقام اسے نصیب ہوگا جو احترام و تعظیم سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا۔ (جامع الاخبار، ص ۴۲)

امام حسنؑ کے پاس ایک کتاب تھی جس میں ان کے ماننے والوں کے نام تحریر تھے

محمد بن حسن صفار نے اپنی اسناد سے حذیفہ بن اسید الغفاری سے نقل کیا۔ اس نے کہا:

جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کی اور پھر کوفہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو ان کے قافلہ میں مَیں بھی شامل تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ کے اونٹ کے سامنے ہر وقت ایک اونٹ حرکت کرتا رہتا تھا اور اس اونٹ پر کچھ سامان لدا ہوا تھا۔ امام حسنؑ ہر وقت اس اونٹ پر نظر رکھتے تھے۔ میں نے ایک دن عرض کی:

مولا! اس اونٹ پر کیا لدا ہوا ہے اور آپؑ اس کا اتنا خیال کیوں رکھتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: حذیفہ! جانتے ہو اس میں کیا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ دیوان ہے۔

میں نے عرض کیا: مولا! کس چیز کا دیوان ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ ہمارے شیعوں کا دیوان ہے جس میں ان کے نام لکھے ہوئے ہیں۔

میں نے کہا: پھر کرم فرمائیں مجھے بھی اس میں میرا نام دکھائیں۔

آپؑ نے فرمایا: کل صبح دیکھیں گے۔

دوسرے دن صبح کے وقت میں اپنے بھتیجے کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کیونکہ میں اَن پڑھ تھا اور میرا بھتیجا پڑھنا جانتا تھا۔ آپؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا:

حذیفہؑ! کیوں آئے ہو اور یہ کون ہے؟

میں نے کہا: مولا! میں اپنا نام دیکھنا چاہتا ہوں اور یہ میرا بھتیجا ہے۔ میں اَن پڑھ ہوں جب کہ یہ لکھنا پڑھنا جانتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

درمیانی دیوان لایا جائے۔

غلام آپ کے فرمان پر وہ دیوان لے آیا۔ آپ نے اس کے صفحات الٹائے۔ اس میں بہت سے لوگوں کے نام تھے جو کہ جگمگا رہے تھے۔

میرے بھتیجے نے اسے پڑھا تو چیخ کر کہا: چچا جان! یہ رہا میرا نام۔

میں نے کہا: تیری ماں تیرے غم میں روئے۔ یہ دیکھ کہ کہیں میرا نام بھی اس میں لکھا ہوا ہے؟

میرے بھتیجے نے جب کچھ صفحات الٹائے تو کہا: چچا جان! آپ کو مبارک ہو اس میں آپ کا نام یہ لکھا ہوا ہے۔

یہ سن کر ہمیں بے حد خوشی ہوئی اور بعدازاں وہ جوان کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوا۔ (بصائر الدرجات' ص ۱۷۲' حدیث ۲)

خضر علیہ السلام کے سوالوں کا جواب دینا

ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی اسناد سے امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے بیان فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام اپنے

ساتھ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو ساتھ لے کر مسجد کوفہ میں تشریف لائے۔ لوگ آپؑ کے گرد جمع ہوئے۔ اس اثنا میں ایک خوبصورت شکل وصورت رکھنے والا شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے آپؑ پر سلام کیا اور آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کہا:

امیر المومنین! میں آپؑ سے تین سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے ان کا درست جواب دے دیا تو میں سمجھوں گا کہ آپؑ حق پر ہیں اور آپؑ کے مخالف باطل پر ہیں اور اگر آپؑ جواب نہ دے سکے تو میں سمجھوں گا کہ آپؑ اور آپؑ کے حریف دونوں یکساں حیثیت کے مالک ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جو چاہو پوچھ لو۔

اس نے کہا: میرا پہلا سوال یہ ہے کہ نیند کے وقت انسان کی روح کہاں چلی جاتی ہے؟ اور میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ آدمی بھولتا کیسے ہے اور بھولی ہوئی چیز یاد کیسے آتی ہے؟ اور میرا آپؑ سے تیسرا اور آخری سوال یہ ہے کہ بعض انسان اپنے چچاؤں اور ماموؤں کے مشابہ کیوں ہوتے ہیں؟

جب امیر المومنین علیہ السلام نے یہ سوال سنے تو آپ نے امام حسنؑ سے فرمایا کہ بیٹا آپؑ ان سوالوں کے جواب دیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب آدمی سوتا ہے تو اس کی روح ''ریح'' سے معلق ہو جاتی ہے اور ''ریح'' ہوا سے معلق ہوتی ہے اور جب انسان بیدار ہونا چاہتا ہے تو اگر اللہ اس روح کو واپس جانے کی اجازت دیتا ہے تو وہ روح ''ریح'' کو جذب کرتی ہے اور ''ریح'' ہوا کو جذب کرتی ہے اور یوں روح واپس بدن میں لوٹ آتی ہے اور اگر اللہ روح کو جسم کی طرف واپس جانے کی اجازت نہ دے تو ہوا ''ریح'' کو جذب کرتی ہے اور ''ریح'' روح کو جذب کرتی ہے اور پھر روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے۔ اور روح و بدن کا اتصال پھر قیامت کے دن تک مؤخر کر دیا جاتا ہے۔ اور جہاں تک یاد آوری اور نسیان کا تعلق ہے تو انسان کا دل ایک برتن میں بند

ہےاور برتن پر ایک ڈھکن ہے۔ اگر انسان محمدؐ و آل محمدؐ پر مکمل درود پڑھے تو وہ ڈھکن اس برتن سے ہٹ جاتا ہے اور دل کھل جاتا ہے اور انسان کو بھولی بسری بات یاد آ جاتی ہے اور اگر کوئی محمدؐ و آل محمدؐ پر درود نہ پڑھے یا دم بریدہ درود پڑھے تو وہ ڈھکن مضبوطی سے جم جاتا ہے اور انسان کو یاد شدہ چیز بھی بھول جاتی ہے۔

اور تمہارے تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب کوئی شوہر اپنی بیوی سے مکمل اطمینان و سکون کی حالت میں جماع کرتا ہے اور نطفہ رحم میں منتقل ہوتا ہے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ باپ یا ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص بے سکونی کی حالت میں جماع کرے تو اس کے اضطراب کا اثر اس کے نطفہ پر بھی پڑتا ہے اور مضطرب نطفہ رحم میں جا کر کبھی ماموؤں کی رگ پر جا پڑتا ہے اور کبھی چچاؤں کی رگ پر جا پڑتا ہے۔ اسی لیے اس نطفہ سے جنم لینے والا بچہ کبھی ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔

اس شخص نے جیسے ہی امام حسنؑ کا جواب سنا تو اس نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں ہمیشہ سے ہی یہ گواہی دیتا رہا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور میں ہمیشہ سے ہی یہ گواہی دیتا رہا ہوں۔

پھر اس نے امیر المومنینؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ رسولؐ خدا کے وصی ہیں اور آپؑ ان کی حجت کو قائم کرنے والے ہیں۔ اور میں ہمیشہ سے یہ گواہی دیتا رہا ہوں۔ پھر اس نے امام حسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا یہ فرزند آپ کی حاجت کو قائم کرنے والا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حسینؑ سے لے کر مہدیؑ تک سب کے سب برحق امام اور حجت خدا کو قائم کرنے والے ہیں۔

پھر اس نے کہا: امیر المومنینؑ! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

یہ کہہ کر وہ مجمع سے اٹھ کر چلا گیا۔

امیرالمومنینؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا:

بیٹا! اٹھ کر دیکھو یہ شخص کہاں جا رہا ہے؟

امام حسنؑ اٹھے اور چند لمحات بعد واپس آئے اور انہوں نے امیرالمومنینؑ سے عرض کیا:

ابا جان! جیسے ہی اس نے مسجد سے باہر قدم رکھا تو وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور مجھے کہیں دکھائی نہ دیا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: فرزند! اسے جانتے ہو کہ یہ کون تھا؟

آپؑ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول اور امیرالمومنینؑ بہتر جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ خضر علیہ السلام تھا۔

(ملخصاً عن دلائل الامامۃ والکافی وتفسیر قمی)

قیصر روم کے دربار میں انبیاء کی تصویروں کی پہچان

جب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو ظاہری خلافت ملی اور معاویہ بن ابی سفیان نے آپؑ کے خلاف بغاوت کی اور دونوں اطراف سے جنگ کے شعلے بلند ہونے کے آثار پیدا ہوئے تو یہی خبر قیصر روم نے اپنے دربار میں سنی۔ اس نے اہل دربار سے پوچھا کہ آپ کی رائے کیا ہے۔ ان میں سے شام والا (معاویہ) حق پر ہے یا کوفہ والا (علیؑ) حق پر ہے؟

قیصر روم نے کہا کہ تم جاؤ اور بازار میں عرب تاجروں کو تلاش کرو اور انہیں میرے دربار میں میرے سامنے پیش کرو۔

حکومت کے نمائندوں نے کچھ دیر بعد قیصر روم کے سامنے دو افراد پیش کیے جن میں سے ایک کا تعلق شام اور دوسرے کا تعلق کوفہ سے تھا۔ قیصر روم نے شام والے سے

معاویہ اور اس کی شکل وصورت اور اس کے کردار کے متعلق سوالات کیے۔ پھر اس نے کوفہ کے تاجر سے حضرت علیؑ کے اوصاف وشمائل دریافت کیے۔ اس نے تفصیل سے جوابات دیئے۔

قیصر روم نے کہا کہ زائچہ والے بت میرے سامنے لائیں جائیں۔ پھر اس نے ان سے فال نکالی تو کہا حاکم شام غلطی پر ہے جب کہ کوفہ کا حاکم حق پر ہے۔

پھر قیصر روم نے معاویہ کو خط لکھا کہ آپ اپنے خاندان میں سے کسی باخبر شخص کو میرے پاس بھیجیں اور اس نے اسی طرح کا ایک اور خط حضرت علیؑ کو بھی لکھا اور آخر میں اس نے لکھا کہ میں تمہارے نمائندوں سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ پھر اس کے بعد میں انجیل کی روشنی میں فیصلہ کروں گا کہ تم میں سے حکومت وخلافت کا حق دار کون ہے؟

جب قیصر روم کا خط معاویہ کو ملا تو اس نے اپنے بیٹے یزید کو روانہ کیا اور حضرت علیؑ نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو روانہ کیا۔ جب یزید قیصر روم کے پاس پہنچا تو اس نے قیصر روم کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور اس کے سر کو چوما۔

امام حسن علیہ السلام جب قیصر روم کے دربار میں پہنچے تو آپؑ نے فرمایا: تمام حمد ہے اس خدا کے لیے جس نے مجھے یہودی، نصرانی، مجوسی، سورج چاند، بت اور کسی گائے کا پجاری نہیں بنایا۔ اس نے مجھے باطل سے کترا کر چلنے والا فرمانبردار بنایا اور مجھے مشرکین میں سے نہ بنایا۔ عرش عظیم کا مالک اللہ برکتوں والا ہے اور تمام حمد اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ قیصر روم نے دونوں مہمانوں سے ملاقات کی۔ پھر اس نے ہر ایک سے علیحدہ ملاقات کی۔ اس نے پہلے یزید بن معاویہ سے ملاقات کی اور اس نے اپنے خزانہ سے تین سو تیرہ صندوق منگوائے جن میں انبیائے کرام کی مورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے ہر صندوق میں سے یکے بعد دیگرے مورتیاں نکالیں اور ہر مورتی کے متعلق اس نے یزید سے پوچھا کہ یہ مورتی کس شخصیت کی ہے؟

یزید نے تمام مورتیوں کے متعلق اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر قیصر روم نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ مخلوقات کا رزق کہاں سے آتا ہے اور مرنے کے بعد اہلِ ایمان کی روحیں کہاں جمع ہوتی ہیں اور کفار کی روحیں کہاں جمع ہوتی ہیں

یزید نے ان مسائل سے بھی اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد قیصر روم نے امام حسن علیہ السلام کو اپنے پاس طلب کیا اور ان سے کہا:

میں نے یزید سے ابتدا اس لیے کی ہے تاکہ اسے یہ معلوم ہو سکے کہ آپ وہ کچھ جانتے ہیں جسے وہ نہیں جانتا اور آپؑ کا والد وہ کچھ جانتا ہے جسے اس کا والد نہیں جانتا۔

میرے سامنے لوگوں نے آپؑ کے والد اور اس کے والد کا حلیہ بیان کیا ہے۔ میں نے انجیل سے رہنمائی حاصل کی تو مجھے وہاں یہ دکھائی دیا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور علیؑ ان کے وزیر ہیں اور جب میں نے اوصیاء کا باب پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ آپ کا والد محمد مصطفےٰؐ کا وصی ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے اس سے کہا: تم نے تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں سے جو کچھ پوچھنا ہو وہ مجھ سے پوچھ سکتے ہو۔ خدا نے چاہا تو میں تمہارے سوالات کا جواب دوں گا۔

قیصر روم نے انبیائے کرام کی مورتیاں منگوائیں اور اس نے ایک مورتی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ بتائیں یہ کس کی تصویر ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا: یہ حضرت آدم صفی اللہ کی تصویر ہے؟

پھر اس نے ایک اور مورتی کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ کس کی تصویر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ تمام انسانوں کی والدہ حضرت حواء کی تصویر ہے۔

پھر اس نے ایک خوبصورت مورتی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ کس کی تصویر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ حضرت شیث بن آدم کی تصویر ہے۔ یہ انسانوں کی طرف پہلا

مبعوث ہونے والا فرد ہے اور انہوں نے ایک ہزار چالیس سال کی عمر پائی تھی۔

پھر اس نے ایک اور مورتی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کس کی تصویر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ صاحب سفینہ حضرت نوح علیہ السلام کی تصویر ہے۔ ان کی عمر چودہ سو برس تھی اور انہوں نے نو سو برس تک اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی۔

پھر اس نے ایک اور مورتی کی طرف اشارہ کیا کہ یہ کس کی تصویر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر ہے جن کی پیشانی اور سینہ کو اللہ نے کھلا بنایا تھا۔

پھر اس نے ایک اور مورتی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ کس کی تصویر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ حضرت یعقوبؑ کی تصویر ہے جن کا لقب اسرائیل تھا۔ پھر آپؑ نے بالترتیب حضرت اسماعیل، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت شعیب، حضرت زکریا، حضرت یحیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی تصاویر کا تعارف کرایا۔

بعد ازاں قیصر روم نے آپؑ کے سامنے انبیا کے اوصیاء اور وزراء کی مورتیاں پیش کیں۔ آپ نے ان سب کی پہچان کی۔

انبیاء و اوصیاء کے بعد اس کے کچھ بادشاہوں کی مورتیاں آپ کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آپ انہیں پہچانیں۔

امام حسنؑ نے فرمایا: ان کا ذکر تورات، زبور، انجیل اور قرآن میں موجود نہیں ہے اس لیے یہ بادشاہوں کی تصویریں ہی ہو سکتی ہیں۔

آپؑ کے جوابات سننے کے بعد قیصر روم نے کہا: اہل بیت محمدؐ! میں تمہارے متعلق یہ گواہی دیتا ہوں کہ خدا نے تمہیں اولین و آخرین کا علم عطا کیا ہے اور اس نے تمہیں جملہ آسمانی کتابوں اور صحائف انبیاء کا علم عنایت فرمایا ہے۔

اس کے بعد اس نے ایک انتہائی چمکدار مورتی آپؑ کے سامنے پیش کی اور کہا کہ یہ کس کی تصویر ہے؟

امام حسنؑ اس تصویر کو دیکھ کر رونے لگے اور فرمایا یہ میرے جدِ نامدار خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰؐ کی تصویر ہے۔

قیصر روم نے کہا: ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ آخری نبی اپنے نواسوں کو کچھ جائیداد ہبہ بھی کرے گا تو کیا آپؑ کے ناناؐ نے تمہیں کچھ ہبہ بھی کیا تھا۔

امام حسنؑ نے فرمایا: جی ہاں! ہمارے نانا ہمارے لیے ایک جائیداد ہبہ کر گئے تھے۔

قیصر روم نے کہا تو کیا وہ جائیداد اب بھی تمہارے دستِ تصرف میں ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا: نہیں۔ لوگوں نے ہمیں اس جائیداد سے محروم کر دیا ہے۔

قیصر روم نے کہا: یہ اُمت نے تم پر پہلی زیادتی کی اور پھر انہوں نے تم سے مسندِ خلافت چھین کر تم پر سخت ظلم کیا اور حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ ہی حق کو قائم کرنے والے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے ہو۔

بعدازاں قیصر روم نے کہا: اچھا آپؑ بتائیں کہ وہ سات اشیاء کون سی ہیں جو کہ رحمِ مادر میں نہیں رہیں؟

امام حسنؑ نے فرمایا: وہ سات اشیاء یہ ہیں:

۱- حضرت آدم ۲- حضرت حواء ۳- حضرت اسماعیل کی جگہ ذبح ہونے والا مینڈھا ۴- ناقہ صالح ۵- ابلیس ملعون ٦- سانپ ۷- دفن کا طریقہ دکھانے والا کوا۔

قیصر روم نے کہا: مخلوقات کا رزق کہاں سے آتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مخلوقات کا رزق چوتھے آسمان پر ہے جہاں سے بقدرِ ضرورت زمین پر لایا جاتا ہے۔

قیصر روم نے کہا: مرنے کے بعد مومنین کی روحیں کہاں جمع ہوتی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: مومنین کی ارواح ہر شب جمعہ بیت المقدس کی ایک چٹان کے پاس جمع ہوتی ہیں اور یہ وہ مقام ہے جہاں سے اللہ نے زمین بچھانے کی ابتدا کی تھی اور

اسی مقام سے ہی لپیٹنا شروع کرے گا۔

قیصر روم نے کہا کہ کفار کی ارواح کہاں جمع ہوتی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: یمن کے علاقہ حضرموت کی وادی میں یہ ارواح جمع ہوتی ہیں اور جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تمام لوگوں کو بیت المقدس کی چٹان کے پاس جمع کرے گا اور اہل جنت چٹان کی دائیں جانب اور اہل دوزخ چٹان کی بائیں جانب ہوں گے۔ پھر متقین کے لیے جنت کو قریب کر دیا جائے گا اور ساتویں زمین کے نیچے دوزخ کو گرم کیا جائے گا۔ پھر اہلِ جنت جنت میں اور اہلِ دوزخ دوزخ میں چلے جائیں گے

جب امام حسنؑ قیصر روم کے سوالوں کے جواب دے چکے تو قیصر روم نے یزید سے کہا: تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس علم کو صرف نبی مرسل یا اس کا مددگار وصی ہی جان سکتا ہے اور جو بھی ان کے مقابلہ پر آئے گا وہ گمراہ اور منحرف ہے۔

یزید خاموش ہو کر یہ سب کچھ سنتا رہا اور اس سے کوئی جواب نہ بن سکا۔

اس کے بعد قیصر روم نے دونوں نمائندوں کو الوداع کہا اور دونوں اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ قیصر روم نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس میں اس نے لکھا کہ تم اپنے آپ کو حق کے مقابلہ پر نہ لاؤ ورنہ اُخروی عذاب تمہارا مقدر بن جائے گا۔

اور اس نے حضرت علیؑ کے نام بھی ایک خط روانہ کیا جس میں اس نے لکھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ حق و صداقت کے علمبردار ہیں اور آپؑ ہی علوم انبیاء کے وارث ہیں۔ اور جو بھی آپؑ سے جنگ کرے آپؑ اس سے جنگ کریں کیونکہ آپؑ کا مخالف باطل کا شیدائی اور دوزخی ہے۔ (تفسیر قمی، جلد۲، ص ۲۶۷-۲۶۸)

ابن اصفر کے سوال

طبرسی اپنی کتاب احتجاج میں رقم طراز ہیں کہ محمد بن قیس نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام رحبہ کوفہ میں تشریف فرما تھے اور آپؑ کے گرد لوگوں کا ہجوم جمع تھا۔ کچھ مسائل دریافت کر رہے تھے اور کچھ اپنی شکایات کے ازالہ کے لیے جمع تھے۔ اتنے میں ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے آپؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے اسے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: تو کون ہے؟

اس شخص نے کہا کہ میرا تعلق آپ کی رعیت سے ہے اور آپ کے زیر تصرف ایک شہر میں رہائش پذیر ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تو نہ میری رعیت میں سے ہے اور نہ ہی میرے زیر تسلط شہروں میں سے کسی شہر کا باشندہ ہے۔ اگر تو نے کبھی ایک بھی دن مجھے سلام کیا ہوتا تو بھی تو مجھ سے مخفی نہ رہتا۔

اس شخص نے کہا: امیر المومنینؑ! میں آپ سے جان کی امان مانگتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے میری مملکت میں داخل ہو کر کوئی جرم کیا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: جب جنگ ہی ختم ہو جائے تو پھر آنے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس نے کہا: امیر المومنینؑ! میں معاویہ بن ابی سفیان کا ایک حاشیہ نشین ہوں۔ بات یہ ہے کہ ابن اصفر (قیصر روم) نے معاویہ کی طرف ایک خط لکھا ہے جس میں اس نے لکھا کہ کچھ سوالات تمہاری طرف بھیج رہا ہوں اگر تم نے ان کے صحیح جواب دیئے تو میں سمجھ جاؤں گا کہ تو محمد مصطفےٰؐ کا صحیح جانشین ہے۔ پھر میں تیری پیروی بھی کروں گا اور تیری مدد کے لیے خطیر رقم بھی روانہ کروں گا۔

لیکن معاویہ کے پاس ان سوالوں کے جواب نہیں تھے۔ اسی لیے اس نے مجھے آپ کے پاس روانہ کیا ہے تاکہ میں آپ کی رعایا کا ایک فرد بن کر آپؑ سے ان سوالات کے جواب دریافت کروں اور پھر آپؑ کے جوابات معاویہ کو بتاؤں اور وہ آپؑ

کے جوابات کو اپنی طرف منسوب کر کے قیصر روم کو مطمئن کر سکے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا جگر خوار عورت کے بیٹے کو غارت کرے وہ احکام پروردگار سے جاہل اور اندھا ہے مگر اس کے باوجود اس نے مجھ سے تنازعہ کر رکھا ہے اور میرے حق کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: میرے پاس حسنؑ حسینؑ اور محمد حنفیہؒ کو لایا جائے۔

کچھ ہی دیر میں آپؑ کے تینوں فرزند حاضر ہوئے۔ آپؑ نے شامی سے فرمایا: شامی! یہ دونوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں جب کہ محمد حنفیہ میرا فرزند ہے۔ اب ان تینوں میں سے جس سے بھی چاہے سوال کر سکتا ہے۔

شامی نے کہا: میں دراز زلفوں والے (امام حسنؑ) سے سوال کرنا چاہتا ہوں۔

امام حسنؑ نے فرمایا: تمہیں جو بھی پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔

شامی: بتائیں حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے؟ اور زمین و آسمان میں کتنا فاصلہ ہے؟ اور مشرق و مغرب میں کتنا فاصلہ ہے؟ قوسِ قزح کیا ہے؟ مرنے کے بعد مشرکین کی روحیں کہاں جاتی ہیں اور مومنین کی روحیں مرنے کے بعد کہاں جاتی ہیں؟ اور وہ دس کون سی چیزیں ہیں جو ایک دوسرے پر غالب ہیں؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: حق و باطل کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ ہے کیونکہ آنکھ اور کان میں چار انگلیوں کا فاصلہ ہے۔ تو نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ حق ہے جب کہ کان سے تو بہت سی غلط باتیں سنتا ہے۔

شامی: آپؑ نے بالکل درست فرمایا۔

امام حسن: آسمان و زمین میں ایک مظلوم کی آہ کا فاصلہ ہے اور ایک نظر دیکھنے جتنا فاصلہ ہے اور اس کے علاوہ اگر کوئی شخص کچھ اور بیان کرے تو تم اس کی تکذیب کرو۔

شامی: فرزند رسولؐ! آپؑ نے بالکل سچ کہا۔

امام حسنؑ: مشرق و مغرب کے درمیان سورج کے ایک دن کے سفر کا فاصلہ ہے

کیونکہ وہ طلوع مشرق سے کرتا ہے اور غروب مغرب میں کرتا ہے۔

شامی: فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے بالکل سچ کہا۔

امام حسنؑ: دھنک کو ''قوسِ قزح'' نہ کہو کیونکہ ''قزح'' کا لفظ ابلیس کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یہ قوس (کمان) ابلیس کی نہیں اللہ کی ہے اور یہ شادابی کی علامت ہے اور اہل زمین کے غرق ہونے کے امان الٰہی کا پیغام ہے۔ مشرکین کی روحیں چشمۂ برہوت میں جمع ہوتی ہیں اور مومنین کی روحیں ''سلما'' نامی چشمہ پر جمع ہوتی ہیں۔

شامی: فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے درست فرمایا۔ مخنث کو مرد سمجھنا چاہیے یا عورت؟

امام حسنؑ نے فرمایا: جس کے مذکر اور مونث ہونے کا پتہ نہ چلے تو اس کے سن بلوغت تک انتظار کیا جائے اگر وہ مذکر ہوگا تو اسے احتلام ہوگا اور اگر وہ مونث ہوگا تو اسے ماہواری شروع ہو جائے گی اور اس کے پستان نمودار ہوں گے۔ اور اگر ان میں سے کوئی بھی علامت ظاہر نہ ہو تو اسے کہا جائے گا کہ سامنے والی دیوار پر پیشاب کر۔ اگر وہ مذکر ہوگا تو اس کا پیشاب دیوار پر پڑے گا اور اگر اس کا پیشاب اونٹ کی طرح رانوں پر گرنے لگے تو اسے عورت سمجھنا چاہیے۔

وہ دس اشیاء جو ایک دوسرے پر غالب ہیں وہ یہ ہیں:

۱- پتھر بہت سخت ہے۔ ۲- لوہا پتھر پر بھی غالب ہے جو کہ پتھر کے بھی ٹکڑے کر دیتا ہے۔ ۳- آگ لوہے پر بھی غالب ہے جو اسے پگھلا دیتی ہے۔ ۵- آگ پر پانی غالب ہے جو آگ کے شعلوں کو بجھا دیتا ہے۔ ۵- پانی پر بادل غالب ہے جو لاکھوں من پانی اپنے اندر اٹھا کر فضا میں سفر کرتا رہتا ہے۔ ۶- ہوا بادلوں پر بھی غالب ہے جو انہیں اطراف میں حرکت دیتی رہتی ہے۔ ۷- ہوا پر ہوا کا فرشتہ غالب ہے جس کے تصرف میں ہوا ہے۔ ۸- فرشتہ ہوا پر ملک الموت غالب ہے جو اسے بھی موت دے گا۔ ۹- ملک الموت پر موت غالب ہے جو اسے بھی مار ڈالے گی۔ ۱۰- موت پر اللہ کا امر غالب ہے جو موت کو بھی مار ڈالے گا۔

شامی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ واقعی رسولؐ خدا کے فرزند ہیں اور آپؑ کے والد ماجد معاویہ کی بہ نسبت حکومت وخلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔

شامی نے امام حسنؑ کے بیان کردہ جوابات کو لکھا اور جا کر معاویہ کو آپؑ کے جواب سنائے۔

معاویہ نے وہی جوابات قیصر روم کو لکھ بھیجے۔ اس کے جواب میں قیصر روم نے لکھا:

معاویہ! تو کسی اور کی زبان سے مجھ سے گفتگو کر رہا ہے اور کسی اور کے بتائے ہوئے جوابات مجھے لکھ رہا ہے۔ مجھے مسیح علیہ السلام کی قسم تو ان مسائل کے جواب دینے کا اہل ہی نہیں ہے۔ جوابات کے انداز سے ہی میں نے سمجھ لیا کہ اس طرح کے جوابات کا تعلق معدن نبوت اور موضع رسالت سے ہی ہوسکتا ہے۔ اور اگر تو مجھ سے ایک درہم کا بھی سوال کرنا چاہے تو بھی میں تجھے ایک درہم تک نہیں دوں گا۔ (الاحتجاج' ص ۲۶۷-۲۶۹)

حضرت ابراہیمؑ نے انوارِ معصومین کا مشاہدہ کیا

عبداللہ بن ابی اوفی نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:

جب اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی نگاہ کے سامنے سے حجابات ہٹائے۔ انہیں عرش کی ایک جانب میں نور دکھائی دیا۔ انہوں نے کہا: میرے آقا ومولا! یہ کیسا نور ہے؟

اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ میرے صفی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے کہا: خدایا! مجھے اس کے پہلو میں ایک اور نور دکھائی دے رہا ہے وہ کس کا نور ہے؟

اللہ نے فرمایا: ابراہیمؑ! یہ میرے دین کے ناصر علیؑ کا نور ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے کہا: خدایا! ان دونوں انوار کے پہلو میں مجھے تیسرا نور بھی دکھائی دیتا ہے؟

اللہ نے فرمایا: یہ فاطمہؑ کا نور ہے جو کہ اپنے والد اور اپنے شوہر کے نور سے اتصال رکھتی ہے۔ اس سے محبت کرنے والوں کو دوزخ سے آزاد کیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے کہا: خدایا! ان تین انوار کے ساتھ مجھے دو نور اور بھی دکھائی دے رہے ہیں۔

اللہ نے فرمایا: یہ حسنؑ و حسینؑ ہیں جو کہ اپنے نانا اور والد اور والدہ کے ساتھ متصل ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے کہا: خدایا! مجھے اور نو انوار دکھائی دیتے ہیں جنہوں نے ان پانچ انوار کو گھیر رکھا ہے۔

اللہ نے فرمایا: یہ ان کی اولاد کے آئمہ ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے کہا: خدایا! مجھے ان کے نام بتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان میں سے پہلا علی بن الحسین اور دوسرا محمد بن علی اور تیسرا جعفر بن محمد اور چوتھا موسیٰ بن جعفر' پانچواں علی بن موسیٰ' چھٹا محمد بن علی' ساتواں علی بن محمد' آٹھواں حسن بن علی اور نواں محمد بن الحسن القائم المہدی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے کہا: خدایا! ان انوار کے گرد لاتعداد انوار دکھائی دیتے ہیں وہ کون ہیں؟

اللہ نے فرمایا: ابراہیم! یہ ان کے شیعہ اور ان کے محب ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے کہا: خدایا! ان کے شیعہ اور محبوں کی پہچان کیسے ہوگی؟

اللہ نے فرمایا: ۱- وہ اکیاون رکعت نماز دن رات میں پڑھیں گے۔ ۲- اور نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھیں گے۔ ۳- رکوع سے قبل قنوت پڑھیں

گے۔ ۴-سجدہ شکر بجالائیں گے۔۵-دائیں ہاتھ میں انگشتری پہنیں گے۔

اس وقت حضرت ابراہیمؑ نے کہا: خدایا! مجھے ان کے محبوں اور شیعوں میں سے بنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے ان کا شیعہ بنایا ہے اور اللہ نے اس بات کا تذکرہ قرآن مجید کی اس آیت میں کیا ہے: وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرَاھِیْمُ (الصافات:۸۳)

مفضل بن عمر نے کہا: جب ابراہیم علیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اس خبر کو بیان کیا تھا اور پھر انہوں نے اپنا سر سجدہ میں رکھا اور حالت سجدہ میں ہی ان کی وفات ہوگئی۔ (الروضۃ لشاذان' ص ۳۳۔ الفضائل' ص ۱۵۸۔ کتاب الغیبۃ۔ مستدرک الوسائل' جلد۲' ص ۲۸۷)

مکنونِ علم سے آگاہی

مروی ہے کہ امام حسن علیہ السلام اور آپؑ کے بھائی اور عبداللہ بن عباس ایک مرتبہ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک ٹڈی دل آ کر دسترخوان پر گری۔ عبداللہ بن عباس نے امام حسنؑ سے کہا:

مولا! اس کے پروں پر کیا لکھا ہوا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس پر لکھا ہوا ہے میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ میں ٹڈی دل کو کچھ بھوکے افراد کے لیے غذا بنا کر بھیجتا ہوں جو اسے کھاتے ہیں اور کچھ لوگوں کے لیے عذاب بنا کر بھیجتا ہوں جن کی غذا اور رزق کو یہ کھا جاتی ہے۔

یہ سن کر عبداللہ بن عباس اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپؑ کے سر کا بوسہ لے کر کہا:

یہ وہ پوشیدہ علم ہے جو خدا نے آپؑ کو عطا کیا ہے۔ (صحیفۃ الرضا' ص ۲۵۹)

اپنے فرزند قاسم کے لیے تعویذ لکھنا اور اسے جہادِ کربلا میں شامل ہونے کی تلقین کرنا

فخری لکھتے ہیں جب روز عاشور کربلا میں حق و باطل کی جنگ شروع ہوئی اور بہت سے اصحاب شہید ہو گئے تو حضرت قاسم بن الحسنؑ اپنے چچا مظلومِ کربلاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اذنِ جہاد طلب کیا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

بھتیجے! تم میرے بھائی کی نشانی ہو اور میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو تا کہ مجھے تسلی رہے۔

چچا کا یہ فرمان سن کر قاسم رونے لگے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو جہاد میں روانہ کیا۔ قاسم سر جھکا کر حیران ہو کر یہ منظر دیکھنے لگے۔ پھر اچانک انہیں یاد آیا کہ ان کے والد امام حسنؑ نے ان کے بازو پر ایک تعویذ باندھا تھا اور فرمایا تھا کہ جس دن تجھ پر سخت مصیبت آئے تو تم اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا اور میرے حکم پر عمل کرنا۔

قاسم علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا کہ آج کے دن کی مصیبت سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت نازل ہو گی۔ یہ سوچ کر انہوں نے اپنے بازو کے تعویذ کو کھولا اور اس کو پڑھنے لگے۔ تعویذ میں یہ عبارت تحریر تھی:

میرے فرزند قاسم! جب تم اپنے چچا حسینؑ کو کربلا میں دشمنوں کے نرغہ میں دیکھو تو میری وصیت یہ ہے کہ تم اپنے چچا پر اپنی جان قربان کر دینا اور خدا اور رسولؐ کے دشمنوں سے جنگ کرنا۔ اگر حسینؑ تمہیں میدان میں جانے سے منع کریں تو بار بار ان سے اجازت طلب کرنا تا کہ تمہیں ہمیشہ کی سعادت حاصل ہو۔

حضرت قاسمؑ نے جیسے ہی اپنے والد کی تحریر کو پڑھا تو خوش ہو کر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے والد کا حکم ان کے سامنے رکھا۔ امام حسینؑ اپنے بھائی کی

تحریر پڑھ کر کافی دیر تک آہیں بھر بھر کر روتے رہے اور فرمایا:

بھتیجے! تیرے والد نے تجھے یہ وصیت کی ہے اور انہوں نے تیرے لیے مجھے بھی ایک وصیت کی تھی جسے پورا کرنا ضروری ہے۔

پھر امام حسین علیہ السلام نے حضرت قاسمؑ کو بازو سے پکڑا اور انہیں خیمہ میں لے آئے اور آپؑ نے عون اور عباسؑ کو بلایا اور قاسمؑ کی والدہ سے کہا: کیا قاسمؑ کے کوئی نئے کپڑے نہیں ہیں؟

بی بی نے کہا: نہیں ہیں۔

پھر آپؑ نے اپنی بہن حضرت زینبؑ سے فرمایا: میرے پاس صندوق لے آؤ۔

بی بی زینبؑ صندوق لے آئیں۔ امام حسینؑ نے اس صندوق کو کھولا اور اس سے امام حسنؑ کی قبا باہر نکال کر قاسم کو پہنائی اور قاسمؑ کو امام حسنؑ کی دستار بندھائی۔ پھر آپؑ نے اپنی اس دختر کا ہاتھ تھاما جو کہ قاسم سے منسوب تھی اور آپؑ نے ان کا عقد پڑھا اور انہیں ایک علیحدہ خیمہ میں بٹھایا اور خود خیمہ سے باہر آ گئے۔

حضرت قاسمؑ اپنی چچازاد کو دیکھ کر رونے لگے اتنے میں دشمنوں کی مبارزہ طلبی کی صدا سنی تو انہوں نے اپنی دلہن کا ہاتھ چھوڑ دیا اور خیمہ سے باہر جانے کا ارادہ کیا۔ دلہن نے اپنے دولہا کا دامن پکڑ کر کہا: آپ کا کیا ارادہ ہے؟

حضرت قاسمؑ نے کہا: میں دشمنوں سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ مبارزہ طلبی کر رہے ہیں۔ دلہن ان کے دامن سے چمٹ گئی۔ حضرت قاسمؑ نے ان سے کہا: میرا دامن چھوڑ دو ہم نے اپنی شادی کو آخرت تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔

دلہن نے آنسو بہاتے ہوئے کہا: قاسم! آپؑ کہہ رہے ہیں کہ آپؑ نے اپنی شادی کو قیامت کے دن تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔ قیامت کے دن میں آپ کو کیسے پہچانوں گی اور آپ سے کہاں ملاقات ہوگی۔

حضرت قاسمؑ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اپنی قمیص کے دامن کو پھاڑ دیا اور فرمایا:

قیامت کے دن مجھے اس پھٹے ہوئے دامن کے ذریعہ سے پہچان لینا۔ یہ کہہ کر قاسم خیمہ سے برآمد ہوئے۔ دولہا کو موت کی طرف جاتے دیکھ کر تمام مخدرات عصمت رونے لگ گئیں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے قاسم کو روانگی پر آمادہ دیکھا تو فرمایا:

بیٹا! کیا تم اپنے قدموں سے موت کی طرف جانا چاہتے ہو؟

حضرت قاسمؑ نے کہا: چچا جان! میں میدان میں کیونکر نہ جاؤں جب کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آپؑ دشمنوں کے نرغہ میں تن تنہا کھڑے ہیں اور آپؑ کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ میں اپنی روح کو آپؑ کی روح پر اور اپنے جسم کو آپؑ کے جسم پر قربان کروں گا۔

امام حسین علیہ السلام نے قاسمؑ کے لباس کو پھاڑا اور ان کے عمامہ کو دو حصوں میں قطع کیا۔ پھر وہی عمامہ ان کے سر پر باندھا اور انہیں کفن جیسا لباس پہنایا اور قاسم کی کمر سے تلوار حمائل کر کے انہیں میدان کارزار کی طرف روانہ کیا۔

حضرت قاسمؑ میدانِ جنگ میں آئے اور عمر بن سعد کو مخاطب کر کے فرمایا:

عمر! کیا تجھے خدا کا خوف نہیں آتا اور اے دل کے اندھے! کیا تجھے رسولؐ خدا سے شرم محسوس نہیں ہوتی۔

عمر بن سعد نے کہا: تم لوگ یزید کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے؟

حضرت قاسمؑ نے فرمایا: خدا تجھے کبھی اچھی جزا نہ دے تو اسلام کا دعویدار ہے اور رسولؐ اسلام کا خاندان سخت پیاسا ہے۔ پیاس کی شدت سے ان کی نظر میں دنیا تاریک ہو چکی ہے۔

کچھ دیر تک قاسم کھڑے رہے۔ کوئی بھی ان کے مقابلہ پر نہ آیا۔ پھر قاسم خیمہ کی طرف واپس آئے۔ انہوں نے اپنی دلہن کو روتے ہوئے دیکھا تو ان سے فرمایا: میں تیرے پاس آ گیا ہوں۔ جب دلہن نے اپنے خاوند کو دیکھا تو کھڑی ہوگئی اور کہا: خدا کا

شکر ہے جس نے موت سے قبل مجھے آپؑ کا چہرہ دکھایا ہے۔

قاسم خیمہ میں آئے اور فرمایا: دخترِ عم! میں آپؑ کے پاس بیٹھ نہیں سکتا کیونکر لشکرِ کفار مبارزہ طلبی کر رہا ہے۔ پھر انہوں نے دلہن کو الوداع کہا اور خیمہ سے باہر آئے اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے گھوڑے کو میدان میں جولان دیا اور مبارز طلبی کی۔

حضرت قاسمؑ کے مقابلہ پر ایک پہلوان آیا جو کہ اکیلا ایک ہزار کے مقابلہ میں لڑا کرتا تھا۔ آپؑ نے اسے قتل کیا۔ اسی میدان میں حضرت قاسمؑ نے اس کے چار بیٹوں کو بھی قتل کیا۔ اس کے بعد لشکروالوں نے آپؑ پر حملہ کر دیا۔ حضرت قاسمؑ نے ان سے سخت جنگ کی یہاں تک کہ آپؑ کی طاقت جواب دے گئی۔ آپؑ نے خیمہ جانے کا ارادہ کیا۔ ازرق شامی نے آپؑ کا راستہ روکا۔ حضرت قاسمؑ نے اس کے سر پر وار کیا اور اسے جہنم پہنچا دیا۔

حضرت قاسمؑ اپنے مظلوم چچا کے پاس آئے اور عرض کیا: چچا جان! مجھے سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ آپؑ مجھے پانی کا ایک گھونٹ پلائیں۔

امام حسینؑ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور اپنی ایک انگشتری ان کو دے کر فرمایا کہ اسے منہ میں رکھ کر چوسو۔

حضرت قاسمؑ نے کہا کہ چچا کی دی ہوئی انگوٹھی جب میں نے منہ میں رکھی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں پانی کے چشمہ پر پہنچ چکا ہوں۔ اس سے میری پیاس بجھ گئی اور میں سیراب ہو گیا۔ پھر میں میدان کی طرف پلٹا۔

اس کے بعد حضرت قاسمؑ نے چاہا کہ یزیدی فوج کے پرچم دار پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیں۔ آپؑ نے جیسے ہی علمدار کی طرف پیش قدمی شروع کی تو چاروں طرف سے آپؑ پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ جناب قاسم زیادہ دیر تک گھوڑے کی پشت پر سنبھل نہ سکے اور آپؑ زین سے گرے اور زمین پر آ گئے۔ شیبہ بن سعد شامی نے انہیں پشت پر

نیزہ مارا جو کہ سینہ تک جا پہنچا۔ حضرت قاسمؑ خون میں لت پت ہو گئے اور انہوں نے آواز دی۔ چچا جان! میری مدد کو پہنچیں۔

امام حسینؑ بھتیجے کے سرہانے پہنچے اور آپؑ نے اس کے قاتل کو قتل کیا اور آپ نے زخمی قاسمؑ کو اٹھایا اور انہیں خیمہ میں لے آئے۔ خیمہ میں قاسم نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ امام حسینؑ نے اسے اپنی آغوش میں لے رکھا ہے اور رو رو کر کہہ رہے ہیں۔ پیارے فرزند! اللہ تیرے قاتلوں پر لعنت کرے۔ تیرے چچا پر یہ بات انتہائی شاق ہے کہ تم اسے بلاؤ اور وہ نہ آئے۔ ہائے میرے بیٹے! ان کافروں نے تجھے قتل کیا ہے گویا وہ تجھے نہیں جانتے تھے اور انہیں یہ بھی علم نہ تھا کہ تمہارا والد کون ہے اور تمہارا دادا کون ہے؟

حضرت امام حسینؑ جناب قاسمؑ کی لاش پر بے تحاشا روئے اور آپؑ کی دلہن بھی آپؑ پر روتی رہی اور تمام مخدرات عصمت نے آپؑ پر گریہ کیا۔ (منتخب طریحی، ص۳۷۲-۳۷۵)

زہر آلود طعام کی پہچان

سید مرتضٰی عیون المعجزات میں لکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے متعلق مستند روایات میں مذکور ہے کہ معاویہ نے آپؑ کی بیوی جعدہ بنت اشعث سے سازباز کی اور اسے دس ہزار دینار اور کوفہ کی جاگیریں دیں اور اس کے پاس زہر روانہ کیا تاکہ اس سے اپنے شوہر کی زندگی کا چراغ گل کر سکے۔

معاویہ کی اس ترغیب میں آ کر جعدہ ملعونہ نے ایک دن آپؑ کے کھانے میں زہر ملائی اور وہ زہر آلود کھانا آپؑ کے سامنے رکھا۔ آپؑ نے جیسے ہی اس کھانے کو دیکھا تو آپؑ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور پھر فرمایا:

اس ذات کی حمد ہے جس نے مجھے سید المرسلین نانا اور سید الوصیین والد اور سیدۃ نساء العالمین والدہ اور جنت میں پرواز کرنے والے چچا جعفر اور سید الشہداء حمزہ کی

ملاقات کا ذریعہ بنایا ہے۔

امام حسینؑ آپؑ کے پاس آئے اور کہا: آپؑ کی طبیعت کیسی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں آج دنیا کا آخری دن بسر کر رہا ہوں اور میرے لیے آخرت کا پہلا دن شروع ہونے والا ہے۔ البتہ آپؑ کی اور دوسرے بھائیوں کی جدائی کا مجھے افسوس ہے۔ اور مجھے اپنے ناناؐ اور والدؑ اور والدہؑ اور چچا جعفرؑ اور سید الشہداء حمزہؑ کی ملاقات کا بے حد شوق ہے۔

پھر امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو اپنا وصی نامزد کیا اور اسم اعظم کی انہیں تعلیم دی اور مواریث انبیاء ان کے سپرد فرمائیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو آپؑ مجھے غسل و کفن دینا اور میرے جنازہ کو ناناؐ کے روضہ کے پاس لے جانا اور مجھے نانا کے پہلو میں دفن کرنا اور اگر لوگ مجھے دفن نہ ہونے دیں تو میں آپؑ کو آپؑ کے نانا اور آپ کے والد اور والدہ کے حقوق کی قسم دیتا ہوں کہ کسی سے جھگڑا نہ کرنا اور میرا جنازہ بقیع کی طرف لے جانا اور مجھے میری ماں کے پہلو میں دفن کر دینا۔

امام حسین علیہ السلام نے آپؑ کو غسل و کفن دیا اور وصیت کے مطابق آپؑ کو دفن کرنے کی غرض سے ناناؐ کے مزار کی طرف چلے۔ مروان بن حکم خچر پر سوار ہو کر بی بی عائشہ کے پاس گیا اور ان سے کہا:

ام المومنین! آج حسینؑ اپنے بھائی حسنؑ کو رسولؐ خدا کے پاس دفن کرنا چاہتا ہے۔ اور اگر حسنؑ رسولؐ خدا کے پاس دفن ہو گئے تو آپ کے والد اور ان کے ساتھی کا فخر قیامت کے دن تک کے لیے ختم ہو جائے گا۔

بی بی نے کہا: پھر میں کیا کروں؟

مروان نے کہا: آپ آگے بڑھ کر انہیں یہاں آنے سے روک دیں۔

بی بی نے کہا: میں کیسے جاؤں؟

مروان نے کہا: آپ اس خچر پر سوار ہو کر جائیں۔ الغرض بی بی خچر پر بیٹھی مروان

بن امیہ کا دستہ لے کر امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

بی بی عائشہ نے کہا: میں حسنؑ کو یہاں دفن نہیں ہونے دوں گی۔

بنی ہاشم نے چاہا کہ تلواریں اٹھالیں اور ممانعت کرنے والوں سے لڑائی کریں مگر امام حسینؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کا واسطہ میرے بھائی کی وصیت کو ضائع نہ کرو اور ان کے جنازہ کو بقیع لے چلو۔ میرے بھائی نے مجھے وصیت کی تھی کہ اگر لوگ انہیں نانا کے پہلو میں دفن نہ ہونے دیں تو تم جھگڑا نہ کرنا' میرا جنازہ بقیع میں لانا اور مجھے میری والدہ کے پہلو میں دفن کر دینا۔ لہٰذا تم میرے بھائی کے جنازہ کو بقیع لے چلو۔

اس وقت ابن عباس نے ام المومنین سے کہا: تو آج پہلی بار ہم سے لڑنے کے لیے نہیں آئی۔ ابھی تک لوگوں کو جنگِ جمل یاد ہے اور آج پھر تو خچر پر سوار ہو کر جنگ کے لیے باہر آ چکی ہے تجھے یہ پرواہ نہیں ہے کہ اس ذریعہ سے تو رسولؐ خدا سے کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کر رہی ہے تو اللہ کے نور کو بجھانا چاہتی ہے جب کہ اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے ہی رہے گا۔

ام المومنین نے کہا: مجھ سے دور ہو جاؤ۔ تجھ پر اور تیری قوم پر صد بار افسوس ہو۔
(عیون المعجزات' ص ۶۵)

اپنے قاتل کی نشان دہی سے گریز کرنا

حافظ ابونعیم نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء کی جلد اول میں عمر بن اسحاق کی زبانی یہ روایت نقل کی۔ اس نے کہا کہ میں اور میرے ساتھ ایک اور شخص حسن علیہ السلام کی عیادت کے لیے گئے۔

امام حسنؑ نے ایک شخص کا نام لے کر فرمایا کہ تم مجھ سے سوال کرو۔

اس شخص نے کہا: جب تک آپ صحت یاب نہ ہو جائیں اس وقت تک میں آپ سے سوال نہیں کروں گا۔

اس کے بعد آپؑ بیت الخلا گئے اور جب وہاں سے واپس آئے تو آپؑ نے فرمایا:

تم نے جو کچھ سوال کرنا ہو مجھ سے کرلو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مجھ سے سوال نہ کرسکو۔

اس شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ آپؑ کو عافیت دے گا۔ پھر میں آپؑ سے سوال کروں گا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: بندۂ خدا! ابھی میرے جگر کا ایک ٹکڑا کٹ کرگرا ہے اور اس سے قبل مجھے کئی بار زہر دی گئی لیکن اس مرتبہ کی زہر انتہائی شدید ہے اور اس سے میں زندہ نہیں رہ سکوں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں پھر دوسرے دن ان کے پاس گیا تو اس وقت وہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہے تھے۔ اس وقت امام حسینؑ ان کے سرہانے بیٹھے تھے اور ان سے کہہ رہے تھے کہ بھائی جان! آپؑ کا شبہ کس پر ہے؟

امام حسنؑ نے کہا: آپؑ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ کیا آپؑ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں؟

امام حسینؑ نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: جس پر مجھے شبہ ہے اگر واقعی وہی قاتل ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے میرا انتقام لے گا اور وہ سخت انتقام لینے والا ہے اور اگر وہ بے گناہ ہے تو میں نہیں چاہتا کہ شبہ کی بنیاد پر کسی بے گناہ کو قتل کیا جائے۔ اس کے بعد آپؑ کی وفات ہوگئی۔

(حلیۃ الاولیاء، جلد۲، ص ۳۸۔ کشف الغمہ، جلد ۱، ص ۵۸۴)

نبی اکرمؐ اور جبریل امینؑ کا حسنینؑ کی ناز برداری کرنا

اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ ایک دن امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حسنین کریمین علیہما السلام ان کے سامنے بیٹھے تھے اور آپؑ انہیں انتہائی

پیار بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

میں نے الفت کا یہ سماں دیکھا تو کہا: اللہ تعالیٰ ان دونوں شاہزادوں میں برکت عطا فرمائے اور انہیں ان کی آرزوؤں کی تکمیل کا موقع عنایت فرمائے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؑ بڑی چاہت بھری نگاہوں سے اپنے ان فرزندوں کو دیکھ رہے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں اصبغ! انہیں دیکھ کر مجھے رسولؐ خدا کے زمانے کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔

میں نے کہا: مولا! وہ واقعہ مجھے بھی سنائیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں مدینہ کے قریب اپنی زمین پر گیا ہوا تھا اور وہاں دوپہر تک کام کاج میں مصروف رہا۔ دوپہر ڈھلنے کے وقت میں اپنے گھر آیا اور بنت پیغمبرؐ سے کہا: مجھے بھوک لگی ہے۔ مجھے کچھ کھانا دو۔

انہوں نے کہا کہ آپؑ کچھ دیر آرام فرمائیں میں آپؑ کے لیے کھانا تیار کرتی ہوں۔ چنانچہ وہ کھانا تیار کرنے لگیں۔ اتنے میں میرے یہ دونوں فرزند گھر میں آئے اور سلام کر کے والدہ کی گود میں بیٹھ گئے۔ ان کی والدہ نے ان سے کہا: پیارے بچو! آج تم نے گھر آنے میں اتنی دیر کیوں لگائی۔

میرے ان دونوں بچوں نے کہا: امی جان! نانا جانؐ اور جبریل امینؑ نے ہمیں اپنے پاس روک رکھا تھا اور جب انہوں نے اجازت دی تو ہم سیدھے آپؑ کے پاس آ گئے۔

بنت رسولؐ نے کہا: بھلا تمہارے ناناؐ اور جبریلؑ نے تمہیں کیسے روک لیا تھا۔

بچوں نے کہا: ہم اپنے ناناؐ کے پاس گئے تو وہاں جبریل امینؑ پہلے سے موجود تھے۔ چنانچہ میں (حسنؑ) ناناؐ کی گود میں بیٹھا اور حسینؑ جبریلؑ کی گود میں بیٹھے۔ پھر کبھی میں نانا کی گود چھوڑ کر جبریلؑ کی گود میں جا بیٹھتا تھا اور حسین بھائی جبریلؑ کی گود چھوڑ کر نانا کی آغوش میں آ کر بیٹھتے تھے اور ہم مسلسل یہی کچھ کرتے رہے یہاں تک کہ ظہر کا اول

وقت ہوا تو جبریلؑ نے نانا جانؐ سے کہا کہ یارسولؐ اللہ! اب نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ چنانچہ نانا جان نماز کے لیے اٹھے اور جبریلؑ آسمان کی طرف چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد ہم آپؐ کی خدمت میں آ گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے پوچھا: حسنین کریمین علیہما السلام نے جبریلؑ کو کس صورت میں دیکھا تھا؟

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: انہوں نے جبریل کو اسی صورت میں دیکھا تھا جس صورت میں وہ رسولؐ خدا پر نازل ہوا کرتے تھے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں نے کھانا کھایا۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ میں مسجد میں گیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں نماز پڑھی۔ جب رسولؐ خدا نے نماز پڑھ لی تو میں نے ان سے حسنینؑ کی گفتگو نقل کی۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

جی ہاں! میرے بچوں نے بالکل سچ کہا ہے۔ صبح سے لے کر اس وقت تک میں اور جبریلؑ ان کی ناز برداری میں مصروف رہے ہیں۔

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ انہوں نے جبریلؑ کو کس صورت میں دیکھا تھا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انہوں نے جبریلؑ کو اسی صورت میں دیکھا جس میں وہ مجھ پر نازل ہوتے ہیں۔ (مختصر البصائر، ص ۶۸)

جبریلؑ کا حسنینؑ کو سیب، بہی اور انار پیش کرنا

ابن الفارسی روضۃ الواعظین میں رقم طراز ہیں کہ ایک دن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف فرما تھے

کہ جبریل امینؑ آپؐ پر نازل ہوئے۔ آپؐ جبریل سے محو گفتگو تھے کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ ام المومنین نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ دونوں اپنے نانا سے ملنے کے لیے دروازہ پر کھڑے تھے۔ بی بی نے دروازہ کھولا۔ جبریل امینؑ نے حسنینؑ کو آتا دیکھ کر دحیہ کلبی کی صورت اختیار کر لی۔ حسنین کریمین دحیہ کلبی سے پہلے سے مانوس تھے۔ اسی لیے وہ اس کے پاس آئے اور اس کی جیبوں میں ہاتھ ڈالنے لگ گئے۔

جبریل امینؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ دیکھئے یہ بچے کیا کر رہے ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جبریلؑ! تم نے دحیہ کلبی کی صورت اختیار کی ہے جب کہ دحیہ جب بھی یہاں آتا ہے تو وہ میرے شاہزادوں کے لیے تحفے لایا کرتا ہے۔ اسی لیے میرے شاہزادے تمہیں دحیہ سمجھ کر تمہاری جیبوں کی تلاشی کر رہے ہیں۔

جبریل امینؑ نے اپنا ہاتھ اوپر بلند کیا اور جیسے ہی ہاتھ جھکایا تو اس میں ایک سیب، ایک بہی اور ایک انار موجود تھا اور اس نے تینوں چیزیں حسنینؑ کے سپرد کیں۔

بچے یہ پھل پا کر بے حد خوش ہوئے اور انہوں نے وہ پھل اپنے نانا جان کے سامنے پیش کیے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تم یہ پھل لے کر گھر چلے جاؤ اور میں چاہتا ہوں کہ ان کے کھانے کی ابتدا تمہارے والد سے ہونی چاہیے۔

الغرض حسنین کریمینؑ مذکورہ پھل لے کر اپنے گھر تشریف لائے اور انہوں نے وہ پھل اپنے والدین کے سامنے پیش کیے۔ مگر جناب علیؑ و زہراء سلام اللہ علیہا نے کہا کہ ہم اس وقت تک انہیں نہیں کھائیں گے جب تک رسولؐ خدا تشریف نہ لائیں گے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھرانۂ عصمت میں تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ پھل جبریل امینؑ نے جنت سے توڑ کر حسنینؑ کے حوالے کیے ہیں۔ تم انہیں کھاؤ۔

چنانچہ سب نے مل کر وہ پھل کھائے لیکن قدرت خداوندی سے ان میں کمی واقع نہ ہوئی اور وہ جوں کے توں باقی رہے۔ رسولؐ خدا کی زندگی میں وہ پھل باقی رہے اور آنحضرت کے بعد حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی زندگی کے آخری لمحات تک بھی وہ صحیح حالت میں باقی رہے اور جب حضرت سیدہؑ کی وفات ہوئی تو انار گم ہو گیا اور سیب اور بہی باقی رہے۔ جب امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو بہی بھی گم ہو گیا البتہ جنتی سیب باقی رہا۔

امام زین العابدین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ

وہ سیب کربلا میں بھی ہمارے خیام میں موجود تھا اور جب ہمارا پانی بند ہوا اور ہمیں پیاس کی شدت محسوس ہوئی تو میرے والد ماجد اسے شدتِ پیاس میں سونگھا کرتے تھے اور جب وہ سلام آخر کے لیے خیمہ میں تشریف لائے تو انہوں نے اس سیب کو کھایا تھا اور جب آپ شہید ہو گئے تو وہ سیب ہمارے خیمہ میں موجود نہیں تھا اور میرے والد کی مقتل سے اس سیب کی خوشبو آرہی تھی اور میں اپنے والد کی لاش پر گیا تو ان کے بدن اطہر سے اسی سیب کی خوشبو آرہی تھی اور میرے والد کی قبر کا مخلص زائر اگر اس خوشبو کو سونگھنا چاہے تو صبح کے وقت اسے وہ خوشبو محسوس ہو سکتی ہے لیکن اس خوشبو کے سونگھنے کے لیے زائر کا مخلص ہونا ضروری ہے۔ (روضۃ الواعظین، ص ۱۵۹)

امام حسین علیہ السلام کو واقعاتِ کربلا کی خبر دینا

شیخ صدوق امالی میں رقم طراز ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام زین العابدین کی سند سے بیان کیا کہ ایک دن امام حسین علیہ السلام امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور بھائی کو دیکھ کر رونے لگے۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ابو عبداللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اُمت آپ سے جو سلوک کرے گی میں اسے

سوچ کر رو رہا ہوں۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ مجھے زہر دی جائے گی جس سے میری شہادت واقع ہوگی لیکن تجھ پر بہت زیادہ مصیبت نازل ہوگی۔ تیس ہزار بدبخت انسان تیرے قتل کے لیے جمع ہوں گے اور ان سب کا دعویٰ ہوگا کہ ان کا تعلق ہمارے جدنامدار کی امت سے ہے اور وہ سب کے سب اسلام کے دعویدار ہوں گے۔ وہ ظالم آپ کا خون بہائیں گے اور آپؑ کی حرمت کا لحاظ نہیں کریں گے اور آپ کو شہید کرنے کے بعد آپؑ کے خیمے لوٹ لیں گے اور آپؑ کی پردہ دار بیبیوں کو قید کریں گے۔ اس وقت بنی اُمیہ پر لعنت نازل ہوگی اور آسمان سے خون اور راکھ کی بارش ہوگی اور ہر چیز آپ کی مظلومیت پر روئے گی یہاں تک کہ جنگل کے حیوان اور سمندروں کی مچھلیاں تک بھی آپؑ پر گریہ کریں گی۔ (امالی صدوق' ص ۱۰۱۔ حدیث ۳)

ایک اعرابی کے سوال کا جواب دینا

ہدایۃ الحصینی میں مرقوم ہے کہ ایک دیہاتی عرب حج کے قصد سے گھر سے روانہ ہوا اور اس نے میقات سے حج کا احرام باندھا۔ راستے میں اسے ایک جگہ پر شتر مرغ کے انڈے دکھائی دیئے۔ اس نے انہیں بھون کر کھالیا۔ جب اس نے انڈے کھالیے تو اسے بتایا گیا کہ تم نے حالت احرام میں غلط حرکت کی اور تمہارے لیے ایسا کرنا ناجائز تھا۔ اس کے لیے تمہیں کفارہ دینا ہوگا۔ لیکن اسے مکہ میں کسی نے یہ نہ بتایا کہ اسے کفارہ میں کیا کچھ دینا ہے۔ الغرض وہ حج سے فارغ ہو کر مدینہ گیا اور وہاں اس نے کہا کہ لوگو! مجھے رسولؐ خدا کے خلیفہ کے متعلق بتاؤ کہ وہ اس وقت کہاں ہوگا؟

لوگوں نے کہا کہ اس وقت حضرت ابوبکر رسولؐ خدا کے جانشین ہیں اور وہ تمہیں مسجد نبوی میں ملیں گے۔

اعرابی مسجد نبوی میں آیا۔ اس وقت مسجد میں حضرت ابوبکر کے علاوہ حضرت عثمان'

حضرت عمرؓ طلحہؓ زبیرؓ سعدؓ سعید‘ عبدالرحمٰن بن عوف‘ ابوعبیدہ بن جراح‘ خالد بن ولید اور مغیرہ بن شعبہ بھی موجود تھے۔

اعرابی نے کہا: تم میں سے رسولؐ خدا کا جانشین کون ہے؟

سب نے حضرت ابوبکر کی طرف اشارہ کیا۔

اعرابی نے کہا: میں آپ سے فتویٰ دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت ابوبکر نے کہا: بیان کرو۔

اعرابی نے کہا کہ میں نے حالت احرام میں شترمرغ کے انڈے توڑے اور انہیں بھون کر کھا گیا جب کہ مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ اب آپ بتائیں کہ مجھے اس کا کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

حضرت ابوبکر نے مجمع صحابہ کی طرف رخ کر کے کہا: اصحاب رسولؐ! تم اس کا جواب دو۔

وہاں پر موجود تمام حاضرین نے اس مسئلہ سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔

جب اعرابی نے تمام صحابہ کی لاعلمی کو دیکھا تو کہا کہ خدارا! لوگو مجھے اس کا شرعی حکم بتاؤ کیا محمد مصطفےٰؐ کی رحلت کے ساتھ ان کا دین بھی ختم ہو گیا ہے؟

زبیر نے کہا: اعرابی! جس مسئلہ سے تم ناواقف ہو ہم بھی اس سے ناواقف ہیں۔

اعرابی نے کہا: پھر مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟

زبیر نے کہا: البتہ مدینہ میں ایک اور شخصیت موجود ہے جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ میں اس کے متعلق یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس مسئلہ کا جواب صرف وہی دے سکتے ہیں۔

اعرابی نے کہا: پھر مجھے ان کے دروازے پر لے چلو۔

حضرت عمر نے کہا: آؤ ہم سب بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کا جواب ہم بھی ان سے سن سکیں۔

الغرض وہ اعرابی صحابہ کے جلو میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے دروازہ پر پہنچا اور دستک دی۔ آپ باہر تشریف لائے۔ اعرابی نے اپنا مسئلہ بیان کیا۔

امیرالمومنینؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا کہ بیٹا! اس مسئلہ کا جواب تم دو۔

اعرابی نے چیخ کر کہا: عجیب بات ہے جس مسئلہ کا حل بزرگ صحابہ کے پاس نہیں اس کا حل اس معصوم بچہ کے پاس کیا ہوگا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اعرابی! یہ بات نہ کہو۔ حسن تمہارے سوال کا جواب دے سکتا ہے۔

امام حسن مجتبیٰ نے اعرابی سے فرمایا:

اعرابی! تمہیں اس غلطی کے لیے کفارہ دینا ہوگا اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم نے جتنے انڈے توڑے ہیں اتنی ہی اونٹنیوں کی اونٹوں کے ساتھ جفتی کراؤ۔ ان سے جتنے بچے پیدا ہوں تو انہیں کعبہ کے سامنے لے جاؤ اور ان کی قربانی کرو۔

اعرابی نے کہا: بعض اونٹنیاں ملاپ کے باوجود بھی حاملہ نہیں ہوتیں۔

امام حسنؑ نے فرمایا: اسی طرح سے کئی انڈے خراب ہو جاتے ہیں اور ان سے بھی بچے نہیں نکلتے۔

اعرابی نے یہ جواب سنا تو بے ساختہ کہا: بے شک آپؑ علم الٰہی کے وارث ہیں۔ میرا تو دل چاہتا ہے کہ میں آپؑ کو ہی رسولؐ خدا کا جانشین کہوں۔

امام حسنؑ نے فرمایا: اعرابی! میں آنحضرتؐ کا نواسہ ہوں جب کہ میرے والد رسولؐ خدا کے خلیفہ ہیں۔

اعرابی نے کہا: پھر حضرت ابوبکر کیا ہیں؟

امام حسنؑ نے کہا: یہ مجھ سے نہیں بلکہ لوگوں سے پوچھو۔

تمام حاضرین امام حسنؑ کا جواب سن کر عش عش کر اٹھے اور حضرت علیؑ نے فرمایا:

اللہ کے لیے حمد ہے جس نے میرے اس معصوم بچے کو بھی سلیمان بن داؤد کی

طرح سے مسائل کا فہم عطا کیا ہے۔ (ہدایۃ الحضینی، ص ۳۸-۳۹)

اپنے فضائل کا تذکرہ اور ایک ناصبی کی جنس کا تبدیل کرنا

راوندی رقم طراز ہیں کہ ایک دفعہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام شام تشریف لے گئے۔ عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا کہ حسن خطابت سے عاری ہیں اگر انہیں منبر پر بٹھا دیا جائے اور ان سے تقریر کے لیے کہا جائے تو یہ شرمندہ ہوں گے۔

امیر معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے کہا:

ابومحمد! میری خواہش ہے کہ آپؑ منبر پر تشریف لائیں اور آپؑ ہمیں وعظ و نصیحت کریں۔

امام حسنؑ منبر پر تشریف لائے اور اللہ کی حمد وثنا کی۔ پھر رسول اکرمؐ پر درود وسلام بھیجا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

لوگو! جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا تو وہ سن لے میں حسن بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں۔ میں رسولؐ خدا کی دختر فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا فرزند ہوں۔ میں رسولؐ اللہ کا فرزند ہوں۔ میں نبی اللہ کا فرزند ہوں۔ میں "سراج منیر" کا فرزند ہوں، میں بشیر ونذیر کا فرزند ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے جن وانس کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو رسولؐ اللہ کے بعد تمام مخلوقِ خدا سے افضل ہے۔ میں صاحبِ فضائل کا بیٹا ہوں۔ میں صاحبِ معجزات ودلائل کا فرزند ہوں۔ میں امیر المومنین کا فرزند ہوں۔ میں وہ ہوں جسے حق سے دُور کر دیا گیا ہے۔ میں جوانانِ جنت کے دو سرداروں میں سے ایک ہوں۔ میں رکن و مقام کا فرزند ہوں۔ میں مکہ ومنیٰ کا فرزند ہوں۔ میں شعر وعرفات کا فرزند ہوں۔

حضرت کے اس پُر فصاحت خطبہ نے معاویہ کو حیران و پریشان کر دیا۔ اس نے آپؑ کا موضوع بدلنے کے لیے آپ سے کہا کہ آپؑ کھجوروں کے متعلق گفتگو کریں۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہوا اسے موٹا کرتی ہے' گرمی اسے پکاتی ہے اور رات کی ٹھنڈک اس میں مٹھاس پیدا کرتی ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے پھر اپنے پہلے موضوع کو شروع کر دیا اور فرمایا:

میں شفیع مطاع کا فرزند ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کی حمایت میں ملائکہ نے جنگ کی۔ میں اسی کا فرزند ہوں جس کے سامنے قریش کی گردنیں جھک گئیں۔ میں امام خلق کا فرزند ہوں۔ میں محمد رسولؐ اللہ کا فرزند ہوں۔

معاویہ کو خدشہ لاحق ہوا کہ اگر حضرت کا یہ خطاب جاری رہا تو لوگ اس سے منحرف ہو جائیں گے۔ اس نے آپ سے کہا: بس اتنا ہی کافی ہے۔

آپ نے خطبہ چھوڑ دیا اور منبر سے نیچے اتر آئے۔ معاویہ نے آپ سے کہا:

کیا آپ خلیفہ بننا چاہتے ہیں جب کہ آپ اس منصب کے لائق نہیں ہیں۔

امام حسنؑ نے فرمایا: خلیفہ وہ ہو سکتا ہے جو اللہ کی کتاب اور رسولؐ خدا کی سنت پر عمل کرے۔ ایسا شخص خلیفہ کہلانے کا اہل نہیں ہے جو لوگوں پر ظلم و جور کرے اور سنت سے انحراف کرے اور دنیا کو ہی اپنے لیے اوڑھنا بچھونا قرار دے جب کہ دنیا کی حکومت تو بس چند روزہ ہے۔ پھر اس کی لذت منقطع ہو جائے گی اور اس کا حساب طویل ہوگا۔

اس محفل میں ایک اموی بد بخت موجود تھا۔ اس نے کھڑے ہو کر امام عالی مقام کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ امام حسنؑ نے اس پر بددعا کرتے ہوئے بارگاہِ احدیت میں عرض کی: خدایا! اس کی جنس کو بدل دے اور اسے عورت بنا دے تا کہ لوگ اس کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔

جیسے ہی آپ نے بددعا کی تو اس اموی نے اپنے جسم میں تبدیلی محسوس کی اور اسے محسوس ہوا کہ وہ مرد کی بجائے عورت بن چکی ہے اس کی داڑھی گر گئی۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

یہاں سے چلی جا۔ یہ مردوں کی محفل ہے عورتوں کی محفل نہیں ہے۔ یہ کہہ کر آپ

نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو عمرو بن العاص نے کہا:

میں آپؑ سے چند مسائل پوچھنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تم نے جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو۔

عمرو بن العاص نے کہا: یہ بتائیں کہ کرم کیا ہے' مردانگی کیا ہے اور جوانمردی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: سوال سے پہلے کسی کو عطا کرنا کرم ہے اور اپنی ناموس کا تحفظ کرنا اور مشکل مقامات پر ثابت قدم رہنا مردانگی ہے اور لوگوں کے حقوق کا خیال کرنا اور اسلام پھیلانا جوانمردی ہے۔

یہ جواب دے کر آپؑ اٹھ کر دربار سے چلے گئے۔

معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا: تو نے مجھے غلط مشورہ دیا تھا اور تو نے اہل شام کو مجھ سے منحرف کیا ہے۔

عمرو بن العاص نے کہا: تمہیں اہل شام کے انحراف کا ذرہ برابر بھی فکر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان لوگوں نے تجھے مرکز ایمان سمجھ کر تجھ سے محبت تھوڑی کی ہے یہ تو دنیاداری کے اسیر ہیں اور دنیا تیرے ہاتھ میں ہے جب تک تو انہیں مالی فوائد پہنچاتا رہے گا' یہ تیرے ساتھ رہیں گے۔

امام حسن علیہ السلام نے جس شخص کو بددعا دی تھی اس کی عورت آپؑ کے پاس روتی ہوئی آئی اور اس نے آپؑ سے شوہر کی گستاخی کی معافی طلب کی۔ آپؑ کو اس پر رحم آ گیا۔ آپؑ نے اس کے شوہر کے حق میں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے پھر مرد بنا دیا۔ (الخرائج' جلد۱' ص ۲۳۶-۲۳۷)

تیسرا باب

امام حسین علیہ السلام

جنت اور حور عین کی تخلیق امام حسینؑ کے نور سے ہوئی

سید رضی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المناقب الفاخرہ فی العترۃ الطاھرۃ'' میں اپنی اسناد سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ سے عرض کیا:

یارسول اللّٰہ ارنی الحق حتّٰی اتبعه

''رسولؐ اللہ! آپ مجھے حق دکھائیں تاکہ میں اس کی اتباع کروں''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سامنے والے کمرے میں چلے جاؤ (وہاں حق دکھائی دے گا) میں اس کمرہ میں گیا تو میں نے وہاں امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو رکوع وسجدہ کی حالت میں دیکھا اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اللہ سے یوں دعا مانگی:

اللھم بحرمة محمد عبدک ورسولک اغفر للخاطئین من شیعتی

''خدایا! تجھے تیرے عبد اور تیرے رسول محمدؐ کی حرمت کی قسم! میرے خطا کار شیعوں کی مغفرت فرما۔

ابن مسعود کا بیان ہے: میں یہ منظر دیکھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چل پڑا تاکہ میں انھیں بتا سکوں کہ میں نے کیا دیکھا ہے اور جب میں آنحضرتؐ کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ رکوع وسجود میں مصروف تھے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگی۔

اللھم بحرمة عبدک علی اغفر للعاصین من امتی

''خدایا! تجھے تیرے بندے علیؑ کی حرمت کا واسطہ! میری امت کے نافرمانوں کی مغفرت فرما''۔

ابن مسعود کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں سخت حیران و پریشان ہوا اور پریشانی کی وجہ سے میں بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

یَابْنَ مَسْعُوْدٍ اَکُفْرًا بَعْدَ اِیْمَانٍ؟

ابن مسعود! کیا ایمان کے بعد کفر کرنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: معاذ اللہ' ایسا نہیں ہے لیکن یارسولؐ اللہ! حیرت کی بات تو یہ ہے کہ میں نے علیؑ کو دیکھا وہ اپنے شیعوں کی مغفرت کے لیے آپ کا واسطہ دے رہے تھے اور میں نے آپ کو دیکھا تو آپؐ اپنی گناہ گار اُمت کی مغفرت کے لیے اللہ کو علیؑ کا واسطہ دے کر سوال کر رہے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ابن مسعود! سنو! اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل مجھے اور علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو اپنے نور عظمت سے پیدا کیا اور جب اللہ نے ہمیں پیدا کیا تو اس وقت تسبیح و تقدیس کا کہیں نام تک نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو شق کیا اس سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں آسمانوں اور زمین سے افضل ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے علیؑ کے نور کو شق کیا اس سے عرش و کرسی کو بنایا اور علیؑ عرش و کرسی سے افضل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حسنؑ کے نور کو شق کیا اس سے لوح وقلم کو بنایا اور حسن لوح وقلم سے زیادہ باعظمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حسینؑ کے نور کو شق کیا اور اس سے جنت اور حورعین کو پیدا کیا اور حسینؑ جنت و حورِعین سے افضل ہیں۔ پھر مشارق و مغارب پر تاریکی چھا گئی

اور ملائکہ نے خدا کے حضور تاریکی کی شکایت کی اور انہوں نے کہا:

اللھم بحق ھؤلاء الاشباح الذین خلقت الا ما فرجت عنا
من ھذہ الظلمة

''خدایا! تجھے ان پرچھاؤں کا واسطہ جنہیں تو نے پیدا کیا ہے ہمیں
اس تاریکی سے نجات عطا فرما''۔

اللہ تعالیٰ نے نور کو پیدا کیا اور اسے دوسرے سے ملایا اور ان دونوں کو ملا کر ایک نور پیدا کیا۔ پھر نور کے ساتھ روح کا اضافہ کیا۔ ان کے امتزاج سے زہراء (سلام اللہ علیہا) کو پیدا کیا اور اس کی چمک سے مشرق و مغرب چمک اٹھے۔ اور اسی لیے میری بیٹی کا نام ''زہراء'' رکھا گیا کیونکہ لفظ ''زہراء'' کے معنی چمکنے والی۔ کے ہیں اور میری بیٹی کی چمک سے کائنات کی تاریکی کافور ہوئی۔[1]

ابن مسعود! جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے اور علیؑ سے فرمائے گا: تم دونوں جس کو چاہو جنت میں داخل کرو اور جس کو چاہو دوزخ میں داخل کرو۔ اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیت میں بیان کی ہے:

اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ (ق: ۲۴)

''تم دونوں ہر بہت زیادہ انکار کرنے والے عناد رکھنے والے کو
دوزخ میں ڈال دو''۔

''کفار'' وہ ہے جو میری نبوت کا منکر ہو اور ''عنید'' وہ ہے جو علیؑ اور اس کے

---

[1] غالباً حضرت انیس نے اسی حدیث کو پیش نظر رکھ کر لکھا تھا:

صبح ازل سفیدیِ دندان فاطمہؑ
شامِ ابد ہے گیسوئے پیچاں فاطمہ

(من المترجم عفی عنہ)

اہل بیتؑ اور اس کے شیعوں سے عناد رکھتا ہو۔[1]

حضرتؑ کی پیدائش کے معجزات

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے صدفِ عظمت سے امام حسینؑ کو دنیا میں روانہ کرنے کا ارادہ کیا۔ امام حسین علیہ السلام بارہ رجب[2] کو پیدا ہوئے۔ جیسے ہی آپؑ کی ولادت باسعادت کا زمانہ قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ''لعیا'' کو وحی کی کہ بنت پیغمبر کی دایہ گیری کی خدمات کے لیے ان کے گھر میں جائے۔ ''لعیا'' جنت کی سب سے حسین ترین حور ہے۔ اور اللہ نے جنت کے سب سے بلند و بالا محل میں اسے رہائش عطا کی ہے اور وہ اپنے محل کی بالکونی سے جھانک کر تمام جنت کو دیکھتی ہے اور جب وہ اپنی بالکونی سے جھانکتی ہے تو اس کے رخسار کی روشنی سے جنت چمک اٹھتی ہے۔

اللہ نے ''لعیا'' کے علاوہ خازنِ جنت رضوان کو وحی کی کہ آج جنت کو اچھی طرح سے مزین کرو کیونکہ دنیا میں صاحبِ قدر مولود پیدا ہو رہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبریل و میکائیل اور اسرافیل کو وحی کی کہ ملائکہ کے دستے لے کر زمین پر اتریں۔

حکمِ خداوندی کے تحت تینوں مقرب فرشتے اپنے ساتھ ملائکہ کے کئی گروہوں کو لے کر آسمان سے نازل ہوئے اور ہر دستہ میں ایک ایک لاکھ فرشتہ تھا۔

ملائکہ کا لشکر آسمان سے اتر رہا تھا کہ انہوں نے چوتھے آسمان پر ایک زیرِ عتاب فرشتے کو دیکھا جس کا نام ''صرصائیل'' تھا۔ اسی فرشتے کو خداوند عالم نے ستر ہزار پَر عطا کیے تھے اور اس کے پروں کا طول مشرق و مغرب تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے

---

[1] یہ حدیث اس سے قبل امام حسن علیہ السلام کے معجزات میں بھی گزر چکی ہے۔

[2] قول مشہور کے مطابق آپؑ کی ولادت باسعادت تین شعبان کو ہوئی۔

اپنے دل میں سوچا کہ کیا خدا کو سمندروں کی تہہ اور تاریک رات میں چلنے والے جانداروں کا بھی علم ہے۔ جیسے ہی اس کے ذہن میں یہ خیال آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی کہ بس اب اس مقام پر ٹھہر جا اور آج کے بعد تو نے رکوع وسجود نہیں کرنا ہے اور تجھے رکوع وسجود کی دولت سے اس لیے محروم کر رہا ہوں کہ تو نے یہ بات اپنے دل میں کیوں سوچی؟

الغرض جنت کی حسین ترین حور ''لعیاء'' حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس نے حضرت سیدہؑ پر سلام کیا اور ان سے خیریت دریافت کی۔

حضرت زہراء سلام اللہ علیہا نے فرمایا:

اللہ کی عنایت سے میں خیریت سے ہوں۔

اس حور کو دیکھ کر سیدہؑ سوچنے لگیں کہ میں اسے کہاں بٹھاؤں کیونکہ ان کے گھر میں کوئی اچھا فرش موجود نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت جنت سے ایک اور حور کو نازل کیا جو کہ جنت سے ایک قالین لے کر نازل ہوئی اور اس نے حضرت سیدہؑ کے گھر میں قالین بچھائی جس پر ''لعیاء'' بیٹھ گئی۔

فجر کے وقت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور دایہ گیری کی خدمات ''لعیاء'' نے سرانجام دیں اور اس نے آپؑ کی ناف کاٹی اور جنت کے رومال سے آپؑ کو صاف کیا اور اس نے آپؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا:

اے مولود ذی جود! خدا تجھ پر اور تیرے والدین پر اپنی برکتیں نازل فرمائے۔

امام حسین علیہ السلام نے جیسے ہی زمین پر قدم رکھا تو ملائکہ نے امام حسینؑ کی ولادت کی جبریلؑ کو مبارک دی اور جبریل امینؑ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارک دی اور جبریل مسلسل سات دن تک رسولؐ خدا کو امام حسینؑ کی ولادت کی مبارک عرض کرتے رہے اور جب آپؑ کی ولادت کو سات دن ہو گئے تو جبریل امین نے رسولؐ خدا سے کہا کہ یارسولؐ اللہ! آپ اپنے مولود مسعود کو ہمارے پاس لے آئیں

تاکہ ہم اس کی زیارت کا شرف حاصل کریں۔

رسول خدا بیتِ عصمت میں تشریف لائے اور حضرت سیدہؑ کے ہاتھوں سے امام حسین علیہ السلام کو لیا۔ اس وقت امام حسینؑ زرد رنگ کے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ رسولؐ خدا انہیں اٹھا کر جبریلؑ کے پاس لائے۔ جبریلؑ نے اس کپڑے کی گرہوں کو کھولا اور مولود کی پیشانی کو چوما اور کہا:

اے مقتولِ کربلا! خدا تجھ پر اور تیرے والدین پر اپنی برکتوں کو نازل فرمائے۔

پھر جبریل امینؑ امام حسین علیہ السلام کو دیکھ کر رونے لگے۔ جبریلؑ کو روتا دیکھ کر رسولؐ خدا بھی رونے لگ گئے اور رسولؐ خدا کو روتا دیکھ کر تمام فرشتے رونے لگے۔

جبریل امینؑ نے رسولؐ خدا سے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! میری طرف سے اپنی دختر کو سلام کہیں اور ان سے کہیں کہ وہ اپنے اس بچے کا نام حسین رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام حسین رکھا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت کا نام اس لیے ''حسین'' رکھا گیا کیونکہ آپؑ کے دور میں آپؑ سے بڑھ کر اور کوئی حسین نہیں تھا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جبریلؑ! عجیب بات ہے تم مجھے مبارک بھی دیتے ہو اور روتے بھی ہو؛ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

جبریل امینؑ نے کہا: اللہ اس کی شہادت پر آپ کو اجر عطا فرمائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے پیارے جبریل! یہ تو بتاؤ میرے اس بیٹے کو کون قتل کرے گا؟

جبریل امینؑ نے کہا: اسے آپؐ کی اُمت کا ایک گروہ قتل کرے گا اور وہ اسے قتل کر کے بھی آپؐ کی شفاعت کے امیدوار ہوں گے۔ خدا انہیں آپؐ کی شفاعت نصیب نہ کرے۔

جبریل امینؑ نے پھر کہا: ایسے لوگ اللہ کی رحمت سے دُور ہوں گے اور عذاب خداوندی کے حق دار ہوں گے۔

رسولؐ خدا اپنی دختر سلام اللہ علیہا کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ جبریلؑ آپ کو سلام کہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آپؑ اپنے فرزند کا نام ''حسینؑ'' رکھیں۔

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: میری طرف سے بھی جبریلؑ پر سلام ہو۔ پھر نبی اکرمؐ نے حضرت سیدہ کو ان کے فرزند کی مبارک دی اور مبارک دینے کے بعد آپ رونے لگ گئے۔

حضرت سیدہ نے عرض کیا: بابا جان! عجیب بات ہے آپ مجھے مبارک بھی دیتے ہیں اور روتے بھی ہیں!

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیاری دختر! آپ کے اس فرزند کی شہادت پر اللہ آپ کو اجر عطا فرمائے۔

جب حضرت سیدہ نے رسولؐ خدا کی زبان مبارک سے یہ جملے سنے تو بی بی نے چیخ ماری اور زار و قطار رونے لگ گئیں۔ لعیاء اور اس کی سہیلیوں نے آپؑ کو تسلی دی۔

پھر حضرت سیدہؑ نے کہا: ابا جان! میرے فرزند اور میرے نورِ نظر اور میرے میوۂ دل کو کون شہید کرے گا؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: میری اُمت کا ایک گروہ اسے قتل کرے گا اور وہ اتنے بڑے جرم کے بعد بھی میری شفاعت کے امیدوار ہوں گے۔ خدا انہیں کبھی میری شفاعت نصیب نہ کرے۔

''لعیاء'' نے کہا: ایسے لوگ اللہ کی رحمت سے دُور ہوں گے اور عذابِ خداوندی کے حق دار ہوں گے۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے کہا:

ابا جان! جبریلؑ کو میری طرف سے سلام کہیں اور ان سے پوچھیں کہ میرا بیٹا کس

مقام پر قتل کیا جائے گا؟

حضرت جبریلؑ نے کہا: وہ کربلا نامی جگہ پر ذبح کیے جائیں گے اور شہادت سے قبل وہ نصرت طلبی کریں گے لیکن کوئی بھی ان کی مدد نہیں کرے گا اور جو لوگ ان کی آواز استغاثہ سن کر ان کی مدد نہیں کریں گے ان پر اللہ اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔ ان کی شہادت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں نو اماموں کا سلسلہ قائم کرے گا۔ پھر جبریلؑ نے سب کے نام لیے اور کہا: اس کی اولاد کا آخری امام وہ ہوگا جس کے پیچھے عیسٰی بن مریم نماز پڑھیں گے۔ نسلِ حسینؑ کے امام رحمٰن کے چراغ اور اسلام کی مضبوط رسّی ہوں گے' ان کے محبّ جنت اور ان کے دشمن دوزخ میں جائیں گے۔

اس کے بعد جبریلؑ اور ان کے ساتھ اترنے والے فرشتے آسمان کی طرف روانہ ہو گئے اور ان کے جانے کے بعد ''لعیاء'' بھی جنت میں چلی گئی۔ جب جبریل امینؑ زمین سے پرواز کر کے آسمانوں میں جا رہے تھے تو راستے میں ''صرصائیل'' سے ملاقات ہوئی۔ اس نے جبریل سے کہا: کیا زمین والوں پر قیامت برپا ہو چکی ہے؟

جبریلؑ نے کہا: نہیں۔ حسینؑ کی ولادت ہوئی ہے اور ہم اس کی ولادت کے لیے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارک دینے گئے تھے۔

یہ سن کر ''صرصائیل'' نے جبریلؑ سے کہا: آپؑ دوبارہ زمین پر جائیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کریں کہ وہ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھ سے راضی ہو جائے اور میری خطا سے درگزر کرے۔ مجھے یقین ہے اگر محمد مصطفیٰؐ نے میرے حق میں دعا کر دی تو اللہ تعالیٰ میری لغزش سے درگزر کرے گا کیونکہ محمد کو اللہ نے صاحبِ شفاعت بنایا ہے۔

حضرت جبریلؑ زمین پر اترے اور نبی اکرمؐ سے درخواست کی کہ وہ صرصائیل کے لیے دعا فرمائیں۔ نبی اکرمؐ نے امام حسینؑ کو اپنے ہاتھوں پہ اٹھایا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی:

پروردگار! تجھے میرے اس مولود کا واسطہ! اس فرشتے سے راضی ہو جا۔ جیسے ہی آنحضرتؐ کی دعا مکمل ہوئی تو عرش اعظم سے یہ ندا بلند ہوئی:

محمدؐ! میں اس سے راضی ہو گیا ہوں کیونکہ میرے ہاں تیرے بڑا مقام ہے۔

ابن عباس نے کہا: اس ذات برحق کی قسم جس نے محمد مصطفیٰ کو نبی بنا کر بھیجا۔ صرصائیل بزمِ ملائکہ پر افتخار کر کے کہتا ہے کہ وہ حسین کا آزاد کردہ ہے اور ''لعیاء تمام حوروں پر فخر کر کے کہتی ہے کہ وہ حسینؑ کی دایہ ہے۔ (منتخب طریحی، ص ۱۵۱)

امامؑ کی ولادت پر ایک ہزار فرشتوں کے گروہ کا آنا اور ''دردائیل'' کی لغزش کا معاف ہونا

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب النصوص علی الائمۃ الاثنی عشر'' میں اپنی اسناد سے ابن عباس سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے پایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایک فرشتے کا نام ''دردائیل'' ہے۔ خدا نے اسے سولہ ہزار پَر عطا کیے تھے اور ہر پَر کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ تھا۔

ایک دن دردائیل نے اپنے دل میں سوچا کیا ہمارے رب کے عرش کے اوپر بھی کوئی چیز ہوگی؟

اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ابھرنے والے خیال کو محسوس کیا اور اسے مزید سولہ ہزار پَر عطا کیے۔ پھر اسے وحی فرمائی کہ اب پرواز کرو۔ دردائیل نے پچاس ہزار سال تک پرواز کی لیکن وہ عرش کے دوسرے ستون تک نہ پہنچ سکا۔

جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ دردائیل مسلسل پرواز سے تھک چکا ہے تو اسے وحی فرمائی: ''اپنی جگہ پر چلے جاؤ۔ میں ہر عظیم سے زیادہ صاحب عظمت ہوں اور میرے اوپر کوئی چیز نہیں ہے اور مجھے مکان کے ساتھ موصوف نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے پَروں اور اس کے مقام کو چھین لیا۔

جب شبِ جمعہ امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے داروغہ مالک کو وحی فرمائی کہ آج رات محمد کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے لہٰذا تم آج رات دوزخ کے شعلوں کو بجھا دو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خازنِ جنت رضوان کو وحی فرمائی کہ آج رات محمد کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ تم اس کی پیدائش کی خوشی میں جنت کو مزین کرو اور اس کی خوب آرائش کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حورِعین کو وحی فرمائی کہ آج رات محمدؐ کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے تم اس کی ولادت کی خوشی میں آج رات خوب زیب و زینت کرو۔

پھر اللہ نے ملائکہ کو وحی فرمائی کہ آج رات محمدؐ کے گھر میں ایک فرزند پیدا ہوا ہے۔ تم اس کی ولادت کی خوشی میں صفیں بنا کر میری تسبیح، تحمید، تمجید اور تکبیر کہو۔

اللہ تعالیٰ نے جبریل امینؑ کو وحی کی کہ وہ فرشتوں کے ایک ہزار گروہ کو لے کر جس کے ہر گروہ میں ایک ایک لاکھ فرشتے شامل ہوں، لے جا کر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اور انھیں جا کر ان کے نواسے کی ولادت کی مبارک دو۔

حکمِ الٰہی سے جبریل اپنے ساتھ ملائکہ کی افواج لے کر روانہ ہوئے۔ تمام فرشتے نورانی گھوڑوں پر سوار تھے جن پر دردیا قوت کی چادریں پڑی ہوئی تھیں۔ ان کے علاوہ ایسے فرشتے بھی اس جلوس میں شامل تھے جنھیں "روحانیین کہا جاتا ہے اور ان کے ہاتھوں میں نور کے تھال تھے۔ وہ بھی رسول اکرمؐ کو مبارک دینے کے لیے آسمان سے روانہ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ سے فرمایا: جبریلؑ! میرے حبیب کو جا کر بتاؤ کہ میں نے ان کے فرزند کا نام "حسین" رکھا ہے۔ تم میرے حبیب کو مبارک دو اور مبارک کے ساتھ ساتھ ان سے تعزیت بھی کرو اور ان سے کہو کہ آپؐ کی اُمت کے بدکار لوگ بدترین سواریوں پر سوار ہو کر حسینؑ سے جنگ کریں گے۔ حسینؑ کے قاتل اور اس لشکر کے سالار کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔ میں حسینؑ کے قاتلوں سے بیزار ہوں اور وہ مجھ سے بیزار

ہیں اور قاتلینِ حسینؑ مشرکین کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گے جس طرح سے میری جنت اطاعت گزاروں کی مشتاق ہے اسی طرح سے میری دوزخ بھی قاتلینِ حسینؑ کی مشتاق ہے۔

حضرت جبریلؑ مذکورہ احکامِ الٰہی لے کر آسمان سے زمین کی طرف آرہے تھے کہ راستہ میں ان کی ملاقات زیرِ عتاب فرشتے دردائیل سے ہوئی۔ دردائیل نے پوچھا کہ زمین پر قیامت برپا کرنے کے لیے جا رہے ہو؟

حضرت جبریلؑ نے کہا: نہیں۔ محمد مصطفیؐ کو خدا نے نواسہ عطا کیا ہے ہم انہیں مبارک باد کہنے کے لیے جا رہے ہیں۔

دردائیل نے کہا: جبریلؑ! آپ کو اس خدا کا واسطہ دیتا ہوں جو کہ میرا اور تیرا خالق ہے۔ جب تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ تو انہیں میری طرف سے سلام کہنا اور ان سے عرض کرنا کہ آپ کو اپنے نومولود فرزند کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اپنے پروردگار سے درخواست کریں کہ وہ مجھ سے راضی ہو جائے اور مجھے دوبارہ قوت پرواز سے مالا مال کرے اور صفوفِ ملائکہ میں مجھے میرا مقام واپس عطا کرے۔

جبریل امینؑ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور حکم الٰہی کے مطابق آپ کو مبارک دی اور پھر آپ کو تعزیت کی۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: کیا میری اُمت میرے فرزند کو قتل کرے گی؟

جبریلؑ نے کہا: جی ہاں ایسا ہی ہوگا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: ایسے لوگ میری اُمت کے [illegible] سے خارج ہیں۔ میں ان سے بیزار ہوں اور میرا خدا بھی ان سے بیزار ہے۔

جبریل امینؑ نے کہا: یا رسولؐ اللہ! میں بھی ان سے بیزار ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے اور انہیں مبارک دی اور ان سے تعزیت بھی کی۔ اپنے والد کی زبانی اپنے فرزند کی شہادت کی خبر

سن کر حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا رونے لگ گئیں اور رو رو کر کہا: کاش میں نے اسے نہ جنا ہوتا۔ حسینؑ کے جملہ قاتل دوزخ میں ہوں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ حسینؑ کو خدا ایک فرزند دے گا جس سے ائمہ ہدیٰ کی نسل جاری ہوگی اور اسی نسل کا آخری ہادی وہ ہوگا جس کی اقتداء میں عیسیٰ بن مریم نماز ادا کرے گا۔

یہ سن کر آپ کو تسلی نصیب ہوئی۔ اس کے بعد جبریل امینؑ نے آنحضرتؐ کو دردائیل کی سرگزشت سنائی۔ رسول اکرمؐ نے امام حسینؑ کو ہاتھوں پر اٹھا کر آسمان کی جانب بلند کیا اور فرمایا:

خدایا! تجھے اس مولود کے حق کا واسطہ جو تجھ پر ہے بلکہ تجھے اپنے اس حق کا واسطہ جو کہ اس پر اور اس کے نانا محمد پر اور اس کے دادا ابراہیم' اسماعیل' اسحاق اور یعقوب پر ہے۔

خدایا! اگر تیری نظر میں حسین بن علیؑ کا کوئی مقام ہے تو دردائیل کی خطا معاف فرما اور اس پہ راضی ہو جا اور اسے اس کی قوت پرواز واپس عطا فرما اور بزم ملائکہ میں اس کا منصب و مقام دوبارہ بحال فرما۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا کیا اور اسے دوبارہ پر مل گئے اور اسے اس کا مقام و منصب واپس کر دیا گیا اور جنت میں وہ فرشتہ حسینؑ بن علیؑ کے غلام کے نام سے مشہور ہے۔ (کمال الدین' جلد ا' ص ۲۸۲)

فطرس فرشتے کا ٹھیک ہونا

محمد بن حسن صفار نے اپنی اسناد امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کی ولایت کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا تو تمام ملائکہ نے اسے قبول

کیا۔ لیکن فطرس فرشتے نے اس کا انکار کیا۔ اللہ نے اس کے پر توڑ دیئے۔

جب امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ وہ ستر ہزار فرشتوں کو اپنے ساتھ لے جائے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے فرزند کی مبارک دے۔

جبریلؑ فرشتوں کو ساتھ لے کر آ رہے تھے کہ ان کا گزر فطرس کے پاس سے ہوا۔ فطرس نے جبریلؑ سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟

جبریل امینؑ نے کہا: میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے فرزند کی مبارک دینے کے لیے جا رہا ہوں۔

فطرس نے کہا: مجھے اٹھا کر اپنے ساتھ لے جائیں اور آپ محمد مصطفیٰؐ سے میرے لیے سفارش کریں کہ وہ میرے حق میں دعا کریں۔

جبریل امینؑ نے اسے اپنے پروں پر سوار کیا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آپ کو مبارک باد پیش کی۔ مبارک بادی کے بعد جبریل امینؑ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

یا رسولؐ اللہ! ایک عرصہ قبل میرے اور فطرس کے درمیان بھائی چارہ تھا۔ اِس وقت یہ عتابِ خداوندی میں مبتلا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ آپؐ اس کے لیے دعا فرمائیں اور اس کے پَر اسے لوٹا دے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فطرس سے فرمایا:

کیا تمہاری یہی خواہش ہے؟

اس نے اثبات میں جواب دیا: پھر آنحضرتؐ نے اس کے سامنے امیر المومنین کی ولایت کو پیش کیا جسے اس نے قبول کیا۔ اس کے بعد رسولؐ خدا نے فرمایا:

تم میرے فرزند کے جھولے کے پاس جاؤ اور اپنے جسم کو اس سے مَس کرو۔

فطرس امام حسین کے جھولے کے قریب گیا اور اس نے جھولے سے اپنے جسم

کومس کیا۔ رسولؐ خدا نے اس کے لیے دعا مانگی۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ اس کے پَر اگنے لگ گئے اور ان میں خون کی گردش شروع ہوگئی اور چند ہی لمحات میں اس کے پَر اصلی حالت پر آ گئے۔ پھر اس نے جبریلؑ کے ساتھ مل کر آسمان کی طرف پرواز کی اور اپنے مقام پر چلا گیا۔

(بصائر الدرجات' ص ۶۸' حدیث ۷)

آپؑ کی ولادت کے وقت فرشتے کا ندا دینا

شرحبیل بن ابی عون کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو فردوسِ اعلیٰ سے اتر کر ایک فرشتہ بحرِ اعظم میں آیا اور اس نے زمین و آسمان کے اطراف میں ندا دے کر یہ کہا:

بندگانِ خدا! غم کا لباس پہنو اور غم واندوہ کا اظہار کرو کیونکہ ظلم وستم سے قتل ہونے والا محمدؐ کا بیٹا پیدا ہو چکا ہے۔

پھر وہ فرشتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپؐ سے کہا:

حبیبؐ اللہ! اس زمین پر آپؐ کی اہل بیتؑ کے کچھ افراد قتل کیے جائیں گے اور انہیں آپؐ کی اُمت کا باغی' ظالم اور سرکش گروہ قتل کرے گا۔ وہ ظالم آپؐ کے فرزند حسینؑ بن فاطمہ زہراءؑ کو سرزمینِ کربلا میں قتل کریں گے اور میرے پاس یہ کربلا کی خاک موجود ہے۔

پھر اس فرشتے نے خاکِ کربلا کی ایک مٹھی بھر خاک آپؐ کے سپرد کی اور کہا:

آپؐ اس خاک کو اپنے پاس محفوظ رکھیں اور جس دن، یہ خاک خون کی طرح سرخ ہو جائے تو سمجھ لیں کہ آپ کا فرزند حسینؑ مارا جا چکا ہے.

پھر اس فرشتے نے کربلا کی کچھ خاک اپنے پروں پر ڈالی۔ آسمان کے تمام فرشتوں نے اس خاک کو سونگھا اور اس سے برکت حاصل کی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب وہ خاک رسولؐ خدا کی ہتھیلی پر آئی تو آپ نے اسے سونگھا اور سونگھ کر رونے لگے اور فرمایا:

حسینؑ ! اللہ تیرے قاتل کو قتل کرے اور اسے دوزخ کی آگ میں ڈالے۔ خدایا! حسینؑ کے قاتل کو برکت سے محروم رکھ اور اسے نار جہنم میں داخل فرما جو کہ بدترین ٹھکانہ ہے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے وہ خاک اپنی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد فرمائی اور انہیں شہادتِ حسینؑ سے مطلع کیا اور فرمایا:

اس تربت کو اپنے پاس محفوظ رکھنا اور میری وفات کے بعد اسے دیکھتی رہنا اور جب یہ خاک خون میں تبدیل ہو جائے تو سمجھ لینا کہ حسینؑ میدانِ کربلا میں قتل ہو چکا ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے ایک سال بعد بارہ ہزار فرشتے رسولؐ خدا کے پاس آئے جن کے چہرے سرخ تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انھوں نے پر پھیلا کر آنحضرتؐ سے کہا:

یارسولؐ اللہ! آپ کے فرزند حسینؑ پر وہی گزرے گی جو فرزندِ آدمؑ ہابیل پر گزری تھی۔

پھر آسمان کا ہر فرشتہ آنحضرتؐ کے پاس آیا اور ان سے امام حسینؑ کی تعزیت کی اور آنحضرت کو بتایا کہ شہادت کے بعد اللہ انہیں کتنا قرب' اجر اور ثواب دے گا اور ان کے زائر اور ان پر گریہ کرنے والوں کو اللہ کیا ثواب عطا فرمائے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملائکہ کی زبانی یہ خبریں سن کر روتے تھے اور رو رو کر کہتے تھے:

خدایا! جو حسینؑ کو بے یارومددگار چھوڑے تو بھی اسے بے یارومددگار چھوڑ اور جو اسے قتل کرے تو بھی اسے قتل کر اور اس کی دنیاوی آرزوئیں خاک میں ملا دے اور

آخرت میں اسے جہنم عطا کر۔

(منتخب طریحی، ص۶۲-۶۳۔ مقتل خوارزمی، جلد۱، ص۱۶۲-۱۶۳))

ایک فرشتے کا آنحضرت کو خبرِ غم پہنچانا

بعض روایات میں مروی ہے کہ صفِ اعلیٰ کے ایک فرشتے کو حبیبؐ خدا کے دیدار کا اشتیاق ہوا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ وہ اسے زمین پر جانے کی اجازت دے تاکہ وہ حبیبؐ خدا کا روبرو دیدار کر سکے۔ اس سے قبل وہ فرشتہ کبھی بھی زمین پر نہیں اترا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت عطا کی۔ جب اس نے زمین پر آنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی کہ تم میرے حبیب محمدؐ کو میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ ان کی اُمت کے ایک فرد کا نام یزید ہوگا اور وہ آپ کی مثیل مریم صاحبزادی کے فرزند کو قتل کرے گا۔

فرشتے نے عرض کی: بارالہا! میں تو تیرے حبیب کی زیارت کے لیے خوش ہو کر زمین پر جا رہا تھا اور اب میں تیرے حبیب کو یہ دردناک خبر کیسے سناؤں؟ مجھے تو شرم آتی ہے کہ میں انہیں یہ خبر سنا کر صدمہ میں مبتلا کروں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ میں سرے سے زمین پر ہی نہ جاتا۔

فرشتے کو ندائے قدرت سنائی دی: تمہیں جو حکم دیا گیا ہے تم اس پر عمل کرو۔

چنانچہ وہ فرشتہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ کے سامنے اپنے پَر پھیلا دیئے اور اس نے کہا:

یارسولؐ اللہ! مجھے آپ کی زیارت کا بے حد اشتیاق تھا۔ میں نے آپ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے اللہ سے اجازت طلب کی۔ لیکن کاش میرے پَر جل گئے ہوتے اور میں آپ کو یہ خبر نہ سنانے آیا ہوتا لیکن میں حکمِ پروردگار سے مجبور ہوں۔ آپؐ

کومعلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی اُمت کے ایک فرد کا نام "یزید" ہوگا۔ خدا دنیا میں اس پر زیادہ سے زیادہ لعنت کرے اور آخرت میں اسے سخت عذاب دے، وہ آپ کی مثیل مریم شاہزادی کے فرزند کو قتل کرے گا۔ اور وہ دنیا میں بہت ہی کم عرصہ تک دنیاوی فوائد سے لذت یاب ہوگا اور اللہ اس کی بدعملیوں کی وجہ سے اسے بہت جلد پکڑ لے گا اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

یہ خبر سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت زیادہ گریہ کیا اور فرمایا:

فرشتے! یہ بتاؤ کیا وہ اُمت بھی فلاح پا سکے گی جو میرے نواسے اور میری شاہزادی کے فرزند کو قتل کرے گی؟

فرشتے نے کہا: محمدؐ! ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں اور دلوں میں اختلاف پیدا کر دے گا اور آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ (منتخب طریحی، ص ۵۵)

پنج تن کے نام اسمائے الٰہی سے مشتق ہیں

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے ابن عباس سے نقل کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی اور ملائکہ سے ان کا سجدہ کرایا اور حضرت حواءؑ سے ان کا عقد کیا اور انہیں اپنی جنت میں رہائش دی تو آدمؑ نے آنکھ اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا۔ انہیں عرش پر پانچ سطریں لکھی ہوئی دکھائی دیں۔

آدمؑ نے کہا: پروردگار! یہ کیا لکھا ہوا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ان کے نام ہیں جب میری مخلوق مجھے ان کا واسطہ دے گی تو میں ان کے صدقہ میں ان کی دعاؤں کو قبول کروں گا۔

حضرت آدمؑ نے کہا: خدایا! تجھے ان کی قدر و منزلت کا واسطہ مجھے ان کے نام بتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پہلا میں محمود ہوں اور وہ محمدؐ ہے۔ دوسرا میں اعلیٰ ہوں اور یہ علیؑ ہے۔ تیسرا میں فاطر ہوں اور یہ فاطمہؑ ہے۔ چوتھا میں محسن ہوں اور یہ حسنؑ ہے۔ پانچواں میں صاحبِ احسان ہوں اور یہ حسینؑ ہے۔ (معانی الاخبار' ص ۵۶)

امام حسینؑ سے پہلے دنیا میں کوئی ''حسین'' نہیں گزرا

ابن قولویہ نے کامل الزیارات میں اپنی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا۔ آپؑ نے فرمایا:

حسینؑ بن علی سے قبل کسی شخص کا نام حسینؑ نہیں تھا اور یحییٰ بن زکریا سے قبل کسی کا نام یحییٰ نہیں تھا اور ان میں وجہِ مشترک یہ بھی ہے کہ ان دونوں کی شہادت پر آسمان نے چالیس دن تک گریہ کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ آسمان ان پر کیسے رویا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: چالیس دن تک سورج سرخ ہو کر طلوع و غروب کرتا رہا۔ یحییٰ بن زکریا کا قاتل بھی ولد الزنا تھا اور امام حسینؑ کا قاتل بھی ولد الزنا تھا۔ (کامل الزیارات' ص ۹۰۔ البرہان' جلد ۳' ص ۴' حدیث ۲)

امام حسینؑ نے رسولؐ مقبول کا انگوٹھا اور زبان چوس کر پرورش پائی تھی

محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا کہ امام حسینؑ نے نہ تو اپنی والدہ اور نہ ہی کسی دوسری خاتون کا دودھ پیا تھا۔ امام حسینؑ کو رسول اکرمؐ کے پاس لایا جاتا تھا۔ آپؐ اپنا انگوٹھا ان کے منہ میں رکھتے تھے اور حسینؑ اسے چوسا کرتے تھے۔ اس کے بعد حسینؑ کو دو تین دن تک دودھ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ امام حسینؑ کا گوشت رسولؐ خدا کے گوشت اور ان کا خون رسولؐ خدا کے خون

سے پیدا ہوا۔عیسیٰ بن مریمؑ اور حسینؑ بن علی کے علاوہ دنیا میں کوئی بھی شش ماہ بچہ زندہ نہیں رہا۔

ایک اور روایت میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ نبی اکرمؐ امام حسینؑ کو اپنی زبان چسایا کرتے تھے جس سے امام حسینؑ سیر ہو جاتے تھے۔ انہوں نے کسی خاتون کا دودھ نہیں پیا تھا۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۴۶۵، حدیث ۴)

ملائکہ کا نزول اور اپنے انجام کی خبر دینا

ابوجعفر محمد بن جریر بن رستم طبری امامی نے اپنی اسناد سے ابو محمد واقدی اور زرارہ بن خلج سے روایت کی کہ امام حسین علیہ السلام کے سفر عراق سے تین راتیں قبل ہم نے ان سے ملاقات کی اور ہم نے ان سے عرض کی کہ کوفہ والوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ ان کے دل آپؑ کے ساتھ اور ان کی تلواریں آپؑ کے خلاف ہیں۔ (لہٰذا آپؑ کوفہ جانے کا ارادہ نہ کریں)

امام حسین علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ آسمان کے دروازے کھل گئے اور وہاں سے لاتعداد ملائکہ نازل ہوئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا:

اگر اجر و ثواب کے زائل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ملائکہ کے ذریعے سے ان کے ساتھ جنگ کرتا۔ لیکن مجھے یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہے کہ مجھے اور میرے ساتھیوں نے وہاں قتل ہونا ہے۔ میرے فرزند علی زین العابدینؑ کے علاوہ اور کوئی باقی نہ بچے گا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۷۴)

اپنے سر اٹھانے والے کے متعلق پیشین گوئی کرنا

طبری امامی اپنی اسناد سے لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن سعید نے کہا کہ جب زہیر بن

قین نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ الحاق کیا تھا تو اس وقت میں زہیر کے ساتھ تھا۔
جب امام حسینؑ کربلا میں وارد ہوئے تو آپؑ نے زہیر سے فرمایا:
میں یہاں قتل کیا جاؤں گا اور زحر بن قیس انعام کے لالچ میں میرا سر نوکِ نیزہ پر سوار کر کے یزید کے پاس لے جائے گا لیکن یزید اسے کچھ بھی انعام نہیں دے گا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۷۴)

ایک شیر کا آپؑ سے کلام کرنا

طبری امامی نے اپنی اسناد سے راشد بن مزید سے نقل کیا۔ اس نے کہا:
جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ چھوڑا تھا تو میں آپؑ کے ساتھ تھا۔ راستے میں ایک شیر نظر آیا۔ آپ بے خوف ہو کر شیر کے پاس گئے اور اس سے فرمایا:
کوفہ کے لوگوں کا کیا حال ہے؟
شیر نے کہا: ان کے دل آپؑ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپؑ کے خلاف ہیں۔
آپؑ نے فرمایا: کوفہ کا عامل کون ہے؟
شیر نے کہا: اس وقت کوفہ کا عامل ابن زیاد ہے اور مسلم بن عقیل شہید ہو چکے ہیں۔
امامؑ عالی مقام نے فرمایا: اب تو کہاں جا رہا ہے؟
شیر نے کہا: میں عدن جا رہا ہوں۔
پھر آپؑ نے فرمایا: تمہیں کوفہ کے پانی کے متعلق کچھ معلوم ہے؟
شیر نے کہا: ہم تو آپؑ کے علم کی خوشہ چینی کرنے والے ہیں۔ پھر اس نے وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ کی آیت پڑھی اور آپؑ کو سلام کر کے چلا گیا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۷۵)

مسجد کے ستون سے انگوروں کا برآمد ہونا

طبری امامی نے اپنی اسناد کے ساتھ کثیر بن شاذان سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ میں امام حسین علیہ السلام کے پاس مسجد نبوی میں بیٹھا تھا کہ ان کے فرزند علی اکبرؑ نے بے موسمی انگوروں کی خواہش کی۔ امام حسینؑ نے مسجد کے ستون پر ہاتھ مارا اور اس سے انگور اور کیلے برآمد ہوئے۔

آپؑ نے دونوں پھل اپنے بیٹے کو کھانے کے لیے دیئے اور فرمایا: اللہ کے ہاں اپنے اولیاء کے لیے اس سے بھی بہتر چیزیں موجود ہیں۔ (دلائل الامامۃ، ص ۷۵)

عمر بن سعد کے متعلق پیشین گوئی کرنا

طبری امامی نے اپنی اسناد سے حذیفہ سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں، میں نے امام حسین علیہ السلام سے سنا۔ آپؑ نے فرمایا:

خدا کی قسم! بنی امیہ کے طاغوت میرے قتل پر اجتماع کریں گے اور عمر بن سعد ان کے لشکر کی قیادت کرے گا۔

میں نے کہا: کیا رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو یہ خبر دی ہے؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

یہ سن کر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور ان سے ان کے نواسے کی گفتگو کو نقل کیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر فرمایا:

کیوں نہ ہو اس کا علم میرا علم ہے اور وہ واقعات کے وقوع پذیر ہونے سے قبل انہیں جانتا ہے۔ (دلائل الامامۃ، ص ۷۵)

اپنے غلاموں کے قاتلوں کی نشان دہی کرنا

طبری امامی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا کہ ایک مرتبہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے فرمایا:

تم فلاں دن سفر نہ کرنا' اس کی بجائے تم جمعرات کے دن سفر کرنا اور اگر تم نے میری حکم عدولی کی تو ڈاکو تمہیں لوٹ لیں گے اور تمہارا تمام سامان لے جائیں گے اور وہ صرف لوٹنے پر ہی قناعت نہیں کریں گے بلکہ تمہیں قتل کر دیں گے۔

غلاموں نے آپؑ کے فرمان کی پرواہ نہ کی اور انہوں نے ممنوعہ دن میں سفر کیا۔ راستے میں ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کیا اور انہیں قتل کر کے ان کا سارا سامان لوٹ لیا۔ آپؑ کے غلاموں کے قتل کی خبر والیِ مدینہ کو پہنچی تو وہ تعزیت کرنے کے لیے آپؑ کے پاس آیا اور کہا: ان کی موت پر اللہ آپ کو صبر جمیل عطا کرے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میں تجھے قاتلوں کے متعلق بتاتا ہوں۔ تمہارا فرض ہے کہ انہیں گرفتار کر کے انہیں کیفر کردار تک پہنچاؤ۔

والیِ مدینہ نے کہا: تو کیا آپؑ ان کو جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ میں انہیں ایسے ہی جانتا ہوں جیسا کہ تمہیں اچھی طرح سے جانتا ہوں اور تیرے ساتھ آنے والا یہ شخص بھی انہی کا ایک فرد ہے۔

والیِ مدینہ کے ساتھ آنے والے شخص نے تعجب سے کہا: فرزند رسولؐ! آپؑ نے یہ بات کس بنیاد پر کہی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں واقعات کی تفصیل، بیان کروں تو کیا تو مان لے گا؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: تو اور فلاں فلاں افراد ڈاکہ زنی کے لیے روانہ ہوئے تھے اور

تمہارے ساتھ چار غلام بھی تھے اور باقی کا تعلق اہلِ مدینہ سے تھا۔ اور تم نے میرے غلاموں پرحملہ کر کے انہیں قتل کیا اور ان کا تمام اسباب لوٹ لیا۔

والیِ مدینہ نے اس شخص سے کہا: سچ سچ بتاؤ ورنہ میں تمہاری کھال ادھیڑ دوں گا۔

اس شخص نے کہا: امام حسینؑ نے سچ کہا اور انہوں نے یوں واقعات بیان کیے گویا انہوں نے سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔

پھر والیِ مدینہ نے ان تمام افراد کو اکٹھا کیا اور ان سب نے اپنے جرم کا اقرار کیا۔ والیِ مدینہ نے ان سب کو قتل کرا دیا۔

(دلائل الامامۃ ص ۷۶۔ الخرائج، جلد ۱، ص ۲۴۶۔ الثاقب فی المناقب، ص ۳۴۲)

حبابہ والبیہ کو برص سے شفا دلانا

صالح بن میثم اسدی کا بیان ہے کہ عبایہ بن ربعی مجھے ساتھ لے کر بنی والبہ کے محلے میں لے گئے اور مجھے ایک ضعیفہ خاتون کے پاس لے گئے۔ کثرتِ سجود سے جس کی پیشانی زخمی تھی۔ اس نے میرا تعارف کراتے ہوئے اس خاتون سے کہا:

حبابہ! یہ تمہارا بھتیجا ہے۔

حبابہ نے کہا: یہ کس کا بیٹا ہے؟

عبایہ بن ربعی نے کہا: یہ صالح بن میثم ہے۔

حبابہ نے کہا: واقعی یہ میرا بھتیجا ہے۔ پھر اس نے کہا:

بھتیجے! کیا میں تجھے ایک واقعہ نہ سناؤں؟

میں نے کہا: ضرور سنائیں۔

حبابہ نے کہا: میری عادت تھی کہ میں ہر دوسرے چوتھے دن امام حسین علیہ السلام کے چہرہ اطہر کی زیارت کے لیے جایا کرتی تھی۔ لیکن ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میری پیشانی پر برص کے سفید داغ چھا گئے جس کی وجہ سے میں کہیں آنے جانے کے قابل نہ رہی اور میں

''انہیں اس کا انجام اس وقت معلوم ہوگا جب ان کی گردنوں میں
طوق اور زنجیریں ڈالی جائیں گی اور انہیں کھینچا جائے گا''۔

آپؑ کی لاش پر ابوالحارث شیر کا پہرہ دینا

محمد بن یعقوب کلینی اپنی اسناد سے ادریس بن عبداللہ اودی کی زبانی رقم طراز ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو اشقیاء نے چاہا کہ گھوڑوں سے ان کی لاش کو پامال کر دیں۔

حضرت فضہ نے جنابِ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا سے کہا:

میری سیدہ! رسولؐ خدا کا غلام سفینہ سمندر میں سفر کر رہا تھا کہ اس کی کشتی ٹوٹ گئی۔ وہ کشتی کے ایک پھٹے کا سہارا لے کر ایک جزیرہ میں پہنچا۔ اس ویران جزیرہ میں اس نے ایک شیر کو دیکھا۔ اس نے شیر سے کہا:

ابوالحارث! مجھے اذیت نہ دینا' میں رسولؐ خدا کا غلام ہوں۔ شیر نے جیسے اس کی بات سنی تو اس نے ہمہمہ کیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر راستہ پر لے آیا۔ اس علاقہ میں بھی شیر رہتا ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں میں اس کے پاس جا کر اسے بلاتی ہوں اور ظالموں کے ارادہ سے اسے آگاہ کرتی ہوں۔

الغرض حضرت فضہ جنگل کی طرف گئیں اور انہوں نے ابوالحارث کہہ کر شیر کو صدا دی۔ شیر نے سر بلند کیا تو بی بی فضہ نے کہا:

کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ ظالم ابوعبداللہ حسین علیہ السلام کے جسم سے کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں؟ یہ لوگ گھوڑوں کی ٹاپوں سے ان کے جسم کو روندنا چاہتے ہیں۔

ابوالحارث یہ سن کر اپنی کچھار سے باہر آیا اور مقتل میں آ کر امام حسینؑ کی لاش پر اپنے پنجے پھیلا کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ظالموں کے گھوڑے آئے۔ جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو عمر بن سعد لعین نے کہا:

یہ ایک آزمائش ہے۔ اسے مت چھیڑو اور واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ گھوڑے واپس چلے گئے (اور آپؑ کی لاش پامالی سے بچ گئی)۔ (الکافی، جلد ا، ص ۴۶۵)

آپؑ کی دعا سے بارش کا برسنا

سید رضی عیون المعجزات میں امام جعفر صادق کی زبانی رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ طویل عرصہ تک بارش نہ ہوئی اور قحط کے آثار پیدا ہونے لگے۔ اہلِ کوفہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپؑ دعا مانگیں۔ اللہ تعالیٰ اس خشک سالی کو دور کرے اور بارانِ رحمت نازل فرمائے۔

حضرت علی علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ فرزند! اٹھو اور بارش کے لیے دعا کرو۔

امام حسینؑ اٹھے اور اللہ کی حمد وثنا کی اور نبی اکرمؐ پر درود پڑھی، پھر کہا:

اَللّٰھُمَّ مُعطِیَ الخَیرَاتِ وَمُنزِلَ البَرکَاتِ اَرسِلِ السَّمَآءَ عَلَینَا مِدرَارًا وَّاسقِنَا غَیثًا مِفزَارًا وَاسِعًا غَدقًا مُجَلَّلاً سَحًّا سَفُوحًا ثَجَّاجًا تُنَفِّسُ بِہِ الضُّعفَ مِنَ عِبَادکَ وَتُحیِیَ بِہِ المَیِّتَ مِن بِلَادِکَ آمِینَ یَارَبَّ العَالَمِینَ

جیسے ہی آپؑ کی دعا تمام ہوئی تو بادل گھر آئے اور موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ کچھ دیر بعد ایک اعرابی باہر سے آیا تو اس نے کہا: اس وقت تمام وادیاں پانی سے لبریز ہوکر بہہ رہی ہیں۔ (عیون المعجزات، ص ۶۴)

ابن جویریہ پر آپؑ کی بددعا کا اثر

عطاء بن سائب کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے بھائی نے بیان کیا کہ میں کربلا میں موجود تھا کہ بنی تمیم کا ایک شخص امام حسین علیہ السلام کے سامنے گیا اور انہیں آواز دی۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: کیا چاہتے ہو؟

اس لعین نے کہا: تجھے دوزخ کی بشارت ہو۔ (نعوذ باللہ)

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ میں رب غفور اور شفیع مطاع کے حضور جاؤں گا اور میں خود اچھا ہوں اور میرا انجام بھی اچھا ہے۔تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں ابن جویریہ ہوں۔

امام حسین علیہ السلام نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور آپؑ نے اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند کیا کہ آپؑ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دینے لگی۔

پھر آپؑ نے کہا: خدایا! اسے دوزخ پہنچا۔

امام حسینؑ کی بددعا سن کر اس لعین کو غصہ آیا اور اس نے آپؑ پر حملہ کرنا چاہا کہ اچانک اس کا گھوڑا بدک اٹھا اور اس لعین کا ایک پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور گھوڑے نے سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا۔ اس کا سر ٹیلوں' پتھروں اور زمین سے مسلسل ٹکراتا رہا یہاں تک کہ اس کا بھیجا باہر آ گیا جب کہ اس کا دوسرا حصہ رکاب میں اٹکا ہوا تھا اور وہ لعین اسی وقت دوزخ میں پہنچ گیا۔ (عیون المعجزات' ص ۶۵)

تمیم بن حصین پر آپؑ کی بددعا کا اثر

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

روز عاشور تمیم بن حصین نے امام حسینؑ کو خطاب کر کے کہا کہ حسینؑ ذرا فرات کے پانی کو تو دیکھو یہ کس طرح سے ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور تم مرتے دم تک اس سے ایک قطرہ تک بھی نہیں پی سکو گے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: یہ کون شخص ہے؟

آپؑ کو بتایا گیا کہ اس کا نام تمیم بن حصین ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

یہ اور اس کا باپ دونوں دوزخی ہیں۔ خدایا! اس شخص کو آج ہی پیاس سے قتل کر۔
امام علیہ السلام کی بددعا پوری ہوئی اور اس پر پیاس نے غلبہ پایا اور پیاس کی وجہ سے وہ گھوڑے سے گر پڑا اور جیسے ہی وہ گھوڑے سے گرا تو لشکر کے دوسرے گھوڑوں نے اسے آن واحد میں پامال کر دیا۔ (امالی صدوق، ص ۱۳۴)

محمد بن اشعث پر آپؑ کی بددعا کا اثر

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا۔ آپ نے مقتل کے واقعات سناتے ہوئے فرمایا کہ:
عمر بن سعد لعین کے لشکر سے ایک لعین برآمد ہوا جسے محمد بن اشعث بن قیس کندی کہا جاتا تھا۔ اس نے امام علیہ السلام سے کہا:
آپؑ کا رسولؐ خدا سے وہ کون سا ایسا رشتہ ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں ہے؟
امام حسین علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت کی:

اِنَّ اللّٰـهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرَاهِيْمَ وَّاٰلِ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

"بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور خاندانِ ابراہیم اور خاندانِ عمران کو تمام جہانوں سے چن لیا۔ وہ ایک دوسرے کی اولاد تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے"۔

پھر آپؑ نے فرمایا: محمد مصطفیؐ آل ابراہیمؑ ہیں اور عترت ہادیہ کا تعلق آل محمدؐ سے ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ شخص کون ہے؟
لوگوں نے کہا: یہ محمد بن اشعث بن قیس کندی ہے۔
امام حسین علیہ السلام نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا:

خدایا! محمد بن اشعث نے مجھے ذلیل کرنا چاہا ہے تو اسے ذلیل کر اور اسے کبھی عزت سے ہمکنار نہ کرنا

اتنے میں ابن اشعث کو قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی وہ لشکر سے باہر نکل گیا اور پاخانہ کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک بچھو مسلط کیا جس نے اسے مقعد پر ڈسا اور وہ ننگا ہو کر اسی وقت مر گیا۔ (امالی صدوق' ص ۱۳۴)

بنی ابان بن دارم کے ایک شخص پر آپؑ کی بد دعا کا اثر

اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ واقعہ کربلا میں شریک ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ روز عاشور امام حسین علیہ السلام اور ان کے جانثاروں پر جب پیاس کا غلبہ ہوا تو امام حسینؑ ناقہ پر سوار ہو کر فرات کی طرف آئے۔ بنی ابان بن دارم کے ایک شخص نے کہا:

حسینؑ کو پانی تک مت پہنچنے دو۔ پھر اس نے آپؑ کو ایک تیر مارا جو آپ کے حلق پر لگا۔

امام حسینؑ نے بد دعا دیتے ہوئے کہا:

خدایا! اس پر پیاس مسلط کر۔ اس پر پیاس مسلط کر۔

امام حسینؑ کی بد دعا پوری ہوئی۔ اس شخص پر پیاس مسلط ہوئی۔ قاسم بن اصبغ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں نے اس شخص کو اپنی آنکھوں سے تڑپتے ہوئے دیکھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ مجھے پیاس مارے جا رہی ہے۔ مجھے پانی پلاؤ۔ مجھے پانی پلاؤ۔ لوگ اسے پانی پلاتے لیکن وہ پانی پی کر چیخ کر کہتا تھا کہ میں پیاس سے مرے جاتا ہوں۔ مجھے پانی پلاؤ۔ لوگوں نے اسے کئی مشکیں پانی پلائیں مگر اس کی تشنگی میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور پھر چند لمحات بعد پانی کی کثرت سے اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اس کی آنتیں باہر آ گئیں اور یوں وہ چند لمحات میں واصل جہنم ہو گیا۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۳۴۱)

دو افراد پر آپؑ کی بددعا کا اثر

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ کربلا میں ایک لعین نے جس کا تعلق بنی کلب سے تھا' اس نے آپؑ کو تیر مارا۔

امام حسین علیہ السلام نے کہا: اللہ تجھے کبھی سیراب نہ کرے۔

اس لعین پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اس نے دل کھول کر پانی پیا مگر اس کی پیاس میں اضافہ ہی ہوتا گیا یہاں تک کہ اس نے پیاس بجھانے کے لیے اپنے آپ کو دریائے فرات میں ڈال دیا اور پانی پیتے پیتے مر گیا۔

ایک دوسرے ملعون کے متعلق طبری نے لکھا کہ مالک بن الیسر کندی امام حسین علیہ السلام کے پاس اس وقت آیا جب آپؑ زخموں سے نڈھال ہو چکے تھے۔ اس نے آپؑ کے سر پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا سر اطہر زخمی ہوا اور آپؑ کی ٹوپی کٹ گئی۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تو اس سے کچھ کھا پی نہیں سکے گا۔ خدا تجھے ظالموں کے ساتھ محشور فرمائے۔

پھر امام حسین علیہ السلام نے خون سے بھری ہوئی اپنی ٹوپی سر سے اتار پھینکی۔ اس ظالم نے آپؑ کی ٹوپی اٹھائی اور وہ ٹوپی لے کر اپنے گھر آیا۔

اس کی بیوی نے پوچھا: یہ خون آلود ٹوپی کس کی ہے؟

اس نے بتایا کہ یہ ٹوپی امام حسینؑ کی ہے۔

بیوی نے اس سے کہا: لعین! تو حسینؑ کا اسباب لوٹ کر میرے گھر میں آیا ہے۔ میرے گھر سے نکل جا۔ آج کے بعد اس گھر میں آنے کی جرأت نہ کرنا۔

وہ شخص مرتے دم تک سخت فقر و افلاس میں مبتلا رہا۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد ۴' ص ۵۷)

عمر بن سعد لعین پر آپؑ کی بد دعا کا اثر

جب امام حسین علیہ السلام کربلا میں چاروں طرف سے محصور ہو گئے تو آپؑ نے عمر بن سعد کو پیغام بھیجا کہ میں تم سے تنہائی میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔

عمر بن سعد گھوڑے پر بیٹھ کر اپنے خیمہ سے نکلا اور ادھر آپؑ بھی گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے خیمہ سے نکلے اور دونوں لشکروں سے کچھ فاصلے پر دونوں کی ملاقات ہوئی اور کافی دیر تک آپس میں گفتگو کرتے رہے۔

امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد سے کہا: ابن سعد! تجھ پر صد افسوس! کیا ہم پر ظلم کرتے ہوئے تجھے خدا کا خوف نہیں آتا۔ کیا تجھے یہ خیال نہیں آتا کہ تو نے خدا کے سامنے بھی پیش ہونا ہے۔ جب کہ تو مجھے شہید کرنے کا خواہش مند ہے اور تجھے یہ بھی علم ہے کہ میرا نانا کون ہے اور میرا والد کون ہے؟ میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ لشکر یزید کو چھوڑ دے اور میرے لشکر میں شامل ہو جا۔ اس سے تجھے اللہ کا تقرب نصیب ہوگا۔

عمر بن سعد نے کہا: اگر میں نے آپؑ کا ساتھ دیا تو میرا کوفہ کا گھر گرا دیا جائے گا اور میری تمام تر دولت لوٹ لی جائے گی۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میں تیرے لیے اس سے اچھا گھر بنوا دوں گا۔

عمر بن سعد نے کہا: مجھے خطرہ ہے کہ میری عراق کی جائیداد سلب کر لی جائے گی۔

امامؑ نے فرمایا: میں اس کے بدلے میں تجھے اپنی بغیبغہ کی زمین دے دوں گا۔ معاویہ نے میری جاگیر کو ایک کروڑ طلائی دینار کے عوض خریدنا چاہا تھا لیکن میں نے اسے بیچنے سے انکار کر دیا تھا۔

لیکن عمر بن سعد نے امام حسینؑ کی کوئی بھی پیشکش قبول نہ کی۔

امام حسین علیہ السلام ناراض ہو کر اس کے پاس سے روانہ ہوئے اور فرمایا: ابن سعد! خدا بہت جلد تجھے تیرے بستر پر ذبح کرے اور حشر و نشر کے دن تیرے

گناہ کبھی معاف نہ کرے۔ خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ تو زیادہ دیر تک عراق کی گندم نہیں کھا سکے گا۔

عمر بن سعد لعین نے از راہ مذاق کہا: گندم کے عوض میں جو کھا کر گزارہ کرلوں گا۔

امام حسینؑ کی بد دعا نے بہت جلد اپنا اثر دکھایا اور ''رے'' کی حکومت سے بھی وہ محروم رہا اور امیر مختار نے اسے قتل کر دیا۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۵۵)

ہجرتِ مدینہ کے وقت رسولؐ خدا کی قبر پر گریہ کرنا

جب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ چھوڑنے کا ارادہ کیا تو آپؑ رات کے وقت رسولؐ خدا کی مزار پر آئے اور وہاں کئی رکعات نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؑ نے یہ دعا مانگی:

اللھم ھذا قبر نبیک وانا ابن بنت نبیک وقد حضرنی من الامر ما قد علمت فانی امر بالمعروف وانھی عن المنکر وانا اسئلک بحق صاحب ھذا القبر الا ما اخترت لی من امری ما ھوئک فیہ رضا ولرسولک رضا

''پروردگار! یہ تیرے نبیؐ کی قبر ہے اور میں تیرے نبی کا نواسہ ہوں اور مجھ پر جو حالات وارد ہوئے ہیں انہیں تو بخوبی جانتا ہے۔ خداوندا! میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں۔ میں تجھے اس صاحبِ قبر کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میرے لیے ایسے امر کا انتخاب فرما جس میں تیری خوشنودی ہو اور تیرے رسولؐ کی رضا مندی ہو۔

الغرض آپ بارگاہِ احدیت میں رو رو کر اور اپنے نانا جان کا واسطہ دے کر فجر کے نزدیک ہونے تک دعا کرتے رہے۔ جیسے ہی فجر کا وقت قریب ہوا تو آپ کو اونگھ آ گئی۔

آپ کو عالمِ خواب میں رسولؐ خدا کی زیارت ہوئی۔ آپؑ نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر آپؑ کے پاس آئے اور رسول اکرمؐ نے امام حسینؑ کو اپنے سینے سے چمٹایا اور پیشانی کا بوسہ دیا اور فرمایا:

میرے پیارے حسینؑ! گویا میں عنقریب تجھے تیرے خون میں لت پت دیکھ رہا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تیری داڑھی تیرے خون سے خضاب ہو چکی ہے اور تو زمینِ کربلا میں میری اُمت کے گروہ کے درمیان تن تنہا بیٹھا ہوا مدد طلب کر رہا ہے اور کوئی تیری مدد نہیں کرتا اور اس کے ساتھ ساتھ تو پیاسا بھی ہے۔ کوئی تجھے پانی نہیں پلاتا۔

ان ظالموں نے تیری ہتک حُرمت کی ہے اور تیرے شیر خوار بچے کو بھی انہوں نے ذبح کر دیا ہے اور اس کے باوجود لوگ میری شفاعت کے امیدوار ہیں۔ خدا انہیں کبھی میری شفاعت نصیب نہ کرے۔

میرے پیارے حسینؑ! تیرا والد اور تیری والدہ اور تیرا بھائی میرے پاس پہنچ چکے ہیں اور وہ سب کے سب تیرے مشتاق ہیں۔ تیرے لیے جنت میں بہت بڑا درجہ ہے جسے تو شہادت کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا۔ اپنے درجہ کے لیے جلدی کر۔

امام حسینؑ نے عالمِ خواب میں رو رو کر نانا سے عرض کیا:

نانا جان! آپ مجھے اپنے ساتھ اپنی قبر میں لے جائیں۔ مجھے دنیا کی طرف پلٹ کر جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تمہیں دنیا میں ضرور جانا ہوگا تاکہ تم شہادت کا رتبہ حاصل کر سکو اور اس ذریعہ سے اپنے مقدر میں لکھی ہوئی سعادت کو پا سکو اور میں اور تیرا والد اور تیری والدہ اور تیرا بھائی ہم تمہاری جلد آمد کی توقع کرتے ہیں اور ہم سب کے سب ایک ہی زمرہ میں محشور کیے جائیں گے۔

یہ خواب دیکھ کر آپؑ بیدار ہوئے اور آپؑ نے اپنے خاندان والوں کو یہ خواب

سنایا۔ یہ خواب سن کر تمام اہل بیتؑ کے افراد نے بے حد گریہ کیا اور اس دن سے زیادہ گریہ خاندانِ عصمت میں اس سے قبل نہیں ہوا تھا۔

امام حسین علیہ السلام ابن عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا:

آپ ان لوگوں کے متعلق کیا کہیں گے جنہوں نے اپنے نبیؐ کے فرزند کو اس کے وطن اور اس کے نانا کے حرم سے جلاوطن کیا ہو اور اسے خوفزدہ کر کے وطن سے نکالا ہو جو کہ نہ تو کسی جگہ پر قرار پکڑ سکتا ہو اور نہ ہی کسی کے پاس پناہ لے سکتا ہو اور وہ اس کے قتل کے خواہش مند ہوں جب کہ اس نے کبھی بھی شرک نہیں کیا اور کوئی غلط کام نہیں کیا اور اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔

ابن عباس نے کہا:

مولا! میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ اگر آپ نے ہر قیمت پر کوفہ ہی جانا ہے تو پھر اپنے ساتھ پردہ دار بیبیوں کو لے کر مت جائیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

ابن عم! میں نے رسولؐ خدا کی خواب میں زیارت کی ہے۔ آپؐ نے مجھے جو حکم دیا ہے میں اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ آنحضرتؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

ابن عم! یہ رسولؐ خدا کی امانتیں ہیں اور میں ان امانتوں کے لیے کسی پر اعتماد نہیں کر سکتا اور یہ بھی مجھ سے جدا ہونا پسند نہیں کرتیں۔

اس وقت اہل پردہ کی طرف سے ابن عباس کو رونے کی آوازیں سنائی دیں۔

ایک بی بی کہہ رہی تھی:

ابن عباس! تم ہمارے بزرگ اور ہمارے سردار کو یہ مشورہ دے رہے ہو کہ وہ ہمیں یہاں چھوڑ کر چلے جائیں۔ نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ خدا کی قسم! ہم ان کے ساتھ زندہ

ریں گی اور ان کے ساتھ مریں گی۔ زمانے نے ان کے علاوہ ہمارے پاس اور چھوڑا ہی کیا ہے۔

بی بی کے یہ الفاظ سن کر ابن عباس بے تحاشا روئے اور کہنے لگے:

ابن عم! آپ کی جدائی میرے لیے سخت گراں ہے۔

پھر ابن عباس نے آپؑ کو مشورہ دیا کہ آپؑ مکہ چلے جائیں اور بنی امیہ سے مصالحت کر لیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

ابن عباس! ایسا ہونا ناممکن ہے۔ اگر خدانخواستہ میں مجبور ہو کر ان سے مصالحت بھی کر لوں تو بھی یہ مجھے ہرگز نہیں چھوڑیں گے اور یہ لوگ مجھے قتل کر کے رہیں گے۔ اور اگر میں کسی جانور کی بل میں بھی کیوں نہ گھس جاؤں یہ اس سے بھی مجھے نکال کر قتل کریں گے اور یہ لوگ مجھ پر اسی طرح سے زیادتی کریں گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے ہفتہ کے دن زیادتی کی تھی اور میں اپنے نانا رسولؐ خدا کے فرمان پر عمل کروں گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! (امالی صدوق، ص ۱۳۰-۱۳۱)

حجاب ہٹا کر رسولؐ خدا کی زیارت کرانا

ثاقب المناقب میں مرقوم ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو جابر بن عبداللہ انصاری آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپؑ سے کہا:

آپ رسولؐ خدا کے فرزند ہیں اور آپ سبط پیغمبر ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ آپؑ بھی اپنے بھائی کی طرح سے صلح کر لیں گے۔ آپ کے بھائی مؤید من اللہ اور توفیق یافتہ تھے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

میرے بھائی نے جو کچھ کیا تھا وہ خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق تھا اور میں بھی جو کچھ کروں گا وہ بھی خدا اور رسولؐ کے فرمان کے مطابق ہوگا۔ اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں اپنے نانا جان اور اپنے والد اور اپنے بھائی کی زیارت کرا سکتا ہوں اور وہ تمہیں خود ہی میرے لائحہ عمل کے صحیح ہونے کے متعلق بتائیں گے۔

جابر کا بیان ہے کہ امامؑ کے فرمان کے تحت مین نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو آسمان کا دوازہ کھل گیا اور اس دروازہ سے رسول اکرمؐ، حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت زید برآمد ہوئے اور زمین پر آکر بیٹھ گئے۔ میں یہ سب کچھ دیکھ کر گھبرا گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

جابر! حسینؑ کے معاملہ سے پہلے میں نے تمہیں حسنؑ کی صلح کے وقت بھی بتایا تھا کہ تو اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک اپنے آئمہ کے فرامین کے سامنے سرتسلیم خم نہیں کروگے اور اعتراض سے پرہیز کروگے۔ تو کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے معاویہ ویزید کا ٹھکانہ دکھاؤں اور اس کے ساتھ حسین بن علیؑ کا مقام بھی تجھے دکھاؤں؟

میں نے کہا: جی ہاں یارسول اللہ!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین پر پاؤں کی ٹھوکر ماری۔ زمین پھٹ گئی اور ایک سمندر ظاہر ہوا۔ پھر وہ بھی پھٹ گیا۔ پھر زمین ظاہر ہوئی۔ وہ بھی پھٹ گئی الغرض سات سمندر اور سات زمینیں پھٹیں تو اس کے نیچے آگ ہی آگ تھی اور اس آگ کے دہکتے ہوئے الاؤ میں میں نے ولید بن مغیرہ' ابوجہل' معاویہ اور یزید کو دوسرے سرکش شیاطین کے ساتھ ایک ہی زنجیر میں جکڑے ہوئے دیکھا اور وہ بدترین عذاب میں مبتلا تھے۔

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سر بلند کر کے اوپر دیکھو۔

میں نے سر اٹھایا تو آسمان کے دروازے کھل گئے اور مجھے جنت دکھائی دینے لگی۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسول اکرمؐ اور ان کے ساتھی آسمان کی طرف پرواز کرنے

لگے اور جب وہ ہوا میں پہنچے تو انہوں نے حسینؑ کو آواز دے کر کہا:

بیٹا! میرے ساتھ شامل ہو جاؤ۔

امام حسینؑ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام کا بازو تھاما اور میری طرف دیکھ کر فرمایا:

جابر! میرا فرزند میرے ساتھ یہاں قیام پذیر ہوگا تم اس کے فرمان کو تسلیم کرو اور اس میں شک نہ کرو ورنہ مومن نہ بن سکو گے۔

جابر کا بیان ہے جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اگر میں نے اس میں جھوٹ بولا ہو تو خدا کرے میری آنکھیں اندھی ہو جائیں۔ (الثاقب فی المناقب، ص۳۲۲)

حضرت ام سلمہ کو اپنی قتل گاہ دکھانا

کتاب ثاقب المناقب میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

جب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ چھوڑنے کا ارادہ کیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپؑ کو پیغام بھیجا کہ میرے آنے تک آپؑ یہاں سے باہر نہ جائیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے امام حسینؑ کی پرورش کی تھی اور انہیں آپؑ سے بڑا پیار تھا۔ ان کے پاس ایک شیشی میں کربلا کی وہ خاک بھی موجود تھی جسے جبریل امینؑ نے رسول اکرمؐ کے سپرد کیا تھا۔

بہرنوع ام المومنین آئیں اور انہوں نے آپؑ سے کہا کہ آپؑ کہاں جانا چاہتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا کہ امی جان میں عراق جانا چاہتا ہوں۔

بی بی نے کہا: تمہیں خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپؑ عراق نہ جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: امی جان وہ بھلا کیوں؟

بی بی ام سلمہ نے کہا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ میرا فرزند حسین عراق میں قتل کیا جائے گا اور میرے پاس کربلا کی مٹی بھی موجود ہے جو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سپرد کی تھی۔

آپؑ نے فرمایا: امی جان میں نے شہید ہونا ہی ہے اور میں قدر مقدور، قضاء محتوم اور خدا کے واجب حکم سے کیسے بھاگ سکتا ہوں؟

ام المومنینؓ نے کہا: تو کیا آپؑ قتل ہونے کے لیے یہاں سے ہجرت کر رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: امی جان! اگر میں آج نہ گیا تو کل چلا جاؤں گا اور اگر کل بھی نہ گیا تو پرسوں چلا جاؤں گا۔ امی جان! کوئی بھی شخص موت سے بھاگ نہیں سکتا۔ مجھے اپنے قتل ہونے کا دن بھی معلوم ہے اور میں اس جگہ کو بھی جانتا ہوں جہاں مجھے شہید ہونا ہے اور مجھے اس قبر کا بھی علم ہے جہاں مجھے دفن ہونا ہے اور میں ان تمام چیزوں کو اسی طرح سے جانتا ہوں جیسا کہ میں آپ کو جانتا ہوں اور مجھے وہ چیزیں ایسے ہی دکھائی دے رہی ہیں جیسا کہ آپ مجھے دکھائی دے رہی ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا تو کیا آپؑ کربلا کو دیکھ رہے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو بھی اپنی مقتل اور اپنے ساتھیوں کی مقتل دکھا سکتا ہوں۔

بی بی ام سلمہ نے کہا: پھر مجھے وہ جگہ دکھائیں۔

آپ نے بسم اللہ پڑھی۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ زمین پست ہوگئی اور آپ نے ام المومنینؓ کو اپنی اور اپنے ساتھیوں کی مقتل گاہ دکھائی اور کربلا کی مٹی اٹھا کر بی بی کے حوالے کی اور فرمایا: اس مٹی کو پہلی مٹی کے ساتھ ملا دیں اور بی بی سے فرمایا کہ میں روزِ عاشور شہید کیا جاؤں گا۔

جس دن آپؑ شہید ہوئے اس دن شام کے وقت بی بی ام سلمہ کو رسول خدا صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور انہوں نے عالمِ خواب میں دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک اور سر پر خاک تھی اور آپؐ رو رہے تھے۔

بی بی ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کیوں رو رہے ہیں اور آپؐ کے سر اور ریش پر یہ خاک کیسی ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں ابھی کربلا سے آ رہا ہوں۔ میرا حسینؑ اور اس کے ساتھی شہید ہو چکے ہیں۔

یہ سن کر ام سلمہؓ چیخنے چلانے لگیں اور کہنے لگیں: ہائے میرا بیٹا! اہل مدینہ کی خواتین ان کے گرد جمع ہو گئیں اور ان سے رونے کا سبب دریافت کیا۔

بی بی نے کہا کہ حسینؑ شہید ہو گیا ہے۔

عورتوں نے پوچھا: بی بی آپ کو کس نے یہ بات بتائی ہے؟

بی بی ام سلمہؓ نے کہا: میں نے ابھی رسولؐ خدا کی زیارت کی ہے۔ آپ کے سر اور داڑھی پر خاک تھی اور آپؐ رو رہے تھے۔ میں نے آپؐ سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ میرا بیٹا حسینؑ اپنے ساتھیوں سمیت کربلا میں شہید ہو چکا ہے۔

عورتوں نے کہا: بی بی آپ مت گھبرائیں۔ آپ نے پریشان خواب دیکھا ہے۔

بی بی ام سلمہ نے کہا: رک جاؤ۔ میرے پاس حسینؑ کی مقتل گاہ کی خاک موجود ہے۔ میں اسے جا کر دیکھتی ہوں۔

پھر بی بی نے اس شیشی کو اٹھایا جس میں انہوں نے کربلا کی خاک کو رکھا تھا تو وہ خاک تازہ خون میں بدل چکی تھی۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۳۳۰)

انگشتری سے قاسم بن حسنؑ کی پیاس بجھانا

روایات میں مذکور ہے کہ حضرت قاسم بن حسنؑ لشکر اشقیاء پر حملہ کر کے آپؑ کے پاس آئے اور آپؑ سے عرض کی:

چچا جان! مجھے سخت پیاس لگی ہے اگر ہو سکے تو پانی کا ایک گھونٹ پلائیں۔

امام حسین علیہ السلام نے انہیں صبر کی تلقین کی اور انہیں اپنی انگشتری دے کر فرمایا کہ بیٹا اسے منہ میں رکھ کر چوسو۔

حضرت قاسمؑ کا بیان ہے کہ جب میں نے اس انگشتری کو منہ میں رکھ کر چوسا تو مجھے یوں لگا جیسے میرے منہ میں پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا ہو۔ میں سیر ہو گیا اور میدان کی طرف لوٹ آیا۔

مروان کو اس کے غضب کی علامت بتانا

طبرسی نے اپنی کتاب ''الاحتجاج'' میں محمد بن سائب کی زبانی نقل کیا کہ ایک دن مروان بن الحکم نے امام حسین علیہ السلام سے کہا:

اگر تمہارے پاس تمہاری والدہ فاطمہؑ کی فضیلت کا سہارا نہ ہوتا تو تم کس بنیاد پر ہم پر فخر کرتے؟

امام حسین علیہ السلام کو اس کی گستاخی پر سخت غصہ آیا۔ آپؑ اٹھے اور اس کی پگڑی کو اس کی گردن میں لپیٹ کر زور دیا جس سے اس کی آنکھیں ابل پڑیں اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گرا۔ اس کے بعد آپؑ نے گروہ قریش کی طرف دیکھ کر فرمایا:

میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں اگر میری بات سچی ہو تو تم میری تصدیق کرنا۔ مجھے بتاؤ کیا میرے بھائی حسنؑ اور مجھ سے زیادہ رسولؐ خدا کسی سے پیار کرتے تھے؟

تمام حاضرین نے کہا: آپؑ دونوں بھائی ہی رسولؐ خدا کی محبت کا محور تھے۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

اچھا یہ بتاؤ مروان اور اس کے باپ سے بھی زیادہ رسولؐ خدا کسی اور سے نفرت کیا کرتے تھے؟

تمام حاضرین نے کہا: یہ دونوں باپ بیٹا رسولؐ خدا کو سخت ناپسند تھے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: میری صداقت کی علامت یہ ہے کہ جب یہ ناراض ہو کر اٹھے گا تو اس کے کندھوں سے اس کی چادر گر جائے گی۔

چند لمحات بعد مروان غصہ میں لبریز ہو کر اپنی جگہ سے اٹھا اور جیسے ہی وہ اٹھا اس کے کندھے سے چادر گر گئی۔ (احتجاج طبرسی، ص ۲۹۹)

حضرتؑ کے جاتے ہی ایک شخص کا بخار اتر گیا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ایک شخص کو سخت بخار چڑھا ہوا تھا۔ امام حسینؑ اس کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؑ نے جیسے ہی مریض کے گھر میں قدم رکھا تو اس کا بخار اتر گیا۔

اس شخص نے کہا: خدا نے آپؑ پر بڑے انعام کیے ہیں۔ آپ کو دیکھ کر بخار بھاگ جاتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو بھی چیز پیدا کی ہے اسے ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ ہمیں کہنے والا تو دکھائی نہ دیا البتہ ہم نے اس کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا کہ بے شک آپؑ درست فرما رہے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

کیا امیر المومنین نے تجھے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ہمارے دشمن یا ہمارے کسی گناہ گار محبّ کی گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بننے کے علاوہ اور کسی کے قریب نہ جانا۔ اس بے چارے کا کیا قصور ہے تو نے اسے کیوں تنگ کیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ مریض عبداللہ بن شداد بن ہادی لیثی تھا۔ (مناقب آل ابی طالب، جلد ۴، ص ۵۱)

ہر شخص فضائل اہل بیتؑ کا متحمل نہیں ہے

عبدالعزیز بن کثیر کا بیان ہے کہ کچھ لوگ امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اوران سے کہا کہ آپ ہمیں اپنے فضائل سنائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم برداشت نہ کرسکو گے۔

لیکن ان لوگوں کا اصرار جاری رہا۔

آپؑ نے فرمایا: تم ایک شخص کو میرے سپرد کرو۔ میں اس سے اپنے فضائل بیان کروں گا۔ اگراس نے میرے فضائل برداشت کر لیے تو پھر میں تم سب سے اپنے فضائل بیان کروں گا۔

ایک شخص آپؑ کے قریب آیا۔ آپؑ اسے تھوڑی دُور لے گئے اوراس سے اپنی حقیقت نورانیہ کا کچھ اظہار کیا۔ وہ شخص آپؑ کی باتوں کی تاب نہ لایا اوراسی وقت پاگل ہوکر چیخیں مارنے لگ گیا۔ (مناقب آل ابی طالب، جلد۴، ص ۵۱)

ابن زبیر پر تعریض کہ اس کی وجہ سے حرمت کعبہ پامال ہوگی

بشر بن عاصم راوی ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو ابن زبیر آپؑ کے پاس آیا اور آپؑ سے کہا کہ آپ حرمِ خدا سے کہیں باہر نہ جائیں۔ اہل کوفہ آپؑ سے وفا نہیں کریں گے جب کہ آپؑ مکہ میں ہر طرح سے محفوظ ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

میں حرم سے ایک بالشت بھی دور ہوکر مارا جاؤں تو یہ مجھے پسند ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کعبہ کی حرمت پامال ہو۔ میں نے اپنے والد سے سنا تھا کہ ایک مینڈھا ایسا بھی ہے جس کی وجہ سے کعبہ کی حرمت پامال ہوگی اور وہ مینڈھا بننا مجھے پسند

نہیں ہے۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص۵۲)

آپؑ کا ہاتھ جبریلؑ کے ہاتھ میں

ابن عباس نے کہا: جس دوران امام حسین علیہ السلام مکہ میں قیام پذیر تھے۔ انہی ایام میں ایک مرتبہ میں نے یہ منظر دیکھا کہ امام حسینؑ کعبہ کے دروازے پر کھڑے تھے اور آپؑ کے ہاتھ میں جبریلؑ کا ہاتھ تھا اور جبریلؑ ندا کر رہا تھا کہ لوگو! آؤ اللہ کی بیعت کرو۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص۵۲)

اللہ نے شہدائے کربلا کا انتخاب پہلے سے ہی کر لیا تھا

مروی ہے کہ کسی نے ابن عباس کو ملامت کی کہ تو نے امام حسین علیہ السلام کی کربلا میں مدد کیوں نہ کی اور تو ان کے ساتھ شہید کیوں نہ ہوا؟

اس کے جواب میں ابن عباس نے کہا: اصحاب حسینؑ میں نہ تو کمی ہو سکتی تھی اور نہ ہی ان میں زیادتی ہو سکتی تھی واقعہ کربلا سے قبل ہمیں ان کے ناموں کا علم تھا۔

محمد بن حنفیہ کا بیان ہے کہ شہدائے کربلا کے نام بمع ولدیت ہمارے پاس پہلے سے لکھے ہوئے موجود تھے۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص۵۳)

آپؑ کے اصحاب کو تلواروں اور نیزوں کا درد محسوس نہیں ہوتا تھا

جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

امام حسین علیہ السلام نے جنگ شروع ہونے سے قبل اپنے اصحاب سے خطاب کیا اور ان سے فرمایا کہ:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا: بیٹا! تجھے عراق جانا پڑے گا اور یہ وہ سرزمین ہے جہاں انبیاء و اوصیاء کو تکالیف اٹھانی پڑی تھیں اور یہ وہ سرزمین

ہے جسے ''عمورا'' کہا جاتا ہے۔ وہاں تو اور تیرے ساتھی شہید ہوں گے اور تیرے ساتھ ایسے اصحاب کی جماعت ہوگی جنہیں لوہے سے لگنے والے زخموں پر اذیت محسوس نہیں ہوگی۔

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيمَ (الانبياء: ٦٩)

''ہم نے کہا اے آگ ابراہیم کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن جا''

کی آیت پڑھی اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اسی طرح سے جنگ تیرے اور تیرے اصحاب کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی ہوگی۔

اب اگر یہ لوگ ہم کو قتل بھی کر دیں تو بھی ہمیں کوئی پرواہ نہیں کیونکہ ہم اپنے نبیؐ کے پاس لوٹ کر جانے والے ہیں۔ (الخرائج، جلد۲، ص ۸۴۸)

امام حسینؑ کی ذوالجناح سے گفتگو

ابن شہر آشوب نے ابی مخنف کے حوالہ سے لکھا۔ اس نے جلودی سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ دریائے فرات کے گھاٹ پر اعور السلمی اور عمرو بن الحجاج الزبیدی نے چار ہزار لشکر کے ساتھ قبضہ کیا ہوا تھا۔ روزِ عاشور امام حسین جب تنہا رہ گئے تو آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور گھاٹ کے پہریداروں کو وہاں سے دھکیل دیا اور اپنے گھوڑے کو دریا میں داخل کیا۔ گھوڑے نے پانی پینے کے لیے سر جھکایا۔ امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں۔ میں اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا جب تک تو پانی نہ پیئے گا۔

جب گھوڑے نے امام علیہ السلام کا کلام سنا تو اس نے پانی نہ پیا گویا اس نے آپ کے کلام کو سمجھ لیا ہو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

پانی پی لے میں بھی پانی پیتا ہوں۔آپ نے ایک چلّو پانی بھرا۔ابھی آپؑ نے پانی پیا نہیں تھا کہ ایک ظالم نے کہا:

حسینؑ! تم تو پانی پی رہے ہو، دشمن تمہارے خیموں میں داخل ہو گئے ہیں۔

یہ سن کر آپؑ نے اپنے ہاتھ سے پانی کو گرا دیا اور دشمنوں پر حملہ کر کے انہیں دور ہٹایا اور خیمہ گاہ پہنچے۔وہاں جب گئے تو خیمے سالم تھے۔(مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۵۸)

ذوالجناح کی وفاداری

ابومخنف نے جلودی سے نقل کیا۔اس نے کہا:

جب امام حسین علیہ السلام گھوڑے کی زین سے گرے تو آپؑ کے گھوڑے نے آپؑ کے گرد چکر لگانا شروع کر دیئے۔جو بھی سوار امام حسینؑ کے قریب ہونے کی کوشش کرتا تو آپؑ کا گھوڑا اس پر حملہ کر دیتا اور سوار کو زین سے گرا دیتا اور پھر اسے اپنے سُموں سے پامال کر دیتا تھا۔یہاں تک کہ امام حسینؑ کے گھوڑے نے چالیس افراد کو قتل کیا۔پھر اس نے اپنی پیشانی پر آپؑ کا خون ملا اور خیمہ کی طرف رخ کیا اور خیمہ کے قریب زور زور سے ہنہنایا اور دونوں پیر زمین پر مارے گویا وہ اہلِ حرم کو آپؑ کی شہادت کی اطلاع دے رہا ہو۔(مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۵۸ بحوالہ مقتل ابی مخنف)

ایک عورت کے بازو سے ایک مرد کا ہاتھ جدا کرنا

شیخ طوسی نے تہذیب میں اپنی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا کہ ایک مرتبہ ایک عورت بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی اور اس کے پیچھے ایک مرد بھی طواف کر رہا تھا۔عورت کے بازو سے کپڑا ہٹا تو پیچھے آنے والے مرد نے اپنا ہاتھ اس کے بازو پر رکھا۔قدرت خداوندی نے اس کا ہاتھ اس کے بازو سے چمٹ گیا۔اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی بڑی کوشش کی مگر کسی طرح سے بھی اس کا ہاتھ جدا ہونے میں نہ آیا۔

لوگ انہیں پکڑ کر والیِ مکہ کے پاس لے گئے۔ اس نے فقہاء سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس شخص کا ہاتھ کاٹ دینا چاہیے کیونکہ اس نے حرمِ کعبہ میں سخت گناہ کیا ہے۔

والیِ مکہ نے حاضرین سے پوچھا: کیا اس وقت اولادِ رسولؐ میں سے کوئی فرد یہاں مکہ میں موجود ہے؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ امام حسین علیہ السلام گزشتہ رات ہی یہاں پہنچے ہیں۔

والیِ مکہ نے آپؑ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ آپؑ تشریف لائے۔ اس نے مرد و عورت کی حالت آپ کو دکھائی۔ آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور کافی دیر تک دعا میں مصروف رہے۔ پھر آپ اٹھ کر مرد و عورت کے پاس آئے اور آپؑ نے مرد کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو وہ عورت کے بازو سے علیحدہ ہو گیا۔

والیِ مکہ نے آپؑ سے پوچھا: کیا اس شخص کو سزا ملنی چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ (تہذیب الاحکام، جلد ۵، ص ۴۷۰)

مُردہ کو زندہ کرنا

یحییٰ بن ام الطّویل کا بیان ہے کہ ہم امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جوان روتا ہوا آیا۔ آپ نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میری ماں کی ابھی وفات ہوئی ہے۔ میری ماں کے پاس کافی دولت تھی جسے اس نے کسی مخفی جگہ پر چھپایا ہوا تھا۔ اس نے اپنی دولت کی کوئی نشان دہی نہیں کی اور میری ماں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اس کی اس وقت تک تجہیز و تکفین شروع نہ کروں جب تک آپ کو اطلاع نہ کروں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: آؤ وہاں جائیں۔

ہم آپؑ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور چلتے چلتے اس گھر کے دروازے پر پہنچے

جہاں وہ عورت رہا کرتی تھی۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو اس عورت کی میت زمین پر رکھی ہوئی تھی۔

آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ خدایا! اسے زندگی عطا کرتا کہ یہ وصیت کر سکے۔

جیسے ہی آپؑ کی دعا تمام ہوئی تو وہ عورت زندہ ہو کر اٹھ بیٹھی۔ اس کی نگاہ آپؑ کے رخِ انور پر پڑی تو اس نے آپؑ کو خوش آمدید کہا۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: کنیز خدا! وصیت کر، خدا تجھ پر رحم کرے۔

عورت نے کہا: فرزند رسولؐ! میرے پاس اتنی اتنی دولت ہے جو کہ فلاں مقام پر رکھی ہوئی ہے۔ اس میں سے ایک تہائی آپؑ کی ہے۔ آپؑ اسے اپنے ماننے والوں میں تقسیم کریں اور دو تہائی ترکہ میرے اس بیٹے کے لیے ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اگر آپؑ یہ محسوس کریں کہ یہ آپؑ کا محب ہے تو اسے میرے ترکہ میں سے حصہ دار بنائیں اور اگر آپؑ محسوس کریں کہ یہ آپؑ کا مخالف ہے تو پھر اسے ایک درہم بھی نہ دیں کیونکہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ آپؑ کا کوئی مخالف میری جائیداد کا حصہ دار بنے۔ آخر میں میری وصیت یہ ہے کہ آپؑ میری نماز جنازہ پڑھیں۔ اس کے بعد اس خاتون کی وفات ہو گئی۔ (الخرائج، جلد۱، ص ۲۴۵)

کچھ لوگوں کو اپنے والد علیہ السلام کی زیارت کرانا

قطب راوندی نے اپنی اسناد سے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد کچھ لوگ میرے والد امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور انہوں نے آپؑ سے کہا:

فرزند رسولؐ! آپؑ کے والد ہمیں عجائبات دکھایا کرتے تھے۔ آپ بھی ہمیں کچھ عجائبات کا مشاہدہ کرائیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم لوگ میرے والد کو جانتے ہو؟

سب نے کہا: جی ہاں ہم انہیں بخوبی جانتے ہیں۔

اس کے بعد آپؑ نے دروازہ پر پڑا ہوا پردہ اٹھایا اور فرمایا دیکھو سامنے گھر میں کون بیٹھا ہے؟

لوگوں نے اندر نگاہ کی تو انہیں امیرالمومنین علیہ السلام بیٹھے ہوئے دکھائی دیئے۔ اس کے بعد سب نے بے ساختہ کہا:

ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ حقیقی خلیفۃ اللہ ہیں۔ (الخرائج، جلد۲، ص ۸۱۱)

ایک عورت کی نحوست کی خبر دینا

آپ کا ایک چاہنے والا آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ مولا! میں فلاں عوت سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور میں اس سلسلہ میں آپؑ سے مشورہ طلب کرنے آیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میں اس عورت کے ساتھ تمہاری شادی کو پسند نہیں کرتا۔ وہ عورت منحوس ہے۔

مشورہ کے لیے آنے والا شخص اس عورت کا گرویدہ تھا اور اس کے پاس دولت کی بھی کوئی کمی نہ تھی۔ اس نے آپؑ کے مشورہ کی پرواہ نہ کی اور اس عورت سے شادی کرلی۔ شادی کے چند ماہ بعد ہی اس کی دولت ختم ہوگئی اور وہ مقروض ہوگیا اور اس کے والد اور اس کے بھائی کی وفات ہوگئی اور نقصانات اٹھانے کے بعد وہ شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور حالات کی ناسازی کا آپؑ سے شکوہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے تو تجھے مشورہ دیا تھا لیکن تو نے میرے مشورے کو درخور اعتنا قرار نہیں دیا تھا اور تو نے اس عورت سے شادی کرلی اور اگر تو میرا کہنا مانے تو پھر اس عورت کو طلاق دے دے۔ اس کے عوض خدا تجھے بابرکت بیوی عطا کرے گا۔

اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ تم فلاں عورت سے شادی کرلو۔ اس نے امام علیہ السلام کے فرمان پر عمل کیا جس سے اس کے حالات میں بہتری پیدا ہوئی اور چند ہی مہینوں میں وہ مالا مال ہوگیا اور اسے خدا نے اس سے اولاد عطا کی۔

(ہدایۃ الحضینی' ص ۲۴۳۔ الخرائج' جلد ا' ص ۲۴۸)

ایک اندھے کو بینائی دینا

امیر المومنین علیہ السلام کے غلام نجاد کا بیان ہے کہ میں نے ایک جنگ میں امیر المومنینؑ کو تیراندازی کرتے ہوئے دیکھا اور میں نے ایک عجیب منظر یہ دیکھا کہ مولا کا تیر جسے بھی گھائل کرتا فرشتے اس کے جسم سے تیر کو نکال کر امیر المومنینؑ کو واپس کر رہے تھے۔ چنانچہ جیسے ہی میں نے فرشتوں کو دیکھا تو میری نگاہ ختم ہوگئی اور میں اندھا ہوگیا۔

میں نے امام حسن علیہ السلام سے اپنے اندھے پن کی شکایت کی۔

آپؑ نے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ تو نے ان آنکھوں سے فرشتوں کو دیکھ لیا ہے؟

میں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپؑ نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا جس سے میری بینائی فی الفور لوٹ آئی۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۳۴۴' حدیث ۱)

حسنینؑ کریمین ایک لاکھ زبانوں کے عالم تھے

صفار نے بصائر الدرجات اور مفید نے الاختصاص میں لکھا کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو شہر بنائے ہیں۔ ایک شہر مشرق میں ہے اور ایک مغرب میں ہے اور ان دونوں کے گرد لوہے کی فصیل ہے اور ہر شہر کے ایک لاکھ دروازے ہیں اور ہر دروازے کے رہنے والے علیحدہ علیحدہ زبان بولتے ہیں اور ان تمام

زبانوں کو یا صرف میں جانتا ہوں یا میرا بھائی حسینؑ جانتا ہے۔

(الاختصاص' ص ۲۹۱۔ بصائر الدرجات' ص ۳۳۹)

ہرنی کا اپنے بچے کو لانا

صاحب روضہ رقم طراز ہیں کہ ایک اعرابی نے ہرنی کا ایک بچہ پکڑا اور وہ اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آیا اور اس نے کہا:

یا رسولؐ اللہ! میں نے ہرنی کا یہ بچہ شکار کیا ہے اور میں اسے آپ کے شاہزادوں حسن وحسین علیہما السلام کے لیے بطور ہدیہ لایا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا تحفہ قبول کیا اور اس کے حق میں دعا فرمائی۔

اس وقت امام حسنؑ اپنے نانا جان کے پاس کھڑے تھے۔ انہوں نے عرض کی:

نانا جان! آپؐ یہ بچہ مجھے عنایت فرمائیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ بچہ امام حسنؑ کے سپرد کیا۔ کچھ دیر بعد امام حسینؑ آئے تو انہوں نے اپنے بھائی کو ہرن کے بچے کے ساتھ کھیلتے ہوئے ملاحظہ کیا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ بچہ آپؑ کو کس نے دیا ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا: یہ بچہ مجھے نانا جان نے عطا کیا ہے۔

یہ سن کر امام حسینؑ دوڑتے ہوئے اپنے نانا جان کے پاس آئے اور عرض کیا:

نانا جان! آپؐ نے میرے بھائی کو ہرنی کا بچہ دیا ہے لیکن آپ نے مجھے نہیں دیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسے سے پیار کرنے لگے اور انہیں تسلی دینے لگے۔ مگر امام حسینؑ کا اصرار جاری رہا یہاں تک کہ امام حسینؑ رونے کے قریب پہنچ گئے۔ اتنے میں دروازہ مسجد پر شور کی آواز بلند ہوئی۔ لوگوں نے دیکھا تو انہیں نظر آیا کہ

ایک ہرنی اپنے ایک بچے کو ساتھ لیے دروازے پر کھڑی تھی اور اس کے پیچھے ایک بھیڑیا منہ کھولے کھڑا تھا۔

ہرنی کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کی طاقت عطا کی اور اس نے خالص عربی زبان میں کہا:

یارسولؐ اللہ! خدا نے مجھے دو بچے عطا کیے تھے۔ ایک بچہ شکاری کے ہتھے چڑھ گیا اور ایک بچہ میرے پاس رہ گیا۔ میں اسے خوش ہو کر دودھ پلانے میں مصروف تھی کہ میں نے ایک آواز سنی۔ کسی نے مجھے خطاب کر کے کہا:

ہرنی! اپنے اس بچے کو ساتھ لے کر فوراً محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ کیونکہ اس وقت حسینؑ اپنے نانا سے ہرنی کے بچے کا مطالبہ کر رہا ہے اور اس نے رونے کا ارادہ کر لیا ہے اور میرے تمام فرشتے سجدہ سے سر اٹھا کر اس منظر کو دیکھ رہے ہیں۔ اگر حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو میرے فرشتے رونے لگ جائیں گے۔ لہٰذا حسینؑ کے رونے سے پہلے تو اپنے بچے کو رسولؐ خدا کے پاس پہنچا اور اگر تو نے دیر کی تو میں اس بھیڑیے کو تجھ پر مسلط کر دوں گا۔

جب میں نے یہ آواز سنی اور ادھر ادھر دیکھا تو یہ بھیڑیا میرے سامنے کھڑا تھا۔ چنانچہ میں اپنے بچے کو لے کر دوڑتی ہوئی آپ کے پاس آئی اور یہ بھیڑیا بھی ہمارے تعاقب میں دوڑتا ہوا آیا اور میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ میں حسینؑ کے رونے سے قبل یہاں پہنچ گئی۔

جب صحابہ نے ہرنی کی زبانی یہ واقعہ سنا تو سب نے زور سے تکبیر کہی۔ ہرنی اپنے بچے کو چھوڑ کر واپس چلی گئی۔ رسولؐ خدا نے وہ بچہ پکڑ کر امام حسینؑ کے سپرد کیا۔ امام حسینؑ اس ہرنوٹے کو لے کر اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں آئے۔ حضرت سیدہؑ نے جب یہ واقعہ سنا تو بے حد خوش ہوئیں۔ (بحار الانوار بحوالہ کتاب الروضہ)

سانپ نے حسنینؑ کی حفاظت کی

تاریخ بلاذری میں مرقوم ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے جب آپؐ دروازے پر پہنچے تو آپؐ نے اپنی صاحبزادی کو دیکھا کہ وہ دروازے کے پیچھے کھڑی تھیں۔

رسولؐ اکرم نے فرمایا: بیٹی! خیریت تو ہے۔ آپؑ دروازے کے ساتھ کیوں لگ کر کھڑی ہوئی ہیں؟

جناب سیدہؑ نے عرض کی: ابا جان! میرے حسنینؑ صبح سے باہر گئے ہیں اور ابھی تک واپس نہیں آئے۔ میں ان کا راستہ دیکھ رہی ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خبر سن کر پریشان ہوئے اور آپؐ نے اپنے نواسوں کو تلاش کرنا شروع کیا۔ آخر کار انہیں تلاش کرتے ہوئے ایک پہاڑ کے غار میں تشریف لائے۔ وہاں آپؐ نے دیکھا کہ دونوں بچے غار میں سوئے ہیں اور ان کے سرہانے ایک سانپ پھن پھیلائے کھڑا ہوا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پتھر اٹھا کر اس کی طرف پھینکا تو سانپ نے خالص عربی زبان میں کہا:

السلام علیک یا رسولؐ اللہ! میں حسنینؑ کی حفاظت کے لیے ان کے سر کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔

رسولؐ خدا نے اسے دعائے خیر فرمائی۔ پھر آپؐ نے امام حسنؑ کو داہنے کندھے اور امام حسینؑ کو بائیں کندھے پر اٹھایا۔ اتنے میں جبریلؑ امین نازل ہوئے۔ انہوں نے امام حسینؑ کو اٹھا کر اپنے پروں پر سوار کیا۔

اس واقعہ کے بعد دونوں بھائی ایک دوسرے پر فخر کیا کرتے تھے۔ امام حسنؑ کہتے تھے کہ مجھے پوری زمین کے سردار نے اٹھایا تھا اور امام حسینؑ اپنے بھائی سے کہتے تھے کہ

مجھے اہلِ آسمان کے سردار نے اٹھایا تھا۔

حسان بن ثابت نے اسی واقعہ کو مدنظر رکھ کر یہ شعر کہا تھا:

فجاء وقد رکبا عاتقیه　　　　فنعم المطیة والراکبان

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر انہیں کندھوں پر بٹھایا۔ سواری بھی بے مثال تھی اور سوار بھی بے نظیر تھے''۔

(مشیر الاحزان' ص ۲۰-۲۱ بحوالہ تاریخ بلاذری)

درِ جنت کی تحریر

ابن عباس نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میں نے جنت کے دروازے پر یہ تحریر لکھی ہوئی دیکھی:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ حَبِیْبُ اللّٰهِ اَلحَسَنُ وَالحُسَیْنُ صَفْوَةُ اللّٰهِ فَاطِمَةُ اَمَةُ اللّٰهِ عَلٰی بَاغِضِیهُم لَعْنَةُ اللّٰهِ (کشف الغمہ' جلد ۱' ص ۹۴' ۵۲۰۶)

ابن شاذن ''المناقب المائۃ'' میں رقم طراز ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کے دروازے پر یہ تحریر لکھی ہوئی دیکھی:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ حبیبُ اللّٰهِ عَلِیٌّ بنُ ابی طالبِ ولیُّ اللّٰهِ فَاطِمَةُ اَمَةُ اللّٰهِ ، اَلحَسَنُ وَالحُسَینُ صَفْوَةُ اللّٰهِ ، عَلٰی مُحِبِّیهِمِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰی مُبْغِضِیهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ

(مائۃ منقبۃ' ص ۸۷' منقبت ۵۴)

جوانانِ جنت کے سردار

شیخ مفید نے امالی میں اپنی اسناد سے حضرت حذیفہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا:

میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا:

ابھی ایک شخص یہاں سے اٹھ کر گیا ہے کیا تم نے بھی اسے دیکھا ہے؟

حذیفہ نے کہا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: یہ انسان نہیں بلکہ صورت انسانی میں آنے والا فرشتہ تھا۔ یہ آج سے قبل کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے میری زیارت کے لیے اللہ سے اجازت طلب کی۔ اللہ نے اسے اجازت عطا کی اور وہ اجازت حاصل کر کے میرے سلام کے لیے آیا اور اس نے مجھے یہ بتایا کہ حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ان کی ماں فاطمہ زہراؑ زنانِ جنت کی سردار ہیں۔ (امالی مفید، ص۲۲، حدیث۴)

موت کے وقت مومن کو پنج تن پاکؑ کا دیدار ہوتا ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب مومن کی روح سینے تک پہنچتی ہے تو اس وقت اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنی دائیں جانب دیکھو۔ مومن دائیں طرف نگاہ کرتا ہے تو اسے رسول اکرمؐ، حضرت علیؑ، فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ دکھائی دیتے ہیں اور وہ اس سے کہتے ہیں: ہمارے پاس جنت میں چلے آؤ۔

اور جب ہمارے دشمن کی روح اس کے سینہ پر پہنچتی ہے تو اس وقت اسے کہا جاتا ہے کہ بائیں طرف دیکھو۔ چنانچہ جب وہ بائیں طرف دیکھتا ہے تو اسے منکر نکیر دکھائی

دیتے ہیں جو اسے عذاب کی دھمکی دیتے ہیں۔ (منتخب طریحی، ص۱۵۹)

میکائیل امام حسینؑ کا جھولا جھلاتے تھے

کتاب ثاقب المناقب میں حضرت ام ایمن کی زبانی مرقوم ہے۔ انہوں نے کہا:

میں ایک دن اپنی سردار اور آقازادی فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی زیارت کی غرض سے اپنے گھر سے روانہ ہوئی۔ اس دن بڑی کڑاکے کی گرمی پڑ رہی تھی۔ میں حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے درِ عصمت پر پہنچی تو میں نے دیکھا کہ دروازہ بند تھا اور میں نے دروازے کی درزوں سے جھانک کر دیکھا تو مجھے نظر آیا کہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا چکی کے پاس سوئی ہوئی تھیں اور چکی خود بخود چل رہی تھی اور گندم پس رہی تھی لیکن مجھے کسی چلانے والا کا ہاتھ دکھائی نہیں دیتا تھا اور چکی کے ساتھ جھولا بھی ہل رہا تھا اور اس وقت جھولے میں حسینؑ سوئے ہوئے تھے۔ لیکن جھولا جھلانے والا ہاتھ دکھائی نہیں دیتا تھا اور حضرت سیدہؑ کی ہتھیلی کے ساتھ مجھے ایک ہتھیلی دکھائی دی اور وہ ہتھیلی مجھے تسبیح میں مصروف دکھائی دی۔ ترجمہ میں اشتباہ ہے

یہ منظر دیکھ کر مجھے سخت تعجب ہوا اور میں اپنے آقا و مولا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی اور انہیں سلام کیا اور ان سے کہا:

یارسولؐ اللہ! آج میں نے انتہائی تعجب خیز چیز دیکھی ہے اور اس سے قبل میں نے اتنا تعجب خیز واقعہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے کیا دیکھا ہے؟

میں نے کہا کہ میں حضرت سیدہؑ کی زیارت کے لیے گئی تو وہاں دروازہ بند تھا اور جناب سیدہؑ چکی کے قریب سوئی ہوئی تھیں اور چکی خود بخود چل رہی تھی اور آپ کا نواسہ حسینؑ جھولے میں آرام کر رہا تھا اور جھولے کی ڈور بھی ہل رہی تھی جب کہ مجھے چکی چلانے والا اور جھولے کی ڈور ہلانے والا ہاتھ دکھائی نہیں دیا۔ اور عجب بات یہ ہے کہ

جناب سیدہؑ کی ہتھیلی کے ساتھ مجھے ایک اور ہتھیلی دکھائی دی جو کہ تسبیح میں مصروف تھی۔
آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ام ایمن! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میری بیٹی روزہ سے ہے اور وہ بے حد تھکی ہوئی تھی اور پھر موسم بھی شدید گرم ہے۔ اللہ نے اس پر اونگھ مسلط کر دی ہے اور وہ ذات صرف خدا کی ہی ہے جسے نہ تو نیند آتی ہے اور نہ ہی اونگھ آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ سیدہؑ کے بچوں کے لیے چکی چلائے اور ایک فرشتے کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ جا کر اس کے فرزند حسینؑ کا جھولا جھلائے اور ایک اور فرشتے کو بھیجا کہ وہ سیدہؑ کے قریب بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے تاکہ اس کی تسبیح کا ثواب فاطمہ زہراءؑ کے نامہ اعمال میں لکھا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فاطمہؑ ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتی ہیں اور جب انہیں نیند آتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو ان کا نائب بنا کر اس سے اپنی تسبیح کراتا ہے۔

میں (ام ایمن) نے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! یہ تو بتائیں کہ چکی پینے والا کون تھا اور حسینؑ کا جھولا جھلانے والا اور اسے لوریاں سنانے والا کون تھا اور تسبیح کرنے والا کون تھا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: چکی پینے والا جبریل تھا اور حسینؑ کا جھولا جھلانے والا میکائیل تھا اور تسبیح کرنے والا اسرافیل تھا۔

(منتخب طریحی، بحوالہ ثاقب المناقب، ص ۲۴۵-۲۴۶)

رسولؐ خدا نے اپنے فرزند ابراہیمؑ کو امام حسینؑ پر نثار کیا تھا

روایات میں مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن امام حسین علیہ السلام کو اپنی دائیں ران پر اور اپنے فرزند ابراہیمؑ کو بائیں ران پر بٹھایا ہوا تھا اور کبھی

آپؐ حسینؑ کا بوسہ لیتے تھے اور کبھی ابراہیمؑ کا بوسہ لیتے تھے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل امینؑ آپؐ پر نازل ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ میں آپ کے لیے دونوں بیٹوں کی خوشی کو جمع نہیں کروں گا۔ آپؐ ان میں سے جسے چاہیں بچالیں اور ان میں سے ایک فرزند کو ہمارے حوالے کریں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بھائی جبریلؑ! اگر حسینؑ مر گئے تو اسے علیؑ اور فاطمہؑ اور میں مل کر روئیں گے اور اگر ابراہیمؑ مر گئے تو صرف میں اس پر روؤں گا۔ اپنے پروردگار سے کہو کہ وہ میرے فرزند ابراہیم کی روح قبض کر لے لیکن میرے حسینؑ کو زندہ رکھے۔

اس واقعہ کے تین دن بعد حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب رسولؐ خدا اپنے نواسے حسینؑ کو دیکھتے تو کہتے تھے:

میرے اس بیٹے کو خوش آمدید ہو جس پر میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو نثار کیا ہے۔ (منتخب طریحی، ص ۵۱)

عرش پر مرقوم ہے کہ حسینؑ چراغ ہدایت ہے

امام حسین علیہ السلام کی زبانی منقول ہے کہ ایک دن میں اپنے نانا جانؐ کے پاس گیا۔ وہاں ابی بن کعب بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر میرے ناناؐ نے فرمایا:

آسمانوں اور زمین کی زینت کو خوش آمدید ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر ابی بن کعب نے کہا:

یارسولؐ اللہ! کیا آپ کے علاوہ بھی کوئی آسمانوں اور زمین کی زینت ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ابی بن کعب! اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا۔ زمین کی

نسبت حسینؑ آسمانوں میں زیادہ معروف ہے اور عرش کے دائیں جانب یہ جملہ مرقوم ہے:

اِنَّ الحُسَینَ مِصباحُ الهُدٰی وَسَفِینَۃُ النَّجاۃِ

''بے شک حسینؑ ہدایت کا چراغ اور نجات کی کشتی ہے''۔

اس کے بعد رسولؐ مقبول نے امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

لوگو! یہ حسینؑ بن علیؑ ہے۔ اسے اچھی طرح سے پہچانو اور اسے جس طرح سے خدا نے فضیلت دی ہے تم بھی اس فضیلت کا اقرار کرو۔ اس کا نانا یوسف بن یعقوب کے نانا سے خدا کے ہاں زیادہ محترم ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هٰذَا الحُسَینُ جَدُّهُ فِی الجَنَّۃِ وَجَدَّتُهُ فِی الجَنَّۃِ وَاُمُّهُ فِی الجَنَّۃِ وَاَبُوهُ فِی الجَنَّۃِ وَاَخُوهُ فِی الجَنَّۃِ وَعَمُّهُ فِی الجَنَّۃِ وَعَمَّتُهُ فِی الجَنَّۃِ وَخَالُهُ فِی الجَنَّۃِ وَخَالَتُهُ فِی الجَنَّۃِ وَمُحِبُّوهُم فِی الجَنَّۃِ وَمُحِبُّو مُحِبِّیهِم فِی الجَنَّۃِ

''یہ حسینؑ ہے اس کا نانا جنتی ہے اور اس کی نانی جنتی ہے اور اس کی ماں جنتی ہے اور اس کا باپ جنتی ہے اور اس کا بھائی جنتی ہے اور اس کا چچا جنتی ہے اور اس کی پھوپھی جنتی ہے اور اس کا ماموں جنتی ہے اور اس کی خالہ جنتی ہے اور ان سے محبت رکھنے والے جنتی ہیں اور ان کے محبوں سے بھی جو محبت کریں وہ بھی جنتی ہیں''۔

(منتخب طریحی، ص۲۰۳)

اہل زمین میں سے اہل آسمان کو سب سے زیادہ محبت حسینؑ سے ہے

کچھ روایات میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ امام حسین علیہ السلام عبداللہ بن عمرو بن

العاص کے پاس سے گزرے تو عبداللہ نے وہاں بیٹھے ہوئے افراد سے کہا:

جو چاہتا ہو کہ وہ اسے دیکھے جو زمین پر رہ کر آسمانوں والوں کو بہت ہی محبوب ہے تو وہ اس گزرنے والے (امام حسینؑ) کو دیکھے اور میں نے جنگِ صفین کے بعد ان سے کبھی گفتگو نہیں کی ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

جب تو اس بات کو جانتا ہے کہ اہل زمین میں سے اہل آسمان کو زیادہ پیارا ہوں تو پھر تو نے مجھ سے اور میرے والد سے جنگ کیوں کی تھی اور تو جنگِ صفین میں ہمارے خلاف لڑنے کے لیے کیوں آیا تھا؟

عبداللہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا:

حسینؑ! اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ کے نانا جان نے اولاد کو والدین کی اطاعت کا حکم دیا تھا اور جنگِ صفین میں میں اس لیے شامل ہوا کہ میرے والد نے مجھے اس میں شامل ہونے کا حکم دیا تھا۔ میں والد کے فرمان کو کیسے ٹال سکتا تھا؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی:

وَاِنْ جَاهَدَاکَ عَلٰی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (لقمان: ۱۵)

''اور اگر تیرے والدین تجھ سے یہ خواہش کریں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان دونوں کی اطاعت نہ کرنا''۔

پھر اس کے باوجود تو نے اللہ کی مخالفت کر کے اپنے والد کی اطاعت کیوں کی اور میرے والد سے جنگ کیوں کی؟ جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ والدین کی اطاعت نیک کاموں میں کرنی چاہیے برے کاموں میں نہیں کرنی چاہیے۔ اور جہاں مخلوق کی اطاعت سے خالق کی نافرمانی ہوتی ہو تو مخلوق کی اطاعت حرام ہو جاتی ہے۔

یہ سن کر عبداللہ بن عمرو بن العاص خاموش ہوگیا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

(منتخب طریحی، ص۲۰۳-۲۰۴)

اہل بیتؑ کے لیے طعامِ جنت کا آنا

کتاب ثاقب المناقب میں حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا سے مروی ہے۔

آپ نے فرمایا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور پھر آپؐ نے علیؑ کی طرف رخ کر کے فرمایا:

کیا تمہارے پاس کچھ طعام موجود ہے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں تو خود تین دن سے بھوکا ہوں اور ہمارے گھر میں بھی کھانے کے لیے کچھ موجود نہیں ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تم ہمیں اپنی زوجہ حضرت فاطمہؑ کے پاس لے چلو۔

چنانچہ حضرت رسول اکرمؐ اور حضرت علیؑ دونوں حضرت سیدہؑ کے پاس آئے اور انہوں نے دیکھا کہ جناب سیدہؑ اور ان کے دونوں فرزند بھوک کی وجہ سے بے حال تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمہؑ! تیرا والد تجھ پہ قربان جائے کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟

حضرت سیدہؑ کو نفی میں جواب دینے سے شرم محسوس ہوئی۔ آپؑ نے کہا جی ہاں ابا جان!

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے لیے کھانا لے آؤ۔

جناب سیدہؑ اٹھیں اور اپنے حجرہ عبادت میں تشریف لائیں اور آپؑ نے نماز پڑھی۔ اس دوران آپؑ کو طعام کی خوشبو محسوس ہوئی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؑ نے

پلٹ کر دیکھا تو وہاں ایک تھال رکھا تھا جس میں ثرید اور گوشت تھا۔ بی بی نے وہ تھال اٹھایا اور اپنے والد گرامی کے سامنے رکھ دیا۔ آنحضرتؐ نے علیؑ و فاطمہؑ، حسن و حسین علیہم السلام کو کھانے کے گرد بٹھایا۔

حضرت علیؑ گھور گھور کر تعجب آمیز نظروں سے حضرت سیدہؑ کو دیکھنے لگے اور آپؑ نے فرمایا:

یارسولؐ اللہ! جب میں گھر سے نکلا تھا تو اس وقت تک تو ہمارے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی لیکن تعجب ہے اب یہ کھانا کہاں سے آ گیا؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہؑ سے فرمایا:

پیاری دختر! تمہیں یہ رزق کہاں سے ملا ہے؟

حضرت سیدہؑ نے اس موقع پر وہی جواب دیا جو حضرت مریمؑ نے حضرت زکریا کے ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں دیا تھا۔ چنانچہ آپؑ نے عرض کیا:

هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ

''یہ اللہ کی طرف سے ہے بے شک خدا جسے چاہے حساب کے بغیر رزق دیتا ہے''۔ (آل عمران:۳۷)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا:

بے شک تمہارے پاس بھی خدا نے اسی طرح سے رزق بھیجا ہے جیسا کہ وہ حضرت مریمؑ کے لیے بھیجتا تھا۔

پنجتن پاک مل کر کھانا کھانے میں مصروف تھے کہ دروازے پر ایک سائل کی آواز بلند ہوئی۔ اس نے کہا:

اہل بیتؑ! اپنے کھانے میں سے مجھے بھی کچھ کھلاؤ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دور ہو جا۔ آپ نے یہ الفاظ تین بار ارشاد فرمائے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپ تو ہمیشہ ہمیں یہ حکم دیتے رہتے ہیں کہ ہم اپنے دروازے سے کسی سائل کو خالی نہ لوٹائیں۔ آخر آپؐ نے اس سائل کو کیوں دھتکارا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علیؑ! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سوال کرنے والا ابلیس لعین تھا اور وہ چاہتا تھا کہ وہ بھی جنت کے کھانے میں شریک ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس لعین کے لیے جنت کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔

جب پنجتن پاک خوب سیر ہوگئے تو وہ تھال بھی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

(الثاقب فی المناقب' ص۲۹۵' حدیث ۱)

جبریل امینؑ نے پنجتنؑ کا خادم بننے کی خدا سے درخواست کی تھی

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپؐ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت اسرافیل نے حضرت جبریلؑ پر فخر کرتے ہوئے کہا کہ میں تجھ سے بہتر ہوں۔

جبریل امینؑ نے کہا: تم مجھ سے کیسے بہتر ہو؟

اسرافیلؑ نے کہا کہ میں حاملین عرش فرشتوں کا سردار ہوں اور صور مجھے ہی پھونکنا ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کا مقرب ترین فرشتہ ہوں۔

جبریل امینؑ نے کہا: میں تم سے افضل ہوں۔

اسرافیلؑ نے کہا: تمہاری افضلیت کی کیا دلیل ہے؟

جبریلؑ نے کہا: میں خدا کی وحی انبیاء ومرسلین تک لے جاتا ہوں اور اللہ نے آج تک جس بھی اُمت کو ہلاک کیا ہے تو میرے ہی ذریعہ سے ہلاک ہوئی ہے۔

دونوں نے اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کرنے کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کی کہ خاموش ہو جاؤ۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے ان ذوات طاہرہ کو پیدا کیا ہے جو کہ تم دونوں سے افضل ہیں۔

دونوں نے عرض کیا: پروردگار وہ کون ہیں جو ہم سے بھی افضل ہیں جب کہ تو نے ہمیں اپنے نور سے پیدا کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے حجابات قدرت کو ہٹانے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ حجاب ہٹ گئے اور دونوں فرشتوں نے دیکھا کہ عرش اعظم پر یہ عبارت تحریر تھی:

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین خیر خلق اللّٰہ

''اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ علیؑ، فاطمہؑ اور حسن وحسین علیہم السلام اللہ کی بہترین مخلوق ہیں''۔

جبریل امینؑ نے عرض کیا:

پروردگار! میں تجھے ان کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے ان کا خادم بنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تیری درخواست قبول کی۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: جبریلؑ! ہم اہل بیتؑ میں سے ہے اور وہ ہمارا خادم ہے۔ (تاویل الایات' جلد۲' ص۸۳۴' حدیث ۸)

حسینؑ روشن ستارہ ہیں اور یزید زہریلا سانپ ہے

روایات میں مذکور ہے کہ معاویہ کی ماں ہند جگرخوار ایک مرتبہ صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں آئی اور ام المومنین عائشہ کے قریب آ کر بیٹھ گئی اور اس نے بی بی سے کہا:

اے دختر ابوبکر! آج رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے اور میں وہ خواب تجھے اس لیے سناتی ہوں تاکہ تو رسولؐ خدا سے اس کی تعبیر پوچھ سکے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ معاویہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

بی بی عائشہ نے کہا: اچھا تم اپنا خواب بیان کرو تاکہ میں رسول اکرمؐ سے اس کی تعبیر دریافت کروں۔

ہند نے کہا: میں نے خواب میں چمکتا ہوا سورج دیکھا جو کہ پوری دنیا پر روشنی پھیلا رہا تھا۔ میں نے پھر دیکھا کہ اس سورج سے ایک چاند نے جنم لیا۔ چاند کا نور پوری دنیا پر چمکنے لگا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس چاند سے دو ستارے پیدا ہوئے جن کے نور سے مشرق و مغرب منور ہو گئے۔ پھر اچانک منظر بدل گیا۔ میں نے ایک تاریک بادل کو دیکھا جو کہ سیاہ رات کی مانند تھا۔ اس بادل نے ایک ستارے کو ہڑپ کر لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس بادل سے ایک زہریلا سانپ نمودار ہوا۔ اس نے دوسرے ستارے کو نگل لیا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ یہ منظر دیکھ کر رو رہے ہیں اور ان ستاروں کے ڈوبنے کا غم کر رہے ہیں۔

بی بی عائشہ نے ہند کا خواب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ جب آپؐ نے یہ ہولناک خواب سنا تو آپؐ کے چہرہ اطہر کا رنگ بدل گیا اور آپؐ بے ساختہ رونے لگ گئے۔ آپؐ نے فرمایا:

عائشہ! اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ روشن سورج میں ہوں اور چاند میری بیٹی فاطمہ زہراء ہیں اور ستارے حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ سیاہ بادل معاویہ ہے اور اس کی کوکھ سے جنم لینے والا زہریلا سانپ یزید ہے۔ (منتخب طریحی، ص ۲۲۶)

میدانِ کربلا میں جنات کا آپؑ کی مدد کے لیے آنا

مروی ہے جب امام حسین علیہ السلام میدانِ کربلا میں دشمنوں میں گھرے ہوئے

میں چاہتا ہوں کہ تم پہلے حسینؑ کی مہم سر کرو اس کے بعد تم ''رَے'' کی حکومت جا کر سنبھالو۔

عمر بن سعد نے کہا کہ مجھے قتلِ حسینؑ کی مہم سے معاف رکھو۔

ابن زیاد نے کہا: ٹھیک ہے تم حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے مت جاؤ لیکن میں نے تمہیں ''رَے'' کی حکومت کا جو پروانہ لکھ کر دیا تھا تم وہ پروانہ مجھے واپس کر دو۔

عمر بن سعد نے کہا: پھر مجھے آج رات کی مہلت دو تا کہ میں اس مسئلہ پر غور کر سکوں۔

ابن زیاد نے کہا کہ جاؤ تمہیں آج رات کی مہلت ہے۔ اس کے بعد عمر بن سعد اپنے گھر آیا اور اس نے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو اپنے گھر بلایا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ اس کے تمام رشتہ داروں نے اسے قتلِ حسینؑ کی مہم سے منع کیا۔

اس اجلاس میں ایک نیک شخص بھی موجود تھا جس کا نام کامل تھا اور وہ اس کے باپ سعد بن ابی وقاص کا دوست تھا اور وہ نہایت دیندار اور عقل مند شخص تھا۔

عمر بن سعد نے کہا کہ ابن زیاد قتل حسینؑ کی مہم میرے ذمہ لگانا چاہتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ قتلِ حسینؑ میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ میری نظر میں حسینؑ کا قتل کرنا روٹی کا لقمہ کھانے یا پانی کا ایک گھونٹ پینے کی طرح سے آسان کام ہے۔ اور جب میں قتلِ حسینؑ سے فارغ ہو جاؤں گا تو میں رَے شہر کی حکومت حاصل کروں گا۔

جب کامل نے اس لعین کی یہ گفتگو سنی تو اس نے کہا:

عمر بن سعد! تجھ پر ہلاکت ہو تو نواسہ رسولؐ کو شہید کرنا چاہتا ہے۔ تجھ پر اور تیری سوچ پر لعنت ہو۔ کیا تو حق سے پھر گیا اور راہِ ہدایت کو چھوڑ دیا۔ کیا تجھے کچھ معلوم بھی ہے کہ تو کس سے جنگ کرنے کی سوچ رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدا کی قسم! اگر ایک مسلمان کے قتل کے عوض مجھے روئے زمین کی سلطنت بھی دے دی جائے تو بھی میں ایسا نہیں کروں گا۔ تو رسول مقبولؐ کے فرزند کو قتل کرنا چاہتا

میں چاہتا ہوں کہ تم پہلے حسینؑ کی مہم سر کرو اس کے بعد تم ''رَے'' کی حکومت جا کر سنبھالو۔

عمر بن سعد نے کہا کہ مجھے قتلِ حسینؑ کی مہم سے معاف رکھو۔

ابن زیاد نے کہا: ٹھیک ہے تم حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے مت جاؤ لیکن میں نے تمہیں ''رَے'' کی حکومت کا جو پروانہ لکھ کر دیا تھا تم وہ پروانہ مجھے واپس کر دو۔

عمر بن سعد نے کہا: پھر مجھے آج رات کی مہلت دو تاکہ میں اس مسئلہ پر غور کرسکوں۔

ابن زیاد نے کہا کہ جاؤ تمہیں آج رات کی مہلت ہے۔اس کے بعد عمر بن سعد اپنے گھر آیا اور اس نے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو اپنے گھر بلایا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔اس کے تمام رشتہ داروں نے اسے قتلِ حسینؑ کی مہم سے منع کیا۔

اس اجلاس میں ایک نیک شخص بھی موجود تھا جس کا نام کامل تھا اور وہ اس کے باپ سعد بن ابی وقاص کا دوست تھا اور وہ نہایت دیندار اور عقل مند شخص تھا۔

عمر بن سعد نے کہا کہ ابن زیاد قتل حسینؑ کی مہم میرے ذمہ لگانا چاہتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ قتلِ حسینؑ میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔میری نظر میں حسینؑ کا قتل کرنا روٹی کا لقمہ کھانے یا پانی کا ایک گھونٹ پینے کی طرح سے آسان کام ہے۔اور جب میں قتلِ حسینؑ سے فارغ ہو جاؤں گا تو میں رَے شہر کی حکومت حاصل کروں گا۔

جب کامل نے اس لعین کی یہ گفتگو سنی تو اس نے کہا:

عمر بن سعد! تجھ پر ہلاکت ہو تو نواسہ رسولؐ کو شہید کرنا چاہتا ہے۔تجھ پر اور تیری سوچ پر لعنت ہو۔کیا تو حق سے پھر گیا اور راہِ ہدایت کو چھوڑ دیا۔کیا تجھے کچھ معلوم بھی ہے کہ تو کس سے جنگ کرنے کی سوچ رہا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدا کی قسم! اگر ایک مسلمان کے قتل کے عوض مجھے روئے زمین کی سلطنت بھی دے دی جائے تو بھی میں ایسا نہیں کروں گا۔تو رسول مقبولؐ کے فرزند کو قتل کرنا چاہتا

ہے۔کل جب قیامت کے دن خدا کی عدالت میں پیش ہوگا تو اس وقت تو رسولؐ خدا اور ان کی دختر فاطمہ زہراءؑ کو کیا جواب دے گا؟ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

ہمارے اس دور میں حسینؑ اپنے نانا رسولؐ خدا کے وارث ہیں اور حسینؑ کی اطاعت ہم پر اسی طرح سے فرض ہے جیسا کہ ان کے نانا کی اطاعت فرض ہے۔ حسینؑ جنت و دوزخ کا معیار ہے۔ تجھے جو بھی کرنا ہو کر لے لیکن ایک بات مجھ سے بھی سن لے کہ اگر تو نے ان سے جنگ کی یا انہیں قتل کیا یا ان کے خلاف تو نے کسی کی مدد کی تو اس کے بعد تو بھی دنیا میں زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہے گا۔

عمر بن سعد نے کہا: کیا تو مجھے موت سے خوفزدہ کرنا چاہتا ہے جب کہ میں کربلا میں ستر ہزار فوج کا سالار بن کر جاؤں گا اور جب اس مہم سے فارغ ہوں گا تو میں رَے کا حکمران بن جاؤں گا۔

کامل نے کہا: میں تجھے ایک صحیح ترین واقعہ سنانا چاہتا ہوں۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو پھر اس کو قبول کرے۔ ایک مرتبہ میں نے تیرے باپ سعد بن ابی وقاص کے ساتھ شام کا سفر کیا تھا۔ میری سواری کا جانور کمزور تھا اسی لیے میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گیا اور اس دوران مجھے سخت پیاس محسوس ہوئی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو مجھے ایک راہب کا گرجا دکھائی دیا۔ میں پانی پینے کی غرض سے اس دیر کے دروازے پر گیا۔ راہب نے اوپر سے جھانک کر مجھے دیکھا تو مجھ سے کہا: کیا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: میں پیاسا ہوں اور یہاں پانی پینے کی غرض سے آیا ہوں۔

راہب نے دیر کی منڈیر سے کھڑے کھڑے جواب دیا: تیرا اس نبیؐ کی امت کا ایک فرد ہے جو ہوس اقتدار میں ایک دوسرے کا گلا کاٹیں گے؟

میں نے کہا: میرا تعلق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت مرحومہ سے ہے۔

راہب نے کہا: تم بدترین اُمت ہو۔ قیامت کے دن کی ہلاکت تمہاری منتظر

ہے۔تم اپنے نبیؐ کی عترت کو محصور کرو گے اور انہیں قتل کرو گے اور انہیں در بدر پھراؤ گے۔ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ تم لوگ اپنے نبیؐ کے نواسے کو قتل کرو گے۔ اور اس کے پردہ داروں کو قیدی بناؤ گے اور ان کا مال لوٹو گے۔

میں نے کہا: راہب! کیا ہم ایسا کام بھی کریں گے؟

راہب نے کہا: جی ہاں! جب تم یہ کام کرو گے تو اس وقت آسمان، زمین، سمندر، پہاڑ اور صحراؤں کی جملہ مخلوقات حسینؑ کے قاتل پر لعنت کریں گی اور اس کا قاتل دنیا میں زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہے گا۔قتلِ حسینؑ کے کچھ ہی عرصہ بعد اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو حکومت دے گا جو چُن چُن کر حسینؑ کے قاتلوں کو قتل کرے گا۔

پھر راہب نے کہا: خدا کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ اس قاتل سے تیری کوئی رشتہ داری نہیں ہے اور اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں فرزند رسولؐ پر اپنی جان قربان کروں گا۔

میں نے کہا کہ میں فرزند رسولؐ کی قاتل جماعت کا فرد بننے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

راہب نے کہا: اگرچہ تم فرزند رسولؐ کے قاتلین میں سے نہیں ہو مگر مجھے یوں لگتا ہے کہ تیرا اس کے قاتل سے کوئی نہ کوئی تعلق ضروری ہے اور ہاں یہ بھی سن لے کہ پوری دوزخ کا نصف عذاب فرزند رسولؐ کے قاتل کے لیے مخصوص ہوگا۔ اور اسے فرعون و ہامان سے بھی زیادہ عذاب دیا جائے گا۔

یہ کہہ کر وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگیا اور اس نے مجھے پانی پلانا گوارا نہ کیا۔

اس کے بعد میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے قافلہ سے جا ملا۔ تیرے والد سعد نے مجھ سے کہا کہ کامل! تم کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے اسے راہب کی گفتگو سنائی تو تیرے والد نے کہا کہ اس نے بالکل سچ کہا۔

پھر تیرے والد نے کہا کہ تمہاری طرح سے ایک مرتبہ میں بھی اس راہب کے دَیر

میں گیا تھا تو اس راہب نے مجھے دیکھ کر کہا تھا کہ تو ہی فرزند رسولؐ کو ذبح کرے گا۔ یہ سن کر میں کانپ اٹھا تھا۔

اس کے بعد کامل نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ راہب کی پیشین گوئی تیرے ذریعہ سے پوری ہو رہی ہے۔ تو قتلِ حسینؑ سے باز آجا ورنہ دوزخ کا آدھا عذاب صرف تیرے ہی لیے مخصوص ہو جائے گا۔

عمر بن سعد نے ابن زیاد کو کامل کی گفتگو سے مطلع کیا۔ اس لعین نے کامل کو طلب کر کے اس کی زبان کٹوا دی اور اس کے بعد دوسرے دن کامل کی وفات ہوگئی۔

(منتخب طریحی، ص ۲۸۰-۲۸۲)

قاتلین حسینؑ پر خدائی عذاب

روایات میں مروی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کے تمام یار و انصار راہِ خدا میں شہید ہوگئے اور کوئی بھی باقی نہ رہا تو آپؑ نے شہادت کی تیاری کی اور خیمہ میں تشریف لائے اور اپنی بہن حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا سے فرمایا:

بہن! کوئی پرانی پوشاک لاؤ جس کا کوئی بھی خواہش مند نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے اس لباس کے نیچے پہن لوں تا کہ میری لاش عریاں ہونے سے بچ جائے۔

آپؑ کا یہ فرمان سن کر مخدرات عصمت و طہارت میں کہرام بپا ہوگیا۔ پھر شاہزادی ایک پرانی پوشاک لے آئیں جسے آپؑ نے اپنے ہاتھوں سے پارہ پارہ کیا اور اسے اپنے لباس کے نیچے پہنا۔ آپؑ کی ایک نئی شلوار تھی آپ نے اسے بھی پارہ پارہ کیا تا کہ ظالم اسے آپ کے جسم پر رہنے دیں۔

لیکن ہائے افسوس آپؑ کی شہادت کے بعد ایک ظالم نے اس پھٹی ہوئی شلوار کو بھی اتار لیا اور آپؑ کو بے لباس کر دیا۔ جیسے ہی اس ظالم نے یہ حرکت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں کو شل کر دیا۔ (منتخب طریحی، ص ۴۵۱)

جمال ملعون کا واقعہ

یوسف بن یحییٰ نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ میں نے مکہ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا چہرہ کالا سیاہ تھا۔ اور وہ پکار کر کہہ رہا تھا کہ لوگو! مجھے بتاؤ یہاں آل محمدؐ کا بھی کوئی فرد موجود ہے؟

لوگوں نے کہا: تو ان کے متعلق کیوں پوچھ رہا ہے اور تو کون ہے؟

اس نے کہا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں۔

لوگوں نے کہا: تو جھوٹ بولتا ہے۔ جس شخص کا تو نام لے رہا ہے وہ ہمارا دیکھا بھالا شخص ہے وہ تو انتہائی خوبصورت شخص ہے جب کہ تو دنیا کا قبیح ترین شخص ہے۔

اس نے کہا: لوگو! مجھے حقِ محمدؐ کی قسم! میں بالکل وہی شخص ہوں لیکن میں نے ایک گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے اللہ نے میری شکل وصورت کو بدل دیا ہے۔

وہاں پر موجود تمام افراد نے بڑی دلچسپی سے اس کا واقعہ دریافت کیا۔ اس نے کہا:

میں امام حسینؑ کے قافلہ کا ساربان تھا اور ایک منزل پر امام حسینؑ قضائے حاجت کے لیے گئے تو میری نظر ان کے قیمتی کمر بند پر پڑی اور وہ کمر بند انہیں ان کے برادر نسبتی فرزند یزدگرد نے انہیں اس وقت تحفہ میں بھیجا تھا جب آپؑ کا نکاح اس کی بہن شاہ زنان (شہر بانو) سے ہوا تھا۔ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں ان سے کمر بند کا سوال کروں لیکن ان کی ہیبت سے میں بول نہ سکا اور میں نے کئی بار دل میں سوچا کہ اس کمر بند کو چوری کروں لیکن مجھے کوئی موقع نہ ملا۔ اور جب امام حسینؑ کربلا میں وارد ہوئے اور شب عاشور میں انہیں چھوڑ کر دور چلا گیا۔ جب روز عاشور سرخ آندھی چلی تو مجھے یقین ہوگیا کہ امام حسینؑ شہید ہوگئے ہیں۔ مجھے شیطان نے ترغیب دی کہ میں مقتل میں جاؤں اور جا کر کمر بند حاصل کروں۔ چنانچہ میں میدان کربلا میں آیا اور میں نے

لاشوں کو دیکھنا شروع کیا۔ آخر کار مجھے ان کی لاش مل گئی۔ آپؑ اس وقت خون میں غلطاں تھے اور آپ کا سر کاٹا جا چکا تھا اور آپؑ کے پورے جسم پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے ان گنت نشان تھے۔

میں نے کمر بند کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کی گرہ کھولنے کا ارادہ کیا تو امام حسینؑ کا ایک ہاتھ بلند ہوا اور میرے ہاتھ کو پکڑ لیا اور ان کی پکڑ اتنی سخت تھی کہ مجھے میرا ہاتھ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا اور امام حسینؑ نے کمر بند میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ میں نے اپنے ہاتھ کو ان کے ہاتھ سے چھڑانے کی بھرپور کوشش کی مگر میرا ہاتھ چھوٹنے میں نہ آیا۔ میرے پاس ایک چھری تھی۔ میں نے اسے نکالا اور اس کے ذریعے سے ان کی انگلیوں کو کاٹا۔ پھر میں نے کمر بند کھولنے کا دوبارہ ارادہ کیا۔ اتنے میں فرات کی طرف سے کچھ سوار آتے ہوئے دکھائی دیئے جن سے خوشبو کے حلّے اٹھ رہے تھے۔

جب میں نے انہیں دیکھا تو خیال کیا کہ یہ ابن زیاد کے لشکری ہیں اور وہ میدان میں یہ دیکھنے کے لیے آئے ہیں کہ ان میں سے کسی میں رمق جان باقی تو نہیں۔

یہ سوچ کر مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور میں نے اپنے آپ کو مقتولین میں چھپایا۔ ایک شخص ان سواروں کے آگے آگے تھا اور اس کا چہرہ سورج کی طرح سے چمک رہا تھا اور وہ پکار رہا تھا: میں اللہ کا رسول محمد مصطفیٰؐ ہوں اور اس کے بعد ایک اور سوار نمودار ہوا اس نے پکار کر کہا: میں اللہ کا شیر حمزہ ہوں۔ تیسرے سوار نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا: میں جعفر طیار ہوں اور چوتھے سوار نے کہا: میں علی مرتضیٰؑ ہوں اور پانچویں سوار نے کہا: میں حسن بن علیؑ ہوں۔

ان کے بعد فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا روتی ہوئی میدانِ کربلا میں آئیں اور آوازیں دے کر کہہ رہی تھیں:

میرے پیارے حسینؑ! میری آنکھوں کی ٹھنڈک حسینؑ! ماں کو بتاؤ کہ میں تیرے کٹے ہوئے سر کو روؤں یا تیرے کٹے ہوئے ہاتھوں کو روؤں یا گرم ریت پر پڑے ہوئے

تیرے نازنین بدن کو روؤں یا تیرے خاندان کی قید کو روؤں۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے حبیب' میرے نورنظر حسینؑ کا سر کہاں ہے؟

میں نے دیکھا کہ اچانک حسینؑ کا سر نبی کی ہتھیلی پر پہنچ گیا اور رسول اکرمؐ نے وہ سر حسینؑ کے جسم سے لگایا۔ حسینؑ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ رسولؐ خدا نے انہیں گلے لگایا اور رونے لگے اور رو رو کر فرمایا:

میرے فرزند! میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بھوکا پیاسا ہے۔ آخر ان لوگوں نے تجھے بھوکا پیاسا کیوں رکھا۔ خدا انہیں بھوکا رکھے اور پیاس کے دن انہیں سیراب نہ کرے۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا:

تیرے قاتل کو میں پہچانتا ہوں مگر مجھے بتاؤ کہ تمہاری انگلیاں کس نے کاٹی ہیں؟

امام حسینؑ نے فرمایا: نانا جان! اس ظالم نے میری انگلیاں قطع کی ہیں۔ پھر چند افراد میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا: تجھے رسولؐ خدا بلا رہے ہیں۔

انہوں نے مجھے کھڑا کیا اور رسول اکرمؐ کے سامنے پیش کیا۔ رسول اکرمؐ نے مجھ سے کہا:

دشمنِ خدا! تو نے میرے فرزند اور میرے نورنظر حسینؑ کی انگلیاں کیوں کاٹی ہیں؟

میں نے کہا: یا رسولؐ اللہ! میں حسینؑ کے قتل میں شریک نہیں تھا۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: میرے حسینؑ کی ایک انگلی کاٹنے والا بھی اس کے قتل میں شریک ہے۔

پھر رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: دشمنِ خدا دور ہو جا۔ خدا تیرے رنگ کو تبدیل کرے۔ اس کے بعد میں اٹھا تو میرا چہرہ سیاہ ہو گیا۔

جیسے ہی اس لعین نے اپنی داستان مکمل کی تو ہر شخص نے اس پر لعنت کی اور اسے

بد دعا دی۔

خونِ حسینؑ میں غلطان پرندے کا واقعہ

روایات اہل بیتؑ میں وارد ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو آپؑ کی شہادت کے بعد سفید رنگ کا ایک پرندہ آپؑ کی لاش پر آیا اور اس نے آپؑ کے خون سے اپنے پروں کو غلطان کیا۔ پھر وہ اڑ کر ایک ایسی جگہ پر آیا جہاں بہت سے پرندے درختوں کے سائے میں بیٹھے چہچہا رہے تھے اور دانے پانی کا ذکر کر رہے تھے۔ اس پرندے نے دوسرے پرندوں سے کہا:

تم پر افسوس ہے کہ تم دانے پانی کی یاد میں محو ہو جب کہ رسولؐ خدا کا نور عین امام حسینؑ کربلا میں شہید ہو گیا ہے اور ان کا جسم کربلا کی گرم ریت پر پڑا ہوا ہے اور ابھی تک ان کا خون تازہ ہے۔

پرندوں نے یہ خبر سنی تو وہ میدان کربلا میں آئے جہاں انہوں نے حسینؑ کو دیکھا کہ آپؑ ذبح ہو چکے تھے اور آپؑ کا سر ملعون کاٹ کر اپنے ساتھ کوفہ لے گئے تھے اور آپؑ کو کسی نے غسل و کفن نہیں دیا تھا۔ آپؑ کا جسم گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو چکا تھا اور صحرا کی گرم ریت اڑ اڑ کر آپؑ کے جسم پر پڑ رہی تھی۔ جنگل کے جانور اور پہاڑوں اور صحراؤں کے جن آ کر آپؑ کی زیارت کر رہے تھے۔

جب پرندوں نے آپؑ کی مظلومیت کا یہ منظر دیکھا تو وہ زور زور سے رونے لگے۔ پھر انہوں نے اپنے پروں پر آپؑ کا خون لگایا اور مختلف اطراف کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنی زبان بے زبانی سے لوگوں کو بتانے لگے کہ لوگو! حسینؑ کربلا میں مارے گئے۔ حسینؑ کربلا میں ذبح کر دیے گئے اور مسلمانوں نے حسینؑ کے گھرانہ کو کربلا میں لوٹ لیا۔

یہ پرندے جہاں بھی جاتے تو دوسرے پرندے ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور

سب مل کر امام حسینؑ کا غم مناتے تھے۔ ان میں سے ایک پرندہ مدینہ منورہ آیا اور روضہ رسولؐ پر گیا اور کافی دیر تک اپنی زبان میں رسولؐ خدا کو ان کے مظلوم نواسے کا پرسہ دیتا رہا۔

اس پرندے کو دیکھ کر دوسرے پرندے جمع ہو گئے اور کافی دیر تک اپنی اپنی بولیوں میں غمِ حسینؑ کرتے رہے۔ اہل مدینہ نے پرندوں کی یہ بے تابی دیکھی لیکن انہیں معلوم نہ ہوسکا کہ معاملہ کیا ہے۔ انہوں نے پرندوں کی گریہ وزاری کا دن لکھ لیا اور پھر جب کچھ عرصہ کے بعد امام حسینؑ کی شہادت کی خبر مدینہ پہنچی تو انہیں معلوم ہوا کہ اسی دن امام حسینؑ شہید ہوئے تھے اور یہ پرندے دراصل رسولؐ خدا کو پرسہ دے رہے تھے۔

روضہ رسولؐ سے وہ پرندہ اڑ کر ایک یہودی کے باغ میں آیا اور ایک درخت پر بیٹھ کر ساری رات غمِ حسینؑ میں گریہ کرتا رہا۔ اس باغ کے مالک یہودی کی ایک نابینا اور اپاہج بیٹی تھی۔ یہودی دن کے وقت اس بیٹی کو باغ میں لے آتا تھا اور شام کے وقت دوبارہ گھر لے جاتا تھا۔ اس دن یہودی اپنے کاموں میں اتنا مصروف ہوا کہ وہ اپنی بیٹی کو گھر نہ لے جاسکا اور لڑکی کو تمام رات درخت کے نیچے بسر کرنا پڑی۔

جس درخت کے نیچے یہودی کی اپاہج بیٹی لیٹی تھی اسی درخت پر وہ پرندہ بھی بیٹھا تھا۔ اس کے پروں سے خونِ حسینؑ کا ایک قطرہ گرا جو اس کی آنکھ پر آیا۔ حسینؑ کی برکت سے اس کی وہ آنکھ فی الفور ٹھیک ہوگئی۔ پھر دوسری آنکھ پر ایک اور قطرہ گرا جس سے لڑکی کی دوسری آنکھ بھی صحیح ہوگئی۔ پھر کچھ مزید قطرات اس کے جسم پر گرے۔ لڑکی نے وہ قطرات اپنے جسم پر ملے اور امام حسینؑ کے خونِ پاک کی برکت سے وہ بالکل تندرست ہوگئی۔

صبح ہوئی اور اس کا باپ باغ میں آیا۔ اس نے باغ میں ایک تندرست لڑکی کو چلتے ہوئے دیکھا تو اس نے اس سے کہا کہ اس باغ میں اپنی بیمار اور نابینا لڑکی کو لٹا کر گیا تھا تمہیں میری اس بیٹی کے متعلق کچھ علم ہے؟

لڑکی نے کہا: ابا جان! شاید آپ مجھے پہچان نہ سکے۔ آپ کی وہی بیمار اور اپاہج بیٹی میں ہی ہوں۔

یہودی یہ بات سن کر بے ہوش ہو گیا اور جب اسے ہوش آیا تو اس نے بیٹی سے پوچھا کہ تم تندرست کیسے ہو گئی ہو؟

بیٹی اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ کر اسے اس درخت کے نیچے لے آئی جس پر پرندہ بیٹھ کر غمِ حسینؑ میں گریہ کر رہا تھا۔ لڑکی نے کہا: ابا جان! رات اس پرندے کے پروں سے خون کے چند قطرات میرے جسم پر گرے جن کی برکت سے میں شفایاب ہو گئی۔

یہودی نے پرندے سے کہا: اے پرندہ! تجھے اس ذات کا واسطہ جس نے تجھے پیدا کیا ہے مجھ سے میری زبان میں گفتگو کر۔

اللہ تعالیٰ نے پرندے کو انسانوں کی زبان بولنے کی طاقت عطا کی اور اس نے کہا:

میں دوسرے پرندوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اور پرندہ ہمارے پاس آیا اور اس نے ہم سے کہا:

پرندو! تم دانے چگنے میں مصروف ہو اور خوش گپیاں کر رہے ہو جب کہ گرم ریت پر حسینؑ ذبح ہو چکے ہیں اور ظالموں نے ان کا سر کاٹ لیا ہے اور ان کا خاندان اجڑ گیا ہے۔

یہ سن کر ہم صحرائے کربلا میں پہنچے۔ وہاں ہم نے حسینؑ کو صحرا کی ریت پر لیٹا ہوا دیکھا۔ ان کے حلقوم سے خون جاری تھا۔ ہم نے اپنے پروں پر ان کا خون لگایا اور متفرق اطراف کی طرف روانہ ہو گئے اور میں رسولؐ خدا کو پرسہ دینے کے لیے یہاں آیا ہوں۔

جب یہودی نے پرندے کی گفتگو سنی تو اسے یقین ہو گیا کہ جس کے خونِ پاک کے چھینٹوں میں اتنی برکت ہے اس کا نانا سچا نبیؐ ہے۔ چنانچہ یہودی اپنی بیٹی اور قوم کے پانچ سو افراد کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ (منتخب طریحی، ص ۱۰۷-۱۰۹)

امام حسینؑ کا سامان لوٹنے والوں کا انجام

سید ابن طاؤس' ہلال بن نافع کی زبانی نقل کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں عمر بن سعد کی فوج میں کھڑا تھا کہ ایک شخص نے چیخ کر کہا: امیر! تجھے مبارک ہو' شمر آرہا ہے اور وہی حسینؑ کو قتل کرے گا۔

جب میں نے یہ سنا تو دونوں صفوں کے درمیان گیا۔ میں نے دیکھا کہ حسینؑ کی زندگانی کے آخری لمحات تھے۔ خدا کی قسم! خون میں لت پت کسی بھی شخص کو میں نے امام حسینؑ سے زیادہ حسین وجمیل نہیں دیکھا۔ حسینؑ کے چہرے کی روشنی اور اس کی خوبصورتی نے مجھے ہر چیز سے لاتعلق کر دیا۔ امام حسینؑ نے اس وقت پانی مانگا تو اس کے جواب میں ایک سنگدل نے کہا: حسینؑ تو دوزخ کا گرم پانی پیئے گا اور دنیا کا پانی اب تجھے نصیب نہیں ہوگا۔

امام حسینؑ نے فرمایا:

تجھ پر افسوس میں دوزخ کا گرم پانی نہیں پیوں گا۔ میں تو اپنے نانا رسولؐ خدا کے پاس جاؤں گا اور ان کے ساتھ رہائش اختیار کروں گا اور میں کوثر کا تازہ پانی پیوں گا اور میں نانا جان سے تمہارے اس سلوک کی شکایت کروں گا۔

امام حسین علیہ السلام کے اس جواب پر فوج اشقیاء کو سخت غصہ آیا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ نے ان کے دلوں میں رحم نام کی کوئی چیز پیدا ہی نہیں کی تھی۔ کچھ دیر بعد امام مظلوم کا سر تن سے جدا کیا گیا۔ مجھے ان کی سنگدلی پر بڑا تعجب ہوا اور میں نے کہا:

خدا کی قسم! آئندہ میں کسی بھی کام میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپؑ کی لاش کو لوٹنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اسحاق بن حویہ حضرمی نے آپؑ کی قمیص لوٹی اور جب اس نے آپ کی قمیص پہنی تو اسے برص کی بیماری لاحق ہوگئی اور اس کے بال گر گئے۔

روایات میں مذکور ہے کہ آپؑ کی قمیص پر ایک سو دس سے زیادہ تیروں اور نیزوں کے زخم تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام حسینؑ کو تینتیس نیزوں اور چونتیس تلواروں کے زخم لگے تھے۔

آپؑ کی شلوار بحر بن کعب تیمی نے لوٹی۔ چند دن بعد وہ اپاہج ہوگیا اور چلنے پھرنے سے معذور ہوگیا۔ آپؑ کا عمامہ اخنس بن مرثد بن علقمہ حضرمی نے لوٹا۔

بعض روایات کے مطابق جابر بن یزید اودی لعین نے آپؑ کا عمامہ اتارا تھا اور جب اس نے اپنے سر پر باندھا تو اسے جذام کی بیماری لاحق ہوگئی۔ آپؑ کی زرہ مالک بن بشیر کندی نے اتاری۔ چند دنوں بعد وہ پاگل ہوگیا۔ آپؑ کے جوتے کو اسود بن خالد نے اتارا تھا اور آپؑ کی انگشتری بجدل بن سلیم کلبی لعین نے اتاری اور اس نے آپؑ کی انگلی بھی کاٹی تھی اور اس ملعون کو مختار ثقفی نے گرفتار کرایا اور مختار ثقفی نے حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں ٹانگیں کاٹ دی جائیں۔ چنانچہ اس لعین کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور وہ خون میں لت پت ہوکر تڑپتا رہا یہاں تک کہ جہنم واصل ہوگیا۔

قیس بن اشعث نے آپؑ کی مخملی چادر لوٹی۔ عمر بن سعد لعین نے آپؑ کی زرہ اتاری۔ امیر مختار کے دور حکومت میں ابو عمرہ نے عمر بن سعد کو قتل کیا تو مختار نے وہ زرہ اسے بخش دی تھی۔

جمیع بن خلق ازدی نے آپؑ کی تلوار لوٹی۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ بنی تمیم کے ایک شخص اسود بن حنظلہ نے آپؑ کی تلوار لوٹی تھی۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق آپ کی ''قلافس'' نامی تلوار نہشلی نے لوٹی تھی۔ محمد بن زکریا نے اضافہ کیا کہ بعد میں تلوار بیت بن بدیل کے پاس پہنچ گئی تھی۔

(ہم یہاں یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ظالموں نے جو تلوار لوٹی تھی وہ ذوالفقار کے علاوہ اور تلوار تھی۔ ذوالفقار کا تعلق ورثہ امامت سے ہے جو کہ یکے بعد دیگرے ائمہ

ہدیٰ کو منتقل ہوتی رہی اور آخر میں وہ تلوار بارہویں امام کے پاس پہنچ گئی اور جب آپؑ کا ظہور ہوگا تو آپؑ اس تلوار کو لے کر آئیں گے)

اس کے بعد لوگوں نے خیام آل محمدؐ کو تاراج کیا اور مخدرات عصمت کے زیور تک لوٹ لیے۔ پھر خیام کو آگ لگا دی گئی اور رسول زادیاں جلتے ہوئے خیموں سے باہر آئیں۔ (ملخصاً عن لہوف، ص ۹۵-۱۵۹)

ابحر بن کعب کا انجام

ابومخنف نے محمد بن عبدالرحمٰن کی زبانی نقل کیا ہے کہ ابحر بن کعب امام حسین علیہ السلام کی لاش کو لوٹنے والوں میں شامل تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ چنانچہ سردیوں میں اس کے ہاتھوں سے خون اور پانی ٹپکتا رہتا تھا اور گرمیوں میں اس کے ہاتھ لکڑیوں کی طرح سے خشک ہو جاتے تھے۔ (مناقب آل ابی طالب، جلد۴، ص ۵۷۔ طبری، جلد۵، ص ۵۱ بحوالہ ابی مخنف)

قاتلینِ حسینؑ سے خدائی انتقام

سیار بن الحکم کا بیان ہے کہ فوج اشقیاء نے خیامِ حسینؑ سے خوشبو بھی لوٹی اور بعد میں اس خوشبو کو جس عورت نے استعمال کیا وہ مبروص ہوگئی۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۳۳۷)

اسحاق حضرمی لعین نے آپ کی قمیص لوٹی تھی اور جب اس نے وہ قمیص پہنی تو اسے برص ہوگیا۔ (مناقب آل ابی طالب، جلد۴، ص ۵۶)

سفیان بن عینیہ نے کہا کہ میں نے اپنی دادی سے سنا کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد لوگ ایک اونٹ کو پکڑ کر لائے جس پر خوشبو لدی ہوئی تھی۔ ظالموں نے اونٹ نحر کیا اور اس کا گوشت تقسیم کیا۔ اس کا گوشت ایلوے کی طرح سے کڑوا تھا اور خوشبو راکھ بن گئی اور ہم نے جو بھی پتھر اٹھایا تو اس کے نیچے ہمیں تازہ خون جوش مارتا ہوا دکھائی

دیا۔

اس روایت کے نقل کرنے کے بعد صاحب ثاقب المناقب لکھتے ہیں کہ مذکورہ دونوں روایات میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ کچھ خوشبو راکھ بن گئی تھی اور کچھ خوشبو کو عورتوں نے استعمال کیا تھا تو وہ مبروص ہوگئی تھیں۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۳۳۷)

ابن شہر آشوب ناقل ہیں کہ ایک شخص نے امام حسینؑ کے خیام سے خوشبو لوٹی تھی مگر قدرت خداوندی سے وہ خوشبو خون میں تبدیل ہوگئی اور گیارہ محرم کی رات کو ہمیں ستارے یوں دکھائی دیتے تھے جیسے وہ آگ کے شعلے ہوں۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۵۵-۵۶)

ابوعبداللہ کا بیان ہے۔ ہمارے علاقہ کا ایک شخص جنگِ کربلا میں شریک ہوا تھا۔ جب وہ کربلا سے واپس آیا تو اس کے پاس ایک اونٹ اور کچھ زعفران تھی۔ اس کی بیوی نے زعفران اپنے ہاتھوں پہ لگایا تو وہ مبروص ہوگئی۔ پھر اس نے اونٹ کو نحر کیا اور چھری سے اس کے گوشت کے ٹکڑے کیے تو تمام ٹکڑے آگ بن گئے اور ہانڈیوں میں بھی آگ بھڑک اٹھی۔

قاسم بن اصبغ کا بیان ہے کہ میں نے بنی دارم کے ایک شخص سے پوچھا: تیرا چہرہ کیوں بگڑ گیا ہے؟

اس نے جواب دیا: میں نے کربلا میں امام حسینؑ کے ایک ساتھی کو قتل کیا تھا۔ میں جب بھی سوتا ہوں تو وہی مقتول میرے خواب میں آتا ہے اور مجھے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیتا ہے اور میں صبح ہونے تک دوزخ میں جلتا رہتا ہوں۔

اس شخص کی ایک کنیز کا بیان ہے کہ یہ لعین ساری رات ہمیں سونے نہیں دیتا۔ ساری رات اس کی چیخیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۵۸)

قرہ بن قیس نے اپنے ماموں سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں ابی رجاء العطاردی کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے حاضرین محفل سے کہا کہ اہل بیتؑ کا ذکر ہمیشہ

سے کیا کرو اور ان کا شکوہ نہ کیا کرو۔

اتنے میں ایک شخص وہاں آیا جو کربلا کی جنگ میں شریک تھا اور وہ امام حسین علیہ کو برا بھلا کہتا تھا۔ اچانک دو ستارے گرے اور وہ اندھا ہو گیا۔ (مناقب آل ابی جلد۴، ص ۵۸)

کسی نے عبداللہ بن رباح سے پوچھا کہ تو پہلے تو تندرست تھا، پھر اچانک تو کیسے ہو گیا؟

اس نے کہا: میں کربلا کی جنگ میں لشکر ابن سعد میں موجود تھا مگر میں نے اس میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ واقعۂ کربلا کے بعد ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ عالمِ میں ایک شخص نے مجھے پکار کر کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے یاد کرتے

میں نے کہا کہ میں نہیں جا سکتا۔ اس شخص نے مجھے گھسیٹ کر رسول اکرمؐ کے سامنے پیش کیا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت سخت غمگین تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک تھا اور آپ کے سامنے ایک کھال بچھی ہوئی تھی اور آپ کے آگے ایک فرشتہ آگ کی پکڑے ہوئے کھڑا تھا اور وہ لوگوں کی گردنیں کاٹ رہا تھا۔ اور جیسے ہی وہ کسی کی ن جدا کرتا تھا تو مقتول کے جسم کو آگ لگ جاتی تھی اور اس کا وجود جل جاتا تھا۔ پھر لحات کے بعد وہ زندہ ہو جاتا تھا اور فرشتہ اسے دوبارہ قتل کرتا تھا۔

میں نے رسولؐ خدا پر سلام کیا اور کہا: یا رسولؐ اللہ! میں نے کربلا میں نہ تو کسی کو ماری تھی اور نہ ہی میں نے کسی کو نیزہ مارا تھا اور نہ ہی میں نے کوئی تیر چلایا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کیا تو نے ان کے ساتھ شامل ہو کر ان کی تعداد کو نہیں بڑھایا تھا؟

پھر آپؐ نے مجھے پکڑا اور آپؐ کے پاس ایک طشت رکھا تھا جس میں خون تھا۔ نے میری آنکھ میں خون کا قطرہ ٹپکایا جس سے میری آنکھوں کے ڈھیلے جل گئے۔

پھر جب میں بیدار ہوا تو میں اندھا ہو چکا تھا۔

(مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۵۸-۵۹)

ابوعبداللہ دامغانی شوق العروس وانس النفوس میں لکھتے ہیں کہ ایک جماعت کا بیان ہے کہ ہم ایک رات بیٹھ کر بیان کر رہے تھے کہ جو بھی شخص قتلِ حسینؑ میں شریک ہوا اللہ تعالیٰ کا اس پر عذاب نازل ہوا۔ ایک شخص محفل میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ میں قتلِ حسینؑ میں شریک تھا مگر مجھے تو کچھ بھی نہیں ہوا۔

کچھ دیر بعد چراغ بجھنے لگا۔ وہ شخص چراغ کی بٹ درست کرنے کے لیے اٹھا اور جیسے ہی اس نے فتیلہ کو ہاتھ لگایا تو اس کے ہاتھ کو آگ لگ گئی اور وہ چیختا چلاتا ہوا بھاگا اور اس نے دریائے فرات میں اپنے آپ کو گرایا اور جب وہ دریا میں غوطہ لگاتا تھا تو آگ دریا کی سطح پر جلتی رہتی تھی اور جیسے ہی وہ سر نکالتا تو آگ اسے چمٹ جاتی تھی۔ آخر کار وہ دریا ہی میں جل گیا۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۵۹۔ بحوالہ شوق العروس وانس النفوس)

ابورجاء العطاردی کا بیان ہے کہ بنی جہم کا ایک فرد میرا ہمسایہ تھا۔ شہادت امام حسینؑ کے بعد اس نے آپؑ کے حق میں گستاخی کی۔ اتنے میں دو ستارے گرے اور اس کی آنکھیں فوراً ضائع ہو گئیں۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۳۳۶' حدیث ۸)

بستان الواعظین میں فضل بن زبیر کی زبانی منقول ہے۔ اس نے کہا کہ میں سدی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس سے تارکول کی بدبو محسوس ہوئی تھی۔ سدی نے اس سے کہا: کیا تو تارکول بیچا کرتا ہے؟

اس نے نفی میں جواب دیا۔

سدی نے پوچھا: پھر کیا وجہ ہے کہ تیرے جسم سے بدبو کے بھبھوکے کیوں اٹھ رہے ہیں؟

اس نے کہا: میں ابن سعد کے لشکر میں شامل تھا اور میں لوہے کی میخیں فروخت

کرتا تھا۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ میں نے عالمِ خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے پاس حضرت علی اور امام حسین علیہما السلام بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ رسولؐ خدا اصحاب حسینؑ کو پانی پلا رہے تھے۔ مجھے بھی شدت کی پیاس محسوس ہوئی۔ میں نے رسولؐ خدا سے پانی طلب کیا۔ آپؐ نے مجھے پانی دینے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ کیا تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے جنہوں نے ہمارے خلاف لشکر کشی کی تھی؟

میں نے کہا: جی ہاں لیکن میں نے جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ میں تو صرف میخیں بیچنے کے لیے گیا تھا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ اسے تارکول پلاؤ۔ حضرت علیؑ نے ایک پیالہ مجھے پلایا۔ اس کے بعد تین دن تک مجھے پیشاب میں بھی تارکول آتا رہا۔ پھر تارکول آنا بند ہوگیا مگر اس کی بدبو میرے وجود میں رچ بس گئی۔

سدی نے اس سے کہا: تیرے لیے دنیاوی زندگی کے بس چند دن رہ گئے ہیں۔ یہاں رہ کر خوب کھا پی لے اور فرات کا پانی پی لے۔ مرنے کے لیے تیرے لیے ابدی جہنم ہے۔ تیرے مقدر میں نہ تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہے اور نہ ہی تو جنت کو دیکھ سکے گا۔

انتقامِ پروردگار امیر مختار ثقفی کا کارنامہ

طبری اپنی تاریخ میں رقم طراز ہیں کہ جب امیر مختار نے عنانِ حکومت سنبھالی تو انہوں نے اعلان کیا کہ قاتلینِ حسینؑ جہاں جہاں بھی ہوں انہیں تلاش کرو۔ میں جب تک زمین کو ان کی نجاست سے پاک نہیں کروں گا اس وقت تک مجھے نہ تو روٹی مزہ دے گی اور نہ ہی پانی اچھا لگے گا۔

موسیٰ بن عامر کا بیان ہے کہ امیر مختار نے سب سے پہلے ان ظالموں کو گرفتار کروایا جنہوں نے امام حسینؑ کی لاش کو پامال کیا تھا۔ امیر مختار نے انہیں زمین پر لٹایا اور ان کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گڑوائیں۔ پھر گھڑسواروں کو حکم دیا کہ وہ ان کے اجسام پر گھوڑے دوڑا کر انہیں پامال کر دیں۔

جب ان لعینوں کے جسم پامال ہو گئے تو پھر امیر مختار نے حکم دیا کہ ان کے نجس لاشوں کو آگ میں جلا دیا جائے۔

روایات میں مذکور ہے کہ وہ سب کے سب حرام زادے تھے۔

پھر امیر مختار نے دو ایسے افراد کو گرفتار کیا جنہوں نے عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب کے قتل میں شرکت کی تھی اور انہوں نے ان کا لباس اتارا تھا۔ امیر مختار نے دونوں کو قتل کیا۔ پھر ان کی لاشوں کو آگ میں نذر آتش کرا دیا۔

امیر مختار نے ابوعمرہ کو بھیجا۔ اس نے خولی بن یزید اصبحی کے گھر کا محاصرہ کیا اور یہ وہ ملعون تھا جو امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو ابن زیاد کے پاس لے گیا تھا۔

طبری لکھتے ہیں کہ خولی کی ایک بیوی کا نام نورانیہ یا عیوف تھا۔ جب ابوعمرہ خولی کے گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے اس کی بیوی سے خولی کا پوچھا تو اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ مگر اس نے ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کیا جہاں خولی لعین چھپا ہوا تھا۔

ابوعمرہ نے اسے گرفتار کیا اور امیر مختار کے حکم سے اسے قتل کیا گیا اور اس کا نجس لاشہ جلا دیا گیا۔

امیر مختار نے عبداللہ بن کامل کو حکیم بن طفیل طائی سنبسی کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ اس لعین نے حضرت عباسؑ کے لاشہ کو لوٹا تھا اور امام حسین علیہ السلام کو تیر مارا تھا۔ امیر مختار کے سپاہیوں نے اسے گرفتار کیا اور مختار کے دربار سے قبل ہی انہوں نے اسے تیر مار مار کر ہلاک کر دیا۔

امیر مختار نے علی اکبرؑ کے قاتل مرہ بن منقذ لعین کی گرفتاری کے لیے ایک فوجی دستہ روانہ کیا اور وہ لعین بڑا دلیر تھا۔ جب مختار کے فوجیوں نے اس کے گھر کا محاصرہ کیا تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ لیے ہوئے باہر نکلا۔ عبداللہ بن ناجیہ شبامی نے اسے نیزہ مارا مگر وار خطا گیا۔ ابن کامل نے اس پر تلوار کا وار کرنا چاہا مگر اس کا گھوڑا بدک گیا جس سے فائدہ اٹھا کر وہ لعین بھاگنے میں کامیاب ہو گیا اور وہ مصعب بن زبیر کی فوج میں شامل ہو گیا۔ بعدازاں اللہ نے اس کے ہاتھوں کو شل کر دیا اور وہ ہمیشہ کے لیے معذور ہو گیا۔

سنان بن انس لعین بصرہ بھاگ گیا تھا۔ امیر مختار نے اس کا گھر منہدم کرا دیا اور اس کے پیچھے جاسوس لگا دیئے۔ کچھ دنوں بعد وہ بصرہ سے قادسیہ آیا۔ جاسوسوں نے امیر مختار کو اس کی قادسیہ کی آمد کی اطلاع دی۔ امیر مختار نے ایک دستہ روانہ کیا جنہوں نے اسے عذیب اور قادسیہ کے درمیان گرفتار کر لیا اور اسے مختار کے سامنے لایا گیا۔

امیر مختار نے حکم دیا کہ اس لعین کی پہلے انگلیاں کاٹی جائیں۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں پھر اس کی دونوں ٹانگیں کاٹی جائیں۔

امیر مختار کے حکم پر عمل کیا گیا۔ وہ لعین ہاتھ پاؤں کٹوانے کے بعد بھی زندہ تھا کہ امیر مختار نے حکم دیا کہ اس کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈالا جائے۔ چنانچہ اس لعین کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈالا گیا۔

انتقام الٰہی کے کچھ اور واقعات

روایات میں مذکور ہے کہ بنی کندہ کے ایک شخص نے امام حسینؑ کی خود لوٹی تھی اور وہ اس خون آلود خود کو اپنے گھر لے گیا اور بیوی سے کہا: یہ امام حسینؑ کی خون آلود خود ہے اسے اچھی طرح سے صاف کر اور یہ تیرے پاس ایک امانت ہے۔

عورت نے رو کر کہا: خدا تجھے برباد کرے تو نے حسینؑ کو قتل کیا اور ان کی خود لوٹ کر میرے پاس آ گیا۔ خدا کی قسم! اب میں تیرے گھر میں کبھی نہیں رہوں گی۔

وہ لعین بیوی کو مارنے کے لیے اٹھا اور جیسے ہی بیوی کو طمانچہ مارنا چاہا تو بیوی اس کے سامنے سے ہٹ گئی اور اس کا ہاتھ دروازے میں نصب ایک میخ سے جاٹکرایا جس سے اس کی ہتھیلی پر زخم ہوگیا اور بعد میں وہ زخم بگڑ گیا۔ آخرکار اسے وہ ہاتھ کہنی سے کٹوانا پڑا۔ اور اللہ نے اس پر غربت وافلاس کو مسلط کر دیا اور وہ پوری زندگی نان شبینہ کا محتاج ہوگیا۔ پھر چند ہی دنوں میں وہ مر گیا اور جہنم واصل ہوا۔ (منتخب طریحی، ص ۴۶۳-۴۶۴)

سید سدی کا بیان ہے کہ ایک رات ایک شخص میرا مہمان ہوا۔ میں نے اسے احترام سے بٹھایا اور رات کے وقت میں اس کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔ باتوں باتوں میں کربلا کا ذکر آیا کیونکہ امام حسینؑ کی شہادت کو تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔

میں نے ٹھنڈی سانس لی اور رو پڑا۔ میرے مہمان نے مجھ سے کہا: کیا بات ہے تو اتنا پریشان کیوں ہوگیا ہے؟

میں نے کہا کہ کربلا میں بدترین ظلم ہوا اور حسینؑ کے مصائب نے تمام مصائب کو پیچھے چھوڑ دیا۔

اس نے کہا: کیا تو کربلا میں موجود تھا؟

میں نے کہا: الحمدللہ میں موجود نہیں تھا۔

اس نے کہا: اس میں حمد کرنے کی کون سی بات ہے؟

میں نے کہا: میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں قتلِ حسینؑ میں شریک نہیں ہوا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا تھا: قیامت کے دن جن سے خونِ حسینؑ کا حساب لیا جائے گا ان کی نیکیوں کا پلڑا انتہائی ہلکا ہوگا۔

مہمان نے کہا: تو کیا واقعی رسولؐ خدا نے یہ فرمایا تھا؟

میں نے کہا: جی ہاں۔ رسولؐ خدا نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میرے فرزند حسینؑ کو ظلم و ستم سے شہید کیا جائے گا۔ حسینؑ کا قاتل آگ کے صندوق میں قید ہوگا اور دوزخ کا آدھا عذاب اس کے لیے مخصوص ہوگا۔ دوزخ میں اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے

ہوں گے اور اس کے جسم سے ایسی بدبو ہوگی جس سے اہل نار پناہ مانگیں گے۔ اور جب قاتلینِ حسینؑ کی جلد جل جائے گی تو انہیں دوسری جلد دے دی جائے گی تا کہ وہ عذابِ الیم کا ذائقہ چکھتے رہیں۔ انہیں دوزخ کا گرم پانی پلایا جائے گا اور انہیں دوزخ میں سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔

مہمان نے کہا: بھائی آپ ان باتوں پر ہرگز یقین نہ کریں۔

میں نے کہا: اس میں یقین نہ کرنے کا کون سا پہلو ہے جب کہ رسولؐ خدا نے فرمایا تھا کہ نہ تو میں نے کبھی جھوٹ بولا اور نہ ہی مجھے جھوٹی خبر سنائی گئی ہے۔

اس نے کہا: یہ بات کتنی عجیب ہے کہ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا تھا کہ میرے بیٹے حسینؑ کے قاتل کی عمر طویل نہ ہوگی جب کہ تم خود دیکھ رہے ہو کہ میں اس وقت نوے سال کا ہو چکا ہوں اور بالکل تندرست ہوں۔

میں نے کہا: تو کون ہے۔ مجھے اپنا تعارف کروا اور یہ بتا کہ تو نے کربلا میں کیا کیا تھا؟

اس نے کہا: میرا نام اخنس بن زید ہے اور عمر سعد کے حکم سے جن گھڑسواروں نے حسینؑ کے جسم کو پامال کیا تھا میں ان گھڑسواروں کا سالار تھا۔ میں نے گھوڑوں کے سموں سے حسینؑ کے جسم کو پامال کیا تھا اور میں نے علی بن الحسین (زین العابدین) کے نیچے سے چمڑے کا گدھا کھینچا تھا جس سے وہ منہ کے بل زمین پر جا گرا تھا اور میں نے صفیہ بنت الحسینؑ کے کانوں سے گوشوارے اتارے تھے۔

سدی کا بیان ہے جب میں نے اس ظالم سے یہ داستان سنی تو میرا دل جل کر کباب ہو گیا اور میں سوچنے لگا کہ اس لعین کو کیسے ٹھکانے لگاؤں۔

اتنے میں دیے کی بٹ جل گئی جس سے اس کی لو مدھم ہوگئی۔ میں بٹ کو صحیح کرنے کے لیے اٹھا کہ اس نے کہا: آپ تکلیف نہ کریں یہ کام میں سرانجام دوں گا۔

وہ لعین اٹھا اور جیسے ہی اس نے اپنا ہاتھ دیے کے قریب کیا تو اس کے ہاتھ

کو آگ لگ گئی۔ اس نے ہاتھ مٹی پر مارا مگر آگ تیز ہوتی گئی۔ اس نے چیخ کر کہا کہ میری مدد کرو۔

میں بادل نخواستہ اٹھا اور میں نے اس پر پانی انڈیلا۔ جیسے ہی آگ پر پانی پڑا تو اس کے شعلے زیادہ ہو گئے۔ اس نے چیخ کر کہا کہ بتاؤ یہ آگ کیسے بجھاؤں؟

میں نے کہا کہ دریا بہہ رہا ہے اس میں کود جا۔ چنانچہ وہ لعین دریا میں کود گیا لیکن میں نے یہ دیکھا وہ جیسے ہی پانی سے سر نکالتا تھا تو آگ کے شعلے اس کو چمٹ جاتے تھے اور آگ نے اسے یوں جلانا شروع کیا جیسے خشک لکڑی کو جلاتی ہے۔ چند لمحات بعد وہ لعین جل کر کوئلہ ہو گیا اور اس کا جسم پانی پر تیرنے لگے۔ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین

(منتخب طریحی، ص ۱۸۰-۱۸۱)

کوفہ کے ایک لوہار کے متعلق مروی ہے۔ اس نے کہا: میں نے جنگِ کربلا کے موقع پر بہت سا لوہا جمع کیا اور اپنے آلات اکٹھے کیے اور عمر بن سعد کے لشکر کے ساتھ مل کر قادسیہ کی طرف آیا۔ میں نے فوج کے قریب اپنا خیمہ نصب کیا اور لشکر کے خیموں کی میخیں اور گھوڑے باندھنے کی کیلیں اور نیزے بنانے شروع کر دیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ٹیڑھے نیزوں اور ٹیڑھے خنجر اور تلواروں کو سیدھا کرنے لگ گیا۔ ان تمام کاموں کا میں ماہر تھا۔ اس کام سے مجھ کو بہت زیادہ فائدہ ہوا۔ کچھ دن بعد امام حسینؑ اپنے قافلہ کو لے کر کربلا میں وارد ہوئے اور ہم بھی کوچ کر کے کربلا پہنچ گئے اور ہم نے نہر علقمہ کے کنارے اپنے خیمے نصب کیے۔

سات محرم سے دریا پر پہرہ لگا دیا گیا تھا اور دس محرم کو جنگ ہوئی۔ مجموعی طور پر اس سفر میں میرے انیس دن صرف ہوئے اور انیسویں دن میں واپس اپنے گھر آ گیا۔ اہل بیتؑ کا لٹا ہوا قافلہ کوفہ لایا گیا جہاں کچھ دن انہیں زندان میں رکھا گیا۔ پھر ابن زیاد نے اس مظلوم قافلہ کو شام روانہ کیا۔

چند دن گزرے تھے کہ میں ایک رات اپنے گھر میں سویا ہوا تھا۔ میں نے خواب

میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی اور لوگ ٹڈی دل کی طرح میدان حشر میں جمع ہیں اور پیاس کی وجہ سے ہر شخص کی زبان منہ سے نکل کر سینہ پر لٹکی ہوئی ہے اور میرا خیال یہ تھا کہ تمام اہل محشر میں سے میں ہی سب سے زیادہ پیاسا ہوں اور زمین مجھے گرم تانبے کی طرح سے لگ رہی تھی اور سورج سوا نیزے پر تھا جس سے میرا دماغ پگھل رہا تھا۔ اگر اس عالم میں کوئی مجھ سے یہ کہتا کہ تم اپنا گوشت کاٹنے دو تو پھر تجھے پانی ملے گا تو یقیناً میں گوشت کٹوانے کو پیاس پر ترجیح دیتا۔

الغرض میں اس عذاب الیم میں مبتلا تھا کہ اچانک میں نے ایک بزرگ شخصیت کو دیکھا جس کے چہرے پر اتنا نور ٹپک رہا تھا کہ پورا میدان قیامت اس کی روشنی سے جگمگا گیا۔ وہ نورانی شکل والے بزرگ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور ان کے جلو میں لاکھوں انبیاء واوصیاء، صدیقین اور شہداء موجود تھے۔ وہ ہوا کے جھونکے کی طرح سے گزر گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور نورانی شکل والے بزرگ ایک سفید گھوڑے پر سوار ہوکر گزرے۔ ان کا چہرہ بدر کامل کی طرح سے چمک رہا تھا۔ ان کے ساتھ لاکھوں فرشتے موجود تھے۔ اس سوار نے ایک فرشتے کو اشارہ کیا۔ چشم زدن میں وہ فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے میرے بازو سے پکڑا۔ اس کی پکڑ اتنی سخت تھی کہ مجھے اپنی پہلی مصیبت بھول گئی اور مجھے یوں لگا جیسے میرے بازو میں آگ کے انگارے چبھ گئے ہوں۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ میرے بازو کو آہستگی سے پکڑے مگر اس نے مزید سختی شروع کی۔ میں نے اس سے پوچھا: بندۂ خدا تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں خدائے جبار کا ایک فرشتہ ہوں۔

میں نے کہا: یہ بزرگ کون ہیں؟

اس نے کہا: یہ حیدر کرارؑ ہیں۔

میں نے کہا: ان سے پہلے کس کا گزر ہوا تھا؟

فرشتے نے کہا: وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

میں نے کہا: میں نے علیؑ کا کیا بگاڑا ہے اس نے تجھے مجھ پر کیوں مسلط کیا ہے؟

اس نے کہا: یہ خود انہی سے پوچھ۔ وہاں تیرے دوسرے بھائی بند بھی موجود ہیں۔

جب میں وہاں گیا تو مجھے وہاں عمر بن سعد دکھائی دیا۔ اس کے علاوہ بہت سے لوگ وہاں موجود تھے جنہیں میں نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ عمر بن سعد کے گلے میں لوہے کا زنجیر پڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں اور کانوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ اس کے ساتھ باقی افراد بھی آہنی اور آتشیں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

جب میں نے یہ منظر دیکھا تو مجھے اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا۔ پھر ہمیں رسولؐ خدا کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ ایک بلند کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ دو اور بزرگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

میں نے فرشتے سے پوچھا کہ یہ دو بزرگ کون ہیں؟

فرشتے نے بتایا کہ یہ نوح اور ابراہیم علیہما السلام ہیں۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

علیؑ! تم نے کیا کیا؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! میں تمام قاتلینِ حسینؑ کو گرفتار کر کے لایا ہوں۔ جب میں نے یہ الفاظ سنے تو دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کیونکہ میرا تعلق قاتلینِ حسینؑ سے نہیں تھا اور یہ سوچ کر میرے حواس بجا ہوئے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہیں میرے سامنے پیش کرو۔

جب بھی کوئی قاتلِ حسینؑ پیش ہوتا تو آپؐ اس سے پوچھتے تھے کہ تو نے کیا کیا تھا؟

اور ہر قاتل اپنا اپنا ظلم بیان کرتا تھا۔ کسی نے کہا کہ میں نے حسینؑ کا پانی بند کیا

کسی نے کہا کہ میں نے حسینؑ کے خیام لوٹے، کسی نے کہا میں نے حسینؑ کا لاشہ پامال کیا، اور کسی نے کہا کہ میں نے حسینؑ کے بیمار بیٹے کو تازیانے مارے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ظالم کا ظلم سن کر رو رو کر کہتے تھے:

ہائے میرا بیٹا، ہائے مددگاروں کی قلت، ہائے حسینؑ، ہائے علیؑ۔ میرے بعد تم سے یہ سلوک کیا گیا۔ بابا آدمؑ، بھائی ابراہیمؑ، بھائی نوحؑ دیکھو ان لوگوں نے میری اولاد سے کیا سلوک کیا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روتا دیکھ کر دوسرے انبیاء رونے لگے اور ان کے گریہ سے میدانِ محشر لرزنے لگ گیا۔ پھر رسول خدا نے دوزخ پر موکل فرشتوں کو حکم دیا جو انہیں گھسیٹ کر دوزخ میں لے گئے۔

اس کے بعد ایک ترکھان کو آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا کیا؟

اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں نے کوئی ظلم نہیں کیا تھا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: کیا تو ترکھان نہیں ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں یارسولؐ اللہ! میں نے اور تو کچھ نہیں کیا تھا البتہ حصین بن نمیر کے خیمے کی درمیانی لکڑی تیز ہوا سے ٹوٹ گئی تھی۔ میں نے وہ لکڑی جوڑی تھی۔

یہ سن کر رسولؐ خدا روئے اور فرمایا: تو نے ظالموں کے لشکر میں شریک ہو کر ان کی تعداد کو بڑھایا تھا۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: اسے دوزخ میں بھیج دو۔

اس وقت ملائکہ نے بلند آواز سے کہا: آج وہی کچھ ہوگا جس کا فیصلہ اللہ اور اس کا رسول اور وصی رسول کریں گے۔

لوہار کا بیان ہے کہ جب میں نے ترکھان کا انجام دیکھا تو مجھے بھی اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا۔ پھر مجھے آنحضرتؐ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپؐ نے مجھ سے میرا ظلم پوچھا تو

میں نے انہیں اپنی داستان سنائی۔ رسولؐ خدا نے میرے متعلق حکم صادر کیا کہ اسے دوزخ میں ڈالا جائے۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں نے ہر شخص کو اپنا خواب سنایا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس خواب کے چند روز بعد لوہار کی زبان خشک ہوگئی اور اس کا آدھا دھڑ مفلوج ہوگیا اور اس کے تمام دوست اس سے نفرت کرنے لگے اور اس کی بقیہ زندگی شدید غربت ولاچاری میں بسر ہوئی۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (منتخب طریحی، ص ۱۹۷-۱۹۹)

سرِ حسینؑ پر ظلم کرنے والے کا انجام

ہلال بن معاویہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس نے حسینؑ کے سر کو گھوڑے کے توبرے میں رکھا ہوا تھا اور توبرہ گھوڑے کی گردن سے بندھا ہوا تھا۔ میں نے سرِ حسینؑ سے یہ آواز سنی:

''تو نے میرے سر اور جسم میں جدائی ڈالی ہے۔ اللہ تیرے گوشت اور ہڈیوں میں جدائی ڈالے اور تجھے تمام جہانوں کے لیے ذریعہ عبرت بنائے''۔

جب ظالم نے سرِ مظلوم کی یہ گفتگو سنی تو اس نے کوڑا اٹھا کر سرِ اطہر پر ظلم کیا یہاں تک کہ سر خاموش ہوگیا۔

کچھ عرصہ گزرا۔ پھر امیر مختار کی حکومت قائم ہوئی۔ اس لعین کو مختار کے دربار میں پیش کیا گیا۔ مختار نے حکم دیا کہ اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر کتوں کے آگے ڈالے جائیں۔ جب اس کے گوشت کا ٹکڑا کاٹا جاتا تو وہ چیختا تھا اور بے ہوش ہوجاتا تھا۔ مختار کے سپاہی اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے تھے۔ جب وہ ہوش میں آتا تھا تو پھر اس کے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیتے تھے اور آخر میں وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا۔ پھر مختار نے حکم دیا کہ اس کے جوڑ علیحدہ کردیئے جائیں۔ چنانچہ اس کے جوڑ علیحدہ کردیئے گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے اس کا انجام سنا تو یقین ہو گیا کہ امام حسینؑ کی بددعا پوری ہوئی ہے۔ چنانچہ میں امیر مختار کے پاس گیا اور اس کے سامنے سر حسینؑ کی گفتگو کو نقل کیا۔ جب مختار نے دیکھا کہ امام حسینؑ کی بددعا اس کے ذریعہ سے پوری ہوئی ہے تو اس نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد بجالایا۔

انتقامِ الٰہی کے کچھ اور نمونے

ابوالحصین کا بیان ہے کہ میں نے ایک نابینا شخص کو دیکھا تو اس سے اندھے پن کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ واقعہ کربلا سے قبل میں تندرست تھا۔ شہادتِ حسینؑ کے بعد ایک رات میں گھر میں سویا ہوا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسولؐ خدا تشریف فرما ہیں اور آپؐ کے سامنے ایک تھال ہے جس میں خونِ حسینؑ موجود ہے۔ اہلِ کوفہ باری باری آپؐ کے سامنے پیش ہو رہے ہیں اور رسولؐ خدا خونِ حسینؑ کے قطرات ان پر ڈال رہے ہیں۔ آخرکار مجھے بھی آنحضرتؐ کے سامنے پیش کیا گیا۔ میں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں نے حسینؑ کو نہ تو تلوار ماری اور نہ ہی میں نے ان پر تیر چلایا اور نہ ہی لشکر میں شامل ہو کر میں نے ظالموں کی تعداد میں اضافہ کیا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تو نے سچ کہا: کیا تو کوفہ کا رہنے والا نہیں ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تو نے میرے بیٹے کی مدد کیوں نہ کی اور اس کی آواز پر لبیک کیوں نہ کہی تو قاتلینِ حسینؑ سے محبت کرتا تھا اور تو ابن زیاد کے گروہ سے تھا۔

اس کے بعد رسول خدا نے اپنی انگشت کے ساتھ میری جانب اشارہ کیا۔ جس کی وجہ سے میں اندھا ہو گیا۔ اور آج مجھے اپنی کوتاہی پر دکھ ہوتا ہے کہ کاش میں بھی کربلا میں حسینؑ کی مدد کرتا اور شہادت کا اعزاز حاصل کرتا۔ (منتخب طریحی، ص ۳۲۰)

روایات میں مذکور ہے کہ جب ظالم شہدائے کربلا کے سروں کو شام کی طرف لے جارہے تھے تو ایک راہب کے گرجا کے پاس فوجیوں کو شام ہوگئی۔علی بن الحسین زین العابدین اپنے خاندان کی غربت پر روئے اور آپ ؑ نے اپنی غربت پر اشعار پڑھے۔

جب رات ہوئی تو قافلہ ٹھہر گیا اور گرجا کے قریب حسینؑ کے سر والا نیزہ نصب کر گیا۔ راہب نے تسبیح کی آوازیں سنیں۔ جب اس نے بالکونی سے جھانک کر دیکھا تو اسے سر اطہر سے نور چمکتا ہوا دکھائی دیا اور سر سے نکلنے والا نور آسمان سے باتیں کررہا تھا۔

پھر راہب نے دیکھا کہ کچھ نورانی قندیلیں آسمان و زمین کے درمیان معلق تھیں۔اور جب اس نے اوپر دیکھا تو اسے دکھائی دیا کہ آسمان کے دروازے کھل چکے ہیں اور ملائکہ قطار اندر قطار آسمان سے اتر رہے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں:

السلام علیکم یا ابا عبداللہ' السلام علیکم یابن رسول اللہ

راہب کو تلاوت قرآن اور جنات کی تسبیح کی آوازیں سنائی دیں۔

یہ منظر دیکھ کر راہب گھبرا گیا اور اس نے اپنے بستر میں سر چھپا کر "یا نور النور یا مدبر الامور" کی تسبیح پڑھنی شروع کردی۔

صبح ہوئی۔قافلہ روانگی کی تیاری کرنے لگا۔راہب نے بالکونی سے جھانک کر کہا: لوگو! تمہارا سردار کون ہے اور اس قافلہ کا امیر کون ہے؟

لوگوں نے خولی بن یزید کی طرف اشارہ کیا۔راہب نے اس سے کہا: کیا قافلہ کا سالار تو ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

راہب نے کہا: میں تجھے اللہ اور تمہارے نبیؐ کی قسم دے کر پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کہاں سے آرہے ہو اور تمہارے پاس یہ جو سر ہے یہ کس کا ہے؟

خولی لعین نے کہا: ہم کوفہ سے آرہے ہیں اور یہ ایک خارجی (نعوذ باللہ) کا سر ہے۔اس نے خلیفہ یزید بن معاویہ کے خلاف خروج کیا تھا۔ہم نے اس کو قتل کیا اور اب

کے سر اور اس کے خاندان کو قیدی بنا کر ہم یزید کے پاس جا رہے ہیں۔

راہب نے کہا: اس کا نام کیا تھا؟

خولی نے کہا: اس کا نام حسینؑ تھا۔

راہب نے کہا: اس کا باپ کون تھا؟

خولی یہ سن کر خاموش ہوگیا۔ راہب نے کہا تجھے تیرے خلیفہ یزید بن معاویہ کا واسطہ! مجھے سچ سچ بتا کہ یہ کس کا بیٹا ہے؟

خولی نے کہا: یہ حسین بن علی بن ابی طالب کا سر ہے اور اس کی ماں فاطمہ زہراءؑ ہے۔

راہب نے کہا: مجھے اس کے نانا کا نام بتاؤ۔

خولی نے کہا: اس کا نانا محمد مصطفیٰؐ ہے۔

راہب نے کہا: تمہیں شرم نہیں آتی تم نے اپنے پیغمبر کا نواسہ قتل کیا ہے۔ تم پر اللہ کی لعنت ہو اور تمہارے خلیفہ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔

پھر وہ روتا ہوا اپنے صومعہ میں گیا اور وہ روتے روتے بے ہوش ہوگیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا: ہمارے مذہب کے علماء نے سچ کہا تھا۔

خولی نے کہا: تیرے مذہب کے علماء نے کیا کہا تھا؟

راہب نے کہا: ہمارے علماء نے کہا تھا کہ آخری زمانہ میں نبی یا نبی کا بیٹا قتل کیا جائے گا اور جب وہ قتل ہوگا تو آسمان سے خون کی بارش ہوگی اور جس پتھر کو بھی اٹھایا جائے گا اس کے نیچے سے تازہ خون برآمد ہوگا۔

پھر راہب نے رو رو کر کہا: مجھے اس امت پر تعجب ہے کہ جنہوں نے اپنے نبی زادے کو قتل کیا ہے اور اس کے نانا کے قرآن کو بھی پڑھ رہے ہیں۔ جس طرح سے بنی اسرائیل کی خواہشات مختلف ہوگئی تھیں۔ آج تمہاری خواہشات بھی انہی کی طرح سے متفرق ہیں۔ تمہارے نبی کو دنیا سے رخصت ہوئے ابھی تو زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا۔ ابھی

تو اسلام تر و تازہ ہے لیکن ایک حرام زادے نے نبی زادے کو قتل کر دیا ہے۔

پھر راہب نے خولی سے کہا: تم کچھ دیر کے لیے یہ سر میرے حوالے کرو۔ بعد میں مَیں تمہیں واپس کر دوں گا۔

خولی نے کہا: ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ میں یہ سر یزید کو پیش کر کے اس سے انعام حاصل کروں گا۔

راہب نے کہا: تجھے یزید سے کتنے انعام کی توقع ہے؟

خولی نے کہا: مجھے دس ہزار درہم کی توقع ہے۔

راہب نے کہا: میں تجھے دس ہزار درہم دیتا ہوں تم یہ سر کچھ دیر کے لیے میرے سپرد کر دو۔

خولی نے کہا: البتہ تجھے یہ سر واپس کرنا ہوگا۔

راہب نے کہا: ٹھیک ہے۔ اس کے بعد راہب نے ایک تھیلی خولی کے حوالے کی اور سر لے کر اپنے صومعہ میں چلا گیا۔ جب وہ سر لے کر اپنی عبادت گاہ میں پہنچا تو اس نے آپؑ کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور آپ کے دانتوں کو بوسے دیئے۔

پھر اس نے کچھ اشعار کہے جن میں اس نے قاتلینِ حسینؑ پر لعنت کی اور رو رو کر کہا:

اللہ ان لوگوں پر لعنت کرے جنہوں نے آپؑ پر ظلم کیا۔ اللہ ان پر لعنت کرے جنہوں نے آپؑ کو شہید کیا۔ ہائے کاش! میں آپؑ کے پاس موجود ہوتا تو سب سے پہلے میں آپؑ پر قربان ہوتا۔ آپؑ سے درخواست ہے کہ جب آپؑ اپنے نانا جان سے ملاقات کریں تو ان سے کہنا کہ میں توحید اور آپؑ کی نبوت کی گواہی دیتا ہوں۔

پھر اس نے کلمہ اسلام زبان پر جاری کیا اور مسلمان ہو گیا۔ بعد ازاں وہ سر لے کر قوم اشقیاء کے پاس آیا اور سر اطہر ان کے حوالے کیا اور ان سے کہا:

تم پر ہلاکت ہو تم نے عارضی دنیا کو ہمیشہ کی آخرت پر ترجیح دی ہے اور تم موت

اور حساب کو بھول چکے ہو اور تم پر ابلیس غالب آ چکا ہے۔ تم پر اور تم جیسے لوگوں کے لیے بربادی ہے۔ تم رمضان کے روزے رکھتے ہو اور جس نماز کا خدا اور اس کے رسولؐ نے حکم دیا ہے تم اسے ادا کرتے ہو اور اس کے ساتھ ساتھ تم نبیؐ کے فرزند کو بھی قتل کرتے ہو۔ تمہیں کبھی بھلائی نصیب نہ ہو۔ تمہارے لیے اس دن کی ہلاکت ہے جب کوئی دوست کسی دوست کو فائدہ نہ دے سکے گا اور ان کی کسی طرح سے مدد نہ کی جائے گی۔

قوم اشقیاء نے راہب کے کلام کی پرواہ تک نہ کی۔ پھر اس نے چند اشعار کہے جس میں آلِ محمدؐ کے دشمنوں کو لعنت ملامت کی۔

اگلی منزل پر جا کر ظالموں نے راہب کی رقم کو بانٹنے کا ارادہ کیا تو قدرت خداوندی سے درہم سیاہ پتھروں میں تبدیل ہو چکے تھے اور ان پر یہ عبارت تحریر تھی:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (الشعراء: ۲۲۷)

''اور ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جگہ پلٹائے جائیں گے''۔

جب خولی نے قدرت خداوندی کا یہ نظارہ کیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس بات کو مخفی رکھنا ورنہ یہ بات تم سب کے لیے رہتی دنیا تک باعث ننگ و عار ثابت ہو گی۔

سہل کا بیان ہے کہ ہم سر حسینؑ لے کر شام کی طرف جا رہے تھے کہ ہمیں ایک غیبی آواز سنائی دی۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:

اتـرجـوا امة قتـلـت حسينـا
شـفـاعة جـده يوم الحـسـاب
وقـد غـضبوا النبى وعـاندوه
ولـم يـخشوه فى يوم العـذاب
الا لـعـن اللّٰـه بـنـى زيـاد
واسـكـنهـم جهنم فى عـذاب

"کیا حسینؑ کو قتل کرنے والی اُمت حساب کے دن اس کے نانا کی
شفاعت کی امید کرسکتی ہے؟ ان لوگوں نے نبی کو ناراض کیا اور اس
سے دشمنی کی اور وہ عذاب کے دن سے نہیں ڈرے۔ اللہ تعالیٰ بنی
زیاد پر لعنت کرے اور انہیں جہنم کے عذاب میں رہائش دے"۔

یہ آواز سن کر یزیدی لشکر ڈر گیا اور وہ تیزی سے سفر کر کے شام کے وقت دمشق کے دروازے پر پہنچ گئے۔

دمشق پہنچ کر خولی لعین نے یزید کی طرف قاصد روانہ کیا اور جب قاصد یزید کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: اللہ نے امیر کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کی ہے۔

یزید نے کہا: کس چیز سے؟

قاصد نے کہا: حسینؑ کا سر اور اس کے اہلِ حرم تیرے شہر میں آ چکے ہیں۔

جب یزید نے خط پڑھا تو اپنی انگلیاں کاٹنے لگا اور اس نے کہا: ربِ کعبہ کی قسم! یہ تو بہت بڑی مصیبت ہے اور جس جس نے بھی اس خط کو پڑھا تو سب نے اسے مصیبت قرار دیا۔ آخر میں مروان بن الحکم نے خط پڑھا تو خوش ہو کر مسکرا اٹھا اور کہا: تم پر افسوس! خدا نے جو کچھ کرنا ہوتا ہے وہ وہی کچھ کر گزرتا ہے۔

اس وقت یزید کے دل سے ایمان کی رمق رخصت ہوگئی۔ اس نے لشکر ترتیب دیا اور لشکر میں ایک سو بیس پرچم مقرر کیے اور اس نے کہا کہ تم لوگ حسینؑ کے سر کا استقبال کرو اور حسینؑ کا سر باب جیرون سے باب توما کی طرف لایا جائے۔ جب حسینؑ کا سر لایا جا رہا تھا تو یزید کی فوج نعرہ تکبیر بلند کر رہی تھی۔ اتنے میں کسی ہاتف نے یہ آواز دے کر کہا:

جاؤوا برأسک یابن بنت محمد
بدمائہ مترملا ترمیلا
ویکبرون بان قتلت وانما
قتلوا بک التکبیر والتھلیلا

لا يــوم اعــظم حسرة من يومه
اذ صــار وهــنــا لــلــمنون قتيـلا
وكــانــمــابك يـابن بنت مـحـمـد
قتــلــوا جهــارا عــامـدين رسـولا
قتــلـوك عـطشــانـا ولم يـرتقبوا
فــي قتـلك التــاويـل والتـزيـلا
فــابكـوا لـمن قتلوا هـنــاك وهتكوا
يــااهـل بيــت الــجـود والتـفضيـلا
يــامــن عــظـم البـكــاء عـليهـم
كــان البـكــاء حـزنـا عليـه طويـلا

''اے نواسۂ محمدؐ! وہ تیرے سر کو خون میں خضاب کر کے لائے ہیں۔ تجھے قتل کر کے تکبیر کہتے ہیں جب کہ انہوں نے تجھے قتل نہیں کیا بلکہ تکبیر و تہلیل کو قتل کیا ہے۔ وہ دن بڑا پُر درد تھا جب حسینؑ موت کے ہاتھوں گروی ہو گیا تھا اور شہید ہوا تھا۔

اے نواسۂ محمدؐ! گویا ان ظالموں نے جان بوجھ کر رسولؐ کو قتل کیا ہے۔ انہوں نے آپؑ کو پیاسا شہید کیا اور انہوں نے تیرے متعلق تنزیل و تاویل کا خیال نہیں کیا؟

لوگو! کربلا میں شہید ہونے والوں اور جن کی ہتک کی گئی ہے ان پر گریہ کرو۔ یعنی سخاوت و فضیلت کے خاندان پر غم کرو۔

وہ لوگ جو کسی کا رونا برداشت نہیں کرتے تھے آج مظلوم ہو گئے ہیں اور ان کا غم طویل ہو گیا ہے''۔

سہل کا بیان ہے کہ میں ان لوگوں کے پیچھے یہ دیکھنے کے لیے چلا تا کہ میں دیکھ

سکوں کہ یہ سر کو لے کر کہاں سے داخل ہوتے ہیں۔ وہ لوگ ''باب توما'' آئے۔ لوگوں کا ہجوم بڑھ گیا اسی لیے وہ اس دروازے سے داخل نہ ہو سکے۔ پھر وہ سر کو لے کر باب ''الکرادیس'' کی طرف آئے اور وہاں سے ''باب الساعات'' آئے۔ اس دروازے کو باب الساعات اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں پر تین گھنٹوں تک سر کو لے کر ظالم کھڑے رہے۔

پھر یزیدی فوج کے پرچم ایک دوسرے کے بعد آتے رہے۔ میں نے ایک سوار کو دیکھا جس کے ہاتھ میں لمبا نیزہ تھا اور نیزے پر ایک سر سوار تھا جو کہ رسولؐ خدا کے چہرے سے مشابہ تھا اور اس سے نور کی کرنیں بلند ہو رہی تھیں اور وہ سر بدر کامل کی طرح روشن تھا۔ سر کے پیچھے اونٹوں کے کجاوہ پر مخدرات عصمت سوار تھیں اور کجاوں پر کوئی چادر اور پردہ نہیں تھا۔ پہلے کجاوے پر جناب ام کلثوم سوار تھیں اور وہ واخاہ' واسیداہ' وامحمداہ' واعلیاہ کے بین کر رہی تھیں۔

میں نے کچھ اور بیبیاں دیکھیں۔ میں غمگین ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک بچی جو کہ اونٹ پر سوار تھی اور اس پر کوئی چادر نہیں تھی اور وہ پکار کر رہی تھی: یا اخی' یا خالی' یا ابی' یا جدی' یا جدتی' وامحمداہ' واعلیاہ' واحسیناہ' واعباساہ ہائے محمدؐ کا گھرانہ۔ ابی سفیان اور عتبہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

سہل کا بیان ہے کہ میں اس بچی کو دیکھنے میں مصروف تھا کہ اس نے چیخ کر مجھ سے کہا:

شیخ! تجھے حیا نہیں آتی تو رسولؐ اللہ کی بیٹیوں کو گھور کر دیکھ رہا ہے۔

میں نے کہا: بی بی! میں آپؑ کو نگاہِ غم سے دیکھ رہا ہوں جب کہ میں تو آپؑ لوگوں کا ایک غلام ہوں۔

بی بی نے کہا: بندۂ خدا تو کون ہے؟

میں نے کہا: میں سہل بن سعد ہوں۔ میں نے تیرے نانا رسولؐ خدا کی زیارت کی تھی۔ بی بی! آپ کون ہیں؟

بی بی نے کہا: میں سکینہ بنت حسینؑ ہوں۔

پھر میں نے لٹے ہوئے قافلہ کو دیکھا تو اس قافلہ میں مجھے زین العابدینؑ نظر آئے۔ میں انہیں دیکھ کر رونے لگا اور میں نے ان سے کہا:

مولا! میں آپؑ کے شیعوں میں سے ہوں اور میری خواہش تھی کہ میں آپؑ کے والد کے سامنے اپنی جان کا سب سے پہلے نذرانہ پیش کرتا۔ کیا آپؑ کی کوئی حاجت ہے؟

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: کیا تیرے پاس کچھ رقم موجود ہے۔

میں نے کہا: جی ہاں۔ میرے پاس ایک ہزار دینار اور ایک ہزار درہم ہے۔

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: تم اس میں سے کچھ رقم سر اٹھانے والے کو دو تا کہ وہ سر کو آگے لے جائے اور رسولؐ زادیاں لوگوں کی نظروں سے محفوظ رہ سکیں۔ اور ان سے کہو کہ وہ ہمیں وہاں سے لے جائیں جہاں دیکھنے والوں کا ہجوم کم ہو۔ ہمیں لوگوں کی نگاہوں سے اذیت محسوس ہوتی ہے۔

سہل کہتے ہیں کہ میں نے ظالموں سے کہا کہ وہ سر کو دُور لے جائیں لیکن وہ لعین سر کو محملوں کے درمیان لے آئے۔

جب امام زین العابدین نے لوگوں کا اجتماع دیکھا تو بے تحاشہ گریہ کیا اور انہوں نے یہ شعر کہے:

اقاد ذلیلا فی دمشق کاننی

عبد من الزبخ غاب عنه نصیره

وجدی رسول اللّٰه فی کل مشهد

وشیخی امیر المومنین وزیره

فیالیت لم انظر دمشقا ولم یک

یرانی یزید فی البلاد اسیره

''مجھے دمشق میں ذلیل کر کے یوں پھرایا جا رہا ہے جیسے میں کوئی ایسا حبشی غلام ہوں جس کا مددگار غائب ہو۔

اور ہر محفل میں میرا نانا رسولؐ خدا ہے اور میرے بزرگ امیرالمومنینؑ ہیں جو ان کے وزیر ہیں۔

کاش میں نے دمشق کو نہ دیکھا ہوتا اور یزید نے مجھے قیدی نہ دیکھا ہوتا''۔

سہل کا بیان ہے کہ میں نے ایک بالاخانہ پر پانچ عورتوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا جن کے درمیان ایک کبڑی بڑھیا بیٹھی تھی جس کی عمر اسی سال معلوم ہوتی تھی۔ جب امام حسینؑ کا سر اس بالاخانے کے سامنے آیا تو بڑھیا نے پتھر اٹھا کر آپؑ کے سر کو مارا۔

میں نے یہ ظلم دیکھا تو بارگاہ احدیت میں عرض کی:

پروردگار! اس عورت کو ہلاک کر اور جو اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہیں انہیں بھی ہلاک کر۔

ابھی میری بددعا مکمل نہیں ہوئی تھی کہ بالاخانہ ٹوٹ گیا جس سے وہ خبیث عورت اور اس کے ساتھ والی عورتیں ہلاک ہوگئیں اور اس کے ٹوٹنے کی وجہ سے اور بھی بہت سے لوگ ہلاک ہوگئے۔ (منتخب طریحی، ص ۴۸۱-۴۸۸)

شعبی کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے غلاف کعبہ تھام رکھا تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔ خدایا! میرے گناہ معاف کر اور مجھے یقین ہے تو میرے گناہ معاف نہیں کرے گا۔

میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کون سا گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے تو رحمتِ حق سے مایوس ہوگیا ہے۔

اس نے کہا: میں امام حسین علیہ السلام کے سر کے پہریداروں میں سے تھا۔ میرے ساتھ پچاس افراد تھے۔ ایک رات ہم پہرہ داروں نے خوب شراب پی اور

میرے تمام ساتھی خوابِ غفلت میں ڈوب گئے۔ میں نے کچھ کم پی تھی اس لیے میں بیدار تھا۔ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک سفید نورانی بادل اترا۔ اس میں سے کچھ ہستیاں برآمد ہوئیں جن کے متعلق مجھے بعد میں پتا چلا کہ وہ آدمؑ نوحؑ ابراہیمؑ موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام تھے۔

اس کے بعد ایک اور بادل اترا اس پر نبی اکرمؐ، جبریلؑ، میکائیلؑ اور ملک الموت سوار تھے۔ اور وہ سب کے سب حسینؑ کے سر کے پاس آئے اور سب نے سر کو پیار کیا اور بے ساختہ روئے۔ پھر ملک الموت نے میرے ساتھیوں کی روح قبض کرنی شروع کر دی۔ چنانچہ اس نے انچاس افراد کو موت کے گھاٹ پہنچایا اور جب وہ میری طرف بڑھنے لگا تو میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور میں نے رسولؐ خدا سے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! میں امان کا خواہش مند ہوں۔ خدا کی قسم! میں نے کربلا کی جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا اور میں اس پر راضی نہیں تھا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: تجھ پر افسوس! کیا تو یہ سب کچھ دیکھ چکا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: ملک الموت اس کی روح قبض نہ کر، آخر کار ایک دن اس نے مرنا ہے چنانچہ ملک الموت نے مجھے چھوڑ دیا۔ اب میں توبہ کی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ (مناقب آل ابی طالب، جلد۴، ص ۵۹ بحوالہ کنز المذکرین)

ابن شہر آشوب رقم طراز ہیں کہ جب یزیدی فوج کا دستہ امام حسین علیہ السلام کے سر کو لے کر کربلا سے شام کی طرف جا رہا تھا تو انہوں نے قنسرین کے قریب ایک راہب کے گرجا کے قریب پڑاؤ ڈالا اور امام حسینؑ کے سر کی سنان کو زمین پر نصب کیا۔

راہب نے اپنے گرجا سے نگاہ کی تو اس نے دیکھا کہ سر اطہر سے نور کی کرنیں نکل کر آسمان کی طرف جا رہی تھیں۔ راہب باہر آیا اور اس نے سر کو اپنے ساتھ لے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن خولی نے کہا کہ میں دس ہزار درہم لے کر کچھ دیر کے لیے

یہ سر تیرے حوالے کروں گا۔

راہب نے خولی کو دس ہزار درہم دیئے اور سر اطہر کو اٹھا کر اپنے گرجا میں آیا۔ اس نے ایک غیبی آواز سنی۔ کسی نے پکار کر کہا: تیرے لیے خوش خبری ہے اور جو تیری حرمت کو پہچان لے اس کے لیے بھی خوش خبری ہے۔

راہب نے آسمان کی جانب سر اٹھا کر کہا:

پروردگار! تجھے حضرت عیسیٰؑ کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ اس سر کو اجازت دے کہ یہ مجھ سے گفتگو کرے۔ جیسے ہی اس کی دعا ختم ہوئی تو سر سے آواز آئی:

راہب! تو کیا چاہتا ہے؟

راہب نے کہا: آپؑ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں محمد مصطفےٰؐ اور علی مرتضیٰؑ اور حضرت فاطمہ زہراءؑ کا فرزند ہوں۔ میں مقتولِ کربلا ہوں' میں مظلوم ہوں۔ میں وہ مقتول ہوں جسے پیاسا ذبح کیا گیا۔

راہب نے اپنا سر امام علیہ السلام کے منہ پر رکھ دیا اور رو رو کر کہا:

مولا! میں اس وقت تک اپنا منہ آپ کے چہرے سے نہیں ہٹاؤں گا جب تک آپ اپنی زبان سے میری شفاعت کی ضمانت نہ دیں۔

سر اطہر سے آواز بلند ہوئی۔ اگر تو میری شفاعت چاہتا ہے تو میرے نانا کا دین قبول کر لے۔

راہب نے فوراً **اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد ان محمدا رسول الله** کا کلمہ پڑھا۔

امام حسین علیہ السلام کے سر سے آواز بلند ہوئی کہ اب میں تیری شفاعت کروں گا۔

صبح کے وقت فوج اشقیاء نے راہب سے امام حسینؑ کا سر لیا اور چل پڑے۔ راستے میں انہوں نے اپنے درہموں کو دیکھا تو وہ پتھر بن چکے تھے۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۶۰ بحوالہ خصائص نطنزی)

سفر شام میں مظلوم کا سر مصروف قرأت و تسبیح رہا

بلاذری اور طبری رقم طراز ہیں کہ خولی بن یزید اصبحی کی حضرمیہ بیوی کا بیان ہے کہ خولی لعین نے امام حسینؑ کا سر تنور میں رکھا تھا۔ رات کے پچھلے پہر میں نے اٹھ کر دیکھا تو میں نے دیکھا کہ نور کی ایک لکیر آسمان سے اس تنور پر آ رہی تھی اور کچھ پرندے تنور کے گرد پھڑ پھڑا رہے تھے۔ (تاریخ بلاذری، جلد۳، ص ۲۰۶۔ تاریخ طبری، جلد۴، ص ۳۵۴)

ابو مخنف نے لکھا کہ امام حسین علیہ السلام کے سر اطہر کو کوفہ کے بازار میں لٹکایا گیا تو سر سے کھانسنے کی آواز آئی۔ پھر سر نے سورہ کہف کی تلاوت کی۔ (مناقب آل ابی طالب، جلد۴، ص ۶۱ بحوالہ مقتل ابی مخنف)

اسی طرح سے امام حسین علیہ السلام کے سر اطہر کو ایک درخت سے لٹکایا گیا تو سر نے یہ آیت پڑھی: وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (مناقب آل ابی طالب، جلد۴، ص ۶۱)

دمشق میں لوگوں نے آپؑ کے سر اطہر سے "لاحول ولا قوة الا باللہ" کی آواز سنی (مناقب آل ابی طالب، جلد۴، ص ۶۱)

یزیدی فوج کا خوف زدہ ہونا

روایات میں مذکور ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپؑ کے قاتل ایک جگہ بیٹھ کر شراب نوشی میں مصروف تھے۔ اچانک ایک لوہے کا قلم نمودار ہوا اور قلم نے خون کی سیاہی کے ساتھ دیوار پر یہ شعر لکھا:

اَتَرْجُوا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا
شَفَاعَةَ جَدِّهِ يَوْمَ الْحِسَابِ

"کیا حسینؑ کو قتل کرنے والا گروہ حساب کے دن اس کے نانا کی

شفاعت کی امید رکھتا ہے؟''

جب قاتلانِ حسینؑ نے اس عبارت کو پڑھا تو سرِ حسینؑ کو اسی مقام پر چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر کافی دیر کے بعد جب ان کے اوسان بحال ہوئے تو واپس آئے۔ ابن بطہ نے لکھا کہ یہ شعر ایک کنیسہ میں لکھا ہوا تھا۔

(مناقب آل ابی طالب' جلد ۴' ص ۶۱ بحوالہ دلائل النبوۃ)

سرمبارک کے یزیدی محافظوں پر عذابِ الٰہی کا آنا

مروی ہے کہ ایک شخص بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور دوران طواف کہہ رہا تھا:

خدایا! مجھے بدبختی سے بچا اور میری مغفرت فرما دیسے مجھے یقین ہے کہ تو مجھے معاف نہیں کرے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے اس شخص کی مایوسی کو دیکھا تو میں نے اسے تسلی دی اور اس سے کہا: بندۂ خدا! اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے۔ اگر تیرے گناہ بارش کے قطرات کی مقدار میں بھی کیوں نہ ہوں پھر بھی تجھے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ خدا سے مغفرت طلب کر وہ تجھ پر رحمت نازل کرے گا۔

پھر اس شخص نے مجھ سے کہا کہ پہلے تم میری داستان سنو' پھر خود فیصلہ کر کے بتاؤ کہ کیا مجھے بھی معافی مل سکتی ہے؟

میں نے کہا: تم مجھے اپنا واقعہ سناؤ۔

اس شخص نے کہا کہ میں ابن زیاد اور یزید کا مقرب خاص تھا۔ جب امام حسین شہید ہوئے اور ان کا سر اطہر شام لایا گیا تو یزید کے حکم سے مظلومِ کربلا کے سر کو پورے شہر میں پھرایا گیا۔ پھر ان کا سر یزید کے سامنے ایک تھال میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ اس لعین نے سرِ حسینؑ کی بے ادبی کی اور اس نے چھڑی ان کے دانتوں پر رکھی اور کہا:

تیرے قتل سے میرے دل کو ٹھنڈک نصیب ہوئی ہے۔ تیرے باپ نے میرے

باپ کے خلاف خروج کیا تھا۔ اللہ نے میرے باپ کو کامیابی دی تھی۔

پھر اہل عراق نے تجھ سے وعدے کیے اور تو ان کے وعدوں پر اعتماد کر کے کوفہ کی طرف چل پڑا۔ اللہ نے مجھے تجھ پر کامیابی عطا کی اور اس کامیابی پر میں خدا کی حمد بجالاتا ہوں۔

جب میں نے یزید کی زبان سے یہ گستاخی سنی تو میرا دل جل کر کباب ہو گیا اور مجھے اس لعین پر سخت غصہ آیا۔ لیکن میں مجبور تھا کر بھی کیا سکتا تھا۔

بعدازاں یزید نے سر حسینؑ کو ایک صندوق میں رکھا اور اس نے پچاس افراد کو اس کی نگہبانی پر متعین کیا اور ان نگہبانوں میں میں بھی شامل تھا۔

لعین کی طرف سے ہمارے لیے کھانا اور شراب بھیجی گئی۔ میرے دوستوں نے جی بھر کر کھانا کھایا اور شراب سے لطف اندوز ہوئے۔ جب کہ میں نے شراب کو ہاتھ تک نہ لگایا۔

میرے ساتھی جلد ہی سو گئے اور مجھے افسوس کی وجہ سے نیند نہ آسکی۔

آدھی رات کا وقت تھا کہ میں نے ایک کڑک کی آواز سنی۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو میں نے محسوس کیا کہ آسمان کے دروازے کھل چکے ہیں اور وہاں سے ایک سفید بادل اترا اور وہ بادل بالکل ہمارے قریب آ گیا۔ پھر میں نے ایک آواز سنی۔ کسی نے پکار کر کہا:

آدمؑ! بادل سے اتر آؤ۔

یہ آواز سن کر ایک بزرگ بادل سے نیچے اترے۔ ان کے گرد ملائکہ کی کئی صفیں تھیں۔ چند لمحات ہی ابھی گزرے ہوں گے کہ اسی طرح کی میں نے دوسری آواز سنی اور ایک اور بادل آسمان سے ہماری طرف آیا اور پھر ایک آواز آئی۔

نوحؑ! بادل سے اتر آؤ۔

الغرض اسی طرح سے بادل آتے رہے۔ کسی سے ابراہیمؑ آئے' کسی سے موسیٰؑ

آئے' کسی سے عیسیٰؑ آئے اور ہر ایک کے ساتھ ملائکہ کی صفیں تھیں۔

سب سے آخر میں ایک اور بادل آیا جس کی روشنی باقی تمام بادلوں سے کہیں زیادہ تھی اور جب وہ بادل ہمارے قریب آیا تو کسی نے پکار کر کہا:

محمدؐ! آپ بھی بادل سے اتر آئیں۔

الغرض محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بادل سے نیچے آئے۔ پھر تمام بزرگ اس خیمے میں آئے جہاں میرے ساتھی سوئے ہوئے تھے اور درمیان میں سر حسینؑ والا صندوق موجود تھا۔ رسولؐ خدا نے تمام انبیاء پر سلام کیا' سب نے آپ کو سلام کا جواب دیا اور آپؐ کو خاندان کا پرسہ دیا۔ نبی اکرمؐ صندوق کی طرف آئے اور آپؐ نے اسے کھولا اور اس میں سے امام حسینؑ کا سر اطہر نکال کر اپنے سامنے رکھا اور اسے دیکھ کر آپؐ کافی دیر تک گریہ کرتے رہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

بابا آدمؑ' بابا نوحؑ' بابا ابراہیمؑ' بھائی موسیٰؑ اور بھائی عیسیٰؑ! کیا تم نے دیکھا کہ میری امت نے میرے بعد میرے بیٹے سے کیا سلوک کیا؟ خدا انہیں میری شفاعت نصیب نہ کرے۔

اس کے بعد آسمان سے اور بہت سے فرشتے نازل ہوئے اور انہوں نے آپ کو سلام کیا اور کہا:

یارسولؐ اللہ! خداوند علیٰ و اعلیٰ آپؐ پر سلام بھیجتا ہے اور آپؐ سے کہہ رہا ہے کہ آپؐ آہستہ روئیں۔ آپ کو روتا دیکھ کر فرشتے رونے لگتے ہیں اور ہم اس لیے آپؐ کے پاس حاضر ہوئے ہیں کہ ہمیں جو بھی حکم دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: تم اپنا تعارف کراؤ کہ تم کون ہو؟

ان میں سے ایک نے کہا: میں سورج پر موکل فرشتہ ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو میں سورج کی گرمی سے اس امت کو جلا کر راکھ کر دوں گا۔

دوسرے نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں سمندروں پر موکل فرشتہ ہوں اگر آپ کا حکم ہو

تو میں تمام قاتلینِ حسینؑ کو غرق کر دوں گا۔

تیسرے فرشتے نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں زمین پر موکل فرشتہ ہوں، اگر آپ اشارہ کریں تو میں تمام لوگوں کو زمین میں دھنسا کر تباہ کر دوں گا اور زمین کا طبق اُلٹ دوں گا اور کسی بھی متنفس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا:

ابھی انہیں کچھ نہ کہو۔ اس کا فیصلہ میں خدا کے سپرد کرتا ہوں اور وہ قیامت کے دن عدل وانصاف پر مبنی فیصلہ کرے گا۔

تمام انبیاء و ملائکہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! اللہ آپ کو آپؐ کی امت کی طرف سے جزائے خیر دے۔ آپؐ اپنی اُمت پر بے حد شفیق ہیں۔

اس کے بعد ملائکہ کا ایک گروہ نازل ہوا اور انہوں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ اللہ آپؐ پر سلام بھیجتا ہے اور اللہ نے ہمیں ان پچاس افراد کی ہلاکت کا حکم دیا ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: تم جانو اور یہ جانیں۔ اس کے بعد فرشتے آگے بڑھے۔ ان کے ہاتھوں میں آگ کے نیزے تھے اور انہوں نے میرے ساتھیوں کو بے دریغ مارنا شروع کر دیا۔ ایک فرشتہ نیزہ لے کر میری طرف بڑھنے لگا تو میں نے پکار کر کہا:

یارسولؐ اللہ! میں امان کا طلب گار ہوں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: جا، خدا تجھے کبھی معاف نہ کرے۔

اس کے بعد میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور میں نے اپنے دوستوں کی طرف نظر کی تو سب کے سب جل کر راکھ ہو چکے تھے۔

یہ داستان سنانے کے بعد اس نے مجھ (راوی) سے کہا کہ بھلا اب بتاؤ جسے رسولؐ خدا نے یہ الفاظ کہے ہوں کیا وہ بھی بخشا جا سکتا ہے؟

شہدائے کربلا کے سرہائے مبارک

روایات میں مذکور ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ چوراسی افراد شہید ہوئے تھے جن میں سے ۲۳ شہداء کے سر بنی کندہ کے سپاہیوں کے حوالے کیے گئے اوران کا سالار قیس بن اشعث تھا۔

بیس سر بنی ہوازن کے سپاہیوں کے حوالے کیے گئے اور ان نیزہ برداروں کا سالار شمر بن ذی الجوشن تھا۔

سترہ شہدائے کربلا کے سر بنی تمیم کے سپاہیوں کے حوالے کیے گئے اور چھ شہیدانِ کربلا کے سر بنی اسد کے افراد لے کر چلے تھے۔ ان کے علاوہ باقی سر قبیلہ مذحج اور دیگر قبائل کے افراد کے سپرد کیے گئے تھے۔

امام حسین علیہ السلام کا سر خولی بن یزید اصبحی کے حوالے کیا گیا جب کہ عمر بن سعد لعین گیارہ محرم کے دن کربلا میں رہا اور اس نے اپنے مقتولین کو جمع کیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کیا اور امام حسین اور ان کے جانثار ساتھیوں کے لاشے زمین پر بے گوروکفن پڑے رہے۔

جب ابن سعد لعین کربلا سے چلا گیا تو بنی اسد کے لوگ آئے اور انہوں نے شہدائے کربلا کے پاک و پاکیزہ لاشوں کو جمع کیا اور انہوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور پھر انہوں نے ان لاشوں کو اس ترتیب سے دفن کیا جو کہ اس وقت ہمیں دکھائی دیتی ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی مخدرات عصمت کو انتہائی قلیل وقت کے لیے شہدائے کربلا پر گریہ کرنے کا موقع دیا گیا۔ بعدازاں بیبیوں کو قیدی بنا کر اونٹوں پر سوار کیا گیا اور شہدائے کربلا کی لاشیں دفن کرنے کا انہیں کوئی موقع نہ دیا گیا۔ شہداء کے سروں کو نوکِ نیزہ پر بلند کیا گیا۔ امام عالی مقامؑ کا سر ایک بلند و بالا نیزہ پر سوار کیا گیا۔ آپؑ کے چہرے سے نور کی کرنیں بلند ہوتی تھیں اور یوں لگتا تھا جیسا کہ پورا قافلہ آپؑ کی روشنی

میں محو سفر ہو۔

سر اطہر کی تشہیر اور آل محمدؑ کی مظلومیت

سہل بن حبیب شہرزوری کا بیان ہے کہ جس سال امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔ اس سال میں نے حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کیا اور جب واپسی پر میں کوفہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بازار بند ہیں اور لوگوں کی یہ حالت ہے کہ حلقے بنا کر ایک دوسرے سے جدا بیٹھے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگ حلقہ باندھے ہوئے آہستہ آہستہ رو رہے ہیں اور کچھ لوگ سر عام ہنس رہے ہیں۔

میں ایک بزرگ کے پاس گیا اور اسے کہا: شیخ! خیر تو ہے یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ ٹولیاں بنائے ہوئے ہو۔ کیا آج تمہاری کوئی ایسی عید ہے جس کا مجھے علم نہیں ہے۔

بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑا اور دور لے گیا اور اس نے کہا: آج کوئی عید نہیں ہے۔ یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگا۔

میں نے کہا کہ آپ اپنے رونے کا سبب مجھ سے تو بیان کریں۔

اس شخص نے کہا: دو لشکروں کی وجہ سے روتا ہوں۔ ایک لشکر مارا گیا اور دوسرا کامیاب ہوا ہے۔

میں نے کہا: وہ لشکر کس کے تھے؟

اس کوفی بزرگ نے کہا: ایک لشکر ابن زیاد کا تھا جسے کامیابی حاصل ہوئی ہے اور دوسرا لشکر امام حسینؑ کا تھا جو کہ مارا گیا۔ اور سنو! ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر تک حسینؑ کا سر بھی یہاں لایا جا رہا ہے۔

کوفی بزرگ کی جیسے ہی بات مکمل ہوئی تو مجھے ڈھولوں اور شادیانوں کی آوازیں سنائی دیں۔ ان کے ساتھ میں نے فوجی پرچم دیکھے۔ میں نے غور سے دیکھا تو ایک فاتح قسم کا لشکر دکھائی دیا جو کہ کوفہ میں داخل ہو رہا تھا۔

پھر میں نے یہ منظر دیکھا کہ امام حسینؑ کا سر اطہر ایک لمبی سنان پر سوار تھا اور آپؑ کی مونچھیں چمک رہی تھیں اور آپؑ کے منہ سے نور نکل کر آسمان سے ٹکر کھا رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر میں رونے لگا۔ اس کے بعد میں نے حضرت علیؑ کی شاہزادی حضرت ام کلثومؑ کو دیکھا اور وہ پکار کر کہہ رہی تھیں:

اے اہل کوفہ! ہم حسینؑ کا خاندان ہیں، تم اپنی آنکھیں جھکا لو۔ کیا تمہیں خدا اور اس کے رسولؐ سے شرم نہیں آتی؟ تم محمد مصطفیٰؐ کی پردہ دار بیٹیوں کو دیکھ رہے ہو۔ کچھ حیا کرو۔ ہم محمد مصطفیٰؐ، علی مرتضیٰؑ، فاطمہ زہراؑ کی بہو بیٹیاں ہیں۔

جب بی بی نے یہ کہا تو اٹھی ہوئی نگاہیں جھک گئیں۔ بنی خزیمہ کے دروازے پر یہ قافلہ کچھ دیر کھڑا رہا۔ وہاں امام حسینؑ کے سر نے سورہ کہف تلاوت کی اور جب امام حسینؑ نے یہ آیت پڑھی:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا (کھف: ۹)

سہل کا بیان ہے کہ میں نے بے ساختہ کہا:

حسینؑ! وہ بھی عجیب تھے لیکن تیرا قصہ اصحابِ کہف سے بھی زیادہ عجیب ہے۔

پھر میں روتے روتے بے ہوش ہو گیا اور جب مجھے ہوش آیا تو لوگوں نے بتایا کہ سر اطہر نے سورہ مکمل کر لیا ہے۔

اس دن کچھ لوگوں نے بیان کیا کہ جیسے ہی سر حسینؑ ابن زیاد کے دارالامارہ میں لایا گیا تو اچانک محل سے آگ برآمد ہوئی جسے دیکھ کر ابن زیاد دوڑ کر ایک اور کمرے میں جا چھپا۔ جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو اس وقت حسینؑ کے سر نے بلند آواز سے پکار کر کہا:

''لعین! تو کب تک آگ سے بھاگتا پھرے گا اگر اس دنیا میں تو آگ سے بچ گیا تو آخرت میں نہیں بچ سکے گا۔ اور تیرا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا''۔

دربار میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے سر حسینؑ سے یہ گفتگو سنی تو کچھ سجدے میں گر گئے اور کچھ اپنے چہروں کو پیٹنے لگے۔

الغرض جب آگ بجھ گئی اور ابن زیاد لعین آ کر تخت پر بیٹھا تو اس کے سامنے آپؑ کے سر کو سونے کے ایک تھال میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ اس لعین کے ہاتھ میں چھڑی تھی اور وہ چھڑی کا سرا امام حسینؑ کے دانتوں اور ہونٹوں پر لگا کر کہتا تھا:

ابوعبداللہ! تو بہت جلد بوڑھا ہو گیا۔

اس وقت ایک شخص نے اٹھ کر اس سے کہا:

اپنی چھڑی ہٹا لے۔ جہاں تو نے چھڑی رکھی ہوئی ہے یہ رسولؐ خدا کی بوسہ گاہ ہے۔

ابن زیاد نے کہا: آج ہم نے رسولؐ سے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔ (منتخب طریحی، ص ۲۸۸-۲۸۹)

سر حسینؑ خولی لعین کے تنور میں

روایات میں مذکور ہے کہ جب امام مظلومؑ کا سر اطہر ابن زیاد کے پاس پہنچا تو اس نے وہی سر مبارک خولی بن یزید اصبحی لعین کے سپرد کیا اور اس سے کہا کہ تم اس سر کو اپنے گھر لے جاؤ اور جب مجھے ضرورت ہو گی تو پھر میں تم سے وہ سر منگوا لوں گا۔

خولی لعین نے امام حسین علیہ السلام کا سر اٹھایا اور گھر کی طرف چل پڑا۔ اس کی دو بیویاں تھیں ایک ثعلبیہ تھی اس کا تعلق بنی ثعلب سے تھا۔ بعض روایات کے مطابق اس کا تعلق بنی تغلب سے تھا۔ اس کی دوسری بیوی کا نام مفریہ قبیلہ سے تھا۔

خولی لعین امام حسینؑ کا سر لے کر مفریہ کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا: یہ کس کا سر ہے؟

اس لعین نے جواب دیا: یہ حسین بن علیؑ کا سر ہے اور اس سے مجھے بہت بڑا

انعام ملے گا۔

بیوی نے کہا: تجھے خوش خبری ہو' کل قیامت کے دن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے دشمن ہوں گے اور آج سے نہ تو تو میرا خاوند ہے اور نہ ہی میں تیری بیوی ہوں۔ پھر اس نے لوہے کی ایک سلاخ اٹھائی اور لعین کے سر پر ماری۔

اس کے بعد وہ لعین' امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک لے کر ثعلبیہ کے پاس آیا۔ اس نے سر کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے جس نے ابن زیاد کے خلاف خروج کیا تھا۔

بیوی نے اس سے مقتول کا نام پوچھا تو اس نے نام نہ بتایا اور سر مبارک کو اٹھا کر تنور میں رکھ دیا۔

ثعلبیہ کا بیان ہے۔ جب رات ہوئی تو میں نے اس سر سے نور کی کرنیں پھوٹتی ہوئی دیکھیں جو کہ آسمان کو چھو رہی تھیں اور وہ سر قرآن کی تلاوت میں مصروف تھا۔ یہاں تک کہ اس نے وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ کی آیت پڑھ کر تلاوت ختم کی۔ ادھر سے سر تلاوت کر رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے تسبیح کی آوازیں بھی سنائی دیتی تھیں جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ فرشتوں کی آواز ہے۔

یہ منظر دیکھ کر وہ اپنے شوہر کے پاس آئی اور اس سے کہا کہ میں نے سر سے نور کی شعاعیں دیکھی ہیں اور وہ سر قرآن پڑھتا ہے۔ آخر تم مجھے سچ سچ کیوں نہیں بتاتے کہ یہ کس کا سر ہے؟

خولی نے پھر وہی جواب دیا کہ یہ ایک خارجی (نعوذ باللہ) کا سر ہے جس نے ابن زیاد کے خلاف خروج کیا تھا۔ میں یہ سر یزید بن معاویہ کے پاس لے جاؤں گا اور اس سے بہت زیادہ انعام حاصل کروں گا۔

ثعلبیہ نے مجبور کیا کہ تم مجھے اس مقتول کا نام بتاؤ۔ بیوی کے مجبور کرنے پر اس لعین نے کہا:

اگر تمہیں اتنا ہی اصرار ہے تو پھر سنو، یہ حسین بن علیؑ کا سر ہے۔

جب ثعلبیہ نے امام حسینؑ کا نام سنا تو اس نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی۔

جب اسے افاقہ ہوا تو اس نے کہا:

تو تو مجوسیوں سے بھی بدترین شخص ہے۔ تو نے محمد مصطفیٰؐ کی عترت کو شہید کر کے روح پیغمبرؐ کو اذیت دی ہے۔ کیا تجھے خالق ارض و سماء کا کوئی خوف نہیں ہے۔ اور تیری بے حیائی کی حد یہ ہے کہ خاتونِ جنت کے فرزند کا سر یزید کے سامنے پیش کر کے انعام کی خواہش رکھتا ہے۔

پھر ثعلبیہ روتی ہوئی کمرے سے باہر آئی اور اس نے سر اطہر کو اٹھا کر اپنی گود میں رکھا اور سر اطہر کے بوسے لے لے کر کہا:

حسینؑ! اللہ تیرے قاتلوں پر لعنت کرے اور محمد مصطفیٰؐ ان کے خلاف مدعی بنیں۔

ثعلبیہ سر اطہر کو گود میں رکھ کر بیٹھی رہی یہاں تک کہ رات ہو گئی اور اسے بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ گھر کی چھت پھٹ گئی ہے اور اس میں سے نور کی کرنیں اندر آنے لگی ہیں۔ پھر سفید رنگ کا ایک بادل اندر آیا اور اس میں سے دو عظیم القدر خواتین برآمد ہوئیں۔ انہوں نے ثعلبیہ کی گود سے مظلومِ کربلا کا سر اٹھایا اور اسے پیار کر کے رونے لگیں۔

ثعلبیہ نے عالمِ خواب میں ان سے کہا: آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ آپ اپنا تعارف کرائیں۔

ان میں سے جو بی بی بڑی تھیں۔ انہوں نے کہا میں خدیجہؑ بنت خویلد ہوں اور یہ میری بیٹی فاطمہ زہراءؑ ہیں۔ ہم اپنے مظلوم بیٹے کی زیارت کے لیے تیرے گھر میں آئی ہیں اور ہم اس قدر دانی پر تیرا شکریہ ادا کرتی ہیں۔ خدا نے تیرے عمل کو قبول کیا ہے اور تو جنت میں ہماری ہم نشین ہو گی۔

اس خواب کے بعد ثعلبیہ کی آنکھ کھل گئی اور اس وقت امام مظلومؑ کا سر اس کی گود

میں تھا۔ صبح ہوئی۔ خولی نے اس سے سر کا مطالبہ کیا۔ ثعلبیہ نے سر واپس کرنے سے انکار کیا اور اس سے کہا: تجھ پر خدا کی طرف سے ہلاکت ہو' مجھے طلاق دے دو۔ میں تمہارے ساتھ اس گھر میں نہیں رہ سکتی۔

خولی لعین نے کہا: تم سر میرے حوالے کرو اس کے بعد جو تمہارا جی چاہے کرتی پھرو۔

ثعلبیہ نے سر واپس کرنے سے انکار کیا۔ خولی لعین نے اس مومنہ کو قتل کر دیا اور سر اطہر اٹھا لیا۔

یوں وہ مومنہ خاتون بہت جلدی سے جنت میں حضرت سیدہؑ کے جوار میں چلی گئی۔

مظلومؑ کا سر دَیرِ نصاریٰ میں

شیخ فخر الدین نجفی رقمطراز ہیں کہ باوثوق افراد کی ایک جماعت نے ابی سعید شامی سے روایت نقل کی۔ اس نے کہا:

میں ان لوگوں میں شامل تھا جو کہ شہدائے کربلا کے سروں اور قیدیوں کو لے کر دمشق گئے تھے۔ جب ہمارا قافلہ دَیرِ نصاریٰ پہنچا تو ہمیں اطلاع ملی کہ نصر خزاعی نے ایک فوجی دستہ تشکیل دیا ہے اور وہ نصف شب کے وقت شب خون مار کر شہداء کے سر اور اسیرانِ کربلا کو چھین لینا چاہتا ہے۔

جب یزیدی فوج نے یہ خبر سنی تو وہ بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے باہمی صلاح مشورہ کیا اور آخرکار وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ہمیں اس دَیر کو اپنا مورچہ بنا لینا چاہیے تاکہ دشمن کے حملے سے محفوظ رہ سکیں۔

چنانچہ شمر اور اس کے ساتھیوں نے دَیر کے دروازے پر کھڑے ہو کر انہیں آوازیں دیں۔ اس دَیر کا بڑا پادری باہر آیا اور اس نے کہا کہ تم کون لوگ ہو اور کیا چاہتے ہو؟

شمر علیہ اللعن نے کہا: ہم ابن زیاد کے سپاہی ہیں اور ہم عراق سے شام جارہے ہیں۔

پادری نے کہا: تم کیوں شام جارہے ہو؟

شمر لعین نے کہا: عراق میں ایک شخص نے بغاوت کی تھی اور یزید پر خروج کیا تھا۔ اس نے حکومت کے خلاف ایک لشکر منظم کیا تھا۔ اس کے مقابلے کے لیے یزید نے بھی بہت بڑا لشکر اس کے مقابلہ پر روانہ کیا اور دونوں لشکروں کا ایک مقام پر مقابلہ ہوا اور ہمارے دشمن مارے گئے۔ اب ہم ان کے سر اور ان کے خاندان کے افراد کو قیدی بنا کر شام لے جارہے ہیں۔

جب پادری نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو دیکھا تو اسے سر اطہر سے نور کی کرنیں نکلتی ہوئی دکھائی دیں۔ پادری یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ پھر اس نے کہا:

ہمارا دَیر چھوٹا ہے۔ یہاں پر اتنے بڑے لشکر کو ٹھہرانا ممکن نہیں ہے۔ تم لوگ سروں اور قیدیوں کو دَیر میں بھیج دو اور تم خود دَیر سے باہر رہو۔ اگر دشمن نے تم پر حملہ بھی کیا تو وہ ان سروں اور قیدیوں کو حاصل نہیں کر سکے گا۔

یزیدی لشکر کو پادری کا مشورہ پسند آیا۔ چنانچہ انہوں نے امام حسین علیہ السلام کے سر اطہر کو ایک صندوق میں بند کیا اور صندوق اور قیدیوں کو دَیر میں روانہ کیا۔

پادری نے امام زین العابدین علیہ السلام اور دیگر مخدرات عصمت کو ایک باپردہ مکان دیا اور امام حسینؑ کے سر کو ایک کمرہ میں رکھ کر اسے مقفل کر دیا۔ پھر چند لمحات بعد پادری نے اس کمرے کے سوراخ میں جھانک کر دیکھا تو اسے پورا کمرہ منور دکھائی دیا۔ پھر اس نے دیکھا کہ گویا کمرے کی چھت پھٹ گئی ہے اور آسمان سے ایک تخت اترا جس پر ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھیں۔

پھر پادری کو ایک آواز سنائی دی کہ گردنیں جھکا لو اور آنکھیں نیچی کر لو کیونکہ اس وقت خاتونِ جنت اور حواء و ہاجرہ، راحیل والدہ یوسفؑ اور والدہ موسیٰؑ اور آسیہ اور مریم

اس کمرے میں آ چکی ہیں۔

بعدازاں ان خواتین نے سرِ اطہر کو صندوق سے نکالا اور ہر بی بی نے باری باری بوسہ دیا یہاں تک کہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے اپنے فرزند کے سر کو اٹھایا اور بین کر کے کہا:

میرے مقتول فرزند تجھ پر سلام' میرے مظلوم فرزند تجھ پر سلام' میرے شہید فرزند تجھ پر سلام' روحِ مادر فرزند تجھ پر سلام' عنقریب اللہ تیرے خون کا بدلہ لے گا۔

پادری مستورات کے دلخراش بین سن کر بے ہوش ہوگیا اور جب اسے ہوش آیا تو اس نے روزنِ دیوار سے دوبارہ جھانکا تو وہ منظر غائب ہوگیا تھا۔ پادری نے کمرے کا تالا کھولا اور صندوق کا تالا توڑ کر سرِ اطہر باہر نکالا اور کافور' مشک اور زعفران سے اسے غسل دیا اور اس نے رو رو کر سر سے کہا:

اے بنی آدم کے سردار! اے کائنات کے عظیم و کریم فرد! میرا خیال یہ ہے کہ تیرا تعلق ان لوگوں سے ہے جن کی اللہ نے تورات و انجیل میں تعریف فرمائی ہے۔ تیری عظمت کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ کائنات کی ممتاز خواتین تیرے پاس آ کر تیرا غم مناتی ہیں۔ مجھے بھی اپنا تعارف کرا کہ تو کون ہے اور تیرا کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے؟

سرِ اطہر سے اذنِ خداوندی سے یہ صدا آئی:

میں مظلوم ہوں' میں مقتول ہوں' میں غم نصیب ہوں' میں مغموم ہوں' مجھے ظلم وستم کی تلوار سے ذبح کیا گیا ہے۔ گمراہ لوگوں نے مجھ پر بڑے ستم کیے ہیں۔

پادری نے کہا: اے سرِ اطہر! مجھے اپنا مزید تعارف کرا۔

سرِ اطہر سے آواز آئی: اگر تو میرا نسب و حال جاننے کا خواہش مند ہے تو پھر تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں محمد مصطفیٰؐ کا فرزند ہوں۔ میں علی مرتضیٰؑ کا فرزند ہوں' میں فاطمہ زہراءؑ کا فرزند ہوں۔ میں خدیجۃ الکبریٰ کا فرزند ہوں' میں عروۃ الوثقیٰؑ کا فرزند ہوں' میں شہیدِ کربلا ہوں' مظلومِ کربلا ہوں' میں قتیلِ کربلا ہوں' میں کربلا کا تشنہ لب ہوں' میں

کربلا کا پیاسا ہوں۔

جب پادری نے مظلومِ کربلا کے سرِ اطہر سے یہ کلام سنی تو اس نے دیر میں موجود اپنے شاگردوں اور مریدوں کو جمع کیا اور انہیں سرِ اطہر کے کلام سے آگاہ کیا۔

راوی کے بیان کے مطابق اس وقت ستر افراد گرجا میں موجود تھے۔ جب انہوں نے سرِ اطہر کی داستان سنی تو انہوں نے اپنے سروں سے پگڑیاں اتار پھینکیں اور گریبان چاک کیے اور مظلومِ کربلا پر دل کھول کر روئے اور وہ سب کے سب امام زین العابدینؑ کے پاس جمع ہوئے۔ انہوں نے گلے میں پڑی ہوئی صلیبیں توڑ دیں اور آپؑ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ مسلمان بننے کے بعد انہوں نے امام زین العابدینؑ سے درخواست کی کہ آپؑ ہمیں اجازت دیں کہ ہم یزیدی فوج سے جنگ کرتے ہیں اور ہم اپنے آقا و مولا کا انتقام لیتے ہیں۔

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: ایسا نہ کرو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ان سے سخت بدلہ لے گا اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

سہل بن سعد صحابی رسولؐ کی روایت

بعض روایانِ اخبار نے لکھا کہ سہل بن سعد نے کہا کہ ایک بار میں نے بیت المقدس کا سفر کیا اور سفر کرتے ہوئے جب میں شام پہنچا تو میں نے دیکھا۔ بازاریں سجی ہوئی تھیں اور ہر طرف خوش نما ریشمی پردے آویزاں تھے۔ اہلِ شہر خرم اور شاداں تھے۔ عورتیں دف اور طبل بجا رہی تھیں۔

میں نے اہلِ شام سے کہا کہ کیا آج تمہارے ہاں کوئی عید ہے جسے ہم نہیں جانتے؟

انہوں نے کہا: شیخ تو اعرابی معلوم ہوتا ہے۔

میں نے کہا: میں رسولؐ خدا کا صحابی سہل بن سعد ہوں۔

اہل شام نے کہا: ہمارے بادشاہ کو فتح نصیب ہوئی ہے اور اسی لیے ہم خوشیاں منا رہے ہیں۔

میں نے کہا: یزید کو کس پر فتح حاصل ہوئی؟

اہل شام نے مجھے بتایا کہ عراق میں ایک خارجی (نعوذ باللہ) نے ہمارے امیر کے خلاف خروج کیا تھا اور وہ مارا گیا۔

میں نے کہا: اس کا نام کیا تھا؟

اہلِ شام نے کہا: اس کا نام حسینؑ بن علی بن ابی طالب تھا۔

میں نے ازراہ تعجب کہا: کیا حسین بن فاطمہ بنت رسولؐ اللہ کی بات کرتے ہو؟

اہل شام نے کہا: جی ہاں۔

میں نے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور روکر کہا: تو کیا یہ تمام تر مسرت و شادمانی نواسۂ رسولؐ کے قتل کی وجہ سے ہے۔ تمہیں حیا نہیں آتی کہ تم نے نواسۂ رسول کو قتل کیا۔ پھر تم انہیں خارجی بھی کہتے ہو!!

ایک شخص نے مجھ سے کہا: شیخ! خاموش رہو ورنہ یہ ظالم تمہیں قتل کر دیں گے۔

اتنے میں میں نے دیکھا کہ بڑے دروازے سے فوجی پرچم نمودار ہوئے اور ان کے ساتھ ساتھ فتح ونصرت کے طبل بج رہے تھے۔ ان کے پیچھے ایک سر نوک سنان پر بلند تھا اور جہاں جہاں سے سر کا گزر ہوتا لوگ خوشیاں مناتے تھے۔

میں نے سر اطہر کو دیکھا تو اس سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ سر مبارک کو دیکھ کر میں نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے اور غم کی وجہ سے اپنا گریبان چاک کیا اور رو رو کر کہا:

ہائے افسوس! ان اجسام پر جو کہ اپنے وطن سے دور پڑے ہیں۔ ہائے افسوس ان شہیدوں پر جنہیں کفن نصیب نہیں ہوا۔ ہائے افسوس اس رخسار پر جو کہ خاک آلود ہوا اور افسوس اس سفید ریش پر جسے خون سے خضاب کیا گیا۔

یارسولؐ اللہ! کاش آج آپؐ یہاں دمشق میں موجود ہوتے اور اپنے نواسے کے سر کو بازاروں میں پھرتا ہوا دیکھتے۔ اور کاش آج آپؐ یہاں ہوتے اور اپنی شاہزادیوں کو بے مقنع و چادر بازاروں میں دیکھتے۔ کاش! آج علی بن ابی طالب ہوتے اور اپنے خاندان کو اس حالت میں دیکھتے۔

مجھے روتا دیکھ کر کچھ شامی بھی رونے لگے جب کہ ان کی اکثریت خوشیاں مناتی رہی۔ پھر مخدرات عصمت کو میں نے اونٹوں پر دیکھا جن کے سروں پر چادریں نہیں تھیں اور ایک بی بی رو رو کر کہہ رہی تھیں:

وامحمداہ، واعلیاہ، واحسناہ، واحسیناہ آؤ اور آ کر دیکھو کہ تمہارے پردہ داروں پر کیا بیت رہی ہے؟

یارسولؐ اللہ! آپؐ کی بیٹیاں قیدی ہو چکی ہیں اور ان سے یہود و نصاریٰ کے قیدیوں کا سا سلوک کیا جا رہا ہے۔ آج آپؐ کی بیٹیاں بازاروں میں نوحے کر رہی ہیں اور آپؐ کے فرزند حسینؑ کے غم میں رو رہی ہیں جسے پس گردن ذبح کیا گیا۔ جس کا لباس تک اتار لیا گیا۔

سہل بن سعد کا بیان ہے: میں اس بی بی کے اونٹ کے قریب گیا اور میں نے کہا:

السلام علیکم یا اھل بیت محمد و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ

بی بی نے کہا: بندۂ خدا جس دن سے میرا بھائی شہید ہوا ہے اور ہم قید ہوئے ہیں، اس دن سے لے کر آج تک کسی نے ہم پر سلام نہیں کیا۔ تو کون ہے؟

میں نے عرض کیا: شاہزادی میں ''شہرزور'' کا باشندہ ہوں۔ میرا نام سہل بن سعد ہے اور میں آپؐ کے نانا کا صحابی ہوں۔

بی بی نے کہا: میرے نانا کے صحابی! دیکھو اُمت نے ہم سے کیا سلوک کیا۔ ان ظالموں نے ہمارے خاندان کو تباہ کیا اور میرے بھائی حسین علیہ السلام کو شہید کیا اور ان کی شہادت کے بعد ان لوگوں نے ہمیں قیدی بنا کر شہر بہ شہر پھرایا جب کہ ہمارے پاس

چادریں تک موجود نہیں ہیں۔

میں نے کہا: بے شک یہ ظلم آپؑ کے نانا اور آپؑ کے والد کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔

پھر بی بی نے فرمایا: جس ظالم کے پاس میرے بھائی کا سر ہے تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ سرِ اطہر کو ہم سے دُور لے جائے تاکہ ہم ان ظالموں کی نظروں سے محفوظ رہ سکیں۔

بی بی کا فرمان سن کر میں اس ظالم کے پاس گیا اور میں نے اسے بڑی منت سماجت کی لیکن اس نے میرا کہنا ماننے سے انکار کر دیا۔

اس سفر میں ایک نصرانی میرا رفیقِ سفر تھا اور بازار شام میں بھی وہ میرے ساتھ موجود تھا۔ اس نے تلوار حمائل کر رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں سے پردے ہٹا دیے۔ اس نے سرِ اطہر کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے:

فلا تحسبنَّ اللّٰهَ غافِلاً عمَّا يَعمَلُ الظّٰالِمُونَ (ابراهيم: ۴۲)

''ظالموں کے ظلم سے اللہ کو غافل نہ سمجھو''۔

جب نصرانی نے سرِ اطہر سے قرآن مجید سنا تو اسے یقین ہو گیا کہ جو حسینؑ شہادت کے بعد بھی قرآن پڑھ رہا ہے یقیناً اس کا نانا اللہ کا سچا نبی ہے۔ چنانچہ اس نے اسی وقت کلمہ اسلام پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے تلوار نیام سے نکالی اور شامیوں پر حملہ کر دیا اور حملہ کے دوران کہنے لگا:

ظالمو! تم نے حسینؑ کو کس جرم میں قتل کیا۔ چنانچہ اس نے کافی افراد کو قتل کیا اور آخر میں شہید ہو گیا۔ جب شوروغوغا کی صدائیں بلند ہوئیں تو جناب اُم کلثومؑ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا ہو گیا ہے؟

میں نے شاہزادی کو نصرانی کا واقعہ سنایا تو بی بی نے فرمایا:

تعجب ہے ایک نصرانی تو حسینؑ کی مظلومیت کو برداشت نہیں کر سکتا مگر مسلمان ہونے کے دعویدار اولادِ پیغمبرؐ کو قتل کر رہے ہیں اور ان کی بیٹیوں کو قید کر رہے ہیں۔

وما ظلمونا ولکن کانوا انفسھم یظلمون (البقرہ:۵۷)

''انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا' وہ اپنے آپ پر ہی ظلم کر رہے ہیں''۔

ہند زوجہ یزید کا خواب

یزید کی بیوی ہند سے منقول ہے: وہ کہتی ہے کہ میں اپنی خواب گاہ میں تھی۔ میں نے دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھل گیا اور ملائکہ گروہ در گروہ اتر کر حسینؑ کے سر کے پاس آئے اور آپ کو **السلام علیکم یا ابا عبداللہ، السلام علیک یابن رسول اللہ** کہہ کر سلام کیا۔ اس کے بعد ایک ابر نمودار ہوا اس میں بہت سے آدمی تھے اور ایک نورانی چہرے اور روشن رخساروں والے بزرگ ان کے درمیان موجود تھے۔ وہ دوڑتے ہوئے حسینؑ کے سر کی طرف آئے اور جھک کر حسینؑ کے دانتوں کو چومنے لگے اور کہنے لگے:

میرے فرزند! ان ظالموں نے تجھے قتل کیا اور انہوں نے تیرے حق کو نہ پہچانا اور تجھ کو پانی تک بھی نہ دیا۔

میرے فرزند! میں تیرا جد رسولؐ خدا ہوں اور یہ تیرا باپ علی مرتضیٰؑ ہے اور یہ تیرا بھائی حسن مجتبیٰؑ ہے' یہ تیرا چچا جعفر طیارؑ اور یہ عقیلؑ اور یہ حمزہؑ اور یہ عباسؑ ہیں۔ الغرض اسی طرح سے رسولؐ خدا اپنے اہل بیتؑ میں سے ایک ایک کا نام لیتے گئے۔

یہ خواب دیکھ کر میں بہت ڈری اور پریشانی کے عالم میں بیدار ہوئی۔ ناگہاں میں نے ایک نور دیکھا جو سرِ حسینؑ پر پھیلا ہوا تھا۔ پھر میں نے یزید کو ڈھونڈا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک تاریک کمرے میں اپنا منہ دیوار کی طرف کر کے کہہ رہا تھا:

مالی وللحسین ''مجھے بھلا حسینؑ سے کیا کام تھا''۔

اس وقت میں نے اپنا خواب اس کے سامنے بیان کیا اور وہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔
(منتخب طریحی، ص ۴۹۶-۴۹۷)

سر حسینؑ کی وجہ سے ایک راہب کا اسلام قبول کرنا

سلیمان بن مہران اعمش سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ایک سال میں نے اثنائے طوافِ خانہ کعبہ ایک شخص کو دیکھا۔ وہ اس طرح سے دعا کرتا تھا کہ خدایا! میرے گناہوں کو بخش دے اور میں بہ یقین جانتا ہوں کہ تو نہ بخشے گا۔ میں اس کلام کو سن کر لرز گیا اور میں نے کہا:

اے مرد تو حرمِ خدا اور رسولؐ میں ایسے ایام متبرک اور ماہ بزرگ میں کیوں حق تعالیٰ کی مغفرت سے ناامید ہوتا ہے؟

اس نے کہا: میرا گناہ بہت بڑا ہے۔

میں نے کہا: تہامہ کے پہاڑ سے زیادہ بڑا ہے؟

اس نے کہا: ہاں۔

میں نے کہا: بیان کر۔

اس نے کہا: حرمِ کعبہ سے باہر چل۔

ہم حرم سے باہر گئے تو اس نے کہا کہ میں لشکرِ نجس عمر بن سعد میں اُن چالیس آدمیوں میں سے تھا جو سرِ امام حسینؑ کو کوفہ سے لے کر یزید کے پاس گئے تھے۔ راہِ شام میں متصل ایک دَیرِ نصرانی کے اترے اور وہ سر ہمارے ساتھ نیزہ پر تھا اور نگہبان ساتھ تھے۔ ہم بیٹھے تھے اور کھانے میں مشغول تھے۔ ناگاہ ایک ہاتھ دَیر کی دیوار سے نکلا اور اس نے یہ شعر لکھا:

أَتَــرجُـوا أُمَّةً قَتَلَـت حُسَينًـا
شَفَـاعَةَ جَدِّهِ يَومَ الحِسَـابِ

''آیا جس اُمت نے کہ حسینؑ کو قتل کیا' کیا وہ روزِ قیامت اس
کے جد سے شفاعت کی امیدوار ہوسکتی ہے''۔

وہ شقی کہتا ہے کہ ہم اسی وجہ سے بہت گھبرا گئے اور بعض لوگوں نے ہاتھ بڑھایا کہ اس ہاتھ کو پکڑیں لیکن وہ غائب ہوگیا۔ پھر ہم کھانا کھانے میں مشغول ہوئے کہ ایک بار ہاتھ پھر نمودار ہوا اور یہ شعر لکھا:

فلا واللّٰہِ لیس لھم شفیعٌ
وھم یوم القیامۃِ فی العذابِ

''پس خدا کی قسم! شفاعت کرنے والا ان کا کوئی نہیں ہے اور وہ
روزِ قیامت گرفتارِ عذاب ہوں گے''۔

پھر بعض لوگ اس ہاتھ کی جانب گئے اور وہ غائب ہوگیا۔ پھر ہم کھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے بعد وہ ہاتھ نکلا اور یہ شعر لکھا کہ:

وقد قتلوا الحسین بحکم جورٍ
وخالفَ حکم محکمَ الکتاب

''اور امام حسین علیہ السلام کو بحکم ظلم و ستم قتل کیا اور حکم ان کا خلاف
حکمِ کتابِ مجید تھا''۔

پس میں نے کھانا موقوف کیا کیونکہ مجھ کو گوارا نہ ہوا۔ اس کے بعد ایک راہب نے اس دَیر سے سر نکالا اور دیکھا کہ سرِ امام حسینؑ سے ایک نور ساطع ہے اور اس نے ہمارے لشکر کو دیکھا اور راہب نے نگہبانوں سے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟

انہوں نے کہا: عراق سے آئے ہیں۔ ہم لوگ حسینؑ سے لڑنے گئے تھے۔

راہب نے کہا: کون حسینؑ؟ فرزندِ فاطمہؑ تمہارے پیغمبرؐ کا نواسہ اور تمہارے پیغمبرؐ کے ابنِ عم کا بیٹا؟

انہوں نے کہا: ہاں۔

راہب نے کہا: وائے ہو تم پر۔ واللہ اگر عیسیٰؑ کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اس کو آنکھوں پر بٹھاتے۔ پھر اس راہب نے کہا: میری ایک بات مان لو اپنے سردار سے کہو کہ میرے پاس دس ہزار درہم ہیں' اپنے آباؤاجداد سے میراث میں پائے ہیں۔ اس کو تمہارا امیر مجھ سے لے لے اور یہ سر تھوڑی دیر کے لیے مجھ کو دے دے۔ جب تم لوگ جانے لگو گے میں اسے واپس کر دوں گا۔ عمرِ سعد نے قبول کر لیا اور کہا: سر حوالے کر دو۔

یہ لوگ راہب کے پاس آئے اور مال طلب کیا۔ اس نے دو ہمیان پانچ پانچ ہزار درہم کی ان کے آگے رکھیں۔ عمر سعد نے صراف کو بلوا کر پرکھوائے اور داروغہ کے پاس رکھوا دیئے اور سرِ اقدس راہب کو دلوا دیا۔ راہب نے سرِ اطہر کو لے کر دھویا اور پاک کیا اور مشک و کافور مل کر حریر کے کپڑے میں لپیٹ کر ایک حجرے میں رکھا اور نوحہ و گریہ شروع کیا۔ مسلسل روتا رہا تا آنکہ ہمارے لوگوں نے سر طلب کیا۔ پس مخاطب سرِ انور ہو کر کہنے لگا کہ اے سر! بخدا میں اپنی جان کے علاوہ کچھ نہیں رکھتا فردائے قیامت اپنے جد پیغمبرؐ خدا کی روبرو گواہی دینا کہ میں کلمہ گو ہوں:

اشهد ان لا اله الااللّٰه و اشهدان محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ ایک ہے اور محمد مصطفیٰؐ اس کے بندے اور رسول ہیں''۔

اے حسینؑ! تمہارے سامنے میں مسلمان ہوتا ہوں اور میں تمہارا غلام ہوں' اور ان لوگوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے رئیس سے ایک بات کہوں اور سر اُس کے حوالے کروں' پس عمر سعد کے نزدیک گیا اور اُسے خدا کا واسطہ دیا کہ اس سر کو ذلت و خواری سے نہ لے جا اور صندوق سے باہر نہ نکال۔ اس ملعون نے اس وقت قبول کر لیا۔ پس راہب نے سرِ اقدس دے دیا اور خود دَیر سے اتر کر کوہستان میں جا چھپا اور سجادہ نشین و مشغولِ عبادت رب العالمین ہوا اور ادھر عمر سعد وہاں سے چلا اور سر کو اسی ذلت و بے اعتنائی سے ساتھ لیا۔ جب دمشق کے قریب پہنچا تو اپنے آدمیوں سے کہا: منزل کرو اور

خازن سے ہمیانیاں طلب کیں۔ جب کھولیں تو دیکھا کہ وہ درہم ٹھیکریاں ہو گئے تھے اور سکّے کے ایک طرف یہ لکھا تھا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُونَ

اور دوسری جانب یہ لکھا تھا:

وَسَيَعلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

یعنی سبحانہ تعالیٰ کو ظالموں کے افعال و اطوار سے غافل نہ جان اور قریب ہے کہ ظالمین معلوم کریں گے کہ بازگشت ان کی کہاں ہو گی۔ عمر سعد نے کہا:

اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيهِ رَاجِعُونَ

دنیا و آخرت دونوں خراب و رائیگاں ہوئے۔ پھر اپنے غلاموں سے کہا کہ انہیں نہر میں ڈال دو۔ اور اس واقعہ کو مخفی رکھو۔

سر مبارک یزید کے سامنے لایا گیا۔ اس لعین نے مظلومِ کربلا کے سر کو دیکھ کر یہ شعر پڑھے:

لیت اشیاخی ببدر شھدا
جزع الخزرج من وقع الاسل
فاھلوا واستھلوا فرحا
ولقالوا یایزید لاتشل
فجزیناھم ببدر مثلھا
وباحد یوم احد فاعتدل
لست من خندف ان لم انتقم
من بنی احمد ما کان فعل
لعبت ھاشم بالملک فلا
وحی جاء ولا ملک نزل

''کاش بدر میں قتل ہونے والے میرے وہ بزرگ موجود ہوتے تو آج وہ خوش ہوتے اور مجھے دعائیں دے کر کہتے کہ یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔ ہم نے ان سے جنگِ بدر و احد کا پورا پورا بدلہ لے لیا ہے۔ میں نسل سفیان سے نہیں اگر میں نے احمد کا بدلہ اس کی اولاد سے نہ لیا۔ بنی ہاشم نے حصولِ حکومت کے لیے ایک ڈھونگ رچایا تھا ورنہ نہ تو وحی آئی تھی اور نہ ہی کوئی فرشتہ نازل ہوا تھا''۔

سلیمان اعمش کا بیان ہے کہ میں نے اس شخص سے کہا:

میری نظروں سے دُور ہو جا کہیں ایسا نہ ہو کہ تجھ پر عذاب آئے اور میں بھی اس میں جل اٹھوں۔ (الخرائج والجرائح، جلد۲، ص ۵۷۷)

زمین و آسمان کا امام حسینؑ اور یحییٰ علیہما السلام پر گریہ کرنا

ابن قولویہ کامل الزیارات میں اپنی اسناد سے لکھتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے رحبہ کوفہ میں یہ آیت پڑھی:

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ

(دخان: ۲۹)

''ان پر نہ تو آسمان رویا اور نہ زمین روئی اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی''۔

اتنے میں مسجد کے ایک دروازہ سے حسینؑ ابن علیؑ نمودار ہوئے تو حضرت علیؑ نے فرمایا:

ہاں جب یہ قتل کیا جائے گا تو اس پر آسمان و زمین روئیں گے۔ (کامل الزیارات، ص ۸۸)

ابراہیم نخعی کا بیان ہے کہ امیر المومنین مسجد میں تشریف لائے۔ بہت سے لوگ

آپؑ کے گرد جمع ہو گئے۔ اتنے میں امام حسینؑ آئے اور وہ آپؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آپؑ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ظالم اقوام کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ

"ان پر نہ تو آسمان رویا اور نہ زمین روئی اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی"۔

خدا کی قسم! میرے بعد تجھے قتل کیا جائے گا۔ پھر زمین و آسمان تجھ پر روئیں گے۔ (کامل الزیارات' ص ۸۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

قتلِ حسینؑ پر آسمان و زمین نے گریہ کیا اور سرخی نمودار ہوئی۔ زمین و آسمان نے یحییٰ بن زکریا اور حسین بن علی علیہما السلام کے علاوہ کسی دوسرے پر گریہ نہیں کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ آسمان نے کس طرح گریہ کیا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

چالیس دن تک سورج سرخ ہو کر طلوع کرتا تھا اور سرخ ہو کر غروب کرتا تھا۔ (کامل الزیارات' ص ۸۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یحییٰ اور امام حسین علیہما السلام میں بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔ یحییٰ کے لیے ارشاد خداوندی ہے:

لَمْ نَجْعَلْ لَهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا

"یعنی یحییٰ سے قبل کسی شخص کا نام یحییٰ نہیں تھا"۔

اسی طرح سے امام حسینؑ سے قبل بھی کسی کا نام حسین نہیں تھا۔

۲- یحییٰ شہید ہوئے تھے اسی طرح امام حسینؑ بھی شہید ہوئے۔

۳- یحییٰ پر زمین و آسمان روئے تھے اسی طرح سے امام حسینؑ پر بھی زمین و

آسمان روئے تھے اور رونے کا یہ سلسلہ چالیس دنوں تک جاری رہا۔

۶- امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: قتل حسینؑ کے بعد آسمان سے سرخ مٹی کی بارش نازل ہوئی۔ (کامل الزیارات' ص۹۰)

۷- حنان کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:
ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ قبر حسینؑ کی زیارت کا ثواب حج وعمرہ کے برابر ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ حسینؑ کی زیارت کرو اور اس پر جفا نہ کرو کیونکہ امام حسینؑ شہداء کے سردار اور جوانانِ اہل جنت کے سردار اور یحییٰ بن زکریا کی شبیہ ہیں۔ ان دونوں پر زمین وآسمان نے گریہ کیا ہے۔ (کامل الزیارات' ص۹۱)

۸- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
یحییٰ بن زکریا کا قاتل حرام زادہ تھا اور امام حسینؑ کا قاتل بھی حرام زادہ تھا اور ان دونوں کے قتل کے علاوہ آج تک زمین وآسمان کسی پر نہیں روئے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا: آسمان کس طرح سے رویا؟

آپؑ نے فرمایا: سورج چالیس دن تک سرخ ہو کر طلوع کرتا تھا اور سرخ ہو کر غروب کرتا تھا۔

۹- صفوان جمال کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مدینہ سے مکہ کا سفر کیا اور اس سفر میں میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ تمام راستہ میں آپؑ مغموم رہے۔ میں نے آپؑ سے کہا: فرزندِ رسول! خیریت تو ہے میں آپ کو غم زدہ اور ملول دیکھ رہا ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: صفوان! جو کچھ میں سنتا ہوں اگر وہ آوازیں تجھے بھی سنائی دیتیں تو تو مجھ سے یہ سوال ہی نہ کرتا۔

میں نے کہا: مولا! آپ کیا سن رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: امیر المومنینؑ کے قاتل اور امام حسینؑ کے قاتلوں کے خلاف مجھے

ملائکہ کی بددعا سنائی دیتی ہے۔ مجھے جنات کے نوحے سنائی دیتے ہیں اور قبر حسین کے گرد رہنے والے ملائکہ کے رونے کی آوازیں سنائی دیتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے مجھے کھانا اور پینا اچھا نہیں لگتا اور مجھے نیند بھی نہیں آتی۔ (کامل الزیارات، ص ۹۲)

۱۰- زہری کا بیان ہے کہ شہادتِ حسینؑ کے بعد آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔

۱۱- امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد بیت المقدس میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون برآمد ہوتا تھا۔ (کامل الزیارات، ص ۹۳)

۱۲- امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد ماجد امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:

شہادت حسینؑ کو یاد کر کے جس بھی مومن کی آنکھوں میں آنسو آجائیں اور وہ آنسو اس کے رخسار پر بہنے لگ جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں رہائش عطا کرے گا۔

ہمارے دشمن کی وجہ سے ہمارے کسی ماننے والے مومن کو اگر کوئی اذیت پہنچے اور اس اذیت کی وجہ سے اس کے آنسو اس کے رخساروں پر بہنے لگ جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں بہترین رہائش عطا کرے گا۔

جس بھی مومن کو ہماری وجہ سے کوئی اذیت پہنچی ہو اور وہ رو پڑا ہو اور اس کے آنسو اس کے رخساروں پر بہنے لگ جائیں تو اللہ اس کے چہرے کو اذیت سے محفوظ رکھے گا اور قیامت کے دن اسے اپنی ناراضگی اور دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔

۱۳- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص ہمارا ذکر کرے یا اس کے پاس ہمارا ذکر کیا جائے اور اس کی آنکھوں سے مچھر کے پر کے برابر بھی آنسو نکل پڑیں تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (کامل الزیارات، ص ۱۰۰۔ تفسیر قمی، ص ۲۹۲)

۱۴- سدی بیان کرتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے تو ان پر

آسمان رویا اور اس کا رونا اس کی سرخی کی شکل میں نمودار ہوا۔ (عمدہ ابن بطریق، ص ۴۰۵۔ تفسیر طبری، پارہ ۲۵، ص ۷۴)

۱۵- تفسیر ثعلبی میں مرقوم ہے کہ جب مومن مرتا ہے تو چالیس دن تک آسمان و زمین اس پر روتے ہیں۔ (عمدہ ابن بطریق، ص ۴۰۵ بحوالہ تفسیر ثعلبی در تفسیر آیت ۲۹ سورہ دخان)

۱۶- لیلیٰ بن مرہ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حسین منی وانا من حسین ، احب اللّٰہ من احب حسینا ، حسین سبط من الاسباط

''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرے۔ حسینؑ اسباطِ امامت میں سے ایک سبط ہے''۔

(مصابیح السنہ، جلد۴، ص ۱۹۵۔ مسند احمد، جلد۴، ص ۱۷۲۔ سنن ترمذی، جلد۵، ص ۶۵۸، حدیث ۳۷۷۵۔ سنن ابن ماجہ، جلد۱، ص ۵۱، حدیث ۱۴۴۔ مستدرک حاکم، جلد۳، ص ۱۷۷)

امامِ مظلوم پر فرشتوں کا گریہ کرنا

کامل الزیارات میں فضیل بن یسار سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

تم لوگ قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے کیوں نہیں جاتے جب کہ چار ہزار فرشتے آپ کی قبر کے پاس رہتے ہیں جو قیامت کے ن تک امام حسینؑ پر روتے رہیں گے۔ (کامل الزیارات، ص ۸۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

روزِ عاشور چار ہزار فرشتے امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لیے کربلا میں نازل ہوئے لیکن انہیں جنگ کی اجازت نہ ملی۔ وہ فرشتے سروں میں خاک ڈال کر قیامت کے دن تک امام حسینؑ کی قبر کے پاس رہیں گے اور وہ آپؑ پر گریہ کرتے رہیں گے۔ ان فرشتوں کے سالار کا نام منصور ہے۔ (کامل الزیارات' ص ۸۳ بحوالہ امالی صدوق' ص ۵۰۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ قبر حسینؑ کے زائر کے لیے کیا ثواب ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو آپؑ کی شہادت کی وجہ سے ہر چیز روئی یہاں تک کہ شہر اور ملک بھی روئے۔ اللہ تعالیٰ نے چار ہزار فرشتوں کو آپؑ کی قبر پر موکل کیا ہے جو قیامت کے دن تک آپؑ پر روتے رہیں گے۔ پھر امام علیہ السلام نے قبر حسینؑ کی زیارت کا ثواب بیان کیا۔ (کامل الزیارات' ص ۸۵)

محمد بن مروان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو جاؤ اگرچہ ہر سال جانا پڑے۔ جو بھی شخص حسینؑ کے حق کا عارف بن کر ان کی زیارت کرے بشرطیکہ منکر نہ ہو تو جنت کے علاوہ اس کا کوئی اور بدلہ نہیں ہے۔ زائر قبر حسینؑ کو وسیع رزق دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے مشکلات سے جلد رہائی عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قبرِ حسینؑ پر چار ہزار فرشتے مقرر کیے ہیں جو کہ آپؑ کے غم پر روتے رہتے ہیں اور حسینؑ کے زائرین کی مشایعت کرتے ہیں۔ اگر زائرِ حسینؑ بیمار ہو تو وہ اس کی عیادت کرتے ہیں اور اگر زائرِ حسینؑ مرجائے تو فرشتے اس کے جنازے میں شامل ہوتے ہیں اور اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اس کے لیے رحمت طلب کرتے ہیں۔ (کامل الزیارات' ص ۸۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قبرِ حسین پر ستر ہزار فرشتے مقرر کیے ہیں جو کہ پراگندہ مو اور غبار آلود ہیں اور وہ قیامت قائم ہونے تک امام حسینؑ پر گریہ کرتے رہیں گے اور وہ قبرِ حسینؑ

کے پاس نماز پڑھتے ہیں۔ان کی ایک نماز انسانوں کی ہزار نماز کے برابر ہے اور ان کی نمازوں کا ثواب قبرِ حسینؑ کے زائرین کو دیا جاتا ہے۔(کامل الزیارات، ص ۸۶)

عبدالملک بن مقرون کا بیان ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا۔ آپؑ نے فرمایا:

جب تم زیارتِ حسینؑ کو جاؤ تو روضہ حسینؑ میں بیٹھ کر فضول باتیں نہ کرو، کیونکہ شب و روز کے پاسبان فرشتے ان فرشتوں کے پاس آتے ہیں جو قبر حسینؑ کے نگہبان ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں لیکن قبر حسینؑ کے محافظ فرشتے گریہ و بکا میں اس قدر مصروف ہوتے ہیں کہ وہ انہیں جواب نہیں دے سکتے اور زوالِ آفتاب یا صبح تک ان کے جواب کے منتظر رہتے ہیں تب جا کر وہ روز و شب کے پاسبان فرشتوں سے بات کرتے ہیں۔ پھر وہ ان سے آسمانوں کی خبریں پوچھتے ہیں لیکن ان دونوں وقتوں کے درمیان کوئی بات نہیں کرتے اور وہ ایک لحہ کے لیے بھی گریہ وزاری سے نہیں رُکتے اور نہ ہی وہ آرام کرتے ہیں۔وہ ہر وقت تم کو دیکھتے رہتے ہیں اور تمہاری دعاؤں کو سنتے رہتے ہیں۔

میں (راوی) نے عرض کی:

مولا! کون سے فرشتے پوچھتے ہیں؟ آیا جو قبر مطہر پر مقرر ہیں وہ پوچھتے ہیں یا روز وشب کے پاسبان فرشتے پوچھتے ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: قبر حسینؑ پر موکل فرشتے روز و شب کے پاسبان فرشتوں سے پوچھتے ہیں کیونکہ قبر حسینؑ کے مجاور فرشتے تو اپنے مقام سے حرکت نہیں کرتے جب کہ روز وشب کے پاسبان فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں۔یہ اسماعیل فرشتے سے جو کہ ہوا پر مقرر ہے وہ اس سے ملاقات کرتے ہیں اور بعض اوقات ان فرشتوں کی ملاقات رسولؐ خدا، علی مرتضٰی، حسن مجتبیٰ اور امام حسین علیہم السلام اور دیگر ائمہ ہدیٰ سے ہوتی ہے جو وہاں دارِ بقا میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔چنانچہ معصومین ان فرشتوں سے بہت سی چیزیں پوچھتے ہیں اور جو زائر حائرِ حسینیؑ میں موجود ہوتے ہیں ان کا حال بھی دریافت کرتے ہیں اور پھر ان

سے کہتے ہیں کہ ہم انہیں یہ خوش خبری کیسے سنائیں جب کہ وہ تو ہمارا کلام سننے سے قاصر ہیں؟

اس وقت معصومین فرماتے ہیں:

تم ان کے لیے برکتیں ہدیہ کرو اور ان کے حق میں دعا مانگو۔ تمہاری طرف سے ان کے لیے یہی خوش خبری ہے اور یاد رکھو جب زائرین اپنے گھروں کو واپس جانے لگیں تو اپنے پروں سے ان کا احاطہ کرو تا کہ یہ تمہاری آہٹ پائیں۔ ہم اپنے محبوں کو اس کے سپرد کرتے ہیں جس کے پاس کوئی امانت ضائع نہیں ہوتی۔ اگر لوگوں کو زیارتِ حسینؑ کا ثواب معلوم ہو جائے تو وہ اس کے لیے آپس میں قتال کرنے لگیں اور اپنا مال اس راہ میں بیچ دیں۔

آگاہ رہو کہ جب حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ان کی طرف نگاہ کرتی ہیں اور ہزار پیغمبر اور ہزار صدیق اور ہزار شہید اور ہزار فرشتے ان کے ہمراہ ہوتے ہیں اور اس عزاداری میں ان کے مددگار ہوتے ہیں اور حضرت سیدہؑ اس طرح سے فریاد کرتی ہیں کہ تمام فرشتے ان کے ساتھ رونے لگ جاتے ہیں اور آپؑ مسلسل روتی رہتی ہیں یہاں تک کہ پیغمبرؐ خدا تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں:

بیٹی! تو نے تمام اہلِ آسمان کو اتنا رُلایا کہ ملائکہ نے عبادت چھوڑ دی ہے۔ اب صبر کرو تا کہ فرشتے ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا روضہ حسینؑ میں موجود زائرین پر نگاہِ شفقت فرماتی ہیں اور ان کے حق میں دعائے خیر کرتی ہیں۔ لہٰذا تمہیں امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس کے حسنات اور درجات بے شمار ہیں۔ (کامل الزیارات، ص ۸۶)

حریز سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی

کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں، آپؑ حضرات کی بقا کا زمانہ اس دنیا میں بہت کم ہوتا ہے اور آپ حضرات کی جلد وفات ہو جاتی ہے جب کہ مخلوقات کو آپؑ کی شدید ضرورت ہے۔

اس کے جواب میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ہم میں سے ہر ایک کے واسطے ایک صحیفہ اور نامہ ہوتا ہے اور امام کو جس بھی چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس میں لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ اور جب وہ اس صحیفہ کے احکامات پر عمل کر لیتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اب اس کی موت کا وقت آ چکا ہے اور پیغمبر اکرمؐ اسے اس کی موت کی خبر دیتے ہیں اور امام کے لیے جو کچھ خدا کے پاس ہے اسے اس اعزاز و اکرام کی بھی خبر دیتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنا صحیفہ پڑھا تھا اور اس صحیفہ میں جو حالات پیش آنے والے تھے اور وہ حالات جو کہ باقی رہنے والے تھے وہ سب کے سب اس میں مرقوم تھے۔

روز عاشور ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لیے اجازت طلب کی تھی اور جب وہ فرشتے کربلا میں پہنچے تو اس وقت آپؑ شہید ہو چکے تھے۔ اس وقت فرشتوں نے بارگاہ احدیت میں عرض کیا:

خدایا! تو نے ہمیں اترنے اور مدد کرنے کی اجازت عطا کی لیکن ہمارے پہنچنے سے قبل تو نے حسینؑ کو شہادت کا اعزاز دے دیا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم آج سے اس کی قبر کے مجاور بن جاؤ اور جب زمانہ رجعت میں دیکھو کہ حسینؑ قبر سے باہر آ چکے ہیں تو تم ان کی مدد کرنا۔ تم مصائب حسینؑ پر گریہ کرتے رہو تم کو حسینؑ کی مدد اور اس کی عزاداری کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔

چنانچہ ملائکہ حسرت نارسائی پر روتے ہیں اور جب آپؑ زمانہ رجعت میں دوبارہ اٹھیں گے تو یہ فرشتے ان کے مددگار ہوں گے۔ (کامل الزیارات، ص ۸۷)

امام حسینؑ کے غم میں کائنات کی ہر چیز روئی

ابن قولویہ رقم طراز ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امام حسین کی مظلومیت پر انسان' جنات' وحوش وطیور زار وقطار روئے۔ (کامل الزیارات' ص ۷۹)

حارث اعور راوی ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

حسینؑ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ اسے پشت کوفہ کی طرف شہید کیا جائے گا۔ خدا کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ مختلف قسم کے وحشی جانور اس کی قبر کی طرف اپنی گردنیں اٹھائے اس پر گریہ ونوحہ کر رہے ہیں اور صبح سے شام تک اس پر گریہ کر رہے ہیں اور جب یہ عظیم حادثہ رونما ہو جائے تو تم حسینؑ کی زیارت ترک کر کے اس پر جفا نہ کرنا۔ (کامل الزیارات' ص ۷۹)

حسین بن سویر بن ابی فاختہ' یونس بن ظبیان' ابی سلمہ سراج اور مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا' فرماتے تھے:

جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو ساتوں آسمان اور سات زمینیں اور ان پر رہنے والی مخلوقات اور زمین و آسمان کے درمیان میں رہنے والی تمام مخلوق اور جنت و دوزخ اور خدا کی قابل رؤیت اور ناقابل رؤیت تمام مخلوقات نے ان پر گریہ کیا۔ (کامل الزیارات' ص ۸۰)

مذکورہ راویوں سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب امام حسین شہید ہوئے تو تمام مخلوقات نے ان پر گریہ کیا مگر تین چیزیں نہیں روئیں۔

راویوں کا بیان ہے کہ ہم نے پوچھا: مولا! وہ کون سی تین چیزیں تھیں؟

آپؑ نے فرمایا: بصرہ امام حسینؑ کی شہادت پر نہ رویا۔ دمشق امام حسینؑ کی شہادت پر نہ رویا۔ آل عثمان شہادت حسین پر نہ روئی۔ (کامل الزیارات' ص ۸۰)

ابن قولویہ نے زرارہ سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

زرارہ! امام حسینؑ کی شہادت پر آسمان چالیس دن تک خون رویا اور زمین چالیس دن سیاہ اشکوں سے روتی رہی اور سورج اس طرح سے رویا کہ اسے چالیس دن تک گہن لگا رہا اور اس کی رنگت سرخ رہی۔ پہاڑ پھٹ گئے اور دریاؤں میں جوش آ گیا اور ملائکہ چالیس دن تک مظلومِ کربلا پر روتے رہے اور عبیداللہ بن زیاد لعین کے قتل ہونے تک ہماری کسی خاتون نے نہ تو سر میں خضاب لگایا اور نہ ہی تیل ڈالا اور نہ کسی بی بی نے کنگھی کی اور نہ ہی کسی بی بی نے آنکھوں میں سرمہ لگایا اور ابن زیاد لعین کے قتل کے بعد بھی ہم مظلومِ کربلا پر گریہ و بکا کرتے رہے اور ہمارے جدِ محترم امام زین العابدینؑ اپنے مظلوم والد کو یاد کر کے اتنا روتے تھے کہ آپؑ کے محاسن شریف آنسوؤں سے تر ہو جاتے تھے اور جو شخص انہیں دیکھتا تھا تو اسے ان پر رحم آ جاتا تھا اور انہیں روتا دیکھ کر رونے لگ جاتا تھا۔ امام حسینؑ کی قبر پر جو فرشتے موکل ہیں وہ ہر وقت غمِ حسینؑ میں روتے رہتے ہیں اور ان فرشتوں کو روتا دیکھ کر زمین و آسمان کے فرشتے بھی امامِ مظلوم پر روتے ہیں اور جب امام حسینؑ کی روح اطہر ان کے جسد اطہر سے جدا ہوئی تو دوزخ نے جوش میں آ کر ایسی چیخ ماری کہ قریب تھا کہ پھٹ جائے۔

اور جب ابن زیاد اور یزید لعین کی روح نکلی تھی تو دوزخ نے ایسی آواز بلند کی تھی کہ اگر اس کے نگہبان حکمِ الٰہی سے اسے نہ روکتے تو وہ تمام زمین پر رہنے والوں کو جلا کر بھسم کر دیتی۔ اور اگر اسے اجازت ملتی تو وہ سب کو نگل لیتی لیکن دوزخ حکمِ الٰہی کی پابند ہے اور اس کے دروازے بند ہیں۔ اور دوزخ نے کئی بار اپنے نگہبانوں کی نافرمانی کی یہاں تک کہ وہ ان کے قابو سے باہر ہونے کو آئی۔ آخر کار جبریل امینؑ کو اپنے بازو سے اس کے شعلے روکنے پڑے تب جا کر وہ سکون میں آئی۔

دوزخ امام مظلومؑ پر گریہ وزاری کرتی تھی اور ان کے قاتلوں پر جوش وخروش کا

مظاہرہ کرتی تھی۔ اگر زمین پر خدا کی حجتوں کا وجود نہ ہوتا تو زمین ہی اپنے رہنے والوں کو ہلاک کرنے کے لیے کافی تھی اور جب قیامت قریب ہوگی تو اس وقت زلزلے کثرت سے آئیں گے۔

اور کوئی آنکھ اور آنکھ سے ٹپکنے والا آنسو خدا کے ہاں اس آنکھ سے زیادہ محبوب نہیں ہے جو امام حسینؑ کے غم میں روئے اور اشک بہائے۔ جو بھی انسان غمِ حسینؑ میں روتا ہے وہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے بھلائی کرتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے اور جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان کرتا ہے اور ایسا شخص در حقیقت ہمارا حق مودت ادا کرتا ہے۔ قیامت کے دن سب آنکھیں رو رہی ہوں گی لیکن جو لوگ میرے جد مظلوم کے غم میں روئے ہوں گے' ان کی آنکھیں ٹھنڈی اور ان کے چہرے شگفتہ اور ہشاش بشاش ہوں گے۔ اور جب لوگ روزِ محشر کے خوف و خطر میں ڈوبے ہوئے ہوں گے تو اس عالم میں امام حسینؑ کے عزادار حق تعالیٰ کی پناہ میں ہوں گے اور جب مخلوق کو حساب کے لیے پیش کیا جائے گا تو وہ اس وقت عرش الٰہی کے سایہ میں امام حسینؑ کے ہمسائے ہوں گے اور انہیں حساب کی پرواہ نہ ہوگی۔ ان سے کہا جائے گا کہ تم لوگ جنت میں چلے جاؤ مگر وہ لوگ جنت کی بجائے امام حسینؑ کی صحبت اور ہم نشینی کو ترجیح دیں گے۔

اس وقت حوریں' غلمانوں کے ہاتھ ان کے پاس پیغام بھیجیں گی کہ ہمیں تمہارا اشتیاق ہے۔ لہٰذا تم ہمارے پاس آجاؤ۔ مگر حسینؑ کے عزادار حور و غلمان کی طرف رخ تک نہ کریں گے کیونکہ انہیں جو لذت و سرور امام حسینؑ کی ہم نشینی سے میسر ہوگا وہ حوروں کی ہم نشینی سے حاصل نہیں ہو سکے گا۔

جب امام حسینؑ کے عزادار نعمات میں ہوں گے تو اس وقت ہمارے دشمنوں کی یہ حالت ہوگی کہ فرشتے ان کی پیشانیوں سے پکڑ کر انہیں دوزخ کی طرف دھکیل رہے ہوں گے اور وہ پکار پکار کر کہیں گے کہ آج کوئی ہماری شفاعت کرنے والا نہیں ہے اور آج اس مصیبت کی گھڑی میں ہمارا کوئی بھی ایسا دوست نہیں ہے جو مصیبت میں ہمارے

کام آئے۔

ہمارے دشمن ہمارے دوستوں کے مراتب و درجات کو دیکھ سکیں گے مگر نزدیک نہیں پہنچ سکیں گے۔ پھر فرشتے ہمارے عزاداروں کی حوروں کا پیام شرق اور خازنانِ جنت کا پیغام ان کے پاس لائیں گے اور وہ ان کے سامنے ان کے لیے مقرر کردہ نعماتِ جنت کا تذکرہ کریں گے۔

اس وقت ہمارے عزادار جواب میں کہیں گے کہ خدا نے چاہا تو ہم جنت میں بھی داخل ہوں گے۔ اس وقت فرشتے ان کا جواب حورانِ جنت تک پہنچائیں گے۔ چنانچہ حورانِ جنت ان کے درجات کا حال سن کر اور منزلت امام حسینؑ معلوم کر کے اور زیادہ مشتاق ہوں گی اور وہ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں گے اور اس وقت ہمارے عزادار کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں اس سخت دن کے مصائب وشدائد سے محفوظ رکھا اور جس چیز سے ہم ڈرتے تھے اس سے نجات دی۔

پھر ان کے لیے سواریاں لائی جائیں گی اور وہ ان سواریوں پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے ہوئے اور رسولؐ خدا پر درود پڑھتے ہوئے بہشت بریں میں اپنے درجات ومنازل میں چلے جائیں گے۔ (کامل الزیارات' ص ۸۱)

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ان سے محوِ گفتگو تھا کہ حضرتؑ کا ایک بیٹا آپؑ کے پاس آیا۔ آپؑ نے اسے خوش آمدید کہہ کر سینے سے لگایا اور اسے پیار کیا اور فرمایا:

خدا ان لوگوں کو ذلیل وحقیر کرے جنہوں نے تمہیں ذلیل وحقیر کیا اور جن لوگوں نے تم سے کینہ رکھا اور تم سے عداوت کی' اللہ ان سے انتقام لے اور جن لوگوں نے تمہیں بے یارومددگار چھوڑا' خدا انہیں بے یارومددگار چھوڑے اور جن لوگوں نے تمہیں شہید کیا خدا ان پر لعنت کرے اور ہمیشہ خدا تمہارا مددگار ونگہبان رہے۔ انبیاء' مومنین' شہداء اور آسمان کے ملائکہ اور عورتیں تم پر ہمیشہ نوحہ کناں رہتی ہیں۔

ابوبصیر! جب بھی میں ذریتِ حسینؑ کو دیکھتا ہوں تو حسینؑ پر ڈھائے جانے والے مظالم کا تصور کر کے میرا حال متغیر ہو جاتا ہے اور مجھ سے ضبط نہیں ہوتا۔

ابوبصیر! جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا امام حسین علیہ السلام کے غم میں روتی ہیں اور نالہ وفریاد کرتی ہیں تو اس وقت دوزخ سے آواز خروش پیدا ہوتی ہے اور جب دوزخ کے نگہبان حضرت سیدہ کی آواز کو سنتے ہیں تو وہ دوزخ کو روکتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شعلہ زن ہو اور اس کا دھواں نکل کر اہلِ زمین کی آنکھوں کو جلا دے۔ اور جب تک حضرت سیدہؑ گریہ وبکا میں مصروف رہتی ہیں اس وقت تک فرشتے دوزخ کی خصوصی محافظت کرتے ہیں اور دوزخ کے شعلوں کو ادھر ادھر پھیرتے رہتے ہیں اور دروازوں کو بند کر دیتے ہیں تاکہ زمین والے محفوظ رہیں اور جب تک سیدہؑ چپ نہ ہو جائیں اس وقت تک دوزخ کا جوش تھمنے میں نہیں آتا۔

حضرت سیدہؑ کے رونے کی وجہ سے قریب ہوتا ہے کہ سمندر جوش میں آ جائیں اور متلاطم ہو کر ایک دوسرے سے مل جائیں۔ لیکن اللہ نے ہر قطرہ پر ایک فرشتہ کو متعین کیا ہوا ہے۔ چنانچہ جب پانی پر موکل فرشتے حضرت سیدہؑ کے رونے کی صدا سنتے ہیں تو دریاؤں کو روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں اور بازوؤں سے ان کا جوش تھامتے ہیں تاکہ اہلِ زمین غرق ہونے سے محفوظ رہیں اور حضرت سیدہؑ کو روتا دیکھ کر تمام فرشتے رونے لگ جاتے ہیں اور بارگاہِ احدیت میں تضرع وزاری کرتے ہیں اور اہلِ زمین پر عذابِ الٰہی کے خوف کی وجہ سے تسبیح وتقدیس کی آوازیں بلند کرتے ہیں۔ اگر اہلِ زمین ان میں سے کسی ایک کی آواز سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں اور زمین پر زلزلے آ جائیں۔

میں (راوی) نے کہا: مولا! یہ تو امر عظیم ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

جو میں نے تم سے بیان نہیں کیا وہ اس سے بھی زیادہ عظیم ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ابوبصیر! کیا تو ان لوگوں میں سے نہیں ہونا چاہتا جو گریہ و زاری میں حضرت فاطمہؑ کی مدد کرتے ہیں؟

یہ سن کر میں (راوی) رونے لگ گیا اور میں اتنا رویا کہ بات تک نہیں کر سکتا تھا۔ بعدازاں امامؑ نماز کے لیے گئے اور دعا میں مشغول ہو گئے اور میں حضرتؑ کو اس حال میں چھوڑ کر اپنے گھر چلا آیا اور کھانا نہ کھا سکا اور ساری رات مجھے نیند نہ آئی۔ دوسرے دن میں ترساں ترساں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام پرسکون ہیں تو میں بھی پرسکون ہو گیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس بارے میں اللہ کا کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔ (کامل الزیارات' ص ۸۲)

امام حسینؑ کی شہادت پر جنات کا نوحہ و ماتم

حبیب بن ثابت سے روایت ہے' اس نے کہا کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد میں نے جنات کی آواز نہ سنی تھی اور جب گیارہ محرم کی شب کو میں نے جنات کا نوحہ سنا تو مجھے یقین ہو گیا کہ میرا فرزند حسینؑ شہید ہو گیا ہے۔ ایک جنی عورت کو میں نے سنا وہ یہ بین کر رہی تھی:

الا یا عین فانھملی بجھد
فمن یبکی علی الشھداء بعدی
علی رھط تقودھم المنایا
الی متجبر فی ملک عبد

''اے آنکھ خوب گریہ کر کیونکہ میرے علاوہ اور کون ہے جو ان شہیدوں پر گریہ کرے۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کو موت ایک غلام کی سلطنت میں ایک ظالم کے

پاس لے جا رہی ہے۔ (کامل الزیارات، ص ۹۳)

ابن قولویہ رقم طراز ہیں کہ کوفہ سے پانچ افراد امام حسین علیہ السلام کی امداد کے ارادے سے روانہ ہوئے اور شام کے وقت شاہی نامی ایک گاؤں میں پہنچے۔ اچانک دو آدمی ان کے سامنے آئے ان میں سے ایک بوڑھا اور دوسرا جوان تھا۔ انہوں نے ان افراد کو سلام کیا۔

بوڑھے شخص نے کہا: میں جن ہوں اور یہ میرا بھتیجا ہے اور ہم امام حسینؑ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ پھر وہ کہنے لگا: میں اڑ کر جاتا ہوں اور حالات معلوم کرتا ہوں۔ تم یہاں پر رہ کر میرے آنے کا انتظار کرو۔

راوی کہتا ہے کہ وہ جن ایک دن اور رات غائب رہا۔ اس کے بعد ہم نے اس کی آواز سنی لیکن ہمیں اس کی صورت دکھائی نہیں دیتی تھی اور اس نے یہ شعر پڑھے:

واللّٰه ما جئتكم حتى بصرت به
بالطف منعفر الخدين منحورا
وحوله فتية تدمى نحورهم
مثل المصابيح يكسون الدجى نورا
وقد حششت قلوصى كى اصادفهم
من قبل ان يلاقوا الخرد الحورا
فعاقنى قدر اللّٰه بالفه
وكان امرا قضاه اللّٰه مقدورا
كان الحسين ضياء ليستضاء به
اللّٰه يعلم انى لم اقل زورا
صلى اللّٰه على جسم تضمنه
قبر الحسين حليف الخير مقبورا

مــجـــاور رســول الــلّــه فی غـرف
ولــلــوصــی ولــلــطـیــار مســرورا

''میں حسینؑ کو صحرائے کربلا میں خاک وخون میں غلطان دیکھ کر
خدا کی قسم تمہارے پاس آیا ہوں۔
حسینؑ کے گرد میں نے بہت سے جوان دیکھے جن کی گردنوں سے
خون بہہ رہا تھا اور ان سے چراغ کی طرح نور پھوٹ رہا تھا جو کہ
تاریکی کو دُور کر رہا تھا۔
ہم نے اپنے ناقوں کو دوڑایا تا کہ ان تک پہنچ سکیں اور ہم چاہتے تھے
کہ وہ حورانِ جنت کے ہم آغوش ہونے سے قبل ہم انہیں پالیں۔
مگر تقدیر کو یہ بات منظور نہ تھی اور اللہ کی تقدیر ہر صورت پوری ہو کر
رہتی ہے۔
حسینؑ انجمن ہدایت کی شمع فروزاں تھے۔ خدا جانتا ہے کہ میں نے
جھوٹ نہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ اس ضریح مطہر پر رحمت نازل کرے
جس میں حسینؑ خوش خصال مدفون ہیں۔
حسینؑ بہشت میں رسولؐ خدا، علی مرتضٰی اور جعفر طیار علیہم السلام کی
صحبت میں مسرور ہیں''۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم میں سے ایک شخص نے اس جن کو ان اشعار کی شکل میں
جواب دیا:

اذهــب فلا تــزل قبــرا فيــه ســاكنــه
الى الـقيــامة يسقـى الغيث ممطورا
وقـد سـلـكـت سبيـلا كـنـت سـالكـه
وقـد شـربــت بكـــاس كـان مقدورا

وفتية فــرغــوا الــلّــه انـفسهـم

وفــارقـوا الـمـال والاحبـاب والدورا

''جا اور تو اس قبر پر رہائش اختیار کر جس پر قیامت کے دن تک
باران رحمت برستی رہے گی۔

میں بھی اسی راستے کا راہی تھا جس کا تو راہی تھا اور مجھے ناکامی کا وہ
پیالہ پینا پڑا جو کہ میرے مقدر میں لکھا تھا۔

کربلاء کے شہداء نے خدا کے لیے اپنی جان و مال' احباب اور
گھروں کو چھوڑا تھا۔ (کامل الزیارات' ص ۹۳)

ابوزیاد قندی کا بیان ہے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد گچ کار کئی دن
تمام جبانہ میں جنات کا یہ نوحہ سنتے رہے

مســح الـرســول جبيـنــه

فـلــه بـريق فـى الـخـدود

ابـواه مــن عـلـيــا قـريــش

جــده خيــر الــجـدود

''رسولؐ خدا نے اپنا ہاتھ حسینؑ کی جبین پر پھیرا تھا اور ان کے
رخساروں سے نور برآمد ہوتا تھا۔

حسینؑ کے والدین قریش کے اعلیٰ خاندان کے فرد تھے اور اس کا
نانا کائنات کا بہترین نانا تھا۔ (کامل الزیارات' ص ۹۴)

عبداللہ بن حسان کنانی سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جنات امام حسین علیہ
السلام پر یہ نوحہ پڑھتے تھے:

مــاذا تـقـولـون ان قـال النبى لـكـم

مـــاذا فـعـلـتـم وانتـم اخـر الامـم

باهل بیتی واخوانی ومکرمتی

من بین اسری وقتلی ضرجوا بدم

''جب پیغمبرؐ تم سے پوچھیں گے کہ تم آخری امت تھے بتاؤ تم نے کیا کیا؟

تم نے میری اہل بیتؑ، میرے بھائیوں اور میرے اعزہ سے کیا سلوک کیا؟ اور کس جرم کے تحت انہیں قید کیا اور انہیں خون میں نہلایا؟ (کامل الزیارات' ص ۹۵)

معمر بن فلاد نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام عراق کی طرف روانہ ہوئے تو ایک رات حضرت کے اصحاب میں سے ایک صحابی نے کسی نادیدہ شخص کو یہ رجز پڑھتے ہوئے سنا:

یاناقتی لا تذعری من زجری

وشمری قبل طلوع الفجر

بخیر رکبان وخیر سفر

حتی تحلی بکریم القدر

بماجد الجد رحیب الصدر

اباته اللّٰه لخیر اجر

ثم بقاه ببقاء الدهر

''اے میری ناقہ! زجر و توبیخ سے نہ ڈر اور طلوع فجر سے پہلے منزل مقصود پر پہنچا۔

ہم کو بہترین شہسوار اور بہترین مسافر کے پاس لے جا جو کہ کریم اور عالی نسب ہے۔

وہ کشادہ سینے والا جو کہ بہترین کوشش میں مصروف ہے اور خدا اسے

بہترین اجر عنایت فرمائے اور اسے ہمیشہ کی بقا عطا فرمائے۔
امام حسین علیہ السلام نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھے:

سامضی وما بالموت عار علی الفتی
اذا ما نوی حقا وجاهد مسلما
وواسی الرجال الصالحین بنفسه
وفارق مثبورا وخالف مجرما
فان عشت لم اندم وان مت لم الم
کفی بک موتا ان تعیش وتغرما

''میں منزل شہادت کی طرف جا رہا ہوں اور کسی جوان کے لیے جب کہ وہ حق کی نیت رکھتا ہو اور فرمانبردار بن کر جہاد کرنے کا خواہش مند ہو تو اس کے لیے موت کوئی عار نہیں ہے۔
وہ جو اپنی جان سے نیک لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرے اور ہلاک ہونے والوں اور مجرموں کی صحبت سے دُور رہے۔
اگر میں زندہ رہ گیا تو مجھے کوئی ندامت نہ ہوگی اور اگر میں راہِ حق میں مر گیا تو مجھے ملامت نہیں کی جائے گی۔ اور تیری موت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ تو زندہ ہو کر ذلیل و خوار ہوتا رہے۔

(کامل الزیارات، ص ۹۵)

عمرو بن عکرمہ کا بیان ہے کہ گیارہ محرم الحرام کی صبح کو ہمارے ایک غلام نے منادی کی، جس کی ہم نے یہ صدا سنی:

ایها القاتلون فلما حسینا
ابشروا بالعذاب والتنکیل
کل اهل السماء یدعو علیکم

من نبی مرسل وقتیل

لقد لعنتم علی لسان بن داود

وذی الروح حامل الانجیل

"حسینؑ کو ظلم سے قتل کرنے والو! تمہیں عذابِ الٰہی اور ذلت کی بشارت ہو۔ تمام اہل آسمان تمہیں بددعائیں کررہے ہیں اور تمام انبیاء ومرسلین اور شہداء تمہیں بددعائیں دیتے ہیں"۔

تم پر حضرت سلیمانؑ اور عیسٰی بن مریمؑ صاحب انجیل نے لعنت کی ہے"۔ (کامل الزیارات، ص ۹۷)

داؤد رقی سے منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جنات نے حضرت کے نوحہ میں یہ اشعار پڑھے:

یاعین جودی بالعبر

وابکی فقد حق الخبر

ابکی ابن فاطمة الذی

ورد الفرات فما صدر

الجن تبکی شجوها

لما اتی منه الخبر

قتل الحسینؑ ورهطه

تعسا لذلک من خبر

فلا بکینک حرقة

عند العشاء والسحر

ولا بکینک ما جری

عرق وما حمل الشجر

''اے آنکھ! آنسو بہا کیونکہ خبر شہادت پوری ہو چکی ہے۔
پسرِ فاطمہؑ پر غم کر جو فرات کے کنارے ایسا اترا کہ پھر وہاں سے نکل نہ سکا۔
جن اس کے غم میں رو رہے ہیں کیونکہ ان تک یہ خبر پہنچ چکی ہے۔
حسینؑ اور اس کے ساتھی قتل ہو گئے ہیں۔ ہائے یہ کیسی دردناک خبر ہے۔
حسینؑ! میں آپؑ کے غم میں صبح و شام روتا رہوں گا۔
میں اس وقت تک تجھ پر روتا رہوں گا جب تک رگوں میں خون کی روانی اور درختوں پر برگ و بار باقی ہیں۔ (کامل الزیارات' ص ۹۷)

کبوتر قاتلانِ حسینؑ پر لعنت کرتے ہیں

ابن قولویہ نے اپنی اسناد کے ساتھ اسماعیل بن ابی زیاد سکونی سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
اپنے گھروں میں ''راعبی کبوتر'' پالو کیونکہ یہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں پر لعنت کرتے ہیں''۔

داود بن فرقد کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر میں بیٹھا تھا۔ میں نے وہاں ''راعبی کبوتر'' کو دیکھا جو کافی دیر سے غٹرغوں غٹرغوں کر رہا تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:
داؤد! جانتے ہو یہ کبوتر کیا کہہ رہا ہے؟
میں نے کہا: خدا کی قسم! مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔
امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں پر لعنت کرتا ہے۔ تم بھی اسے اپنے گھروں میں ٹھہرایا کرو۔ (کامل الزیارات' ص ۹۸)

شہادتِ حسین پر اُلّو بھی نوحہ کناں ہیں

حسین بن ابی غندر کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تم دن کے وقت اُلو کو دیکھتے ہو؟

حاضرین نے جواب دیا: مولا! اُلو دن کو دکھائی نہیں دیتا وہ تو صرف رات کو ہی دکھائی دیتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے اُلو لوگوں کے گھروں میں رہا کرتے تھے اور جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو انہوں نے قسم کھائی کہ اب وہ آبادیوں میں نہیں رہیں گے اس کی بجائے وہ ویرانوں میں رہا کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سارا دن غمگین اور روزہ کی حالت میں رہتے ہیں اور جب رات ہوتی ہے تو وہ باہر آتے ہیں اور صبح ہونے تک امام حسینؑ پر نوحہ کناں رہتے ہیں۔ (کامل الزیارات، ص ۹۸)

حسین بن علی بن صاعد بربری جو کہ قبر امام علی رضاؑ کا مجاور تھا اس نے کہا کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: لوگ کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا: مولا! ہم تو آپ سے ہی کچھ پوچھنے کے لیے آتے ہیں۔

پھر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: یہ اُلو دیکھتے ہو۔ یہ میرے نانا جان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگوں کے گھروں اور ڈیروں میں رہا کرتے تھے اور جب لوگ کھانا کھانے کے لیے بیٹھتے تھے تو یہ اڑ کر لوگوں کے سامنے آ کر بیٹھتے تھے۔ لوگ انہیں روٹی کے ٹکڑے ڈالا کرتے تھے اور وہ ان ٹکڑوں پر پلا کرتے تھے۔ پھر پانی پی کر اپنے مقام پر چلے جاتے تھے۔

جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اُلوؤں نے گھروں میں رہنا چھوڑ دیا

اور وہ ویرانوں اور پہاڑوں میں جا بسے اور انہوں نے کہا:

تم بدترین امت ہو۔ تم نے اپنے رسولؐ کے نواسہ کو شہید کیا ہے۔ اب ہمیں تم پر اعتماد نہیں رہا ہے۔ (کامل الزیارات' ص ۹۹)

حسن بن علی میثمی نے یعقوب سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

یعقوب! کیا تم نے دن کے وقت کبھی اُلو کو دیکھا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہے؟

میں نے نفی میں جواب دیا تو آپؑ نے فرمایا:

اُلو سارا دن روزہ سے ہوتا ہے اور جب رات ہوتی ہے تو پھر وہ خدا کے عطا کردہ رزق سے افطار کرتا ہے۔ پھر صبح ہونے تک امام حسین علیہ السلام پر نوحہ کناں رہتا ہے۔ (کامل الزیارات' ص ۹۹)

لوگوں کو قتلِ حسینؑ کا علم کیسے ہوا؟

ابو بصیر راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہشام بن عبدالملک نے میرے والد کو اپنے پاس شام طلب کیا۔ جب میرے والد ماجد علیہ السلام اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا:

میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں اور یہ مسئلہ اتنا عظیم ہے کہ میرے علاوہ کسی اور کو اس کا پوچھنا زیب نہیں دیتا اور اس مسئلہ کا جواب بھی آپ کے علاوہ کسی اور کو زیب نہیں دیتا۔

میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

آپ نے جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لیں۔

ہشام نے کہا: آپ یہ بتائیں کہ جس رات امیرالمومنین علی بن ابی طالب کی شہادت ہوئی تو کوفہ کے علاوہ باقی شہروں میں شہادت کی خبر کیسے پہنچی اور کس علامت سے لوگوں نے معلوم کیا کہ علیؑ شہید ہو گئے ہیں؟ نیز یہ بھی واضح کریں کہ کیا وہ علامت صرف حضرت علیؑ سے مخصوص تھی یا کسی دوسرے کے لیے بھی وہ علامت ظاہر ہوئی؟

میرے والد علیہ السلام نے جواب دیا: جس شب ہمارے دادا علی بن ابی طالب شہید ہوئے تو اس رات پوری روئے زمین سے جس بھی پتھر کو اٹھایا گیا اس کے نیچے سے تازہ خون برآمد ہوا اور یہ علامت طلوع فجر تک قائم رہی تھی۔ اور یہ علامت صرف حضرت علیؑ کے لیے ہی نمودار نہیں ہوئی بلکہ ان سے قبل حضرت موسٰی کے بھائی ہارونؑ اور ان کے جانشین یوشع بن نون کی شہادت کے وقت بھی ظاہر ہوئی اور جس رات حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا اس رات بھی یہ علامت نمودار ہوئی اور حضرت عیسٰی کے وصی شمعون بن حمون الصفا جب قتل ہوئے تو مذکورہ علامت ظاہر ہوئی تھی اور جس دن امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو گیارہ محرم کی شب کو بھی یہ علامت ظاہر ہوئی تھی۔

یہ سن کر ہشام کا چہرہ غصہ سے لال پیلا ہو گیا اور اس نے ارادہ کیا کہ میرے والد کو اذیت پہنچائے۔

میرے والد نے اس کے تیور دیکھ کر فرمایا:

بادشاہ کو اس میں ناراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جو کچھ اس نے پوچھا ہے اسے اس کا صحیح صحیح جواب دیا گیا ہے اسی لیے بادشاہ کو حسنِ ظن سے کام لینا چاہیے۔

ہشام نے کہا: اگر آپ پسند کریں تو آپ اپنے گھر جا سکتے ہیں۔

میرے والد اٹھ کر روانہ ہونے لگے تو ہشام نے ان سے کہا: آپؑ مجھ سے وعدہ کریں کہ میرے جیتے جی آپ لوگوں کو یہ حدیث نہیں سنائیں گے۔ (کامل الزیارات' ص ۷۵)

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ بیت المقدس کے ایک رہنے والے نے ہم سے کہا کہ

ہمیں گیارہ محرم کی رات کو ہی پتہ چل گیا تھا کہ حسینؑ بن علیؑ شہید ہو چکے ہیں۔

میں (راوی) نے پوچھا: تمہیں اتنی جلدی کیسے پتہ چل گیا تھا؟

اس نے کہا کہ ہم نے اس رات جو بھی پتھر اٹھایا تو اس کے نیچے ہمیں تازہ خون دکھائی دیا اور ہماری دیواریں تین دن تک سرخ دکھائی دیتی تھیں اور تین دن تک خون کی بارش ہوتی رہی۔ نصف شب کے وقت ہم نے کسی نادیدہ منادی کی یہ صدا سنی:

اترجوا امة قتلت حسینا

شفاعة جده یوم الحساب

معاذ اللّٰه لانلتم یقینا

شفاعة احمد وابی تراب

قتلتم خیر من رکب المطایا

وخیر الشیب طرا والشباب

"کیا قاتلینِ حسینؑ کا گروہ بھی قیامت کے دن اس کے نانا کی شفاعت کا امیدوار ہو سکتا ہے۔

خدا کی پناہ تمہیں احمد اور ابوتراب کی شفاعت کبھی نصیب نہ ہوگی۔

تم نے اسے قتل کیا جو کہ سواریوں پر سوار ہونے والے تمام افراد سے افضل تھا اور جو تمام جوانوں اور بوڑھوں سے بہتر تھا"۔

تین دن تک سورج کو گرہن لگا رہا۔ ستارے ٹوٹتے رہے۔ پھر چند دن بعد باقاعدہ طور پر ہمارے پاس شہادتِ حسینؑ کی خبر پہنچی۔

زہری کا بیان ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو بیت المقدس میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے جوش مارتا ہوا خون برآمد ہوتا تھا۔ (کامل الزیارات، ص ۷۶)

شافعی کا بیان ہے کہ قتلِ حسینؑ کے روز پوری دنیا میں جس بھی پتھر کو اٹھایا گیا تو اس کے نیچے سے تازہ خون برآمد ہوا اور اس دن آسمان سے خون کے قطرات کی بارش

ہوئی جس کا نشان نباتات پر قائم ہو گیا جو کہ نباتات کے ختم ہونے تک باقی رہا۔

مقتل خوارزمی میں ہند بنت جون سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ ام معبد کے خیمہ میں تشریف لائے اور آپؐ نے اس کی لاغر بھیڑ کو اپنے دست مبارک سے دوہا تو آپ کی برکت سے اس نے بہت زیادہ دودھ دیا جسے تمام صحابہ نے پیا۔

اس کے بعد آپؐ نے وہاں کچھ دیر آرام کیا۔ اس روز شدید گرمی تھی اور جب گرمی کچھ کم ہوئی تو آپؐ بستر سے اٹھے اور پانی منگوایا اور ہاتھ دھو کر کلی کی۔ خیمہ کے قریب عوسج کا ایک خارزار درخت تھا۔ آپؐ نے تین بار کلی کر کے اس کا پانی اس درخت کی جڑوں میں ڈالا اور جب آپؐ وضو سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

''اس درخت سے بہت سے عجیب امور ظاہر ہوں گے''۔

اس کے بعد آپؐ کے صحابہ نے وضو کیا۔ آنحضرتؐ نے دو رکعت نماز پڑھی۔

ہند کا بیان ہے کہ میں اور میرے خاندان کی لڑکیاں اس وقت تک کیفیت نماز سے ناواقف تھیں اسی لیے ہمیں بڑا تعجب ہوا اور جب ہم صبح کو اٹھے تو ہم نے دیکھا کہ عوسج کی جھاڑی بلند و بالا درخت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس کے کانٹے گر گئے تھے اور شاخیں نکل آئی تھیں اور وہ سرسبز و شاداب درخت بن چکا تھا۔ بعد میں اس پر پھل آیا اور ہر پھل حجم میں ''کماۃ'' جیسا اور رنگ میں ''ورس'' جیسا تھا اور اس سے عنبر کی سی خوشبو آتی تھی اور اس کا ذائقہ شہد جیسا تھا۔ اور جو بھوکا اسے کھاتا وہ سیر ہو جاتا اور جو پیاسا اسے کھاتا اس کی پیاس بجھ جاتی تھی اور جو غریب و مفلس اسے کھاتا وہ غنی بن جاتا تھا اور جو بیمار اسے کھاتا وہ تندرست ہو جاتا تھا اور جو حاجت مند اسے کھاتا اس کا مطلب حل ہو جاتا تھا اور ہم اس کے پتے جس جانور کو کھلاتے تو وہ موٹا تازہ اور شیر دار ہو جاتا تھا۔ الغرض جس دن آنحضرت ہمارے ہاں تشریف لائے تھے اس دن سے ہمارے رزق مال میں برکت آ گئی تھی۔ اور ہمارے علاقہ میں ہر طرف ہریالی پھیل گئی تھی۔ ہم نے اس درخت کا

نام ''مبارک'' رکھا۔ دُور اور قریب سے لوگ ہمارے پاس آتے تھے اور اس درخت کے سایہ میں آرام کرتے تھے اور سفر کے لیے اس کی پتیاں زادِ راہ بنا کر ساتھ لے جاتے تھے اور بیابانوں میں جہاں انہیں کھانا نہیں ملتا تھا وہ ان پتیوں کو غذا کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

چنانچہ اس طرح سے کئی برس گزر گئے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ اس درخت کے میوے گر گئے' پتے بھی جھڑ گئے۔ یہ حال دیکھ کر ہم سخت پریشان ہوئے۔ چند روز بعد ہمیں پتہ چلا کہ جس دن یہ درخت متغیر ہوا تھا اس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس درخت نے پھر میوہ دیا جو پہلے میوؤں سے حجم میں کچھ چھوٹا تھا اور پہلے سے ذرا کم خوش مزہ تھا اور تیس برس اسی حالت میں گزرے۔ پھر اچانک ایک صبح ہم نے دیکھا کہ اس درخت میں تمام کانٹے پیدا ہوگئے اور اس کے پتے گر گئے اور شاخوں سے تر و تازگی رخصت ہوگئی اور اس کے سب پھل گر گئے۔

کچھ دنوں بعد ہمیں پتہ چلا کہ جس دن اس درخت میں تبدیلی ہوئی تھی اسی دن امیرالمومنین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تھی۔ امیرالمومنینؑ کی شہادت کے بعد اس پر میوہ نہ لگا۔ البتہ ہم پھر بھی اس سے استفادہ کرتے رہے۔ ہم اس درخت کے پتے توڑ کر بیماروں کو دیتے تھے جس سے وہ شفایاب ہو جاتے تھے۔

ایک عرصہ اسی حالت میں گزرا پھر جب ایک صبح کو ہم اٹھے تو ہم نے ایک ہولناک منظر دیکھا۔ اس درخت کی جڑوں سے تازہ خون نکل کر زمین پر بہہ رہا تھا اور اس کے پتے بھی مرجھا چکے تھے اور ہر پتے سے خون کے تازہ قطرے گر رہے تھے۔

یہ منظر دیکھ کر ہمیں یقین ہوگیا کہ دنیا میں کوئی سنگین واقعہ پیش آیا ہے۔ ہم تمام شب غمگین و محزون رہے اور کسی اہم خبر کے منتظر تھے۔ جب رات اچھی طرح سے چھا گئی تو اس درخت کے نیچے سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی عورت بین کر کے کہہ رہی ہو:

یابن النبی ، یابن الوصی ، یابقیة ساداتنا المکرمین

''ہائے فرزند نبیؐ، ہائے فرزند وصیؑ، ہائے ہمارے محترم سرداروں کا آخری فردؑ''۔

اس کے علاوہ اور بھی صدائیں آتی رہیں جو ہماری سمجھ سے باہر تھیں۔ کچھ عرصے بعد ہمیں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی اطلاع ملی۔

اس کے بعد وہ درخت بالکل خشک ہوگیا اور ہوا اور بارش کے زور سے اس کی شاخیں ٹوٹ گئیں اور اس کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔

عبداللہ بن محمد انصاری کا بیان ہے کہ مدینہ طیبہ میں میری ملاقات دعبل خزاعی سے ہوئی اور جب ان کے سامنے اس درخت کا واقعہ بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا:

یہ واقعہ بالکل سچا ہے کیونکہ میرے باپ نے میرے دادا سے انہوں نے اپنی ماں سعیدہ دختر مالک خزاعی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کے عہد امامت میں اس درخت کو دیکھا تھا اور اس کا پھل بھی کھایا تھا۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی شب جنات نے اس درخت کے نیچے نوحہ پڑھا تھا جس کے دو بیت حسب ذیل ہیں:

یابن الشهید ویاشهید اعمه

خیر العمومة جعفر الطیار

عجبت لمصقول اصابک حده

فی الوجه منک وقد علاک غبار

''اے فرزند شہید اور وہ شہید جن کے چچا جعفر طیار بھی ہیں۔ مجھے تو شمشیر پر تعجب ہے اس نے آپ کے چہرے کو زخمی کیسے کیا جب کہ آپ پر تو اس وقت غبار چھایا ہوا تھا''۔

دعبل کہتے ہیں کہ اس شعر کو میں نے اپنے ان اشعار میں تضمین بھی کیا ہے اور وہ

شعر یہ ہیں:

زرخیر قبر فی العراق یزار
واعص الحمار فمن نھاک حمار
لم لا ازورک یاحسین لک الفداء
قومی ومن عطفت علیہ نزار
ولک المودة فی قلوب ذوی النھٰی
وعلی عدوک مقتة ودمار
یابن الشھید ویاشھیدا عمہ
خیرالعمومة جعفر الطیار

"عراق میں موجود بہترین قبر کی زیارت کر اور اس کارِ خیر سے منع کرنے والے گدھے کی مخالفت کر۔
حسینؑ! میں آپ کی زیارت کیوں نہ کروں۔ آپؑ پر میری قوم اور قبیلہ نزار کے تمام افراد قربان ہوں۔
تیری مودت تمام اہلِ عقل کے دلوں میں موجود ہے اور تیرے دشمنوں کے لیے دشمنی اور عداوت ہے۔
اے شہید کے فرزند اور اے وہ ہستی جس کا چچا جعفر طیار بھی شہید ہے۔ (مقتل خوارزمی، جلد۲، ص ۹۸)

حضرت اُم سلمہؓ کی روایت

ام المومنین حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ شدید گرمی کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرہ میں تشریف لائے۔ میں نے آپؐ کے لیے چٹائی بچھائی۔ آپؐ اس پر لیٹ گئے۔ چند لحات گزرے تھے کہ حسینؑ میرے حجرہ میں

آئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسینؑ کو آواز دے کر فرمایا:

فرزند یہاں آجاؤ اور آپؐ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ حسینؑ آگے بڑھے اور آنحضرتؐ کے سینہ پر چڑھ گئے۔

میں نے دروازے کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا تو مجھے دکھائی دیا کہ حسینؑ آپؐ کے سینہ پر سوار تھے اور آنحضرتؐ ان سے کھیل رہے تھے۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو دل ہی دل میں کہا: اللہ اکبر! کبھی مصطفیٰؐ کا سینہ اور کبھی خاک!! واقعی یہ بات بڑی تعجب خیز ہے۔

پھر میں اپنے گھریلو کاموں میں مصروف ہو گئی اور جب کچھ دیر بعد آئی تو میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ پریشان اور غمگین تھے۔

میں نے دل میں کہا: شاید حسینؑ نے بچپنے کی کوئی حرکت کی ہوگی۔

میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت آپؐ کے ہاتھ میں ایک چیز تھی اور آپؐ اسے دیکھ کر رو رہے تھے۔

میں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپؐ غمگین اور پریشان کیوں ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: ام سلمہ! ابھی ابھی جبریل امینؑ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ میرا یہ فرزند شہید کیا جائے گا۔

میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! کب اور کہاں یہ شہید ہوں گے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ اس وقت شہید ہوگا جب دنیا میں نہ تو اس کی ماں زندہ ہوگی اور نہ اس کا والد موجود ہوگا اور اسے کربلا نامی زمین پر شہید کیا جائے گا۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جبریلؑ مجھے یہ خبر سنا کر کچھ دیر کے لیے مجھ سے غائب ہو گئے تھے اور پھر وہ میرے پاس یہ خاک لے کر آئے۔

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مٹھی بھر خاک میرے سپرد کی اور فرمایا:

تم اس خاک کو کسی شیشی میں اپنے پاس محفوظ کر لو اور اسے دیکھتی رہو۔ جب یہ خاک خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسینؑ مارا گیا ہے۔

ام المومنین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کے فرمان پر عمل کیا اور شیشی کو سنبھال کر گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا۔ جب امام حسینؑ مدینہ سے عراق کی جانب روانہ ہوئے تو میں انہیں الوداع کہنے کے لیے گئی۔

امام حسینؑ نے فرمایا: نانی اماں! میرے جانے کے بعد اس شیشی کو دیکھتے رہنا۔ چنانچہ میں روزانہ دو تین مرتبہ اس شیشی کو دیکھا کرتی تھی۔ اور جب ماہ محرم کی دس تاریخ ہوئی اور زوال کا وقت قریب آیا تو مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ کے بال کھلے ہوئے تھے اور آپؐ کے سر اور ریش مبارک پر خاک ملی ہوئی تھی۔ میں نے عالم خواب میں کہا: یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان' آپؐ کے سر اور ریش مبارک پر یہ خاک کیسی ہے؟

رسول اکرمؐ نے فرمایا: ام سلمہ! میں تمام رات اپنے فرزند حسین اور اس کے ساتھیوں کی قبریں کھودنے میں مصروف رہا ہوں اور ابھی ابھی کربلا سے فارغ ہو کر آیا ہوں جہاں میرا فرزند حسینؑ اور اس کے ساتھی شہید ہوئے ہیں۔

یہ خواب دیکھ کر میں ہڑبڑا کر اٹھی اور دوڑ کر اس شیشی کی طرف گئی جس میں خاکِ کربلا موجود تھی۔ جب میں نے شیشی کو دیکھا تو اس میں تازہ خون جوش مار رہا تھا جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ حسینؑ مارا جا چکا ہے۔

بی بی فرماتی تھیں کہ خدا کی قسم! نہ تو وحی غلط تھی اور نہ ہی رسولؐ خدا نے مجھے غلط خبر دی تھی۔

اس کے بعد میں چیخنے چلانے لگی اور میں نے بین کر کے کہا:

''ہائے میرا بیٹا' ہائے میری آنکھوں کی ٹھنڈک' ہائے میرا پیارا' ہائے میرا حسینؑ تیرے بعد ہم تباہ ہو گئے ہیں''۔

میرے بین سن کر لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟
میں نے ان لوگوں کو اپنے خواب اور شیشی کے متعلق بتایا۔ یہ سن کر تمام لوگ گریہ ماتم کرنے لگ گئے اور لوگوں نے اس تاریخ اور وقت کو لکھ لیا۔ چند دنوں بعد اس کی قاعدگی طور پر تصدیق ہو گئی۔
بی بی کا بیان ہے کہ صبح کے وقت اہل مدینہ نے جنات کے نوحے سنے۔ ایک جنی عورت نوحہ کر کے کہہ رہی تھی:

الا یاعین فانھملی بجھدی
فمن یبکی علی الشھداء بعدی
علی رھط تقودھم المنایا
الی متجبر فی ملک عبد

''اے آنکھ خوب گریہ کر کیونکہ میرے علاوہ اور کون ہے جو ان شہیدوں پر گریہ کرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں موت ایک غلام کی سلطنت میں ایک ظالم کے پاس لے گئی ہے''۔
اس کے جواب میں دوسری جنی عورت نے یہ نوحہ پڑھا:

مسح الرسول جبینه
له بریق فی الخدود
ابواہ من اعلی قریش
جدہ خیر الجدود
زحفوا علیه بالقنا
شر البریة والوفود
قتلوہ ظلما ویلھم
سکنوا به نار الخلود

"رسولؐ خدا نے اپنا ہاتھ حسینؑ کی جبین پر پھیرا تھا اور ان کے
رخساروں سے نور برآمد ہوتا تھا۔
حسینؑ کے والدین قریش کے عالی ترین افراد تھے اور اس کا نانا
کائنات کا بہترین نانا تھا۔
بدترین لوگوں نے نیزوں سے ان پر حملہ کیا ہے اور ان لوگوں نے
ظلم کر کے انہیں شہید کیا ہے۔ ان کے لیے ہلاکت ہو وہ ہمیشہ کی
دوزخ میں رہیں گے"۔

جب اہل مدینہ نے جنات کے نوحے سنے تو انہوں نے اپنے سروں پر خاک ڈالی اور ہائے حسینؑ، ہائے حسینؑ کہتے ہوئے قبر رسولؐ پر گئے اور تین دن تک رسولؐ خدا کو مسلسل پرسہ دیتے رہے۔

بی بی فرماتی ہیں کہ شہادت حسینؑ کے بعد ایک رات میں غمزدہ حالت میں بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس وقت میں نے کسی منادی کی ندا سنی جو کہہ رہا تھا:

ان الرماح الواردات صدورها
نحو الحسین تقاتل التنزیلا
یهللون بان قتلت وانما
قتلوا بک التکبیر والتهلیلا
فکانما بک یابن بنت محمد
قتلوا جهارا عامدین رسولا

"وہ نیزے جن کے سینے حسینؑ کی طرف اٹھے ہوئے تھے وہ
درحقیقت قرآن کو لگ رہے تھے۔
یہ لوگ تجھے قتل کر کے تکبیر وتہلیل کی آواز بلند کر رہے ہیں۔ ان

لوگوں نے تجھے قتل نہیں کیا بلکہ تکبیر و تہلیل کو قتل کیا ہے۔
اے نواسہ محمدؐ! ان لوگوں نے تجھے قتل نہیں کیا بلکہ جان بوجھ کر رسولؐ
کو قتل کیا ہے"۔

حضرت علیؑ کی زبانی شہادتِ حسینؑ کی پیشین گوئی

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب امالی میں اپنی سند سے ابن عباس سے نقل کیا
کہ جب امیر المومنینؑ صفین کی طرف روانہ ہوئے اور سرزمین نینویٰ پر پہنچے جو کہ دریائے
فرات کے کنارہ پر واقع ہے جب آپؑ وہاں پہنچے تو مجھے آواز دے کر فرمایا:

ابن عباس! کیا تم اس مقام کو جانتے ہو؟

میں نے عرض کی: امیر المومنینؑ! میں نہیں جانتا۔

حضرتؑ نے فرمایا: ابن عباس! اگر میری طرح سے تم اس جگہ کی حقیقت سے
واقف ہوتے تو میری طرح سے گریہ کیے بغیر تم یہاں سے کبھی نہ جاتے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر حضرت امیر المومنینؑ بے ساختہ روئے اور آپؑ
کے آنسوؤں سے آپؑ کی ریش مبارک تر ہوگئی۔ پھر آپؑ کے آنسو ٹپک ٹپک کر سینہ اطہر
پر جاری ہوئے۔ آپؑ کو روتا دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ آپؑ نے رو رو کر کہا:

"اوہ اوہ مالی ولال ابی سفیان مالی ولال حرب حزب الشیطان واولیاء الکفرة – صبرا یا ابا عبداللّٰہ فقد لقی ابوک مثل الذی تلقی منھم"

"آہ آہ...... آلِ ابوسفیان اور آلِ حرب کا میں نے کیا بگاڑا ہے جو
کہ لشکر شیطان اور سرگروہ کفر ہیں"۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

"ابو عبداللہ! صبر کرنا کیونکہ تیرے باپ کو بھی ان ظالموں کے

ہاتھوں وہی صدمات اٹھانے پڑے ہیں جو تجھ پر گزرنا ہیں''۔

پھر حضرتؑ نے پانی طلب کیا اور وضو کر کے کافی دیر تک نمازیں پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؑ نے پھر اسی طرح کی باتیں کیں جیسا کہ پہلے کی تھیں اور دورانِ گفتگو مسلسل روتے رہے۔ روتے روتے آپؑ کو اونگھ آ گئی جب بیدار ہوئے تو مجھے آواز دے کر فرمایا:

ابن عباس! کہاں ہو؟

میں نے عرض کی: مولا! میں یہاں حاضر ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں اپنے اس خواب سے آگاہ کروں جو کہ میں نے ابھی ابھی دیکھا ہے۔

میں (ابن عباس) نے عرض کی: مولا! میری دعا ہے کہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ ٹھنڈک محسوس کریں اور خدا کرے کہ آپ نے اچھا ہی خواب دیکھا ہو۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے ابھی دیکھا کہ گویا کئی افراد آسمان سے اسی صحرا میں نازل ہوئے جن کے ہاتھ میں سفید علَم اور گلے میں چمکتی تلواریں حمائل ہیں۔ پھر انہوں نے اس زمین کے گرد ایک خط کھینچا۔

پھر میں نے دیکھا کہ جو درخت اس صحرا میں ہیں ان کی تمام شاخیں زمین پر جھک گئیں اور پھر اس صحرا میں تازہ خون جوش مارنے لگ گیا اور میں نے اپنے نورِ نظر حسینؑ کو دیکھا کہ وہ اس خون کے دریا میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور مدد کے لیے پکار رہا ہے لیکن کوئی اس کی مدد نہیں کرتا۔

پھر میں نے دیکھا کہ کچھ نورانی فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور وہ حسینؑ سے باآواز بلند کہہ رہے ہیں: اے آلِ رسولؐ! صبر کرو۔ بدترین لوگوں کے ہاتھوں سے تم شہید ہو رہے ہو۔ اے ابوعبداللہ! اب جنت تمہاری مشتاق ہے۔

اس کے بعد وہ فرشتے میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے پرسہ دے کر کہا:

''ابوالحسن! تمہیں بشارت ہو' قیامت کے دن اللہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرے گا''۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور صادق و مصدق رسولؐ نے مجھ سے بالکل سچ کہا تھا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب تم باغیوں سے جنگ کرنے جاؤ گے تو تمہارا اس سرزمین سے گزر ہوگا اور اس زمین کا نام کربلا ہوگا جہاں میرا بیٹا حسینؑ اپنے خاندان کے سترہ افراد کے ساتھ ذبح کیا جائے گا۔ وہ لوگ آسمانوں میں بڑے معروف ہیں اور دنیا میں کربلا کا تذکرہ ایسے کیا جائے گا جیسا کہ مکہ مدینہ اور بیت المقدس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا:

تم اس صحرا میں ہرنوں کی مینگنیاں تلاش کرو۔ بخدا نہ تو میں نے کبھی جھوٹ بولا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس صحرا میں مجھے ہرن کی مینگنیاں دکھائی دیں گی جن کا رنگ زعفران کی مانند زرد ہوگا۔

ابن عباس کا بیان ہے: میں نے حضرتؑ کے فرمان کے تحت مینگنیاں تلاش کیں تو مجھے ایک جگہ پر اکٹھی دکھائی دیں۔ اس وقت میں نے پکار کر کہا:

امیرالمومنینؑ! میں نے وہ مینگنیاں تلاش کر لی ہیں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسولؐ نے بالکل سچ فرمایا۔ پھر آپؑ بڑی تیزی سے آگے آئے اور آپؑ نے ان مینگنیوں کو اٹھا کر سونگھا اور فرمایا:

ابن عباس! یہ وہی مینگنیاں ہیں جن کی رسولؐ خدا نے مجھے خبر دی تھی۔ پھر آپؑ نے فرمایا: ابن عباس! تم نہیں جانتے یہ وہ مینگنیاں ہیں جنہیں حضرت عیسٰیؑ نے سونگھا ہے۔ حضرت عیسٰیؑ اپنے اصحاب سمیت ایک دفعہ اس صحرا میں سے گزرے تو آپؑ نے یہاں

ہرنوں کے ایک گلہ کو روتے ہوئے دیکھا۔

حضرت عیسیٰؑ زمین پر بیٹھ گئے اور آپؑ کے اصحاب بھی آپؑ کے گرد بیٹھ گئے۔ حضرت عیسیٰؑ رونے لگے اور آپؑ کو روتا دیکھ کر آپؑ کے اصحاب بھی رونے لگ گئے تھے۔ اگرچہ انہیں حضرت عیسیٰؑ کے رونے کا سبب معلوم نہیں تھا۔

پھر حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا تھا کہ روح اللہ! آپؑ کیوں روتے ہیں؟

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: کیا تم اس سرزمین کو جانتے ہو؟

حواریوں نے عرض کیا: ہم نہیں جانتے۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: یہ وہ سرزمین ہے جہاں آخری نبی احمد کا نواسہ جس کی ماں میری ماں مریم کی شبیہ ہوگی وہ اس سرزمین پر قتل کیا جائے گا اور اس سرزمین میں دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ یہ خاک اس مظلوم شہید کا مدفن ہے۔ اور یہ ہرن مجھ سے کلام کرتے ہیں اور یہ مجھے بتارہے ہیں کہ انہیں امام مظلوم کی تربت سے پیار ہے اسی لیے وہ یہاں کی گھاس چرتے ہیں اور جب تک وہ اس سرزمین پر ہیں وہ امام مظلوم کی برکت سے درندوں کی چیر پھاڑ سے محفوظ ہیں۔

اس کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ان مینگنیوں کو اٹھا کر سونگھا اور فرمایا: ان مینگنیوں سے اس گھاس کی خوشبو آتی ہے۔

پھر حضرت عیسیٰؑ نے دعا مانگی تھی کہ خداوندا! ان مینگنیوں کو اسی ہیئت پر باقی رکھ تاکہ اس امام مظلومؑ کا والد انہیں دیکھ سکے اور انہیں سونگھ کر تسلی حاصل کرے۔

پھر امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

ابن عباس! یہ مینگنیاں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے آج تک باقی ہیں اور طول زمانہ کی وجہ سے ان کا رنگ زرد ہوگیا ہے۔ یہ زمین جائے کرب وبلا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے بلند آواز سے فرمایا:

رب عیسیٰؑ! قاتلانِ حسینؑ پر اور ان کے مددگاروں پر کبھی برکت نازل نہ کرنا اور

جولوگ حسینؑ کی مدد نہ کریں ان پر بھی کبھی برکت نازل نہ کرنا۔

یہ فرمانے کے بعد حضرت علیؑ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ آپؑ کو روتا دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ آپؑ اتنا روئے کہ روتے روتے بے ہوش ہوگئے اور جب آپؑ کو غش سے افاقہ ہوا تو کچھ مینگنیاں اٹھا کر اپنی ردائے مبارک کے گوشہ میں باندھ لیں۔ پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

تم بھی کچھ مینگنیاں اٹھا لو۔ چنانچہ میں نے بھی کچھ مینگنیاں اٹھا کر اپنی چادر کے کونے میں باندھ لیں۔ اس کے بعد حضرتؑ نے مجھ سے فرمایا:

ابن عباس! جب دیکھو ان میں تازہ خون رواں ہے تو یقین کر لینا کہ میرا مظلوم بیٹا اس زمین پر شہید ہوا ہے۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ میں اپنی واجب نمازوں سے بھی زیادہ ان مینگنیوں کی حفاظت کرتا رہا اور انہیں ہمیشہ اپنی آستین میں باندھے رہتا تھا۔ ایک دن میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھا جب میں جاگا تو میں نے دیکھا میری آستین لہو سے تر ہے اور ان مینگنیوں سے خون جاری ہے۔ یہ حال دیکھ کر میں اٹھ بیٹھا اور نالہ وفریاد کرنے لگا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کی قسم! آج امام حسینؑ شہید ہوگئے ہیں اور حضرت علیؑ نے مجھ سے غلط نہیں کہا تھا۔ اور کبھی حضرت علیؑ نے مجھے ایسی خبر نہیں دی جو واقع نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایسی بہت سی باتیں بتائی تھیں جو کہ کسی دوسرے سے بیان نہیں کی تھیں۔

جب میں گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک غبار نے پورے مدینہ کو گھیر لیا ہے اور سامنے تک کی چیزیں واضح دکھائی نہیں دیتیں۔ سورج کو گہن لگا ہوا تھا اور مدینہ کی دیواریں سرخ نظر آتی تھیں۔ گویا ان پہ خون چھڑک دیا گیا۔ یہ دیکھ کر میں روتا ہوا اپنے گھر واپس آیا اور اپنے دل میں کہا: بخدا! حسینؑ شہید ہو چکے ہیں۔ میں گھر میں بیٹھا تھا کہ اچانک مجھے اپنے گھر کے ایک گوشہ سے آواز آئی جب کہ کہنے والا مجھے دکھائی نہ دیا'

وہ کہہ رہا تھا:

آل رسولؐ! صبر کرو کہ فرزند بتولؑ خستہ تن قتل ہوا' اور روح الامین نے اس مظلوم کے نالہ وفریاد کے لیے نزول کیا ہے۔

پھر اس شخص کے رونے کی آواز میرے کان میں آئی۔ جس سے مجھ پر رقت کا غلبہ ہوا۔ میں نے اس وقت اور تاریخ کو لکھ لیا۔ وہ محرم کی دس تاریخ تھی۔ جب امام حسینؑ کی شہادت کی خبر مدینہ پہنچی تو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ اسی دن شہید ہوئے تھے اور وہ لوگ جو حضرت کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے بھی قتل گاہ میں یہی آواز سنی تھی جو تم نے سنی تھی اور اس کا کہنے والا دکھائی نہیں دیا تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ حضرت خضرؑ تھے۔ (امالی صدوق' ص ۴۷۸' حدیث ۵)

فرشتے قبرِ حسینؑ کی زیارت کرتے ہیں

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے امالی میں اپنی اسناد سے محمد بن مسلم سے نقل کیا ہے۔ اس نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ کی مخلوقات میں سب سے زیادہ تعداد فرشتوں کی ہے۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے بیت المعمور کی زیارت کرتے ہیں اور اس کا طواف کرتے ہیں۔

بیت المعمور کے طواف کے بعد وہ فرشتے زمین پر آتے ہیں اور کعبہ شریف کا طواف کرتے ہیں۔ کعبہ کے طواف کے بعد وہ فرشتے رسولؐ خدا کی قبر اطہر پر آتے ہیں اور آپؐ پر سلام کرتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے امیر المومنین کی قبر کی زیارت کے لیے نجف جاتے ہیں اور حضرتؑ پر سلام کرتے ہیں۔

اور آخر میں وہ تمام فرشتے قبر حسینؑ پر آتے ہیں اور آپؑ کو سلام کرتے ہیں۔ پھر وہ آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ پھر ایک اور جماعت نازل ہوتی ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص امیر المومنین علیہ السلام کے حق کا عارف ہو کر ان کی زیارت کرے بشرطیکہ وہ جابر اور متکبر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ شہید کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے اور وہ قیامت کے دن حالت اطمینان میں اٹھایا جائے گا اور اس کے لیے حساب آسان کر دیا جائے گا اور فرشتے اس کا استقبال کریں گے اور جب قبر امیر المومنینؑ کا زائر اپنے گھر کو روانہ ہوتا ہے تو فرشتے اس کی مشایعت کرتے ہیں اور جب وہ مریض ہوتا ہے تو وہ اس کی عیادت کرتے ہیں اور اگر وہ مر جائے تو ملائکہ اس کی قبر تک استغفار کرتے ہوئے جاتے ہیں۔

اور جو شخص امام حسینؑ کے حق کا عارف بن کر ان کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ہزار مقبول حج اور ہزار مقبول عمرہ کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (امالی طوسی' جلد ا' ص ۲۱۸)

ابن قولویہ رقم طراز ہیں کہ آسمان و زمین کے تمام فرشتے اللہ تعالیٰ سے قبر حسینؑ کی زیارت کے لیے اجازت طلب کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قبر حسینؑ پر ایک فوج اتر رہی ہوتی ہے اور ایک فوج آسمان کی طرف جا رہی ہوتی ہے۔ (کامل الزیارات' ص ۱۱۴)

اسحاق بن عمار کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

قبر حسین علیہ السلام سے لے کر ساتویں آسمان تک ملائکہ کے اترنے کا مقام ہے۔ (کامل الزیارات' ص ۱۱۴)

عبداللہ بن سنان کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا' آپؑ نے فرمایا:

حضرت حسینؑ بن علیؑ کی قبر ۲۰ x ۲۰ ہاتھ ہے اور یہ مقام جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ یہاں سے آسمان تک جانے کا راستہ ہے چنانچہ ہر ملک مقرب اور نبی

مرسل اللہ تعالیٰ سے قبر حسینؑ کی زیارت کی درخواست کرتا ہے۔ اسی لیے قبر حسینؑ پر ایک فوج آ رہی ہوتی ہے اور دوسری فوج جا رہی ہوتی ہے۔ (کامل الزیارات' ص ۱۱۴)

اسحاق بن عمار کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی:

فرزند رسولؐ! میں آپؑ پر قربان جاؤں' عرفہ کی شب میں حائر حسینی میں تھا۔ میں نے تین یا چار ہزار افراد کو دیکھا جن کے چہرے انتہائی خوبصورت تھے اور ان کے جسم سے خوشبو آ رہی تھی اور انہوں نے سفید براق قسم کا لباس پہن رکھا تھا اور وہ ساری رات حرمِ حسینؑ میں نماز پڑھتے رہے اور میں نے جب بھی قبر مطہر پر جا کر اسے بوسہ دینے اور وہاں کھڑے ہو کر دعا پڑھنے کا ارادہ کیا تو ان کے اژدحام کی وجہ سے میں قبر مطہر کے قریب نہ جا سکا اور جب فجر طلوع ہوئی اور میں نے سجدہ کیا اور جیسے ہی میں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو وہ تمام افراد غائب ہو گئے اور ان میں سے مجھے ایک بھی دکھائی نہ دیا۔ میں آج تک حیران ہوں کہ وہ لوگ کون تھے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جانتے ہو کہ وہ کون تھے؟

میں نے کہا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے مجھے بتایا اور انہوں نے اپنے والد زین العابدین علیہ السلام سے سنا۔ انہوں نے فرمایا:

جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو رہے تھے تو اس وقت چار ہزار فرشتوں کا وہاں سے گزر ہوا اور وہ آسمان پر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی۔ تم میرے حبیب محمدؐ کے فرزند کے پاس سے گزرے جب کہ وہ شہید ہو رہے تھے لیکن تم نے ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ اب تم زمین میں اس کی قبر پر چلے جاؤ اور قیامت کے دن تک غبار آلود ہو کر اس پر گریہ کرتے رہو۔ چنانچہ وہ فرشتے قیامت تک قبر حسینؑ پر رہیں گے اور آپؑ پر گریہ میں مصروف رہیں گے۔ (کامل الزیارات' ص ۱۱۵)

کامل الزیارات کی ایک اور روایت میں ان فرشتوں کی تعداد پچاس ہزار بیان کی گئی ہے۔

انبیاء قبر حسینؑ کی زیارت کرتے ہیں

اسحاق بن عمار کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے:

آسمان و زمین میں جتنے بھی نبی ہیں وہ سب کے سب اللہ سے قبر حسینؑ کی زیارت کی درخواست کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کا ایک گروہ آ رہا ہوتا ہے اور دوسرا جا رہا ہوتا ہے۔

ابوحمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ بنی مروان کی حکومت کے آخری دور میں قبر حسینؑ کی زیارت کے مقصد سے اہل شام سے چھپتا چھپاتا کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ میں کربلا کے قریب ایک گاؤں میں آیا اور جب آدھی رات گزر گئی تو میں قبر مطہر کی زیارت کے لیے روانہ ہوا۔ جب میں قبر مطہر کے کچھ نزدیک پہنچا تو ایک شخص میرے قریب آیا اور اس نے مجھ سے کہا:

خدا تمہیں اجر عظیم عطا کرے اس وقت لوٹ جاؤ۔ آپ وہاں پہنچ نہ سکیں گے۔

میں گھبرا کے پیچھے ہٹا اور جب فجر ہونے کو آئی تو میں دوبارہ قبر مطہر کی طرف بڑھا۔ اس بار بھی وہی شخص میرے قریب آیا اور اس نے مجھ سے کہا: اللہ تم پر رحم کرے۔ ابھی کچھ دیر مزید انتظار کرو کیونکہ اس وقت تم قبر مطہر پر نہیں جا سکو گے۔

میں نے اس شخص سے کہا: بندۂ خدا! میں کوفہ سے چھپتا چھپاتا یہاں آیا ہوں اور تم مجھے قبر مطہر تک جانے نہیں دیتے اور صبح ہو گئی تو لوگ مجھے دیکھ لیں گے اور مجھے قتل کر دیں گے۔

اس نے کہا: آپ تھوڑی دیر اور ٹھہر جائیں۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ بن عمران نے خدا سے قبر حسینؑ کی زیارت کی درخواست کی تھی۔ اللہ نے انہیں اجازت

دی۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ ستر ہزار فرشتوں کو اپنے ساتھ لے کر رات کے پہلے پہر سے یہاں آئے ہوئے ہیں اور وہ طلوع فجر تک یہاں رہیں گے۔ پھر وہ آسمانوں کی طرف چلے جائیں گے۔

میں نے کہا: آپ کون ہیں؟

اس نے کہا: میں ایک فرشتہ ہوں اور میرا تعلق فرشتوں کی اس جماعت سے ہے جو قبر حسینؑ کے محافظ ہیں اور اس کے زائرین کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

میں یہ بات سن کر واپس آیا اور جب فجر ہوئی تو میں قبر حسینؑ کی طرف چل پڑا۔ اس مرتبہ مجھے کسی نے نہ روکا۔ میں نے مظلوم امام پر سلام کیا اور آپؑ کے قاتلوں پر لعنت بھیجی اور نماز فجر پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوا کیونکہ مجھے خوف تھا اگر شامیوں نے دیکھ لیا تو مجھے قتل کر دیں گے۔ (کامل الزیارات، ص ۱۱۱)

سید ابن طاؤس نے کتاب الاقبال میں اپنی اسناد سے ابی حمزہ ثمالی سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے سنا۔ آپؑ فرمایا کرتے تھے:

جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام سے مصافحہ کا شرف حاصل کرے، تو اسے چاہیے کہ پندرہ شعبان کی شب کو امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے۔ کیونکہ فرشتے اور انبیائے کرامؑ اللہ تعالیٰ سے قبر حسینؑ کی زیارت کی درخواست کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی درخواست کو شرف قبولیت عطا کرتا ہے۔ وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جو انبیاء سے مصافحہ کرے اور انبیاء اس سے مصافحہ کریں۔ زائر حسین پانچ اولوالعزم انبیاء نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلوات اللہ علیہم سے مصافحہ کرتا ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: مولا! ان انبیاء کو اولوالعزم کیوں کہا جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ انہیں مشرق و مغرب اور جن و انس کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ (اقبال الاعمال، ص ۷۱۰)

فخری، ابن محبوب کی زبانی رقم طراز ہیں اس نے کہا کہ میں آلِ مروان کے عہدِ حکومت میں کوفہ سے قبرِ حسینؑ کی زیارت کے مقصد سے کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ حکومت نے تمام راستوں پر اپنے جاسوس مقرر کیے ہوئے تھے۔ جو زائرین حسینؑ پر نگاہ رکھتے تھے اور اگر کوئی زائر ان کے ہتھے چڑھ جاتا تو وہ اسے قتل کر دیتے تھے۔

ایسے پُر آشوب حالات میں مَیں لوگوں کی نگاہوں سے چھپتا چھپاتا کربلا کے قریب ایک گاؤں میں جا پہنچا۔ دن کے وقت میں اس گاؤں میں چھپا رہا اور جب رات کی تاریکی چھا گئی تو میں بڑے محتاط طریقہ سے حائرِ حسینی کی طرف روانہ ہوا یہاں تک کہ میں حائرِ حسینی کے انتہائی قریب پہنچ گیا اور جب میں نے اندر جانے کا ارادہ کیا تو اندر سے ایک شخص برآمد ہوا اور اس نے مجھ سے کہا:

آپ اس وقت لوٹ جائیں۔ خدا آپ کی زیارت قبول کرے۔ آپ اس وقت زیارت نہیں کر سکیں گے۔

یہ سن کر میں پیچھے ہٹ گیا یہاں تک کہ آدھی رات بیت گئی۔ میں پھر زیارت کے لیے روانہ ہوا تو پھر وہی شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا:

میں نے آپ سے پہلے بھی کہا ہے کہ آپ آج رات قبرِ حسینؑ کی زیارت نہیں کر سکتے۔

میں نے کہا: بھائی آپ مجھے زیارت سے کیوں منع کر رہے ہیں جب کہ میں کوفہ سے آیا ہوں اور مجھے بنی امیہ کے جاسوسوں کا بھی خوف ہے۔ اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو مجھے قتل کر دیں گے۔

اس شخص نے مجھ سے کہا:

ابن محبوب! حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ اور حضرت محمد حبیب اللہ نے اللہ تعالیٰ سے قبرِ حسینؑ کی زیارت کے لیے درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگواروں کو اجازت عطا کی۔ چنانچہ وہ انبیائے کرام اپنے ساتھ

ملائکہ مقربین اور انبیائے مرسلین کی ایک جماعت کو لے کر یہاں آئے ہیں اور وہ آج رات یہیں بسر کریں گے اور وہ تمام رات اللہ کی تسبیح وتقدیس میں مصروف رہیں گے اور جب صبح ہو جائے گی تو تم آ کر امام حسینؑ کی زیارت کر لینا۔

میں نے کہا: خدا تم پر رحم کرے تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں ملائکہ کی اس جماعت کا ایک فرد ہوں جو قبر حسینؑ پر موکل ہیں۔

جب میں نے یہ سنا تو مجھے بڑی خوشی ہوئی اور میں نے اللہ کی حمد وثنا کی کہ اس نے میرے گناہوں کی وجہ سے مجھے قبر حسینؑ کی زیارت سے منع نہ کیا۔

الغرض صبح ہونے تک میں حائر حسینی سے باہر بیٹھ کر عبادت میں مصروف رہا۔ جب صبح ہوئی تو میں اندر داخل ہوا اور کسی نے مجھے نہ روکا۔ میں سارا دن قبر مطہر کے پاس بیٹھا رہا اور جب رات کی تاریکی چھا گئی تو میں وہاں سے روانہ ہوا اور کسی ظالم کے ہتھے نہ چڑھا اور خیر وعافیت سے اپنے گھر پہنچ گیا۔ (منتخب طریحی، ص ۲۲۸-۲۲۹)

اصحابِ حسینؑ کی جانثاری کا راز

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے علل الشرائع میں عمارہ سے روایت نقل کی۔ اس نے اپنے والد سے سنا۔ اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ:

آپ مجھے اصحابِ حسینؑ کی جانثاری اور موت کو گلے لگانے کی خواہش کے راز سے مطلع فرمائیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ان کے لیے حجاب ہٹا دیئے گئے تھے اور انہوں نے جنت میں اپنی منازل کو دیکھ لیا تھا۔ اسی لیے انہیں موت کا کوئی خوف نہ رہا۔ وہ یہی سمجھتے تھے کہ جیسے ہی وہ اشقیاء کے ہاتھوں قتل ہوں گے۔ حوریں ان کے استقبال کے لیے موجود ہوں گی اور وہ سیدھے بہشت بریں میں چلے جائیں گے۔ (علل الشرائع، ص ۲۲۹)

اپنے اصحاب کو شہادت کی خبر دینا

ابوحمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ:

شب عاشور میرے والد نے اپنے تمام اصحاب اور خاندان کے تمام جوانوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا:

میرے اہل خاندان اور میرے شیعہ! تم سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ لوگ صرف مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں تم سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اب رات کا پردہ چھا گیا ہے۔ میں نے تمہاری گردنوں سے اپنی بیعت کا قلادہ اٹھا لیا ہے۔ میں تمہیں واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں۔

آپؑ کے افراد خاندان اور آپؑ کے مددگاروں نے یک زبان ہو کر کہا:

ہمارے آقا و مولا ابوعبداللہ! ہم آپؑ کو کبھی بھی بے یارومددگار نہیں چھوڑیں گے اور ہم یہ بات سننے پر آمادہ نہیں ہیں کہ کل لوگ یہ کہیں کہ ان لوگوں نے اپنے بزرگ حسینؑ کو دشمنوں کے نرغہ میں تن تنہا چھوڑ دیا تھا اور اپنی جان بچا کر چلے گئے تھے۔ ہم آپؑ کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ خدا نے چاہا تو ہم سب آپؑ کے سامنے شہید ہوں گے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

لوگو! میں کل قتل کیا جاؤں گا اور تم سب بھی میرے ساتھ قتل ہو جاؤ گے اور تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔

اصحاب حسینؑ نے جب یہ الفاظ سنے تو انہوں نے کہا:

ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں جس نے ہمیں آپؑ کی نصرت کا اعزاز بخشا ہے اور ہمیں آپؑ کے ساتھ شہادت کا شرف عطا کیا ہے۔ فرزندِ رسولؐ! کیا آپؑ ہمیں اپنے درجہ میں دیکھ کر خوش نہیں ہوتے؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم سب کو جزائے خیر دے۔

اسی مجمع میں حضرت قاسمؑ بن حسنؑ بھی موجود تھے انہوں نے اٹھ کر کہا:

چچا جان! کیا کل مجھے بھی شہادت نصیب ہوگی؟

امام حسینؑ کو اس پر رحم آیا اور اس سے فرمایا: بیٹا! تمہاری نظر میں موت کیسی ہے؟

حضرت قاسمؑ نے کہا:

شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا:

بیٹا! صرف تم ہی شہادت حاصل نہیں کرو گے بلکہ میرا شیر خوار بیٹا عبداللہ بھی شہید کیا جائے گا۔

یہ سن کر حضرت قاسمؑ نے کہا:

چچا جان! وہ تو شیر خوار بچہ ہے وہ تو گھر میں ماں کے پاس ہوتا ہے تو کیا کل یہ ظالم ہمارے خیموں میں گھس کر آپؑ کے شیر خوار کو ذبح کریں گے؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

بیٹا! ایسا نہیں ہے۔ میں آخری وقت خیموں میں الوداع کرنے کے لیے آؤں گا۔ اس وقت میں اپنے پیاسے شیر خوار کو ہاتھوں پر اٹھا کر پیار کرنا چاہوں گا کہ ایک ظالم تیر مارے گا جو اس معصوم کے گلے میں جا لگے گا جس سے وہ معصوم شہید ہو جائے گا۔

اس وقت زہیر بن قین اور حبیب ابن مظاہر نے میرے (امام زین العابدینؑ) کے متعلق پوچھا کہ ان کا کیا ہوگا؟

میرے والد علیہ السلام نے روتے ہوئے فرمایا:

اللہ میری نسل کو دنیا سے ختم نہیں کرے گا۔ ظالم بھلا اس تک کیسے پہنچ سکتے ہیں جب کہ یہ تو آٹھ اماموں کا والد ہے۔ (ملخصاً عن الہدایۃ الکبریٰ حضینی، ص ۴۳)

امام حسینؑ اپنے زائرین اور عزاداروں کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں

شیخ طوسی رحمۃ اللہ نے امالی میں اپنی اسناد سے محمد بن مسلم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا' آپؑ نے فرمایا:

حسینؑ بن علیؑ خدا کی بارگاہ میں موجود ہیں اور وہ ہر وقت اپنی قتل گاہ اور اپنے اصحاب و اہل بیتؑ کی قتل گاہ پر نظر رکھتے ہیں اور آپ ہمیشہ اپنے زائرین پر نظر رکھتے ہیں۔ امام حسینؑ اپنے زائرین کو بخوبی پہچانتے ہیں اور انہیں اپنے زائرین کے نام اور ان کی ولدیت اور ان کے درجات کا بھی اسی طرح سے علم ہے جس طرح سے تمہیں اپنی اولاد کا علم ہوتا ہے۔ آپ اپنے اوپر گریہ کرنے والوں کو بھی دیکھتے رہتے ہیں۔ آپ اپنے عزاداروں کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اپنے والدین اور اپنے نانا جان سے بھی عرض کرتے ہیں کہ وہ بھی زائرین اور عزاداروں کے لیے خدا سے مغفرت طلب کریں۔ اور آپؑ فرماتے ہیں:

- اگر میرے زائر کو اپنے اجر کا علم ہو جائے تو اس کی خوشی اس کے غم سے بڑھ جائے۔
- جب آپؑ کا زائر واپس آتا ہے تو اس کے گناہ صاف ہو چکے ہوتے ہیں۔

(امالی طوسی' جلد ۱' ص ۵۴)

ابن قولویہ نے ایک طویل روایت کے ضمن میں لکھا کہ عبداللہ بن بکیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ مولا! یہ بتائیں کہ کیا حسینؑ اس وقت بھی اپنی قبر میں موجود ہیں؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ابن بکیر! تو نے کتنا بڑا سوال کیا ہے؟؟

حسینؑ بن علیؑ اپنے والد اور اپنی والدہ اور بھائی سمیت رسولؐ خدا کی منزل میں

رہائش پذیر ہیں۔ امام حسینؑ اور باقی شہدائے کربلا کو خدا کی طرف سے رزق ملتا ہے اور وہ عرش کی دائیں جانب عرش کا پایہ پکڑ کر عرض کرتے ہیں:

پروردگار! مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا فرما۔

حسین علیہ السلام اپنے زائرین پر نظر رکھتے ہیں۔ وہ ان کے نام اور ان کی ولدیت اور ان کے زادِ راہ تک کو جانتے ہیں اور آپؑ اپنے عزاداروں کو بھی دیکھتے رہتے ہیں اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور آپؑ اپنے والدین اور نانا جان سے بھی عرض کرتے ہیں کہ وہ بھی ان کے زائرین اور عزاداروں کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔

آپؑ فرماتے ہیں:

اے مجھ پر رونے والے! اگر تجھے علم ہو جائے کہ اللہ نے تیرے لیے کیا انعام مقرر کیا ہے تو تیرے غم سے تیری خوشی بڑھ جائے۔

امام حسین علیہ السلام اپنے زائرین اور عزاداروں کے تمام گناہوں اور خطاؤں کی مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔ (کامل الزیارات' ص ۱۰۳)

غانم بن غانم کے کنکر پر مہر ثبت کرنا اور اسے وہ کنکر واپس کرنا

ابن شہر آشوب نے کتاب المناقب میں ایک طویل واقعہ رقم کیا ہے جس کا ایک حصے کا خلاصہ یہ ہے۔ غانم بن (ام) غانم نے ایک بار حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا کہ امامِ حق کی کیا علامت ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: سامنے کنکر پڑا ہوا ہے وہ اٹھا کر میرے پاس لاؤ۔

غانم نے کنکر اٹھا کر آپؑ کے سامنے پیش کیا۔ آپؑ کے ہاتھ میں انگشتری تھی جس پر کچھ الفاظ کندہ تھے۔ آپؑ نے وہی انگشتری اس کنکر پر لگائی تو انگشتری کا نقش کنکر پر ثبت ہو گیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

میرے بعد جو اس پتھر پر انگشتری کا نشان ثبت کردے وہ حق کا امام ہے۔

غانم وہ کنکر امام حسین علیہ السلام کے پاس لے گیا تھا۔ آپؑ نے اس پر نقش انگشتر کو ثبت کیا۔ پھر وہی کنکر امام حسین علیہ السلام کے پاس لے گیا تو آپؑ نے بھی اس پر نقش انگشتر ثبت کیا۔

جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اسے کسی نے بتایا کہ اس وقت بنی ہاشم میں سے ایک شخص جس کا نام علی ہے وہ امامِ حق ہے اور اس کنکر پر وہی نقش انگشتر ثبت کرسکتا ہے۔

یہ سن کر غانم گھر سے چلا اور اس سفر میں اس نے اپنی والدہ کو بھی ساتھ لیا اور مدینہ پہنچ گیا۔ اس نے مدینہ پہنچ کر لوگوں سے کہا کہ مجھے علی ہاشمی کے گھر کی رہنمائی کرو۔

لوگوں نے اسے علی بن عبداللہ بن عباس کے دروازہ پر پہنچایا۔

علی بن عبداللہ بن عباس نے اس سے اس کی آمد کا مقصد دریافت کیا تو اس نے کہا: میرے پاس ایک کنکر موجود ہے جس پر حضرت علی اور امام حسن وحسین علیہم السلام نے مہر ثبت کی تھی اور میں نے سنا ہے کہ اب بھی علی نامی ایک شخص اس پر مہر ثبت کرسکتا ہے۔ چنانچہ میں اسی لیے آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ اس پر مہر ثبت فرمائیں۔

یہ سن کر علی بن عبداللہ بن عباس نے ناراض ہو کر کہا:

دشمنِ خدا! تو نے علی بن ابی طالبؑ اور حسنینؑ پر جھوٹ تراشا ہے۔

پھر اس کے بھائی بندوں نے اس کو خوب مارا پیٹا۔ اور انہوں نے اس سے وہ پتھر بھی چھین لیا اور اسے اپنے ہاں سے بھگا دیا۔

رات ہوئی غانم سویا ہوا تھا کہ خواب میں اسے امام حسین علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور آپؑ نے فرمایا:

غانم! یہ پتھر لو اور میرے فرزند علی بن الحسین کے پاس جاؤ۔ وہی اس پر اپنی انگشتری کا نقش ثبت کریں گے اور وہی تیرے زمانہ کے امام ہیں۔

غانم کا بیان ہے جیسے ہی خواب ختم ہوا' میں اٹھ بیٹھا اور یہ دیکھ کر میرے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ نقش والا کنکر میرے ہاتھ میں موجود تھا۔

صبح ہوئی میں وہ کنکر لے کر امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس گیا۔ آپؑ نے اس پر اپنی مہر ثبت کر دی اور فرمایا:

تیرے اس معاملہ میں سامانِ عبرت موجود ہے۔

اس واقعہ کے بعد غانم نے امام زین العابدین علیہ السلام کی مدح میں شعر بھی کہے تھے۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۱۳۶)

امام موت کے بعد بھی زندہ ہیں

عبدالرحمٰن خثعمی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا:

ایک مرتبہ میں اپنے والد ماجد امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ اپنی ایک جاگیر کی طرف جا رہا تھا اور مدینہ سے جیسے ہی ہم نکل کر صحرا میں آئے تو ایک بزرگ نمودار ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی میرے والد سواری سے اتر پڑے اور ان کے قریب گئے اور انہیں بڑے ادب سے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ وہ بزرگوار باتیں کرتے رہے اور میرے والد بڑی توجہ سے ان کی باتیں سنتے رہے اور ہر بات پر کہتے تھے کہ میں آپ پر قربان جاؤں۔

پھر وہ بزرگوار رخصت ہوئے اور میرے والد کافی دیر تک ان کی پشت کو دیکھتے رہے اور جب وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو میں نے والد علیہ السلام سے پوچھا کہ ابا جان! یہ بزرگ کون تھے؟

میرے والد نے فرمایا: یہ تمہارے دادا امام حسین علیہ السلام تھے۔

تمت بالخیر۔ والحمد للہ رب العالمین

چوتھا باب

امام زین العابدین علیہ السلام

آپؑ کی اور جملہ آئمہ کی معجزانہ ولادت

ثقۃ الاسلام کلینی نے اپنی اسناد سے ابوبصیر سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جس سال امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پیدا ہوئے اس سال ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ حج کیا تھا اور جب دوران سفر ہم مقام ابواء پر پہنچے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہمارے لیے دسترخوان بچھوایا اور آپؑ کا اصول تھا کہ آپؑ جب بھی اپنے اصحاب کے لیے دسترخوان بچھواتے تو دسترخوان پر بہت سی نعمتیں رکھا کرتے تھے اور دل کھول کر مہمان نوازی کرتے تھے۔

چنانچہ ہم دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں مصروف تھے کہ اتنے میں آپؑ کی زوجہ حضرت حمیدہ کا غلام آپؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میری مالکہ حمیدہ کہہ رہی ہیں کہ میری طبیعت ناساز ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری گودی ہری ہونے والی ہو اور آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ ولادت سے قبل آپ کو اطلاع دوں۔

یہ پیغام سن کر امام جعفر صادق علیہ السلام زنانہ خانہ میں چلے گئے اور جب کچھ دیر بعد واپس تشریف لائے تو آپؑ کے اصحاب نے آپؑ سے کہا:

اللہ تعالیٰ آپؑ کو خوشیاں عطا کرے آپ کی زوجہ کا کیا حال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اللہ کی مہربانی سے صحیح سلامت ہے۔ خدا نے مجھے بیٹا عطا کیا ہے اور وہ اللہ کی تمام مخلوق سے بہتر و افضل ہے۔

حمیدہ نے اس کے متعلق ایک بات کی خبر دی ہے جس کے متعلق وہ سمجھتی تھی کہ میں اس بات سے بے خبر ہوں گا لیکن اس امر کو میں حمیدہ سے زیادہ جانتا ہوں۔

حمیدہ نے مجھے بتایا کہ آپ کا بیٹا جیسے ہی میرے شکم سے برآمد ہوا تو اس نے

اپنے ہاتھ زمین پر رکھے اور سر کو آسمان کی طرف بلند کیا۔

میں نے اسے بتایا کہ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ یہ رسولؐ خدا اور ان کے اوصیاء کی علامت ہے۔

میں (ابوبصیر) نے عرض کی: مولا! وضاحت فرمائیں کہ یہ رسولؐ خدا اور ان کے اوصیاء کی علامت کس طرح سے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس رات میرے دادا کا حمل رحم مادر میں منتقل ہونا تھا تو ایک آنے والا آیا اور اس نے انہیں ایک شربت پیش کیا جو پانی سے زیادہ پتلا اور مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا اور اس نے انہیں وہ شربت پلایا اور انہیں حقوق زوجیت ادا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے حکم خداوندی پر عمل کیا جس سے میرے دادا کا حمل شکم مادر میں قرار پایا۔ اور جس رات میرے والد نے رحم مادر میں قرار پکڑنا تھا تو آنے والا آیا اور اس نے میرے دادا کو بھی اسی طرح سے شربت پیش کیا جیسا کہ میرے پردادا کو پیش کیا تھا اور انہیں بھی وہی حکم دیا جو کہ میرے پردادا کو دیا تھا۔ میرے دادا نے حکمِ الٰہی پر عمل کیا جس کے نتیجے میں میرے والد نے رحم مادر میں قرار پکڑا۔

اور جس رات میں نے رحم مادر میں قرار پکڑنا تھا تو اس رات بھی ایک آنے والا آیا اور اس نے میرے والد کو بھی شربت پیش کیا اور انہیں وہی حکم دیا جو پہلے ائمہ کو دیا تھا۔

میرے والد نے شربت پیا اور حقوق زوجیت ادا کیے جس کے نتیجے میں مَیں نے رحم مادر میں قرار پکڑا

جس رات میرے اس بیٹے کا حمل قرار پکڑنا تھا تو ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے وہ شربت پلایا اور مجھے حقوقِ زوجیت کا حکم دیا۔ میں نے حقوقِ زوجیت ادا کیے جس کی وجہ سے میرے اس بیٹے نے رحم مادر میں قرار پکڑا۔ یاد رکھو! میرے بعد یہی تمہارا مولا اور امام ہے۔

امامؑ کا نطفہ آسمانی شربت سے بنتا ہے اور وہی نطفہ رحم مادر میں چار ماہ تک قرار پکڑے رہتا ہے۔ پھر اس میں روح داخل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جس کا نام ''حیوان'' ہے۔ وہ فرشتہ امام کے دائیں بازو پر یہ آیت لکھ دیتا ہے۔

وتمت کلمة ربک صدقا وعدلا لامبدل لکلماته وهو السمیع العلیم (الانعام: ۱۱۵)

''تیرے رب کا صدق وعدل پر مبنی کلمہ تمام ہوا۔ اس کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا اور وہ سننے والا جاننے والا ہے''۔

اور جب امام ماں کے شکم سے نکل کر زمین پر قدم رکھتا ہے تو وہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھتا ہے اور اپنا سر آسمان کی جانب اٹھاتا ہے۔

امام دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر خدا کے اس علم کو حاصل کر لیتا ہے جو اللہ نے زمین پر اتارا ہوتا ہے اور وہ آسمان کی جانب سر اٹھا کر دیکھتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ افق اعلیٰ سے ایک منادی اس کا نام لے کر اسے ندا دیتا ہے اور کہتا ہے:

اے فلاں بن فلاں! حق وصداقت پر قائم رہ' اللہ تجھے ثابت قدم رکھے گا۔ تو ہی میری مخلوق میں میرا منتخب فرد ہے اور تو ہی میرے راز کا مقام اور میرے علم کا خزانہ اور میری وحی کا امین ہے اور تو ہی میری زمین پر میرا خلیفہ ہے۔ میں نے اپنی رحمت کو تیرے اور تیرے دوستوں کے لیے واجب کیا ہے اور میں نے تیرے اور تیرے دوستوں کو اپنی جنت عطا کی ہے اور تمہارے لیے اپنی ہمسائیگی کو حلال کیا ہے۔

مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں تیرے دشمنوں کو بدترین عذاب سے معذب کروں گا۔ اگرچہ دنیا میں انہیں وسیع رزق عنایت کروں گا۔

جب منادی کی یہ ندا تمام ہو جاتی ہے تو اس وقت امام آسمان کی طرف سر بلند کرتا ہے اور جواب میں یہ آیت پڑھتا ہے:

شهد اللّٰه انه لا اله الا هو والملائکة واولوالعلم قائما

بالقسط لا الله الا هو العزیز الحکیم (آل عمران:۱۸)

اور جب امام یہ آیت پڑھتا ہے تو اللہ اسے اولین و آخرین کا علم عطا کرتا ہے اور شب قدر مزید اضافہ کا مستحق بنتا ہے۔

میں نے کہا کہ شب قدر میں اترنے والا روح جبریل امینؑ نہیں ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

روح جبریل سے بڑی عظمت والی مخلوق ہے جب کہ جبریلؑ کا تعلق ملائکہ سے ہے۔اور روح ملائکہ سے بلند و برتر مخلوق ہے۔کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا:

تنزل الملائكة والروح...... اس رات ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں۔(الکافی' جلد ا' ص ۳۸۵)

حسن بن راشد راوی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ امام کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو ایک فرشتہ کو حکم دیتا ہے جو عرش کے نیچے سے پانی کا جام لے کر اس کے والد کو پلاتا ہے اور اس عرشی پانی سے امام کی تخلیق ہوتی ہے۔امام چالیس دن تک شکمِ مادر میں رہ کر کوئی آواز نہیں سنتا۔اس کے بعد وہ کلام سننے لگ جاتا ہے اور جب امام پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس فرشتہ کو بھیجتا ہے جو کہ اس کی آنکھوں کے درمیان **وتمت كلمة ربك صدقا وعدلا لامبدل لكلماته وهو السميع العليم** کی آیت تحریر کر دیتا ہے۔

جب پہلا امام دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو نئے امام کے لیے اللہ نور کا ایک مینار کھڑا کر دیتا ہے جس سے وہ مخلوقات کے اعمال کو دیکھتا ہے۔اسی وجہ سے وہ اللہ کی مخلوق پر اس کی حجت بنتا ہے۔(بصائر الدرجات' ص ۴۴۰)

سلیمان بن عبداللہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

امام کا نطفہ جنت سے آتا ہے اور جب وہ اپنی ماں کے شکم سے برآمد ہوتا ہے تو وہ اپنے ہاتھ زمین پر رکھتا ہے اور سر اٹھا کر آسمان کی جانب نظر کرتا ہے۔

میں (راوی) نے پوچھا: مولا! یہ کس لیے ایسا کرتا ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: افق اعلیٰ یعنی عرش کے درمیان سے اسے ایک منادی آواز دے کر کہتا ہے:

اے فلاں بن فلاں! ثابت قدم رہنا۔ تو میری مخلوق میں سے میرا چنا ہوا ہے اور تو میرے علم کا خزینہ ہے اور میری وحی پر میرا امین ہے۔ اور تو ہی میری زمین پر میرا خلیفہ ہے۔ تیرے اور تیرے محبوں کے لیے میں نے اپنی رحمت کو واجب قرار دیا ہے اور میں نے تمہیں جنت عطا کی ہے اور اپنی ہمسائیگی حلال کی ہے۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! تیرے دشمنوں کو میں بدترین عذاب دوں گا اگرچہ دنیا میں انہیں وسیع رزق دوں گا۔

جب منادی کی ندا مکمل ہو جاتی ہے تو اس وقت امام اس کے جواب میں یہ آیت پڑھتا ہے:

شهد اللّٰه انه لا الٰه الا هو والملائكة واولوا العلم قائما بالقسط لا اله الا هو العزيز الحكيم (آل عمران:۱۸)

جب امام یہ آیت پڑھتا ہے تو اللہ اسے علم اول اور علم آخر عطا کرتا ہے اور شب قدر روح القدس کو اس پر اتار کر اس کے علم میں مزید اضافہ کرتا ہے۔ (بصائر الدرجات' ص ۲۲۳)

ثقۃ الاسلام کلینی نے اپنی اسناد سے اسحاق بن جعفر سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا۔ آپؑ نے فرمایا:

جب اوصیاء شکم مادر میں آتے ہیں تو ان کی ماؤں پر نیم بے ہوشی سی طاری ہو جاتی ہے۔ دن کو شکم مادر میں آئیں تو ایسا ہوتا ہے اور اگر رات کو شکم مادر میں منتقل ہوں تو بھی ایسا ہوتا ہے۔

پھر اوصیاء کی مائیں خواب میں ایک شخص کو دیکھتی ہیں جو انہیں صاحب علم و حلم بیٹے کی بشارت دیتا ہے۔ جسے وہ سن کر خوش ہو جاتی ہیں۔ اور جب وہ نیند سے بیدار ہوتی

ہیں تو انہیں اپنے گھر کے دائیں کونے میں ایک آواز سنائی دیتی ہے کوئی ان سے کہتا ہے:

''تو نے افضل ترین انسان کو اپنے شکم میں اٹھایا ہے اور تیرا انجام بہتر ہوگا۔ تجھے صاحب علم و حلم فرزند کی بشارت ہو''۔

اوصیاء کی ماؤں کو بدن میں ہلکا پن محسوس ہوتا ہے اور انہیں اپنے بطن اور پہلو میں اپنے مولود کا احساس ہوتا ہے۔ اور جب نو مہینے مکمل ہو جاتے ہیں تو اوصیاء کی مائیں اپنے گھروں میں بہت کچھ اشیاء محسوس کرتی ہیں اور جب وصی کی ولادت کا وقت قریب ہوتا ہے تو گھر میں نور پھیل جاتا ہے جسے صرف اس کا والد ہی دیکھ سکتا ہے اور جب امام شکمِ مادر سے برآمد ہوتا ہے تو قبلہ رخ ہو جاتا ہے۔ پھر تین بار چھینکتا ہے اور اپنی انگلی سے حمد خداوندی کا اشارہ کرتا ہے۔ امام مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوتا ہے۔

انبیاء بھی اسی طرح سے پیدا ہوتے ہیں اور اوصیاء چونکہ انبیاء کی فرع ہیں اسی لیے اوصیاء بھی اسی طرح سے پیدا ہوتے ہیں۔ (الکافی، جلد ا، ص ۳۸۷)

زرارہ بن اعین نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

امام کی دس علامات ہیں: (۱) امام پاکیزہ ہوتا ہے۔ (۲) امام ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے۔ (۳) جب شکمِ مادر سے زمین پر آتا ہے تو دونوں ہاتھ زمین پر رکھتا ہے اور سر آسمان کی طرف اٹھاتا ہے۔ (۴) امام کو احتلام نہیں ہوتا۔ (۵) امام کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن اس کا دل نہیں سوتا۔ (۶) امام جمائی نہیں لیتا۔ (۷) امام متکبرانہ چال نہیں چلتا۔ (۸) امام جیسا سامنے دیکھتا ہے پیچھے سے بھی اسی طرح سے دیکھتا ہے۔ (۹) اس کے پسینہ سے مشک کی سی خوشبو آتی ہے۔ (۱۰) امام کے وجود پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ پوری آتی ہے۔ اور اگر امام کے علاوہ کوئی اور اسے پہنے تو وہ اس سے ایک بالشت لمبی ہوتی ہے۔ امام آخر عمر تک خدا سے تعلیمات حاصل کرتا رہتا ہے۔

(الکافی، جلد ا، ص ۳۸۸)

ابوبصیر کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جس رات امام پیدا ہوتا ہے اس رات مومن کے علاوہ اور کوئی پیدا نہیں ہوتا اور اگر بالفرض پیدا ہونے والا سرزمین شرک میں بھی پیدا ہوا ہو پھر بھی امام کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے نور ایمان کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ (امالی شیخ طوسی، جلد۲، ص ۲۶)

قیامت کے دن آپؑ کو زین العابدینؑ کے نام سے پکارا جائے گا

محمد بن سہل بحرانی نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

قیامت کے دن ایک منادی ندا دے گا کہ زین العابدینؑ کہاں ہیں؟ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ علی بن الحسین علیہما السلام صفوں کو چیرتے ہوئے بڑھ رہے ہیں۔ (علل الشرائع، ص ۲۳، حدیث۲)

عمران بن سلیم سے منقول ہے کہ جب بھی زہری امام علی بن الحسین علیہما السلام کی روایت بیان کرتے تو وہ کہتے تھے کہ مجھ سے زین العابدین نے بیان کیا۔

سفیان بن عینیہ نے کہا: آپ انہیں زین العابدین کیوں کہتے ہیں؟

زہری نے کہا کہ میں نے سعید بن میتب سے سنا اور اس نے ابن عباس سے روایت کی اور انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی آواز دے گا کہ زین العابدین کہاں ہیں؟ گویا میں اپنے فرزند علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ صفوں کو چیرتے ہوئے گزر رہے ہیں۔ (علل الشرائع، ص ۲۲۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن ایک منادی ندا دے کر کہے گا کہ زین العابدین کہاں ہیں؟ گویا

میں اپنے بیٹے علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ صفیں چیرتے ہوئے بڑھ رہے ہیں۔ (امالی صدوق' ص ۲۷۲' حدیث ۱۲)

''ذوالثفنات'' کی وجہ تسمیہ

شیخ صدوق نے اپنی اسناد سے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد علیہ السلام کے سجدہ کے مقامات پر مسلسل سجدوں کی وجہ سے گھٹے پڑ گئے تھے جنہیں آپ سال میں دو بار کٹواتے تھے اور ہر مرتبہ پانچ مقامات پر بڑھ جاتے تھے اسی لیے آپ کو ''ذوالثفنات'' کہا جاتا ہے۔ (علل الشرائع' ص ۲۲۳' حدیث ۱)

سجاد علیہ السلام کی کثرتِ عبادت

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

جب امیر المومنین علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ نے اپنے بھتیجے علی بن الحسین کی کثرت عبادت کی وجہ سے ان کا حال متغیر دیکھا اور بی بی نے محسوس کیا کہ آپؑ بہت زیادہ مشقت برداشت کر رہے ہیں تو آپ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حزام انصاری کے گھر گئیں اور ان سے فرمایا:

صحابی رسولؐ! ہمارے تم پر کچھ حقوق ہیں اور ان حقوق مین سے ایک حق تم پر یہ بھی ہے کہ جب تم ہم میں سے کسی کو دیکھے کہ کثرت عبادت کی وجہ سے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے تو اس وقت تم پر یہ بات واجب ہو جاتی ہے کہ تم اسے کثرتِ عبادت سے روکو اور اس سے کہو کہ وہ اپنی جان پر رحم کرے۔

میں آپ سے صرف یہ چاہتی ہوں کہ آپ میرے بھتیجے علی بن الحسینؑ کو سمجھائیں کہ وہ اپنے آپ کو اس قدر مشقت و تکلیف میں نہ ڈالے اور ان کی کثرتِ عبادت کو دیکھ کر مجھے یہ خوف ہے کہ وہ دنیا سے ہی رخصت نہ ہو جائیں۔ وہ اپنے والد

علیہ السلام کی نشانی ہیں۔

چنانچہ جابر بن عبداللہ امام زین العابدین علیہ السلام کے دروازہ پر آئے۔ اس وقت امام محمد باقر علیہ السلام دوسرے بنی ہاشم کے جوانوں کے ساتھ دروازے پر موجود تھے۔

جابر نے پوچھا: صاحبزادے! آپ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں محمد بن علی بن حسین بن علی ابی طالب ہوں۔

جابر یہ سن کر رونے لگے اور کہا: خدا کی قسم! آپ ہی دنیا میں علوم کے نشر کرنے والے ہیں۔ ذرا قریب آئیں۔ امام پنجم قریب گئے تو جابر نے ان کی عباء کا تکمہ کھولا اور آپؑ کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر بوسہ دیا اور اپنا منہ سینۂ امام پر رکھا اور عرض کیا:

میں آپ کو آپ کے جد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پہنچاتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ وہ وقت قریب ہے جب تم میرے اس فرزند سے ملو گے جس کا نام محمد ہوگا جو علم وحکمت کو پھیلائے گا اور جب تم ان سے ملو تو ان سے میرا سلام کہنا۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ تم نابینا ہو جاؤ گے بعد میں اللہ تمہیں بینائی عطا کرے گا۔

اس کے بعد جابر نے کہا: آپ اپنے والد ماجد سے میرے اندر آنے کی اجازت طلب کریں۔ میں ان سے ملاقات کا خواہش مند ہوں۔

چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد ماجد کی خدمت میں آئے اور عرض کی: ایک بزرگ دروازے پر کھڑے ہیں اور انہوں نے میرے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: کیا اس نے دوسرے لوگوں کی موجودگی میں ایسا کیا تھا؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے کہا: جی ہاں۔

امام سجاد علیہ السلام نے یہ سن کر ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کی تلاوت کی اور فرمایا: بیٹا! اس نے تمہیں نقصان پہنچانے کی نیت سے ایسا نہیں کیا۔ البتہ اس نے اس

راز کو کھول کر تمہاری موت کا سامان ضرور مہیا کیا ہے۔

پھر آپؑ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ جابر اندر گئے تو امام علیہ السلام کو محراب عبادت میں پایا اور عبادت کی وجہ سے آپؑ نحیف و نزار ہو چکے تھے۔

امام علیہ السلام نے اس سے خیریت دریافت کی اور انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا۔

جابر نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! آپ جانتے ہیں کہ خدا نے جنت کو آپؑ حضرات اور آپؑ کے دوستوں کے لیے پیدا کیا ہے اور دوزخ آپؑ کے دشمنوں کے لیے خلق کی گئی ہے تو پھر آپؑ عبادت میں یہ غیر معمولی مشقت کیوں کر رہے ہیں؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا: آپ تو صحابی رسولؐ ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ہمارے جدامجد جناب رسولؐ خدا معصوم تھے اور عصمت کے باوجود آپؐ اتنی عبادت کرتے تھے کہ آپؐ کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا اور جب لوگوں نے آپؐ سے عبادت کم کرنے کی درخواست کی تھی تو آپؐ نے فرمایا تھا:

کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

جب حضرت جابر نے دیکھا کہ ان کی نصیحت موثر ثابت نہیں ہو رہی تو انہوں نے عرض کیا:

مولا! کم از کم آپ اپنی جان پر ہی رحم کریں کیونکہ آپ کا تعلق اس خانوادۂ عصمت سے ہے جن کے ذریعے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور مصائب دُور ہوتے ہیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

جابر! میں ہمیشہ اپنے بزرگوں کی روش پر ہی چلوں گا یہاں تک کہ ان سے جا کر ملاقات کروں۔

اس کے بعد جابر حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

خدا کی قسم! مجھے تو اولاد انبیاء میں علی بن الحسین جیسا کوئی فرد دکھائی نہیں دیتا

سوائے یوسف علیہ السلام کے۔ لیکن ان کی اولاد یوسف علیہ السلام کی ذریت سے افضل ہے اور ان کی اولاد میں وہ شخصیت بھی ہے جو ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ (امالی شیخ طوسی، جلد۲، ص ۲۴۹)

مسکین وفقراء کی دستگیری

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات ہوئی اور آپ کو غسل کے لیے چارپائی پر لٹایا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ آپؑ کی پشت پر اونٹ جیسے گھٹے پڑے ہوئے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ رات کے وقت آٹے کی بوریاں اٹھا کر فقراء و مساکین کے دروازوں تک پہنچاتے تھے۔

(علل الشرائع، ص ۲۳۱)

ابوحمزہ ثمالی روایت کرتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام کو میں نے دیکھا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے اور دورانِ نماز آپ کی چادر آپ کے کندھے پر گر گئی مگر آپ نے اس کی پرواہ تک نہ کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا:

تجھ پر افسوس کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا تھا؟ یاد رکھو انسان کی نماز وہی قبول ہوتی ہے جو اس نے دل کی گہرائیوں سے ادا کی ہو۔

ابوحمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ حضرتؑ کا معمول تھا کہ آپ تاریک رات میں درہم و دینار کی تھیلیاں اٹھا کر غربا و مساکین کے دروازوں پر جاتے تھے اور دروازے پر دستک دے کر اور اپنا منہ چھپا کر لوگوں میں درہم و دینار تقسیم کرتے تھے۔ جب آپ کی وفات ہوئی اور لوگ اس عطیہ سے محروم ہوئے تو تب جا کر انہیں پتہ چلا کہ تاریک راتوں میں ان کو درہم و دینار دینے والے امام زین العابدین علیہ السلام تھے۔ (علل الشرائع، ص ۲۳۱)

امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات کے بعد لوگوں کو پتہ چلا کہ آپؑ مدینہ کے

چار سو مساکین گھرانوں کی کفالت کیا کرتے تھے اوران گھرانوں کو آپؑ کی زندگی میں یہ پتہ ہی نہیں چلا تھا کہ ان کی کفالت کرنے والا سخی کون ہے۔(علل الشرائع' ص ۲۳۲)

مذہب اہل سنت کے عالم حافظ ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں رقم طراز ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات کے بعد جب انہیں غسل دیا گیا تو ان کی پشت پر سیاہ داغ تھے۔لوگوں نے ان کا سبب پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ آپؑ رات کے وقت آٹے کی بوریاں اٹھا کر مدینہ کے غرباء کے گھروں میں پہنچاتے تھے۔(حلیۃ الاولیاء' جلد۳' ص ۱۳۶)

حافظ ابونعیم رقم طراز ہیں کہ مدینہ کے اکثر غرباء زندگی کی ضروریات حاصل کرتے تھے لیکن انہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ ان کی ضروریات پوری کرنے والا کون ہے۔جب امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات ہوئی اور وہ اپنے عطیات سے محروم ہوئے تب انہیں جا کر پتہ چلا کہ اب تک ان کی کفالت امام زین العابدین علیہ السلام کرتے رہے تھے۔(حلیۃ الاولیاء' جلد۳' ص ۱۳۶)

محمد بن زکریا کا بیان ہے کہ میں نے ابن عائشہ سے سنا کہ اہل مدینہ کہہ رہے تھے جب تک امام زین العابدینؑ زندہ رہے اس وقت تک ہم خفیہ صدقہ سے محروم نہیں ہوئے۔(حلیۃ الاولیاء' جلد۳' ص ۱۳۶)

نماز میں آپؑ کے چہرے کی رنگت متغیر ہو جاتی تھی

حافظ ابونعیم رقم طراز ہیں کہ جب امام زین العابدین وضو سے فارغ ہوتے تو آپؑ کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔آپ سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

تم پر افسوس! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے کس کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور مجھے کس سے مناجات کرنا ہے؟ (حلیۃ الاولیاء' جلد۳' ص ۱۳۳)

ابن بن تغلب کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ

میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھا کہ جب وہ نماز پڑھتے تھے تو ان کے چہرے پر ایک کے بعد دوسرا رنگ آتا رہتا تھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے تھے کہ وہ کس کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔

(علل الشرائع، ص ۲۳۱)

شیخ مفید علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام وضو کرتے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔

آپؑ کے اہل خانہ نے کہا کہ آپ پر یہ حالت کیوں طاری ہو جاتی ہے؟

آپؑ فرماتے تھے: تم نہیں جانتے کہ میں کس ہستی کے حضور کھڑا ہونے کی تیاری کر رہا ہوں؟ (ارشاد مفید، ص ۲۵۶)

امام زین العابدینؑ عبادت میں مولا علیؑ کی شبیہ تھے

شیخ مفید علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں کہ سعید بن کلثوم کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپؑ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ذکر خیر کیا تو آپؑ نے اپنے جد اطہر کے ایسے فضائل بیان کیے جن کے وہ اہل تھے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم!

علی بن ابی طالب نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی حرام لقمہ نہیں کھایا تھا تا آنکہ آپؑ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے اور جب بھی آپؑ کے سامنے معاملات پیش آئے اور آپ کو یقین ہو گیا کہ ان میں اللہ کی رضا ہے تو پھر آپ نے آسان کام کو چھوڑ کر ہمیشہ مشکل کام کو اپنایا اور رسول خدا پر جب بھی کوئی تکلیف اترتی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تکلیف کے ازالہ کے لیے ہمیشہ علیؑ کو ہی بلایا کیونکہ آنحضرت کو ان پر اعتماد تھا۔

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا عمل حضرت علیؑ کے علاوہ امت میں سے کسی سے نہ ہو سکا اور آپ ہمیشہ اس شخص کی طرح سے عمل کرتے تھے جس کا چہرہ جنت و دوزخ کے درمیان ہو اور جسے جنت کے ثواب کی امید ہو اور دوزخ کے عذاب کا خوف ہو۔ آپؑ نے محنت مزدوری کر کے ایک ہزار غلام خرید کر راہِ خدا میں آزاد کیے تھے اور آپؑ اپنے اہل خانہ کو سوکھی غذا اور پھیکے ستو کھلاتے تھے اور آپؑ ہمیشہ موٹا جھوٹا لباس پہنتے تھے اور آپؑ کی اولاد میں سے اگر کوئی آپؑ کے لباس اور فقہ میں آپؑ سے مکمل مشابہت رکھتا تھا تو وہ آپؑ کے پوتے علی بن الحسینؑ ہی تھے۔

ایک مرتبہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کو اس حالت میں دیکھا کہ شب بیداری کی اور عبادت میں خشوع و خضوع کی وجہ سے آپؑ کا رنگ زرد ہو چکا تھا اور کثرتِ گریہ کی وجہ سے آپؑ کی آنکھوں پر ورم آچکا تھا اور آپؑ کی ناک اور پیشانی کثرتِ سجدہ سے زخمی تھی اور مسلسل قیام کی وجہ سے پیروں پر ورم آ گیا تھا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ منظر دیکھ کر میں برداشت نہ کر سکا اور میرے ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے اور میری آنکھوں سے آنسو برسنے لگے اور میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ آپؑ کچھ سوچ میں مصروف تھے۔ پھر آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

بیٹا! وہ صحیفہ لاؤ جس میں حضرت علی بن ابی طالب کی عبادت کا ذکر ہے۔

میں نے وہ صحیفہ آپؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؑ نے اس میں سے کچھ پڑھا اور پھر بے چین ہو کر اسے رکھ دیا اور فرمایا کہ:

کس میں طاقت ہے جو جناب امیر المومنین علیہ السلام کی عبادت کا تصور بھی اپنے ذہن میں لا سکے۔ (ارشاد مفید، ص ۲۵۵)

حضرتؑ کے معجزات

ابلیس پر گرنے والا شہاب

ابوجعفر محمد بن جریر طبری امامی کی کتاب دلائل الامامۃ' کتاب الانوار اور ہدایۃ الحضینی میں مرقوم ہے۔طبری نے یہ روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے:

ابلیس نے ایک بارگاہِ احدیت میں کہا: خدایا! آغاز دنیا سے علی بن الحسین کے عہد تک کے میں نے تمام عبادت گزار دیکھے ہیں لیکن میں نے علی بن الحسین سے زیادہ عابد اور کوئی نہیں دیکھا تو مجھے اجازت دے تا کہ میں ان کا امتحان لے کر ان کا صبر معلوم کرسکوں۔

اللہ تعالیٰ نے اسے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ آخرکار ابلیس لعین ایک افعی (خطرناک اژدہا) کی شکل میں جس کے دس سر اور تیز دانت اور شرر بار آنکھوں کے ساتھ آپؑ کے پاس آیا اور اس نے پھن پھیلا کر آپؑ کو دہشت زدہ کرنا چاہا لیکن آپ بدستور نماز میں مصروف رہے اور ذرہ برابر بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ پھر اس نے آپؑ کے قدموں کی طرف جھپٹ کر پیر کی انگلیوں میں کاٹا اور شدید زہر بھرنا شروع کردیا لیکن اس کے باوجود آپؑ برابر نماز میں مشغول رہے اور اس کی حرکت سے متاثر نہ ہوئے۔

ابھی ابلیس اپنی ان حرکتوں میں مصروف تھا کہ آسمان سے ایک جلا دینے والا شہاب اس کی طرف لپکا۔ جب ابلیس نے اس شہاب کو دیکھا تو خوف زدہ ہوکر چیخ ماری اور اپنی اصلی صورت میں آکر کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا:

علی بن الحسینؑ! واقعی آپ سید العابدینؑ ہیں اور میں ابلیس ہوں۔ اور میں نے

آدم سے لے کر آج تک تمام انبیاء کی عبادات دیکھی ہیں لیکن میں نے آپ جیسا عابد کہیں نہیں دیکھا اور مجھے یقین ہے کہ اگر آپؑ اللہ سے میرے گناہوں کی معافی طلب کریں تو وہ یقیناً مجھے بھی معاف کر دے گا۔

پھر ابلیس مایوس ہو کر چلا گیا اور آپؑ نماز میں مصروف رہے اور اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ (دلائل الامامۃ، ص ۸۳)

آپؑ کے فرزند کا کنوئیں میں گرنا اور آپؑ کا اسے بہ سلامتی نکالنا

ابوجعفر طبری امامی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام نماز میں مصروف تھے اور آپؑ کے فرزند امام باقر علیہ السلام کم سنی کے باعث گھر کے کنوئیں میں گر گئے۔ جب امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ نے یہ دیکھا تو وہ بے قرار ہو گئیں اور انہوں نے آپؑ کو آواز دے کر کہا:

فرزند رسولؐ! آپؑ کے فرزند کنوئیں میں گر گئے ہیں۔

امام زین العابدینؑ نماز ہی میں مصروف رہے حالانکہ زوجہ کی آہ و بکا کی آوازیں آپؑ تک پہنچ رہی تھیں اور آپؑ مصلّی سے نہ ہٹے اور جب آپؑ نے بیوی کی آہ و بکا پر توجہ نہ دی تو بیوی نے کہا:

اے اہل بیت رسولؐ! آپؑ تو انتہائی سنگدل ہیں۔ آخرکار جب آپؑ نے نماز مکمل کی تو آپؑ کنوئیں کی منڈ پر آئے اور ہاتھ ڈال کر اپنے بیٹے کو کنوئیں سے نکال لیا جب کہ امام محمد باقر علیہ السلام کنوئیں سے برآمد ہوئے تو ان کے کپڑے تک بھی خشک تھے اور عجیب بات یہ تھی کہ وہ کنواں اتنا گہرا تھا کہ لمبی رسی کے علاوہ اس سے پانی نکالنا ناممکن تھا۔

جب آپؑ نے اپنے فرزند کو کنوئیں سے نکال لیا تو اپنی زوجہ سے فرمایا:

اے کمزور یقین والی! یہ ہے تمہارا فرزند! کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ میں جبار بادشاہ

کے حضور حاضر تھا اگر میں اس سے اپنا منہ پھیر کر فرزند کی طرف متوجہ ہوتا تو وہ بھی مجھ سے بے رخی اختیار کر لیتا اور کیا تمہیں خدا سے بڑھ کر بھی بندوں پر کوئی اور زیادہ مہربان دکھائی دیتا ہے؟ (دلائل الامامۃ' ص ۸۳)

ابو جعفر طبری امامی لکھتے ہیں کہ حضرت زین العابدین علیہ السلام روزانہ نماز فریضہ کے علاوہ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

کسی نے آپؑ سے کہا:

آپؑ کے دادا علی علیہ السلام تو اتنی نمازیں نہیں پڑھتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا:

خاموش رہو۔ میری کیا مجال کہ میں ان جتنی عبادت کر سکوں۔ ان کے ایک دن کی عبادت تو میں سال بھر میں بھی ادا نہیں کر سکتا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۸۴)

بادل پر سوار ہونا

واقعہ حرہ کے وقت لشکر یزید نے مدینہ کو تاراج کیا اور تین دن تک مدینہ طیبہ کو شامی لشکر لوٹتا رہا۔ اس وقت یزید بن معاویہ نے ایک فوجی سالار کو امامؑ کو زہر دینے یا قتل کرنے کی نیت سے اپنے پاس طلب کیا۔ اس کے بھیجے ہوئے آدمی آئے تو آپؑ گھر ہی میں موجود تھے۔ انہوں نے آپؑ کو اپنے سالار کا پیغام پہنچایا۔

اس وقت آپؑ بادل پر سوار ہوئے اور بادل اڑتا ہوا آپؑ کو یزیدی سالار کے سر کے عین اوپر لے آیا۔ آپؑ نے بادل میں سے اسے آواز دے کر فرمایا:

تو اپنے ارادہ سے باز آتا ہے یا میں زمین کو حکم دوں تاکہ تجھے نگل لے؟

یزیدی سالار؟ آپؑ کے رعب سے کانپ اٹھا اور اس نے کہا کہ میں نے آپؑ کو اس لیے طلب کیا تھا کہ میں آپ کا احترام کرنا چاہتا تھا اور آپؑ سے بھلائی کا خواہش مند تھا۔

پھر آپؑ بادل سے نیچے اترے۔ اس نے آپؑ کے سامنے پانی' دودھ اور شہد کے جام پیش کیا۔ آپؑ نے دودھ اور شہد کا جام اٹھا کر نوش فرمایا۔ پھر اچانک اس کی نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۸۴)

ایک چٹان نے آپؑ کی امامت کی گواہی دی

ابواسحاق ابراہیم بن مقدر راوی ہیں کہ خراسان سے کچھ مال مکہ آیا۔ حضرت محمد بن حنفیہ نے کہا:

یہ مال میرا ہے اور میں ہی اس کا حق دار ہوں۔

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: میرے اور آپؑ کے درمیان یہ چٹان فیصلہ کرے گی۔

محمد بن حنفیہ نے چٹان سے گفتگو کی لیکن کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ پھر امام زین العابدین علیہ السلام نے اس سے کلام کی تو چٹان میں اللہ نے بولنے کی قوت عطا کی اور اس سے یہ آواز برآمد ہوئی:

مال آپؑ کا ہے' مال آپؑ کا ہے اور آپؑ وصی بن وصی اور امام بن امام ہیں۔

محمد حنفیہ نے جب چٹان کی گفتگو سنی تو رو پڑے اور کہا:

بھتیجے! میں نے آپؑ کا حق غصب کر کے آپؑ پر ظلم کیا ہے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۸۴-۸۵)

ایک نابینا کو بینائی دلانا

ابراہیم بن اسود یمنی کا بیان ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس ایک نابینا بچہ لایا گیا۔ آپؑ نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ بینا ہو گیا۔ اسی طرح سے آپؑ کے پاس ایک پیدائشی گونگے کو لایا گیا۔ آپؑ نے اس سے کلام کی تو وہ بولنے لگ

گیا۔ آپؑ کے پاس ایک اپاہج کو لایا گیا۔ آپ نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو وہ اٹھ کر چلنے اور دوڑنے لگ گیا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۸۵)

آپؑ کا ایک شخص کو ایک درہم اور ایک روٹی دینا

سلیمان بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے کہا:

فرزند رسولؐ! میں ایک مفلس انسان ہوں۔ آپؑ میری مدد کریں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے مجھے ایک درہم اور ایک روٹی عطا کی۔ پورے چالیس سال تک میں اور میرا خاندان اس روٹی کو کھاتا رہا اور اس درہم کو ہم خرچ کرتے رہے لیکن وہ روٹی اور درہم پورے چالیس سال تک ختم ہونے میں نہ آئے۔

پتھر پر نقشِ انگشتر ثبت فرمانا

ابونمیر علی بن یزید کا بیان ہے کہ جب سید سجاد علیہ السلام یزید کی قید سے رہا ہوئے تو میں ان کے لئے ہوئے قافلہ کو مدینہ لے آیا۔ میں اپنے دستہ کو مخدرات عصمت سے کافی فاصلہ پر رکھتا تھا اور میں نے انہیں عزت و احترام سے مدینہ پہنچایا۔ جب آل محمدؐ مدینہ پہنچ گئے تو مخدرات عصمت نے انعام کے طور پر میرے پاس کچھ زیور روانہ کیے۔ میں نے وہ زیور لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے یہ خدمت صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لیے سرانجام دی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک سیاہ پتھر اٹھایا اور اس پر اپنی انگشتر کا نشان ثبت کیا اور مجھ سے فرمایا:

تم اس پتھر کو اٹھا لو اور تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو وہ اس سے طلب کر لیا کرو۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اس ذات کی قسم! جس نے محمد مصطفٰےؐ کو نبی بنا کر مبعوث

کیا۔ میں اس پتھر کو تاریک گھر میں رکھتا تھا تو وہ چمکنے لگتا تھا اور اس کی چمک کی وجہ سے پورا گھر منور ہو جاتا تھا اور اگر میں اسے تالے پر لگاتا تو تالا کھل جاتا تھا اور اس پتھر کو ہاتھ میں لے کر سلاطین کے دربار میں جاتا تو وہاں میرا احترام ہوتا تھا اور کوئی ناگوار بات دیکھنے میں نہیں آتی تھی۔ (دلائل الامامۃ' ص ۸۶)

ایک ہرنی کا آپؑ سے ہم کلام ہونا

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن امام زین العابدین علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں صحرا سے ایک ہرنی آئی اور وہ آپؑ کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی اور اس نے زمین پر اپنی دم کو مارا اور ہمہمہ کرنے لگی:

کچھ لوگوں نے آپؑ سے پوچھا کہ مولا! یہ ہرنی کیا کہہ رہی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ کہہ رہی ہے کہ فلاں بن فلاں قریشی نے کل اس کا بچہ پکڑ لیا تھا اور اس نے کل سے اسے دودھ نہیں پلایا۔

ایک شخص نے امام علیہ السلام کی گفتگو سنی تو اسے شک پیدا ہوا۔

آپؑ نے اس قریشی کو اپنے پاس طلب کیا اور اس سے فرمایا:

یہ ہرنی تیری شکایت کر رہی ہے اور وہ یہ گمان کرتی ہے کہ کل تم نے اس کے ہرنوٹے کو فلاں وقت میں پکڑا ہے اور اس نے دودھ نہیں پیا۔ اب یہ ہرنی مجھ سے درخواست کر رہی ہے کہ اس کا ہرنوٹا اسے واپس دلاؤں لہٰذا تم اسے اس کا ہرنوٹا واپس کر دو اور یہ اسے دودھ پلا کر تمہیں واپس کر دے گی۔

جب قریشی نے امام علیہ السلام کی گفتگو سنی تو اس نے کہا:

اس ذات کی قسم! جس نے محمد مصطفٰیؐ کو نبوت کے ساتھ مبعوث کیا ہے آپؑ درست فرما رہے ہیں۔

قریشی نے ہرنوٹا آپؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ جب ہرنی نے اپنے بچے کو

دیکھا تو اس نے ہمہمہ کیا اور اپنے بچے کو دودھ پلایا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے قرشی سے فرمایا: تمہیں میرے حق کی قسم! تم یہ ہرنوٹا میرے سپرد کردو۔

قرشی نے وہ ہرنوٹا آپؑ کو دے دیا اور آپؑ نے اسے اس کی ماں کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ وہ ہرنی ہمہمہ کرتی ہوئی اپنے بچے کو ساتھ لے کر قلانچیں بھرتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

حاضرین محفل نے آپؑ سے پوچھا کہ فرزند رسولؐ! یہ کیا کہہ رہی تھی؟

آپؑ نے فرمایا: یہ تمہیں دعائیں دے رہی تھی۔ (دلائل الامامۃ ص ۸۶)

زندان کے محافظوں سے فارسی زبان میں گفتگو کرنا

طبری امامی نے یحییٰ بن حمران حلبی سے روایت نقل کی۔ اس نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب امام زین العابدینؑ مخدرات عصمت سمیت دربار یزید میں پہنچے تو یزید نے آپؑ کو ایک زندان میں قید کیا اور زندان پر کچھ غیر عرب لوگوں کو نگہبان مقرر کیا جو کہ عربی زبان سے بالکل ناآشنا تھے۔

مخدرات عصمت نے جب زندان کی مخدوش حالت دیکھی تو انہوں نے آپس میں کہا کہ لعین شاید یہ چاہتا ہے کہ وہ اس چھت کو گرا کر ہمیں قتل کردے۔

امام زین العابدینؑ نے محافظوں سے فارسی زبان میں کہا کہ تم نے سنا ہماری مخدرات عصمت یہ کچھ کہہ رہی ہیں۔

محافظوں نے اپنی فارسی زبان میں کہا: نہیں۔ کل آپؑ لوگوں کو زندان سے باہر نکال کر قتل کردیا جائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ کو یہ بات گوارا نہیں ہے۔ پھر آپؑ ان کے ساتھ فارسی میں

گفتگو کرنے لگے۔ (دلائل الامامۃ، ص ۸۸)

پرندوں کی زبان سے آشنائی

ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کے گھر میں بیٹھا تھا۔ آپ کے گھر میں ایک درخت تھا جس پر چڑیاں بیٹھی چہچہا رہی تھیں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا:

جانتے ہو یہ کیا کہتی ہیں؟

میں نے کہا: مجھے علم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ اپنے پروردگار کی تسبیح کر رہی ہیں اور اپنا رزق مانگ رہی ہیں۔ (الاختصاص مفید، ص ۲۹۲)

جانوروں کی زبان سے آشنائی

ابوبصیر نے ایک شخص سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ مکہ کا سفر کیا۔ جب ہم ابواء سے آگے گئے تو امام علیہ السلام اپنی سواری پر سوار تھے جب کہ میں پیدل چل رہا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ ایک بکری آگے جا رہی تھی اور اس کا میمنہ اس سے پیچھے رہ گیا تھا۔ بکری زور زور سے منمنا رہی تھی اور بار بار اپنے میمنہ کی طرف دیکھتی تھی اور جیسے ہی اس کا میمنہ رکتا تو بکری زور زور سے منمنانے لگتی تھی۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

عبدالعزیز! جانتے ہو کہ یہ بکری اپنے میمنے سے کیا کہہ رہی ہے؟

میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ کہہ رہی ہے کہ جلدی سے قدم اٹھا اور ریوڑ کے ساتھ شامل

ہو جا۔ پچھلے سال تیری بہن بھی ریوڑ سے پیچھے رہ گئی تھی تو وہ بھیڑیئے کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ (بصائر الدرجات' ص ۳۴۷)

لومڑی سے گفتگو

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام زین العابدین علیہ السلام حج کے لیے جا رہے تھے۔ راستے میں آپؑ نے اپنے ساتھیوں سمیت کھانا کھانے کے لیے کچھ دیر قیام کیا اور کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ آپ اور آپ کے ساتھی کھانا کھانے میں مصروف تھے کہ قریب سے ایک لومڑی کا گزر ہوا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم اس لومڑی کے ساتھ کوئی چیر پھاڑ نہ کرو گے تو میں اسے یہاں بلاتا ہوں۔

سب نے آپؑ سے وعدہ کیا کہ وہ کسی طرح کی کوئی چیر پھاڑ نہیں کریں گے۔

پھر آپؑ نے آواز دے کر فرمایا: لومڑی! ادھر آؤ۔

لومڑی آپؑ کی آواز سنتے ہی چلی آئی اور آپؑ کے سامنے آ کر چلانے لگی۔ آپؑ نے اس کے سامنے گوشت لگی ہڈی ڈالی اور اس کی طرف سے رخ پھیر لیا تا کہ وہ بے خوف ہو کر اسے کھا سکے۔

اتنے میں ایک شخص اس پر جھپٹ پڑا اور لومڑی دوڑ گئی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے کس نے بدعہدی کی ہے اور کس نے اسے خوفزدہ کیا ہے؟

آپؑ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے کہا:

فرزند رسولؐ! یہ غلطی مجھ سے ہوئی تھی۔ میں نے اسے پریشان کیا تھا۔ اب میں اللہ سے اپنے گناہ کی معافی طلب کرتا ہوں۔

یہ سن کر آپؑ خاموش ہو گئے۔ (الاختصاص' ص ۲۹۷)

آپؑ کی ناقہ کا آپؑ کی قبر پر گریہ کرنا

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

میرے والد علیہ السلام کی ایک ناقہ تھی جس پر سوار ہو کر آپؑ نے بائیس حج کیے تھے۔ آپؑ نے اسے کبھی چابک نہیں مارا تھا۔

آپؑ کی وفات کے بعد ایک غلام نے آ کر مجھے خبر دی کہ آپؑ کے والد کی ناقہ اچانک تھان سے نکل کر امام زین العابدینؑ کی قبر پر چلی گئی اور وہاں سینہ ٹیک کر اس وقت بیٹھی ہوئی ہے اور زور زور سے بلبلا رہی ہے۔

میں نے اپنے غلاموں سے کہا کہ جاؤ اور اسے واپس لے آؤ۔ اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ ناقہ نے اس سے پہلے میرے والد علیہ السلام کی قبر کو بھی نہیں دیکھا تھا۔ (الکافی' جلد اص ۴۶۷)

حجر اسود کی گواہی

ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی اسناد سے ابو عبیدہ اور زرارہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ:

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب امام زین العابدینؑ واپس مدینہ آئے تو حضرت محمد بن حنفیہ نے آپؑ کو اپنے پاس بلایا۔ آپؑ ان کے پاس گئے تو انہوں نے آپؑ سے کہا:

بھتیجے! آپ کو معلوم ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے والد امیر المومنین علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور وصی نامزد کیا تھا۔ ان کے بعد آنحضرتؐ نے امام حسنؑ اور ان کے بعد امام حسینؑ کی وصایت پر نص فرمائی تھی۔ آپؑ کے والد پر خدا کی

رحمتیں ہوں وہ شہید ہو چکے ہیں اور انہوں نے کسی کو اپنا وصی نامزد نہیں کیا۔ میں آپؑ کا چچا ہوں اور آپؑ کے والد کی جگہ پر ہوں اور میں امیر المومنینؑ کا فرزند ہوں اور میں آپؑ سے سن و سال میں بڑا ہوں جب کہ آپؑ ابھی نو عمر ہیں اسی لیے آپؑ وصیت و امامت کے لیے مجھ سے جھگڑا نہ کریں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

چچا جان! آپ خدا کا خوف کریں اور ناحق دعویٰ سے باز رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپؑ کا شمار جاہلوں میں سے ہو۔ میرے والد علیہ السلام نے عراق روانگی سے قبل مجھے اپنا وصی مقرر کیا تھا اور انہوں نے شہادت سے ایک ساعت قبل بھی مجھے اپنا وصی و جانشین مقرر کیا تھا۔ یہ رسولؐ خدا کے ہتھیار بھی میرے پاس موجود ہیں۔ لہٰذا آپ مجھ سے جھگڑا نہ کریں ورنہ آپ کی عمر کم ہو جائے گی اور آپ کے حالات خراب ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے وصایت و امامت کو نسلِ حسینؑ میں مقرر کیا ہے۔ اگر آپ مزید تصدیق کے خواہش مند ہیں تو آپ میرے ساتھ حجر اسود کے پاس چلیں اور اس سے چل کر فیصلہ کرائیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ گفتگو مکہ میں ہوئی تھی۔ دونوں بزرگوار شخصیات حجر اسود کے پاس آئیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ سے کہا:

چچا جان! آپ ابتدا کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ آپ کی گواہی کے لیے حجر اسود کو بولنے کی قوت عطا فرمائے۔

حضرت محمد بن حنفیہ نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگی۔ پھر انہوں نے حجر اسود سے کہا کہ وہ ان کی امامت کی گواہی دے لیکن حجر اسود سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

چچا جان! اگر آپ وصی امام ہوتے تو حجر اسود ضرور آپ کو جواب دیتا۔

بعد ازاں محمد بن حنفیہ نے آپؑ سے کہا:

بھتیجے! اب آپؑ کی باری ہے۔ آپؑ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ وہ آپؑ کے لیے حجراسود کی گواہی دینے کی اجازت عطا فرمائے۔

امام زین العابدینؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ پھر آپؑ نے حجراسود کو خطاب کر کے کہا:

''تجھے اس اللہ کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھ میں انبیاء و اوصیاء کا میثاق رکھا ہے اور تمام انسانوں کے میثاق کا تجھے گواہ بنایا ہے۔ ہمیں بتا کہ حسین بن علی علیہما السلام کا وصی کون ہے اور اُمت کا امام کون ہے''۔

جیسے ہی آپؑ کے یہ الفاظ تمام ہوئے تو حجراسود میں حرکت پیدا ہوئی اور قریب تھا کہ اپنے مقام سے ہٹ جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں بولنے کی قوت پیدا کی اور اس نے خالص عربی زبان میں پکار کر کہا:

''حسین بن علی کے بعد وصیت و امامت کا حق دار علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہے''۔

جب محمد بن حنفیہ نے حجراسود کی یہ گواہی سنی تو انہوں نے امام زین العابدینؑ کو گلے لگایا اور فرمایا میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپؑ ہی امام زمانہ اور امام حسینؑ کے وصی ہیں۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۳۴۸)

طبری امامی نے ابوبصیر کی زبانی نقل کیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ محمد بن حنفیہ امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آئے اور انہوں نے آپؑ سے کہا:

کیا آپ میری امامت کا اقرار نہیں کرتے؟

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

چچا جان! اگر مجھے آپ کی امامت کا علم ہوتا تو میں آپ کی مخالفت نہ کرتا۔ اصل بات یہ ہے کہ امام وقت میں ہوں اور میری اطاعت آپ پر بھی واجب ہے اور تمام مخلوقات پر واجب ہے۔

چچا جان! کیا آپ اس بات سے بے خبر ہیں کہ میں وصی اور فرزند وصی ہوں۔

کچھ دیر تک دونوں آپس میں جھگڑتے رہے۔ پھر امام زین العابدینؑ نے فرمایا:

چچا جان! آپ بتائیں آپ کس کو منصف بنانا چاہتے ہیں؟

محمد بن حنفیہ نے کہا: جسے آپؑ منصف مقرر کریں گے مجھے بھی وہ قبول ہوگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

کیا آپ حجر اسود کے فیصلے پر راضی ہیں؟

محمد بن حنفیہ نے کہا: سبحان اللہ! آپ کسی انسان کو منصف مقرر کریں۔ آپ انسانوں کو چھوڑ کر ایسے پتھر کو منصف بنا رہے ہیں جو بول نہیں سکتا!!

حضرت زین العابدینؑ نے فرمایا:

وہ بول سکتا ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ یہ پتھر قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کی دو آنکھیں اور زبان اور ہونٹ ہوں گے۔ جس نے وعدہ پورا کیا ہوگا وہ اس کے حق میں گواہی دے گا۔ ہم حجر اسود کے قریب جاتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اسے بولنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ حکمِ خدا سے یہ فیصلہ کرے کہ ہم میں سے حجتِ خدا کون ہے؟

چنانچہ دونوں بزرگ حرم پاک میں گئے اور مقامِ ابراہیمؑ کے پاس انہوں نے نماز ادا کی اور دونوں حجر اسود کے قریب گئے۔

محمد بن حنفیہ نے کہا اگر حجر اسود نے آپؑ کی امامت کی گواہی دی تو پھر میں ظلم کرنے والوں میں سے قرار پاؤں گا۔

امام سجاد علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ سے فرمایا:

چچا جان! آپ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں لہٰذا آپ آگے بڑھیں۔

محمد حنفیہ آگے بڑھے اور انہوں نے کہا: اے حجر اسود! میں تجھے خدا، رسول اور ہر مومن کی حرمت کا واسطہ دے کر تجھ سے دریافت کرتا ہوں اگر تو جانتا ہے کہ میں علی بن

الحسین پر خدا کی حجت پر ہوں تو پھر تو بیان کر۔

لیکن حجر اسود نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس کے بعد محمد بن حنفیہ نے امام زین العابدینؑ سے کہا: اب آپ آگے آئیں اور حجر اسود سے سوال کریں۔

آپؑ آگے بڑھے اور آپؑ نے ایک مخفی کلام کی جسے کوئی نہ سمجھ سکا۔ پھر آپؑ نے کہا:

اے حجر اسود! میں تجھے اللہ اس کے رسول اور علی امیرالمومنینؑ حسن وحسین علیہما السلام حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی حرمت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں اگر تو جانتا ہے کہ میں اپنے چچا پر خدا کی طرف سے حجت ہوں تو اسے بیان کرتا کہ میرا چچا اپنے نظریہ سے باز آجائے۔

اس وقت حجر اسود نے خالص عربی زبان میں کہا:

''اے محمد بن علی! تو علی بن الحسینؑ کے فرمان کو سن اور اس کی اطاعت کر وہ اللہ کی مخلوق پر اس کی حجت ہے''۔

محمد بن حنفیہ نے جب حجر اسود کی گواہی سنی تو انہوں نے کہا: میں امام زین العابدین علیہ السلام کے فرمان کو سنوں گا' اطاعت کروں گا اور تسلیم کروں گا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۸۷-۸۸)

مبرد اپنی کتاب کامل میں لکھتے ہیں کہ ابو خالد کابلی نے محمد بن حنفیہ سے کہا: آپ اپنے بھتیجے کو اتنے ادب واحترام سے کیوں مخاطب کرتے ہیں جب کہ وہ تو آپ کو اتنے ادب سے مخاطب نہیں کرتے؟

حضرت محمد بن حنفیہ نے کہا: انہوں نے اپنے اور میرے درمیان حجر اسود کو منصف مقرر کیا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ وہ ان سے گفتگو کرے گا۔ چنانچہ میں بھی ان کے ساتھ حجر اسود کے پاس گیا تھا۔ حجر اسود سے یہ آواز آئی تھی کہ تیرا بھتیجا تجھ سے امامت د

وصایت کا زیادہ حق دار ہے۔

یہ سن کر ابو خالد نے بھی امام زین العابدینؑ کو امام مان لیا تھا۔ (مناقب آل ابی طالب، جلد ۴، ص ۱۴۷ بحوالہ کامل مبرد) ☆

اپنی وفات کے وقت سے واقفیت

ثقۃ الاسلام کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے عبداللہ بن ابی جعفر سے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میرے بھائی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے والد

☆ عرض مترجم: مذکورہ بالا واقعہ مختلف کتب میں مختلف الفاظ سے مروی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بالکل درست ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ کو امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت پر کوئی شک ہی نہیں تھا اور نہ ہی انہوں نے امام علیہ السلام سے مسئلہ امامت پر کوئی جھگڑا کیا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کچھ لوگوں نے انہیں امام ماننا شروع کر دیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے سوچا کہ اگر چند افراد کے سامنے میں نے اپنی امامت کی تردید بھی کر دی تو بھی یہ اتنی موثر ثابت نہ ہوگی۔ اسی لیے انہوں نے حق وصداقت کو واضح کرنے کے لیے ایامِ حج میں امام زین العابدینؑ سے یہ گفتگو کی جہاں ہزاروں افراد موجود تھے اور آپؑ چاہتے تھے کہ حجر اسود کے ذریعہ سے جب لوگ امام زین العابدینؑ کی امامت کا اعلان سنیں گے تو انہیں ان کی امامت پر یقین آ جائے گا اور اپنے غلط نظریہ کو چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ اس مشاجرہ کو بھی ان دو فرشتوں کے مشاجرہ کی طرح سے سمجھنا چاہیے جنہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے جھگڑا کیا تھا۔ دراصل ان کا آپس میں کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ وہ حضرت داؤد کو سمجھانے کے لیے آئے تھے۔ اسی طرح سے امام زین العابدین اور حضرت محمد بن حنفیہ کا آپس میں بھی کوئی جھگڑا نہیں تھا وہ اس ذریعہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی رہنمائی کرنا چاہتے تھے۔ (من المترجم عفی عنہ)

سے روایت کی' آپؑ نے فرمایا:

جس رات حضرت زین العابدین علیہ السلام کی وفات ہوئی اس رات میں نے والد علیہ السلام کی خدمت میں پانی پیش کیا اور کہا کہ ابا جان آپ اسے پییں۔

آپؑ نے فرمایا: بیٹا! اس رات میں دار فانی سے کوچ کر جاؤں گا اور یہ وہی رات ہے جس میں رسولؐ خدا نے رحلت فرمائی تھی۔ (الکافی' جلد ا' ص ۲۵۹)

جس رات امام زین العابدین کی وفات ہوئی' اس رات آپؑ نے اپنے فرزند محمد باقر علیہ السلام سے فرمایا:

فرزند! میرے لیے وضو کا پانی لاؤ۔

امام محمد باقر اٹھے اور انہوں نے پانی پیش کیا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ پانی نہیں چاہیے۔ اس میں کوئی چیز پڑی ہوئی ہے۔

امام محمد باقر چراغ لے کر آئے اور اسے دیکھا تو اس میں ایک چوہیا مری ہوئی تھی۔

پھر امام محمد باقر وضو کے لیے اور پانی لائے۔ وضو کے بعد امام زین العابدینؑ نے فرمایا:

فرزند! اس رات کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ پھر آپؑ نے اپنی ناقہ کے خیال رکھنے کی وصیت فرمائی اور کچھ دیر بعد آپؑ کی وفات ہوگئی۔

جب آپؑ اپنی قبر میں دفن ہوگئے تو وہ ناقہ گھر سے نکلی اور آپؑ کی قبر پر آ گئی۔ اس نے اپنا سینہ قبر سے رگڑا اور زور زور سے بلبلائی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔

کسی نے امام محمد باقر علیہ السلام کو اطلاع دی کہ ناقہ آپؑ کے والد کی قبر پر بیٹھی رو رہی ہے۔ آپؑ تشریف لے گئے اور فرمایا:

اٹھ خدا تجھ کو برکت دے۔

ناقہ اٹھی اور اپنے مقام پر آ گئی۔ پھر کچھ دیر بعد ناقہ بے قرار ہو کر دوبارہ حضرت کی قبر پر چلی گئی اور اپنا سینہ قبر مطہر سے رگڑا اور بلبلانے لگی۔

اس بار بھی امام محمد باقر علیہ السلام تشریف لائے اور اسے واپس لے آئے۔ پھر تیسری بار ناقہ حضرتؑ کی قبر پر پہنچ گئی۔ کسی نے امام محمد باقر سے کہا کہ مولا! ناقہ آپؑ کے والد کی قبر پر پھر پہنچ چکی ہے۔

آپؑ نے اسے اٹھانا چاہا مگر وہ قبر سے نہ اٹھی۔ آپؑ نے فرمایا:

اسے کچھ نہ کہو۔ یہ آپ سے وداع کرنے کے لیے آئی ہے۔ تین دن گزرے تھے کہ ناقہ بھی اس جہان سے رخصت ہو گئی۔

اس ناقہ پر امام زین العابدینؑ نے چالیس حج کیے تھے اور آپؑ جب مدینہ سے روانہ ہوتے تو چابک کو پالان میں رکھ دیتے تھے اور آپؑ نے کبھی بھی اسے چابک نہیں مارا تھا۔ (مختصر البصائر، ص ۷)

امام زین العابدین علیہ السلام وفات کے وقت بے ہوش ہو گئے۔ پھر آپؑ کو افاقہ نصیب ہوا تو آپؑ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور سورہ واقعہ، سورہ فتح کی تلاوت کی اور آخر میں یہ آیت پڑھی:

الحمدللّٰہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوّأ من الجنة حیث نشاء نعم اجر العاملین

''تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا۔ ہم جنت میں جہاں جائیں کسی روک ٹوک کے بغیر پھر سکتے ہیں، عمل کرنے والوں کے لیے بہترین اجر ہے''۔

اس کے بعد آپؑ کی وفات ہو گئی اور آپؑ نے اس سے زیادہ اور کچھ تکلم نہ کیا اور دنیا سے رحلت فرمائی۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۴۶۸)

ابوخالد کابلی امام سجادؑ کے حضور

طبری امامی نے یونس بن ظبیان سے روایت کی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ابوخالد کابلی کو معرفت امام اس طرح سے ہوئی کہ ایک مرتبہ وہ امام سجاد علیہ السلام کے دروازے پر آیا اور اس نے دستک دی۔ امامؑ کا غلام باہر آیا اور اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟

اس نے جواب میں کہا کہ میں ابوخالد کابلی ہوں۔

اندر سے امام سجاد علیہ السلام نے آواز دے کر کہا: کنکر! اندر آ جاؤ۔

ابوخالد کا بیان ہے کہ جب امام نے مجھے "کنکر" کہہ کر پکارا تو میرے اعصاب لرزنے لگے۔ کیونکہ میری ماں نے میرا نام "کنکر" رکھا تھا اور میرے اس نام کا پتہ صرف مجھے تھا یا میری والدہ کو تھا۔ چنانچہ میں اندر داخل ہوا اور میں نے آپؑ کو سلام کیا۔

آپؑ نے فرمایا: ابوخالد! میں تجھے جنت دکھانا چاہتا ہوں کیونکہ جنت میرا مسکن ہے۔ میں جب چاہوں اس میں چلا جاؤں۔

میں نے کہا: مولا! ضرور دکھائیں۔

امام علیہ السلام نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو مجھے جنت نظر آنے لگی۔ میں نے جنت کے محلات اور نہریں دیکھیں۔ کچھ دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ منظر غائب ہو گیا اور میں امام سجادؑ کے پاس بیٹھا تھا۔ (دلائل الامامۃ، ص۹۰-۹۱)

ابوخالد کابلی کا بیان ہے کہ میں ابتدا میں حضرت محمد بن حنفیہ کو امام مانتا تھا جب کہ میرا ایک دوست یحییٰ بن ام الطویل امام زین العابدینؑ کی امامت پر اعتقاد رکھتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تم امام سجادؑ سے ایک بار ملاقات تو کرو۔

میں نے کہا: مجھے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔

میرے دوست نے مجھ سے کہا: آخر تمہیں ایک بار ملنے سے انکار کیوں ہے؟

آخرکار میں رضامند ہوگیا۔ چنانچہ میں اپنے دوست کے ساتھ امام سجادؑ کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ منقش قالین پر بیٹھے تھے اور پورے کمرہ میں منقش کپڑے آویزاں تھے۔ میں نے جب وہاں کا یہ منظر دیکھا تو کچھ کھائے پیے بغیر واپس آ گیا۔

دوسرے دن میرے ساتھی نے مجھے مجبور کیا کہ میں امام سجادؑ کی ملاقات کے لیے چلوں۔

میں نے کہا: تو مجھے اس کے پاس لے گیا ہے جو کہ رنگین لباس پہنتا ہے اور رنگدار قالینوں پر بیٹھتا ہے۔ اب میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ میں ان کے پاس دوبارہ نہیں جاؤں گا۔ لیکن میرے دوست کا اصرار جاری رہا۔ آخرکار مجھے اپنے فیصلہ پر نظرثانی کرنا پڑی اور میں امام سجادؑ کے دردولت پر حاضر ہوا۔ وہاں آ کر دیکھا تو دروازہ کھلا تھا لیکن اندر کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو گھر کے اندر سے کسی نے تین بار صدا دے کر کہا کہ اندر چلے آؤ۔

میں نے سمجھا کہ کسی اور کو بلایا جا رہا ہے۔ پھر اندر سے آواز آئی:

کنکر! میں نے تجھ کو داخل ہونے کے لیے کہا ہے۔

جب میں نے لفظ ''کنکر'' سنا تو میں نے یقین کر لیا کہ سجاد علیہ السلام صاحبِ اعجاز ہیں کیونکہ میری ماں نے میرا نام ''کنکر'' رکھا تھا اور اس نام سے میرے اور میری ماں کے علاوہ کوئی دوسرا واقف نہیں تھا۔

میں اندر گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ کمرہ گارے سے چنا ہوا تھا اور امام سجادؑ ایک عام سی چادر پر بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے موٹا جھوٹا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا: ابوخالد! تم گھر کی آرائش دیکھ کر واپس چلے گئے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ میری تازہ شادی ہوئی ہے اور دلہن کی خواہش تھی کہ گھر کی آرائش کی جائے اور میں نے بھی اس کا دل توڑنا پسند نہیں کیا تھا۔

پھر امام سجادؑ نے مجھے بہت سے خارق عادات امور کا مشاہدہ کرایا جس کی وجہ

سے میں نے انہیں اپنا امام تسلیم کرلیا اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے امامِ حق کی معرفت نصیب فرمائی۔ (دلائل الامامۃ' ص ۹۱)

منجم اور معرفتِ امام

طبری امامی ابوخالد کی زبانی رقمطراز ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا۔ امام علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟

اس نے کہا کہ میں فلاں منجم اور ستارہ شناس ہوں۔

امام علیہ السلام نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا:

کیا میں تجھے ایک ایسے مرد کے متعلق بتاؤں کہ جتنی دیر تجھے یہاں آئے ہوئے ہوئی ہے اتنی ہی دیر اس نے چودہ ہزار عالموں کی سیر کرلی ہے؟

اس نے کہا: بتائیں وہ کون شخص ہے؟

آپؑ نے فرمایا: فی الحال میں تجھے اس کے بارے میں بتانا پسند نہیں کرتا البتہ اگر تو چاہے تو میں تجھے بتا سکتا ہوں کہ تو نے آج کیا کھایا ہے اور کیا کیا اشیاء تو نے گھر میں ذخیرہ کررکھی ہیں؟

اس نجومی نے کہا: اچھا بتائیے۔

آپؑ نے فرمایا: تو نے آج کھجوروں کی ثرید کھائی ہے اور تیرے گھر میں بیس دینار رکھے ہیں جن میں سے تین دینار وزن کے لحاظ سے پورے ہیں۔

یہ سن کر اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کی طرف سے عظیم القدر حجت ہیں اور آپ بندوں میں بے مثال اور کلمۂ تقویٰ ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

میں بھی تیری صداقتِ شہادت کی گواہی دیتا ہوں۔ خدا نے تیرے دل کا ایمان

کے لیے امتحان لیا ہے۔ (دلائل الامامۃ، ص ۹۱)

حضرت یونسؑ کو نگلنے والی مچھلی دکھانا اور اس سے گفتگو کرنا

طبری امامی نے کتاب المعضلات کے حوالے سے محمد بن ثابت سے نقل کیا کہ ایک مرتبہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا۔ اتنے میں عبداللہ بن عمر آیا اور اس نے آپؑ سے کہا:

مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ یونس بن متی پر آپ کے دادا کی ولایت پیش کی گئی تھی مگر انہوں نے تردد کا اظہار کیا تھا جس کی وجہ سے اللہ نے اسے شکم ماہی میں قید کیا تھا!

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟

اس نے کہا: میں اس بات کو مان نہیں سکتا۔

آپؑ نے فرمایا: تو کیا تو اس مچھلی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ دو کپڑے کی پٹیاں لے آؤ۔ غلام دو پٹیاں لے آیا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ تم ایک پٹی عبداللہ بن عمر کی آنکھوں پر باندھ دو اور ایک پٹی خود اپنی آنکھوں پر باندھ لو۔

نوکر نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر آپؑ نے کوئی کلام کیا۔ کچھ دیر بعد فرمایا کہ اب تم دونوں اپنی اپنی پٹیاں کھول لو۔

ہم نے پٹیاں کھولیں تو ہم نے اپنے آپ کو ایک چادر پر بیٹھا ہوا دیکھا اور ہم نے اپنے آپ کو ساحل سمندر پر پایا۔ پھر آپؑ نے ایک کلام کی جس کی وجہ سے سمندر کی مچھلیاں ظاہر ہوئیں۔ ان کے درمیان ایک بہت بڑی مچھلی نمودار ہوئی۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟

اس نے کہا: میرا نام ''نون'' ہے اور میں نے ہی یونس پیغمبر کو نگلا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: یونس کو تیرے شکم میں قید کیوں کیا گیا تھا؟

مچھلی نے کہا: اس کے سامنے آپ کے والد (علیؑ) کی ولایت پیش کی گئی تھی۔ اس نے اس کا انکار کیا تھا۔ اسی لیے اسے میرے شکم میں قید کیا گیا تھا۔ اور جب اس نے میرے شکم میں رہ کر ولایت علیؑ کا اقرار کیا اور اسے ان کی ولایت کا یقین آ گیا تو اللہ نے مجھے حکم دیا۔ میں نے اسے باہر اگل دیا تھا۔ اور جو بھی اہل بیتؑ کی ولایت کا منکر ہوگا اللہ تعالیٰ اسے نار دوزخ کے سپرد کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے عبداللہ بن عمر کی طرف رخ کر کے فرمایا:

کیا تم نے اس کا جواب سن لیا ہے اور تو نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے؟

اس نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا:

اب تم پھر اپنی آنکھوں پر پٹی باندھو۔ ہم نے پٹی باندھی۔ آپؑ نے زیرلب کچھ کلام پڑھی اور چند لمحات کے بعد فرمایا کہ اب پٹیاں کھول لو۔

جب ہم نے اپنی آنکھوں سے پٹیاں کھولیں تو ہم نے دیکھا کہ ہم امام سجادؑ کے گھر میں ایک چادر پر بیٹھے ہیں۔ عبداللہ نے آپؑ سے الوداع کہا اور گھر چلا گیا۔

میں نے کہا: مولا! آج تو آپ نے ہمیں عجیب چیز دکھائی ہے۔ میں تو اس پر ایمان لے آیا ہوں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر بھی اس پر ایمان لائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اگر تم یہ معلوم کرنے کے خواہش مند ہو تو پھر اٹھو اور اس کے ساتھ ساتھ چلو اور اس مشاہدہ کے بارے میں اس سے گفتگو کرو۔

میں اٹھا اور میں اس کے ساتھ چلنے لگا اور میں نے اس سے اس کے متعلق گفتگو کی تو اس نے کہا کہ تم اولاد عبدالمطلب کے جادو سے ناواقف ہو۔ اگر تمہیں ان کے جادو سے واقفیت ہوتی تو تمہیں اس پر ذرا برابر بھی حیرانگی کی ضرورت نہ ہوتی۔ (دلائل الامامۃ، ص ۹۲)

جنات کی امامؑ سے عقیدت

طبری امامی نے اپنی اسناد سے جابر جعفی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ایک مرتبہ امام زین العابدینؑ نے اپنے احباب وغیرہ کی جماعت کے ساتھ مکہ کا سفر فرمایا۔ جب مقامِ عسفان پر پہنچے تو آپؑ کے دوستوں نے ایک جگہ آپؑ کا خیمہ نصب کر دیا۔ جب اس جگہ امامؑ تشریف لائے تو آپؑ نے فرمایا کہ یہاں سے میرا خیمہ ہٹا کر دوسری جگہ نصب کیا جائے کیونکہ یہاں تو قومِ جن کا ایک گروہ جو ہمارے دوست اور شیعہ ہیں آباد ہے۔ ہماری وجہ سے وہ پریشان ہو جائیں گے۔ جب ہم نے اس بات سے لاعلمی کا اظہار کیا اور خیمہ اکھاڑنا چاہا تو یکا یک ایک غیبی آواز آئی جسے ہم نے سنا لیکن متکلم ومنادی نظر نہ آتا تھا کہ:

فرزند رسولؐ! آپؑ اپنا خیمہ یہاں سے نہ ہٹایئے، ہم اسے آپ کے لیے برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں اور ہماری جانب سے یہ ہدیہ بھی قبول فرمایئے۔

چنانچہ ہم نے دیکھا کہ خیمہ کے ایک طرف ایک بڑی پلیٹ میں کچھ تشتریاں رکھی ہوئی ہیں جن میں انگور، انار، کیلے اور بہت سے دوسرے میوے رکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ امام نے اپنے ساتھیوں کو بلا کر سب کے ساتھ میووں میں سے کچھ تناول فرمایا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۹۳)

جبابہ والبیہ کا برص سے شفایاب ہونا

طبری امامی نے اپنی اسناد سے جابر جعفی سے روایت نقل کی۔ انہوں نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ایک دن جبابہ والبیہ روتی ہوئی میرے والد ماجد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر

ہوئی۔ آپؑ نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا:

مولا! کوفہ کے لوگ مجھے طعنہ دے کر کہتے ہیں کہ اگر علی بن الحسینؑ جنہیں تو امامِ حق سمجھتی ہے واقعی امام ہوتے تو وہ دعا کر کے تیرے چہرے پر پڑے ہوئے برص کے داغوں کو ٹھیک نہ کر دیتے؟

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

جبابہ! میرے قریب آؤ۔ وہ قریب ہوئی تو آپؑ نے اس کے چہرے پر تین بار اپنا ہاتھ پھیرا اور زیر لب کوئی دعا پڑھی۔

پھر فرمایا: جبابہ! جاؤ اور جا کر آئینہ میں اپنی شکل دیکھو۔

جبابہ اٹھ کر آئینہ کے سامنے گئیں تو اسے چہرے پر ایک بھی داغ نظر نہ آیا۔

(دلائل الامامۃ' ص ۹۳)

اعادہ شباب

ثقۃ الاسلام کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے جبابہ والبیہ سے روایت کی۔ اس نے کہا:

میں نے امیر المومنین کو شرطۃ الخمیس میں دیکھا کہ آپؑ کے ہاتھ میں ایک درہ تھا۔ آپؑ اس درہ سے ملی مچھلی' سانپ مچھلی اور زمار و طافی مچھلیوں کے بیچنے والوں کو مار رہے تھے اور آپؑ نے ان سے فرمایا:

تمہیں حیا نہیں آتی کہ تم بنی اسرائیل کے مسخ لوگوں اور اولاد مروان کے لشکر کو فروخت کر رہے ہو؟

فرات بن احنف نے کہا: مولا! اولاد مروان کا لشکر کون تھے اور انہوں نے کیا کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: وہ ایسے لوگ تھے جو داڑھی منڈواتے اور مونچھیں رکھتے تھے۔

خدا نے انہیں مسخ کر دیا۔

جنابہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے بہتر اور کوئی فصیح نہیں دیکھا تھا۔ میں آپؑ کے پیچھے چلنے لگی یہاں تک کہ آپؑ مسجد کے صحن میں آ کر بیٹھ گئے۔

میں نے آپؑ سے عرض کی: مولا! امامت کی علامت کیا ہے؟

آپؑ نے فرشِ مسجد پر پڑے ہوئے ایک پتھر کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے وہ پتھر اٹھایا اور آپؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؑ نے اس پر اپنی انگشتر کا نشان ثبت فرمایا اور پھر ارشاد کیا:

جنابہ! جب بھی کوئی امامت کا دعویٰ کرے تو یہ پتھر لے جانا اگر وہ اس پر مہر لگا دے تو سمجھ لینا کہ وہ سچا امام ہے اور اس کی اطاعت واجب ہے۔

میں پتھر پر مہر ثبت کرانے کے بعد اپنے گھر آ گئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپؑ شہید ہو گئے۔ میں وہی پتھر لے کر امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پاس گئی۔ آپؑ نے بھی اس پر اپنی مہر ثبت کر دی۔ پھر میں امام حسین علیہ السلام کے پاس گئی۔ اس وقت آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپؑ نے مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا کیا تم امامت کی علامت دیکھنا چاہتی ہو؟

میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپؑ نے فرمایا:

وہ پتھر میرے سامنے لاؤ۔ میں نے وہ پتھر آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؑ نے اس پر اپنی مہر ثبت کی۔

پھر شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے بعد میں امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس وقت میں بہت بوڑھی ہو چکی تھی اور میں رعشہ کی بیماری میں مبتلا تھی۔ اس وقت میری عمر ایک سو تیرہ برس کی تھی۔

میں نے دیکھا کہ امام زین العابدین کو رکوع و سجود سے ہی فرصت نہیں۔ میں

مایوس ہوگئی۔ آپؑ نے انگلی سے میری طرف اشارہ کیا تو میری جوانی لوٹ آئی۔

آپؑ نے فرمایا: جو چیز تمہارے پاس ہے وہ میرے سامنے لاؤ۔

میں نے وہ پتھر پیش کیا تو آپؑ نے اس پر اپنی مہر ثبت کی۔

بعدازاں جنابہ امام محمد باقرؑ امام جعفر صادقؑ امام موسیٰ کاظمؑ اور امام علی رضا علیہم السلام کے پاس بھی گئی تھی اور ہر امام نے اس پتھر پر اپنی مہر ثبت کی تھی۔ جب امام علی رضا علیہ السلام نے مہر لگائی تو اس کے نو ماہ بعد اس کی وفات ہوگئی۔ (الکافی' جلد ا' ص ۳۴۶)

ام اسلم کے پتھر پر مہر ثبت کرنا

ثقۃ الاسلام کلینی رقمطراز ہیں کہ ایک دن ام اسلم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لیے گئی۔ اس دن آپؐ ام المومنین ام سلمہ کے حجرے میں قیام پذیر تھے۔ جب ام اسلم وہاں گئیں تو اس وقت رسولؐ خدا موجود نہ تھے۔ پوچھنے پر حضرت ام سلمہ نے کہا: آپؐ کسی ضروری کام سے کچھ دیر کے لیے باہر گئے ہیں اور ابھی آ جائیں گے۔

ام اسلم نے وہاں بیٹھ کر آپؐ کی آمد کا انتظار کیا۔ پھر آپؐ تشریف لے آئے۔

اس وقت ام اسلم نے عرض کی:

یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ میں نے سابقہ کتابوں میں پڑھا ہے کہ ہر نبی کا کوئی نہ کوئی وصی ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ کی زندگی میں ان کا ایک وصی تھا اور ان کی وفات کے بعد ایک اور وصی تھا۔ اسی طرح سے عیسیٰ علیہ السلام کا بھی وصی تھا۔ آپؐ بیان کریں کہ آپؐ کا وصی کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ام اسلم! میری زندگی اور میری وفات کے بعد میرا ایک ہی وصی ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: جو میرے جیسا کام کرے وہ میرا وصی ہوگا۔ پھر آپؐ نے زمین سے کچھ سنگریزے اٹھائے اور اپنے ہاتھ سے انہیں سفوف بنا دیا اور جب وہ آٹے

کی طرح سے باریک ہوگیا تو آپؐ نے اسے گوندھ کر اس پر اپنی مہر ثبت کر دی اور فرمایا جو میری طرح سے ایسا کرے وہ میری زندگی اور میری موت کے بعد میرا وصی ہے۔

ام اسلم کا بیان ہے کہ میں آنحضرتؐ کے پاس سے اٹھ کر روانہ ہوئی اور حضرت علی علیہ السلام کے پاس گئی اور میں نے ان سے کہا کہ کیا آپؑ رسولؐ خدا کے وصی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ام اسلم میں ہی وصی رسولؐ ہوں۔

پھر امیرالمومنینؑ نے سنگریزے زمین سے اٹھائے اور اپنی انگلیوں سے ان کا سفوف بنا کر انہیں گوندھا اور اس پر اپنی مہر ثبت فرمائی اور پھر فرمایا:

جو میری طرح سے یہ فعل سرانجام دے تو وہ میرا وصی ہوگا۔

ام اسلم کہتی ہیں کہ میں آگے گئی تو اس وقت حسن مجتبیٰ مجھے دکھائی دیئے اور وہ اس وقت معصوم بچے تھے۔ میں نے ان سے کہا:

میرے آقا! کیا آپ اپنے والد کے وصی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں میں اپنے والد کا وصی ہوں۔ امام حسنؑ نے بھی سنگریزوں کا سفوف بنا کر اسے گوندھا اور اس پر اپنی مہر ثبت کی۔

اس کے بعد میں تھوڑا سا آگے گئی تو مجھے حسینؑ دکھائی دیئے۔ حسینؑ کا بچپنا تھا مگر میں نے ان سے کہا:

میرے آقا! کیا آپؑ اپنے بھائی کے وصی ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ میرے پاس سنگریزے لاؤ۔ میں سنگریزے چن کر ان کے پاس لے گئی۔ امام حسینؑ نے بھی انہیں سفوف بنایا اور انہیں گوندھ کر اس پر اپنی مہر ثبت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے ام اسلم کو لمبی عمر عطا کی اور وہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس گئی اور ان سے کہا:

میرے آقا! کیا آپؑ اپنے والد کے وصی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، میں ہی اپنے والد کا وصی ہوں۔

پھر آپؑ نے سنگریزوں کا سفوف بنا کر اسے آٹے کی طرح سے گوندھا اور اس پر اپنی مہر ثبت فرمائی۔ (الکافی، جلد ا، ص ۳۴۸)

پانی کا جواہرات میں تبدیل ہونا

شیخ فخر الدین نجفی رقم طراز ہیں کہ بلخ کا ایک مومن اکثر سالوں میں حج بیت اللہ کے لیے آتا تو وہ مدینہ رسولؐ بھی آتا تھا اور روضہ نبیؐ کی زیارت کر کے امام زین العابدینؑ کی زیارت کا بھی شرف حاصل کرتا تھا۔ خدمتِ امام میں اپنے شہر کے مخصوص تحفے پیش کرتا۔ نیز مسائلِ دین میں امام علیہ السلام سے استفادہ کرتا تھا اور اپنے وطن لوٹ جایا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ اس کی زوجہ نے کہا کہ میں برابر دیکھتی ہوں کہ آپ اپنے امامؑ کی خدمت میں تحفے و ہدیے لے جایا کرتے ہیں لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کے امامؑ نے بھی کوئی انعام آپ کو دیا ہو؟ یہ سن کر اس مومن بلخی نے اپنی زوجہ سے کہا کہ جن کے لیے میں یہ تحفے لے کر جاتا ہوں وہ تو دنیا و آخرت کے مالک ہیں جو کچھ دنیا والوں کے پاس ہے وہ سب کچھ اور اس کے ماسواء ان کے قبضے و تصرف میں ہے۔ اسی لیے کہ وہ زمین پر خدا کے نائب اور اس کے بندوں پر اُس کی حجت اور دلیل ہیں۔ وہ جناب رسولؐ اللہ کے فرزند اور امام ہیں۔

اس کی زوجہ یہ سن کر نادم ہوئی اور اپنے شوہر کو ملامت کرنے سے باز آ گئی۔

جب زمانۂ حج قریب آیا تو اس مردِ مومن نے حج کا ارادہ کیا۔ مکہ پہنچا، حج سے فارغ ہو کر حسبِ معمول مدینۃ الرسول پہنچا۔ روضۂ رسولؐ پر حاضری دی اور بالآخر خدمتِ امام زین العابدین علیہ السلام میں حاضر ہو کر دست بوسی کی۔ زیارت سے شرف یاب ہوا۔ اس وقت امام علیہ السلام کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا۔ آپؑ نے اپنے زائر

مردِ بلخی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریکِ دستر خوان فرمالیا۔

کھانے سے فراغت کے بعد امام علیہ السلام نے ہاتھ دھونے کے لیے آفتابہ اور طشت طلب فرمایا۔ مردمومن بلخی نے پانی سے بھرا ہوا آفتابہ اپنے ہاتھ میں اٹھایا تا کہ امام علیہ السلام کے ہاتھ دھلائے۔ لیکن آپؑ نے فرمایا کہ:

اے بھائی! تم ہمارے مہمان ہو' بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم میرے ہاتھ دھلاؤ۔

مردِ مومن بلخی نے عرض کیا کہ:

مولا! میری خواہش یہی ہے کہ اپنے امام کے ہاتھ دہلانے کا شرف حاصل کروں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اچھا اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو خدا کی قسم میں بھی تمہیں وہ سب کچھ دکھاؤں گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

چنانچہ اس نے امام علیہ السلام کے ہاتھوں پر پانی ڈالنا شروع کیا تا آنکہ وہ طشت پانی سے ایک تہائی بھر گیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ طشت میں کیا ہے؟

مردمومن بلخی نے کہا: حضور پانی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں نہیں' بلکہ یہ تو یاقوتِ سرخ ہیں۔

جب اس نے طشت میں دیکھا تو اسے پانی کے بجائے یاقوتِ سرخ نظر آئے اور وہ حیران ہوا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا' اور پانی ڈالو۔

مردمومن بلخی نے پانی ڈالنا شروع کیا' یہاں تک کہ طشت دو تہائی بھر گیا۔

امام علیہ السلام نے دریافت فرمایا' بتاؤ طشت میں کیا ہے؟

مردمومن بلخی نے عرض کیا کہ حضور پانی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں' پانی نہیں بلکہ یہ تو زمردِ سبز ہیں۔

مرد مومن بلخی نے طشت میں دیکھا تو واقعی وہ زمردِ سبز تھے۔

تیسری مرتبہ امام علیہ السلام نے فرمایا' پانی ڈالو۔

اور جب اس مرتبہ پانی سے پورا طشت بھر گیا تو امام علیہ السلام نے پھر وہی سوال کیا کہ اس طشت میں کیا ہے؟

مرد مومن بلخیؒ نے عرض کیا کہ حضور پانی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں پانی نہیں بلکہ یہ تو سفید موتی ہیں۔

جب اس مرد مومن بلخی نے طشت میں دیکھا تو عرض کرنے لگا کہ فرزند رسولؑ آپ نے بالکل سچ ارشاد فرمایا۔ اس میں تو واقعی سفید موتی ہیں۔

اب اس طشت میں تین قسم کے جواہرات موجود تھے۔ موتی' یاقوت اور زمرد۔ یہ دیکھ کر وہ بہت حیران و ششدر ہو رہا تھا۔ امام علیہ السلام کے دستہائے معجز نما کو دیکھا اور فرطِ مسرت سے بوسے دینے لگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے شیخ! ہمارے پاس کچھ بھی نہیں کہ تمہارے تحائف کے بدلے میں کچھ دے سکتے۔ ان جواہرات کو اپنے تحائف و ہدایہ کا عوض سمجھ کر لے جاؤ اور ہماری طرف سے اپنی زوجہ سے معذرت کرنا اس لیے کہ اس نے ہم پر خفگی کا اظہار کیا تھا۔

اس مرد مومن بلخی نے اپنا سر شرم سے جھکا لیا اور عرض کیا:

مولا! آپ کو میری زوجہ کی اس گستاخی کی کس نے خبر دی۔ (یقیناً علم امامت سے آپ کو اس کا علم ہو گیا)۔

بے شک آپ ہی اہل بیتؑ نبوت ہیں۔ پھر وہ مرد مومن بلخی اپنے وطن کے لیے امام علیہ السلام سے رخصت ہوا جب وہ اپنے گھر پہنچا تو سارا قصہ اپنی زوجہ سے بیان کیا اور وہ تمام جواہرات اس کے سامنے رکھ دیئے۔ اس کی زوجہ بے حد نادم و تائب ہوئی اور اپنے شوہر سے فرمائش ظاہر کی کہ مجھے بھی زیارتِ امامؑ سے شرفیاب کرے۔

مردمومن بلخی جب حج کے لیے روانہ ہوا تو اپنی زوجہ کو ہمراہ لے چلا۔ راستے میں وہ بیمار ہوگئی اور مدینہ کے قریب پہنچ کر فوت ہوگئی۔ وہ مردمومن اس حادثۂ جانکاہ سے گھبرا کر سیدھا اپنے امام علیہ السلام کی خدمت میں جا پہنچا اور تمام حال سے آگاہ کیا۔

امام علیہ السلام یہ سن کر کھڑے ہوگئے اور دو رکعت نماز بارگاہِ الٰہی میں پیش کی اور کچھ دعائیں کیں۔ پھر فرمایا: اے شیخ بلخی! تم اپنی زوجہ کے پاس جاؤ' خداوند عالم نے اسے اپنی قدرتِ کاملہ سے دوبارہ زندہ کر دیا کیونکہ وہ اللہ تو وہی ہے جو بوسیدہ ہڈیوں کو جوڑنے اور مردے میں جان ڈالنے والا ہے۔

وہ مومن فوراً ہی کھڑا ہوگیا اور جب واپس اپنی زوجہ کے پاس پہنچا تو دیکھا وہ صحیح وسالم بیٹھی ہوئی ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ موت کے بعد تم کس طرح زندہ ہوگئیں؟

زوجہ نے کہا کہ فرشتۂ موت جب میری روح قبض کر کے عالمِ بالا کی طرف پرواز کرنا چاہتا تھا کہ اثناءراہ میں ایک جوان رعنا' جو شکل وشمائل ایسے تھے (یعنی اس نے امام علیہ السلام کا حلیہ مبارک بتایا' جس کی تصدیق اس کے شوہر نے کی کہ یہ تو نے سچ کہا کیونکہ میرے امام عالی مقام علی بن الحسینؑ بالکل ایسے ہی ہیں) آئے۔ جب ملک الموت نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو سلام بجالایا اور قدم بوسی کی اور مسلسل کہے جارہا تھا کہ اے اللہ کی حجت' اے زین العابدینؑ آپ پر سلام ہو۔

امام علیہ السلام نے جوابِ سلام دیا اور فرمایا:

اے ملک الموت! اس عورت کی روح اس کے جسم میں لوٹا دے۔ یہ ہمارے پاس آرہی تھی اور میں نے خداوند عالم سے درخواست کی ہے کہ اس کی زندگی میں تیس سال کا مزید اضافہ کر دے اور بہتر زندگی عطا فرمادے۔

فرشتۂ موت نے عرض کیا:

اے اللہ کے ولی! آپ کا حکم بجا لاتا ہوں اور چشمِ زدن میں اس کی روح اس کے جسم میں واپس کرتا ہوں۔ اس کے بعد ملک الموت نے اُن کے ہاتھوں کے بوسے

لیے اور وہاں سے رخصت ہوا' تو میں نے اپنے آپ کو صحیح وسالم پایا۔

اپنی زوجہ کی زبانی یہ سب روداد سننے کے بعد زوجہ کے ہمراہ خدمت امام علیہ السلام میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اس کی زوجہ نے آپ کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور کہا:

بخدا! یہی وہ بزرگ شخصیت تھے جن کے حکم سے مجھے دوبارہ زندگی کے تیس سال عطا ہوئے اور جن کی قدم بوسی ملک الموت نے کی۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے آپ کو امام علیہ السلام کے قدموں پر گرا دیا' قدم بوسی کی اور کہا' یہی میرے مولا و آقا ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ اس کے بعد وہ عورت جب تک زندہ رہی اپنے شوہر کے ساتھ جوارِ امام علیہ السلام ہی میں رہتی رہی تا آنکہ وہ دونوں دنیا سے رخصت ہوئے۔

(منتخب طریحی' ص ۳۴۹)

طلبِ باراں

ثابت بنانی کا بیان ہے کہ میں بصرہ کے مشہور عابدوں کی جماعت کے ساتھ حج کے لیے گیا۔ ان عبادت گزاروں میں ایوب سجستانی' صالح المروی' عتبۃ العلام' حبیب فارسی اور مالک بن دینار شامل تھے۔ جب ہم مکہ پہنچے تو وہاں پانی کی شدید قلت تھی اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو شدید دشواری پیش آ رہی تھی۔

جب اہلِ مکہ اور دوسرے حجاج نے ہم لوگوں کو دیکھا تو انہوں نے ہم سے التجا کی کہ ہم بارش کے لیے خدا سے دعا مانگیں۔

ہم سب کعبہ شریف آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر ہم نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگی مگر کہیں سے بھی بادل کا ٹکڑا نمودار نہ ہوا۔ ابھی ہم دعا میں مصروف تھے کہ ایک جوان آیا جو کہ خوفِ خدا کی وجہ سے دردوغم کی تصویر دکھائی دیتا تھا۔ اس نے کعبہ کے گرد طواف کیا۔ پھر اس نے ہمیں مخاطب کر کے کہا:

مالک بن دینار! ثابت البنانی! ایوب سجستانی! صالح المروی! عتبۃ العلام! حبیب الفارسی! سعد! عمر' صالح الاعمٰی' رابعہ! سعدانہ! جعفر بن سلیمان!

ہم نے اس سے کہا: لبیک وسعیدک اے جوان!

اس نے کہا: کیا تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس سے رحمٰن محبت کرتا ہو۔

ہم نے کہا: جوان! ہم بے بس ہیں۔ ہمارا کام دعا مانگنا ہے اور وہ خدا کی مرضی پر منحصر ہے خواہ قبول کرے یا ٹھکرا دے۔

جوان نے کہا:

تم سب کعبہ سے ہٹ جاؤ۔ اگر تم میں کوئی ایک بھی خدا کا محبوب ہوتا تو وہ ضرور تمہاری دعا کو قبول کرتا۔

ہم کعبہ شریف سے ہٹ گئے۔ نوجوان کعبہ شریف کے قریب گیا اور سجدہ کیا اور اس نے سجدے میں کہا:

سیدی بحبک لی الاسقیتھم الغیث

''میرے آقا و مولا! تجھے اس محبت کی قسم جو تجھے مجھ سے ہے ان لوگوں کو بارش سے سیراب فرما''۔

جوان کی دعا مکمل ہی نہیں ہوئی تھی کہ بادل چھا گئے اور زور سے بارش ہوئی۔ یوں لگتا تھا جیسے مشکیزوں کے دہانے کھل گئے ہوں۔

میں نے اس جوان سے کہا: آپ کو کیسے پتہ چلا کہ اللہ آپ سے محبت کرتا ہے۔

جوان نے کہا: اگر اسے مجھ سے محبت نہ ہوتی تو وہ مجھے زیارت کے لیے نہ بلاتا۔ اب چونکہ اس نے مجھے بلایا ہے اس سے مجھے یقین ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہے اور میں نے بھی اسے اس محبت کا واسطہ دیا ہے جو اسے مجھ سے ہے اور اس نے میری درخواست کو قبول کیا ہے۔

پھر اس جوان نے یہ شعر پڑھے اور ہم سے جدا ہو گیا:

من عرف الرب فلم تغنه
معرفة الرب فذاک الشقی
ماضر فی الطاعة ما ناله
فی طاعة اللّٰه وما ذالقی
ما یصنع العبد بغیر التقی
والعز کل العز للمتقی

''جس نے خدا کی معرفت حاصل کی اور اسے معرفت خدا نے کوئی فائدہ نہ دیا تو وہ بدنصیب ہے۔
اطاعت خدا میں پہنچنے والا نقصان' درحقیقت نقصان ہی نہیں ہے۔
بندہ کو تقویٰ سے ہی منسلک رہنا چاہیے کیونکہ عزت اہل تقویٰ کے لیے مخصوص ہے۔

میں نے اہلِ مکہ سے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے؟
انہوں نے کہا کہ یہ علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے۔
(الاحتجاج' ص ۳۱۶-۳۱۷)

جعفر کذّاب کی پیشین گوئی

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے ابوخالد کابلی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے آقا و مولا امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے عرض کی:

فرزند رسولؐ! آپؑ بیان کریں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وہ ہستیاں کون سی ہیں جن کی اطاعت و مودت کو اللہ نے واجب کیا ہے اور ان کی اقتدا کو ضروری قرار دیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کنکر! وہ اولی الامر جنہیں اللہ نے لوگوں کا امام مقرر کیا ہے اور جن کی اطاعت فرض کی ہے وہ امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ پھر امام حسنؑ ہیں پھر امام حسینؑ ہیں، پھر امر امامت ہم تک پہنچا۔ یہ کہہ کر آپؑ خاموش ہو گئے۔

میں نے عرض کیا: میرے آقا! ہم تک امیرالمومنینؑ کا یہ فرمان پہنچا ہے انہوں نے فرمایا:

زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہتی، اب آپؑ بتائیں کہ آپؑ کے بعد بندوں پر اللہ کی حجت کون ہے اور لوگوں کا امام کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میرے بعد میرا فرزند محمد امام ہے۔ اس کا نام تورات میں ''باقر'' ہے۔ یہ علم کو شگافتہ کرے گا۔ وہی میرے بعد حجتِ خدا ہے اور محمد (باقر) اور اس کا فرزند جعفر ہے اور وہ اہل آسمان میں صادق کے نام سے مشہور ہے۔

میں (راوی) نے عرض کیا: مولا! آپؑ تو تمام حضرات ہی صادق ہیں پھر یہ لقب صرف ایک امام کے لیے مخصوص کیوں ہے؟

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے میرے والد نے اپنے والد کی زبانی خبر دی کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

جب میرا فرزند جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن ابی طالب علیہم السلام پیدا ہو جائے تو تم اس کا لقب ''صادق'' رکھنا کیونکہ اس کی پشت میں سے پانچویں شخص کا نام بھی جعفر ہوگا اور وہ خدا پر جرأت وافترا کرتے ہوئے امامت کا جھوٹا دعویٰ کرے گا۔ وہ اللہ کے نزدیک کذاب ومفتری ہوگا اور وہ اس چیز کا مدعی ہوگا جس کا وہ اہل نہیں ہوگا وہ اپنے باپ کا مخالف ہوگا اور اپنے بھائی سے حسد کرتا ہوگا اور وہ اللہ کے ولی کی غیبت کے وقت اللہ کے راز کو کھولنے کا ارادہ کرے گا۔

یہ کہہ کر امام زین العابدین نے بہت زیادہ گریہ کیا اور فرمایا:

گویا میں اس وقت جعفر کذاب کو دیکھ رہا ہوں کہ اس نے اپنے دور کے طاغوت

کو ساتھ لے کر ولی خدا کے معاملہ کی تفتیش شروع کر رکھی ہے اور وہ اسے تلاش کر رہا ہے جو اللہ کی حفاظت میں غائب ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کی ولادت سے بے خبر ہے اور جعفر چاہتا ہے کہ اگر اس کا بھتیجا اس کے ہاتھ آ جائے تو اسے قتل کرا دے کیونکہ اس کی خواہش ہے کہ ناجائز طور پر اپنے بھائی کی میراث پر قابض ہو جائے۔

ابو خالد کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا:

فرزند رسولؐ! کیا ایسا بھی ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ مجھے میرے رب کی قسم! ہمارے پاس ایک صحیفہ ہے جس میں ان مصائب کا تذکرہ کیا گیا ہے جو رسولؐ خدا کے بعد ہم پر نازل ہوں گے اور یہ بات ابھی اس صحیفہ میں مذکور ہے۔

ابو خالد نے کہا: مولا! اس کے بعد کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: رسولؐ خدا کے بارہویں وصی کی غیبت طول پکڑ لے گی اور یاد رکھو وہ لوگ جو ان کے دور میں ہوں گے اور ان کی غیبت کے قائل ہوں گے اور ان کے ظہور کے منتظر ہوں گے تو وہ لوگ تمام اہل زمان سے بہتر ہوں گے۔ کیونکہ اللہ نے انہیں عقول، افہام اور معرفت عطا کی ہے اور اسی نعمت کی وجہ سے ان کی نظر میں غیبت بھی مشاہدہ کی طرح سے ہوگی اور ان لوگوں کو وہی مقام حاصل ہوگا جو رسولؐ خدا کے سامنے تلوار لے کر جہاد کرنے والوں کا ہوگا۔ وہ لوگ حقیقی مخلص ہیں اور ہمارے کھرے شیعہ ہیں اور ظاہر و باطن میں اللہ کے دین کے داعی ہیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: امام مہدیؑ کا انتظار کرنا افضل ترین اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ (اکمال الدین، ص ۳۱۹-۳۲۰)

علی اصغرؑ کے قاتل حرملہ کے لیے بددعا

شیخ طوسی رقم طراز ہیں کہ منہال بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ میں حج کے دوران

امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

منہال! یہ بتاؤ کہ حرملہ بن کاہل اسدی کس حال میں ہے؟

میں نے عرض کیا: مولا! جب میں کوفہ سے روانہ ہوا تھا تو اس وقت تک وہ زندہ تھا۔ یہ سن کر آپؑ نے ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا:

پروردگار! اسے لوہے اور آگ کا مزہ چکھا۔

منہال کہتے ہیں کہ میں کوفہ کی طرف واپس آیا تو اس وقت مختار بن ابی عبیدہ ثقفی خروج کر چکا تھا اور وہ کوفہ کا تخت سنبھال چکا تھا۔ مختار میرا دوست تھا۔ میں انہیں سلام کرنے کے لیے اپنی سواری پر سوار ہوا اور میں نے جا کر اس سے ملاقات کی۔ مختار نے بطور شکایت کہا کہ منہال! تم تو ہمارے دوست ہو مگر تم ہمیں حکومت کی مبارک تک دینے کے لیے ہمارے پاس نہیں آئے۔

میں نے کہا: میں حج پر گیا ہوا تھا اور ابھی حج سے واپس آیا ہوں۔

پھر مختار نے گھوڑا طلب کیا اور دارالامارہ سے باہر آیا۔ میں بھی اس کے ساتھ سفر کرنے لگا۔ مختار کوفہ کے محلہ کناسہ میں پہنچے اور ایک مقام پر یوں رک گئے جیسے انہیں کسی کا انتظار ہو۔ اصل بات یہ تھی کہ وہ حرملہ بن کاہل اسدی کی تلاش میں تھے۔

مختار کو وہاں کھڑے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ مختار کے فوجی حرملہ بن کاہل اسدی کو گرفتار کر کے اس کے پاس لے آئے۔ مختار نے جب اسے دیکھا تو کہا کہ میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے مجھے تجھ پر تصرف عطا کیا ہے۔

پھر مختار نے ایک قصاب کو بلا کر حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دو۔

جب اس لعین کے ہاتھ کٹ گئے تو مختار نے کہا کہ اس کے پیر بھی کاٹ دو۔ اور جب اس کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے تو مختار نے حکم دیا کہ آگ جلائی جائے۔ اس وقت بانس کا ایک گٹھا لایا گیا اور اسے اس میں رکھ کر آگ لگا دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ لعین جل کر خاکستر ہو گیا۔

منہال کہتے ہیں کہ جب میں نے اس لعین کا حشر دیکھا تو مجھے امام سجادؑ کی بددعا یاد آئی اور میں نے بے ساختہ سبحان اللہ کہا۔

جب میں نے زور سے ''سبحان اللہ'' کہا تو مختار میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھنے لگے کہ تم نے اس وقت ''سبحان اللہ'' کیوں کہا ہے؟

میں نے بتایا کہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور آپ نے مجھ سے حرملہ کے متعلق پوچھا تھا اور میں نے عرض کیا تھا کہ ابھی تک وہ لعین زندہ ہے۔ اس پر امام زین العابدینؑ نے ہاتھ بلند کر کے کہا تھا:

خدایا! اسے لوہے اور آگ کا مزہ چکھا۔

اور اب میں نے امام علیہ السلام کی بددعا کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھا تو مجھے بے ساختہ سبحان اللہ کہنا پڑا۔

یہ سن کر مختار نے کہا: تجھے خدا کا واسطہ کیا تو نے یہ الفاظ خود اپنے کانوں سے سنے تھے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔ میں نے یہ الفاظ خود سنے تھے۔

یہ سن کر امیر مختار سواری سے اترے اور دو طویل رکعات پڑھیں۔ پھر سجدہ میں گئے اور دیر تک سجدہ میں پڑے رہے۔ پھر سجدہ سے فارغ ہو کر وہاں سے روانہ ہوئے اور جب وہ میرے دروازے سے گزرنے لگے تو میں نے ان سے کہا: آپ میرے گھر چلیں اور کچھ کھانا کھائیں۔

امیر مختار نے کہا: تم نے ابھی امام علی بن الحسینؑ کی دعا کی خبر دی ہے اور اللہ نے آپؑ کی یہ دعا میرے ذریعہ سے پوری کی ہے۔ اس کے باوجود بھی تم مجھے کھانے کی دعوت دے رہے ہو۔ یہ دن تو میرے لیے شکر الٰہی میں روزہ رکھنے کا ہے کہ مالک نے میرے ذریعہ سے امامؑ کی دعا پوری کی ہے۔

حرملہ لعین حضرت علی اصغر کا قاتل تھا اور مظلومِ کربلا کے سر اطہر کو اس نے نوک

نیزہ پر چڑھایا تھا۔ (امالی طوسی' جلد ا' ص ۲۴۳ - ۲۴۵)

ابن زیاد کے لیے بددعا اور قاتلینِ حسینؑ کا انجام

شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ مختار ثقفی نے سولہ ربیع الثانی ۶۶ ہجری کو بدھ کی رات خروج کیا تھا اور اس نے لوگوں سے کتاب اللہ' سنت رسولؐ اور خونِ حسینؑ کے انتقام اور کمزور طبقات کے دفاع کی شرائط پر بیعت لی تھی۔

امیر مختار نے ابن زبیر کے نامزد گورنر عبداللہ بن مطیع کو کوفہ سے نکال دیا اور ماہ محرم ۶۷ھ تک وہ کوفہ کا نظام درست کرتے رہے۔ پھر انہوں نے ابن زیاد کے مقابلہ کے لیے لشکر تشکیل دیا۔ اس وقت ابن زیاد جزیرہ میں موجود تھا اور مختار نے ابوعبداللہ جدلی اور ابوعمارہ کیسان کو اپنے لشکر کے حصوں کا امیر مقرر کیا اور ابراہیم بن مالک اشتر کو اس لشکر کا سالار مقرر کیا۔

ابراہیم سات محرم ۶۷ ہجری کو کوفہ سے روانہ ہوئے اور ان کی فوج میں دو ہزار سپاہیوں کا تعلق قبیلہ مذحج و اسد سے تھا اور دو ہزار افراد کا بنی تمیم اور ہمدان سے تعلق تھا۔ پندرہ سو افراد اہل مدینہ سے تعلق رکھتے تھے اور پندرہ سو افراد کا تعلق قبیلہ کندہ و ربیعہ سے تھا اور دو ہزار غلام بھی لشکر میں شامل تھے۔

بعض مورخین نے لکھا کہ ابراہیم بن مالک اشتر کی فوج میں چار ہزار عرب اور آٹھ ہزار غلام شامل تھے۔

امیر مختار ابراہیم کو الوداع کرنے کے لیے پیدل چلے۔ ابراہیم نے ان سے کہا کہ آپ امیر ہیں لہٰذا آپ سوار ہو جائیں۔

امیر مختار نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آل محمدؐ کی نصرت میں میرے پاؤں غبار آلودہ ہوں اور میں پیدل چلنے کو اپنے لیے عبادت سمجھتا ہوں۔

ابراہیم کوفہ سے مدائن گئے۔ مدائن کے بعد موصل کی طرف روانہ ہوئے اور نہر

خارز پر پہنچے۔ ابن زیاد کو جب ابراہیم کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ بھی بہت بڑا لشکر لے کر مقابلہ کے لیے روانہ ہوا اور ابراہیم کے لشکر سے چار فرسخ دور اس نے ڈیرہ ڈالا۔ پھر صبح کے وقت دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے۔ دونوں طرف سے صف بندی ہوئی۔ ابراہیم نے اپنی فوج سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

اے اہلِ حق اور دین کے مددگار لوگو! حسینؑ بن علیؑ اور ان کی اہل بیتؑ کا قاتل ابن زیاد اپنے شیطانی لشکر کو ساتھ لے کر تمہارے سامنے آچکا ہے۔ لہٰذا تم نیک نیتی اور استقامت کے ساتھ اس سے جنگ کرو اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے تمہارے ہاتھوں قتل کرے گا اور اہل ایمان کے دلوں کو شفا بخشے گا۔

پھر دونوں لشکر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ اہل عراق نے ''یالثارات الحسین'' کا ایمان افروز نعرہ بلند کیا۔ جنگ کے آغاز میں اہل عراق کے قدم اکھڑنے لگے تو ابراہیم نے اپنے جوانوں کو صدا دی کہ مت گھبراؤ اور پوری استقامت سے جنگ کرو۔

عبداللہ بن بشار بن ابی عقب الدؤلی نے کہا: مجھے میرے خلیل (جناب رسولؐ خدا) نے بتایا تھا کہ اہل شام سے ہم ایک نہر کے کنارے نبرد آزما ہوں گے جس کا نام ''خارز'' ہوگا۔ ابتدا میں ہمارے قدم اکھڑیں گے اور ہم ہائے ہائے کریں گے۔ پھر ہم پلٹ کر ان پر حملہ کریں گے اور ان کے امیر کو قتل کر دیں گے۔ تمہیں بشارت ہو اور صبر سے کام لو۔ تم ہی ان پر غالب آؤ گے۔

پھر ابراہیم بن مالک نے شدید حملہ کیا اور قلب لشکر میں گھس گئے۔ اہل عراق نے شامی فوج کی صفوں کو تتر بتر کر دیا اور جب جنگ کا غبار تھما تو پتہ چلا کہ عبیداللہ بن زیاد، حصین بن نمیر، شرحبیل بن ذی الکلاع، ابن حوشب، غالب باہلی، عبداللہ بن ایاس سلمی اور خراسان کا گورنر ابوالاشرس اور اس کے ساتھی جہنم رسید ہو چکے ہیں۔

مالک بن اشتر نے کہا کہ جنگ کے دوران ایک شخص میرے مقابلہ پر آیا اور اس کی شکل کسی خچر سے ملتی جلتی تھی اور جو بھی اس کے سامنے جاتا تھا وہ اسے قتل کر دیتا تھا اور

جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے اس پر تلوار سے حملہ کیا جس سے اس کا بازو کٹ گیا اور وہ نہر کے کنارے جا گرا۔ اس کے ہاتھ مشرق اور اس کے پاؤں مغرب میں پھیل گئے۔ پھر میں نے اسے قتل کیا۔ مجھے اس سے کستوری کی خوشبو محسوس ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ وہ ابن زیاد تھا۔ تم اس کی لاش کو مقتولین کے ڈھیر میں جا کر تلاش کرو۔

(واضح رہے کہ ابن زیاد کی ران پر خونِ حسینؑ کا ایک قطرہ گرا تھا اور اسے ران پر ناسور پڑ گیا تھا جس سے ہر وقت بدبو کے بھبھوکے اٹھتے تھے۔ وہ لعین اپنی بدبو کو چھپانے کے لیے زخم میں کستوری بھرا کرتا تھا)

ابراہیم کے فوجیوں نے اس کی تلاش شروع کی اور ایک شخص نے ایک مقتول کے موزے اور خود و زرہ اتار کر اسے دیکھا تو اس نے پہچان لیا اور کہا: یہ ابن زیاد ہے۔ چنانچہ اس کا سر اس کے تن سے جدا کر دیا گیا اور اس کے نجس بدن کو آگ میں جلا دیا گیا۔

جب ابن زیاد کے جلنے کا منظر اس کے ایک غلام مہران نے دیکھا تو اس نے قسم کھالی کہ آئندہ وہ بریان گوشت نہیں کھائے گا۔

صبح ہوئی تو ابراہیم کے ساتھیوں نے مال غنیمت جمع کیا اور لعینوں کے سر ساتھ لیے اور وہاں سے واپسی اختیار کی۔ ابراہیم نے ابن زیاد اور دوسرے مشہور دشمنانِ آل محمدؐ کے سر مختار کے پاس بھیجے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جب لعینوں کے سر مختار کے پاس پہنچے تو اس وقت مختار ناشتہ کر رہا تھا۔ قاصد نے لعینوں کے سر مختار کے سامنے رکھے۔

مختار نے کہا کہ میں رب العالمین کی حمد بجا لاتا ہوں۔ جب امام حسینؑ کا سر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تھا تو وہ بھی اس وقت ناشتہ کر رہا تھا اور آج میں بھی ناشتہ کر رہا ہوں اور ابن زیاد کا سر میرے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

اتنے میں ایک سفید رنگ کا سانپ نمودار ہوا جو لعینوں کے سروں کے درمیان سے گزرتا ہوا ابن زیاد کے سر کے پاس آیا اور اس کے ناک میں داخل ہوا اور کان سے

نکل آیا۔ پھر دوسری بار وہ اس کے کان میں داخل ہوا اور اس کی ناک سے نکلا۔

جب امیر مختار ناشتہ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنے جوتوں سمیت اس کے سر کو رگیدا۔ پھر انہوں نے جوتا اتار کے اپنے غلام کو دیا اور کہا کہ اسے دھو لاؤ کیونکہ یہ ایک نجس کافر کے منہ سے مس ہوا ہے۔

امیر مختار نے ان ملاعین کے سر عبدالرحمٰن بن ابی عمیر ثقافی' عبداللہ بن شداد' جشمی اور سائب بن مالک اشعری کے ہاتھوں مکہ روانہ کیے۔ کیونکہ اس وقت محمد بن حنفیہ اور امام زین العابدینؑ مکہ میں تھے اور ان سروں کے ساتھ امیر مختار نے ایک خط بھی روانہ کیا جس میں انہوں نے لکھا:

امابعد! میں نے آپؑ کے انصار اور شیعوں کو آپؑ کے دشمنوں کی طرف روانہ کیا تا کہ ان سے آپ کے مظلوم شہید بھائی کا بدلہ لیا جا سکے۔ آپ کے پیروکار پورے جوش و جذبہ سے روانہ ہوئے اور ''نصیبین'' کے قریب دشمن سے جنگ کی۔ رب العالمین نے آپ کے دشمنوں کو قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ اس نے آپ کا انتقام لیا اور آپ کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کیا اور انہیں ہر گھاٹی میں قتل کیا اور انہیں ہر سمندر میں غرق کیا اور اہل ایمان کے سینوں کو شفا بخشی اور ان کا غصہ دور کیا۔

مختار کے قاصد اس کا خط اور ملاعین کے سر لے کر محمد بن حنفیہ کے پاس گئے۔ محمد بن حنفیہ نے ابن زیاد لعین کا سر امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس روانہ کیا اور جب ملعون کا سر امامؑ کے پاس پہنچا تو اس وقت آپؑ ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

جب مجھے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ ناشتہ کر رہا تھا اور میرے والد کا سر اس کے سامنے رکھا تھا۔ اس وقت میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ خدایا! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک ابنِ زیاد کا کٹا ہوا سر مجھے نہ دکھانا اور خدایا! اس کا سر میرے پاس اس وقت بھجوانا جب میں ناشتہ میں مصروف ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری دعا قبول فرمائی۔ پھر آپؑ نے حکم دیا کہ اس کے سر کو باہر پھینک دیا جائے۔ ایک آدمی اس کے سر کو ابن زبیر کے پاس لے گیا۔ ابن زبیر نے حکم دیا کہ اسے ایک بانس پر چڑھا دیا جائے۔

جب ابن زیاد کے سر کو بانس پر چڑھایا گیا تو ہوا نے اسے حرکت دی اور اس کا سر زمین پر گر پڑا۔ پھر ایک سانپ آیا جس نے اس کے ناک کو کاٹنا شروع کیا۔ اس لعین کے سر کو دوسری بار بانس پر چڑھایا گیا لیکن دوسری مرتبہ بھی ہوا کا تیز جھونکا آیا اور اس کا سر زمین پر گر پڑا۔ الغرض اس کا سر تین بار بانس پر چڑھایا گیا لیکن ہر بار ہوا نے اسے گرا دیا۔

ابن زبیر نے حکم دیا کہ اس لعین کے نجس سر کو مکہ کی کسی گھاٹی میں پھینک دیا جائے۔ چنانچہ اس کے سر کو مکہ کی ایک گھاٹی میں پھینک دیا گیا۔

چند معززین کوفہ نے امیر مختار سے عمر بن سعد بن ابی وقاص کے لیے امان طلب کی۔ امیر مختار نے کہا کہ اسے اس شرط پر امان دی جاتی ہے کہ وہ کوفہ سے باہر نہیں نکلے گا اور اگر وہ کوفہ سے باہر نکلا تو پھر اس کا خون مباح ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ ایک شخص عمر بن سعد کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مختار نے قسم کھا کر کہا ہے کہ وہ ایک شخص کو ضرور قتل کرے گا۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ تجھے ہی قتل کرنا چاہتا ہے۔

یہ سن کر عمر بن سعد رات کے وقت گھر سے باہر نکلا یہاں تک کہ مقام ہیثم تک گیا۔ کسی نے اس سے کہا: تیرا کوفہ سے یوں نکلنا مختار سے مخفی نہیں رہ سکے گا۔ لہٰذا تیری عافیت اسی میں ہے کہ تو دوبارہ کوفہ لوٹ جا۔

چنانچہ وہ لعین رات کی تاریکی میں دوبارہ کوفہ آیا۔ جب صبح ہوئی تو عمر بن سعد کا بیٹا حفص مختار کے پاس آیا اور کہا: میرے باپ کو جو امان دی گئی ہے کیا آپ اس پر قائم ہیں؟

مختار نے اسے بٹھایا اور ابوعمرہ کے ساتھ دو دیگر افراد کو طلب کیا اور ان کے کان میں کچھ بات کی۔ تھوڑی دیر بعد ابوعمرہ' عمر بن سعد کا سر لے کر دربار میں داخل ہوا۔

مختار نے عمر سعد کے بیٹے سے کہا: اس سر کو پہچانتے ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں یہ میرا باپ عمر سعد ہے۔

مختار نے جلاد سے کہا: اب اس کا بھی کام تمام کر دو۔ جلاد نے عمر سعد کے بیٹے کا سر قلم کر دیا۔

مختار نے کہا: عمر سعد حسینؑ کے بدلہ میں اور اس کا بیٹا علی اکبرؑ کے بدلہ میں قتل ہوا ہے' لیکن قاتل و مقتول برابر نہیں ہیں۔

اس کے بعد امیر مختار نے اعلان عام کر دیا کہ جس بھی شخص نے کربلا میں حصہ لیا ہے میں اسے قتل کروں گا۔ اس اعلان کے بعد لوگ قاتلینِ حسینؑ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر مختار کے پاس لاتے تھے اور مختار انہیں قتل کرتا تھا۔

کسی نے مختار کو بتایا کہ شمر لعین امام حسینؑ کا ایک اونٹ پکڑ کر کوفہ لایا تھا اور اس نے کوفہ میں اونٹ کو نحر کر کے اس کا گوشت مختلف گھرانوں میں تقسیم کیا تھا۔

امیر مختار نے حکم دیا کہ معلوم کرو جن جن گھروں میں گوشت بھیجا گیا ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان گھروں کو گرا دیا جائے۔

چنانچہ ان کے فرمان پر عمل کیا گیا۔ بہت سے دشمنانِ حسینؑ قتل ہوئے اور ان کے گھر گرا دیئے گئے۔

مختار کے دربار میں عبداللہ بن اسید جہنی' مالک بن ہیثم بدانی کندی اور حمل بن مالک محاربی کو پیش کیا گیا۔ امیر مختار نے ان سے کہا:

تم نے حسینؑ کے خلاف جنگ کیوں کی تھی؟

انہوں نے کہا: ہمیں مجبور کر کے وہاں بھیجا گیا تھا۔

امیر مختار نے کہا: تو کیا تم نے حسینؑ کو پانی پلایا تھا؟

پھرانہوں نے بدانی سے کہا: کیا تو نے امام حسینؑ کی ٹوپی نہیں لوٹی تھی؟

اس نے انکار کیا۔ امیر مختار نے کہا: جی ہاں مجھے علم ہے تو نے ان کی ٹوپی لوٹی تھی۔ پھر امیر مختار نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ چنانچہ مختار کے حکم پر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور دوسرے دشمنانِ اہل بیتؑ کو بھی قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد قرار بن مالک، عمرو بن خالد، عبدالرحمٰن بجلی، عبداللہ بن قیس خولانی کو بھی امیر مختار کے سامنے لایا گیا تو انہوں نے حکم دیا کہ انہیں بازار لے جا کر قتل کر دیا جائے۔

خولی لعین اپنے گھر میں چھپا بیٹھا تھا۔ امیر مختار کی فوجوں نے اس کو گرفتار کیا اور امیر مختار کے حکم سے اسے اس کے دروازے پر قتل کر دیا گیا اور اس کے گھر کو جلا دیا گیا۔ ابوعمرہ نے شمر بن ذی الجوشن کو ایک مقابلہ کے بعد گرفتار کر لیا اور اسے امیر مختار کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے اسے قتل کرا دیا اور تیل گرم کر کے اس کی لاش کو جلا دیا گیا۔

بہرنوع امیر مختار نے بہت سے قاتلینِ حسینؑ کو قتل کیا اور ان کے گھر منہدم کرائے اور غلاموں کو حکم دیا کہ وہ اپنے قاتلینِ حسینؑ آقاؤں کو قتل کریں۔ چنانچہ جن جن غلاموں نے اپنے آقاؤں کو قتل کیا تھا امیر مختار نے انہیں آزاد کر دیا۔

(امالی طوسی، جلد ا، ص ۲۴۵-۲۵۰)

ائمہؑ کے پاس ایک دیوان ہوتا ہے جس میں ان کے شیعوں کے نام ہوتے ہیں

بنی حنیفہ کے ایک شخص نے روایت کی ہے کہ میں اپنے چچا کے ساتھ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے کچھ صحیفے رکھے تھے جنہیں آپ ملاحظہ کر رہے تھے۔

میرے چچا نے کہا: مولا! یہ کیا چیز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ ہمارے شیعوں کا دیوان ہے۔

میرے چچا نے کہا: تو کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں اور اس میں اپنا نام تلاش کر سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں تمہیں اجازت ہے۔

میرے چچا نے کہا: مولا! بات یہ ہے کہ میں تو خود ان پڑھ ہوں جب کہ میرا بھتیجا پڑھا لکھا ہے اور وہ باہر دروازے پر کھڑا ہے۔ اگر آپؑ اجازت دیں تو وہ اندر آ جائے۔

مولا نے اجازت دی اور میں اندر آیا۔

میرے چچا نے کہا کہ اس صحیفہ کو پڑھ کر دیکھو کیا اس میں میرا نام موجود ہے؟

میں نے جب صحیفہ پڑھا تو اس میں میرا نام موجود تھا۔ میں نے خوشی کے مارے چیخ کر کہا: چچا جان! یہ رہا میرا نام۔

میرے چچا نے کہا: تجھ پر افسوس! اسے اچھی طرح سے پڑھ کر مجھے بتاؤ کہ آیا میرا نام بھی اس میں موجود ہے؟

جب میں نے پانچ چھ مزید صفحات پڑھے تو اس کے بعد مجھے میرے چچا کا نام دکھائی دیا۔ میں نے چچا کو بتایا کہ آپ کا نام بھی اس میں مرقوم ہے۔

یہ سن کر میرے چچا نے خدا کا شکر ادا کیا۔

پھر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیعوں سے ہماری ولایت کا عہد لیا ہے۔ اسی لیے ان کی تعداد نہ کم ہو سکتی ہے اور نہ زیادہ ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اعلیٰ علیین سے پیدا کیا اور ہمارے شیعوں کو ہماری بچی ہوئی طینت سے پیدا کیا اور ہمارے دشمنوں کو "سجین" سے پیدا کیا اور ان کے دوست داروں کو اس سے بھی پست چیز سے پیدا کیا۔

(بصائر الدرجات، ص ۱۷۱)

شہد کی پہچان کہ یہ کہاں سے آیا ہے

فضیل بن یسار بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں شہد پیش کیا گیا۔ آپؑ نے اسے نوش کیا اور پھر ارشاد فرمایا:

خدا کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ یہ شہد کہاں سے آیا ہے اور کس سرزمین سے آیا ہے۔ یہ شہد فلاں گاؤں کے پھولوں سے کشید کیا گیا ہے۔ (مختصر البصائرؒ ص ۵۷)

چور کو عبرت ناک سزا

شیخ طوسی رقم طراز ہیں کہ یحییٰ بن ابی العلاء سے مروی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا' آپ نے فرمایا:

ایک مرتبہ امام زین العابدینؑ حج کے لیے مکہ روانہ ہوئے اور مکہ و مدینہ کے درمیان ایک وادی میں پہنچے کہ ایک ڈاکو نے آپؑ کا راستہ روک لیا اور اس نے آپؑ سے کہا کہ آپؑ سواری سے نیچے آ جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیوں؟

اس نے کہا: میں آپؑ کو قتل کرنا چاہتا ہوں اور پھر آپؑ کا سب مال چھین لوں گا۔

آپؑ نے فرمایا: میں تمہیں اپنے مال میں خود شریک کر لیتا ہوں تاکہ یہ تمہارے لیے حلال ہو جائے۔

اس نے کہا: نہیں۔ میں تو آپ کے سارے مال پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ میں مطمئن ہو کر اسے تصرف میں لے آؤں۔

آپؑ نے کہا: ایسا ناممکن ہے۔ پھر آپ نے اس سے کہا: تیرا پروردگار کہاں ہے؟

اس نے کہا: وہ سو رہا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس وقت اچانک دو شیر نمودار ہوئے۔ ایک نے اس کا سر دبوچ لیا اور دوسرے نے اس کی ٹانگیں پکڑ لیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تو تو سمجھتا تھا کہ تیرا پروردگار سو رہا ہے۔ (امالی شیخ طوسی، جلد۲، ص ۲۸۵-۲۸۶)

عبدالملک بن مروان کے خط سے آگاہی

شیخ مفید رقم طراز ہیں کہ علی بن عبدالعزیز نے اپنے والد سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب عبدالملک بن مروان کی حکومت قائم ہوئی اور اسے استحکام ملا تو اس نے اپنے گورنر حجاج بن یوسف کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے عبدالملک بن مروان کی طرف سے حجاج بن یوسف کے نام!

امابعد! میرے دور حکومت کو خاندان عبدالمطلب کے خون سے پاک رکھو کیونکہ میں نے دیکھ لیا ہے کہ ابوسفیان کی نسل نے عبدالمطلب کی نسل کا خون بہایا تو اللہ نے ان سے حکومت چھین لی۔ والسلام۔

عبدالملک نے یہ خط انتہائی رازداری سے لکھ کر حجاج کو بھیجا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے امام زین العابدینؑ کو خط کے مضمون سے آگاہی عطا فرمائی اور آپ کو بتایا گیا کہ عبدالملک نے بنی ہاشم کے خون نہ بہانے کا عزم کر لیا ہے اسی لیے اس کی حکومت طویل ہوگی۔

آپ نے عبدالملک کے اس خط پر اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے خط لکھا کہ حضرت رسولؐ خدا نے مجھے خواب میں فرمایا کہ تم نے اس عنوان پر مبنی خط تحریر کیا ہے اس کی وجہ

سے اللہ نے تیری عمر دراز کر دی ہے اور تیری حکومت کو استحکام دے دیا ہے۔

(الاختصاص مفید' ص ۳۱۴-۳۱۵)

آپؑ کے قتل کا مشورہ

قطب راوندی رقم طراز ہیں کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ اگر تو اپنی حکومت کو باقی اور پائیدار دیکھنا چاہتا ہے تو امام علی بن الحسینؑ کو قتل کرا دے۔

عبدالملک نے جواب میں لکھا: مجھے بنی ہاشم کے خون سے دور ہی رکھو اور تم خود بھی اس سے پرہیز کرو۔ میں نے آل ابوسفیان کو دیکھ لیا ہے جب انہوں نے بنی ہاشم کے خون بہائے تو اللہ نے بہت جلد ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

عبدالملک نے یہ خط خفیہ طور پر روانہ کیا تھا۔ اسی وقت امام علیہ السلام نے عبدالملک کو ایک خط تحریر کیا اور آپ کے خط کا مضمون یہ تھا:

مجھے معلوم ہے جو کچھ تو نے حجاج کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔ خدا تجھے اس نیکی کا بدلہ دے اور تیری سلطنت کو مضبوط کرے اور تیری عمر میں اضافہ فرمائے۔

امام علیہ السلام نے وہ خط اپنے غلام کے ہاتھ روانہ کیا اور آپ نے اپنے خط میں اس ساعت اور تاریخ کو بھی درج کیا تھا جس میں عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا تھا۔

جب غلام وہاں پہنچا اور اسے وہ خط دیا تو عبدالملک نے خط کی تاریخ کو دیکھا تو اسے اپنے خط کی تاریخ کے مطابق پایا جس کی وجہ سے اسے امام علیہ السلام کی صداقت پر یقین ہو گیا۔ اس نے دیناروں سے بھری ہوئی ایک وزنی تھیلی آپ کی خدمت میں روانہ کی اور اس نے آپؑ سے درخواست کی کہ آپؑ اپنی اور اپنے اہلِ خانہ اور دوستوں کی ضروریات سے مطلع فرماتے رہیں۔

آپ کے خط میں یہ بھی تحریر تھا کہ میں نے خواب میں اپنے جدامجد جناب رسول

خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے اور آنحضرتؐ نے ہی مجھے یہ سب کچھ بتایا ہے جو میں نے تجھے تحریر کیا ہے اور آنحضرتؐ نے تمہارا شکریہ بھی ادا کیا ہے۔

(الخرائج والجرائح' جلد ا' ص ۲۵۶)

آپؑ کی نظر میں قید و آزادی یکساں تھی

صاحب مناقب نے حلیۃ الاولیاء' وسیلۃ الملا اور فضائل ابی السعادات سے نقل کیا کہ زہری نے کہا:

جس دن عبدالملک بن مروان نے امام زین العابدینؑ کو مدینہ سے شام کی طرف طلب کیا تو میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اموی سپاہیوں نے آپ کو زنجیروں میں جکڑ دیا اور آپ کو ایک مسلح دستہ کے سپرد کر دیا گیا۔ میں نے ان لوگوں سے درخواست کی کہ مجھے امامؑ سے ملنے کی اجازت دے دیں تا کہ میں انہیں سلام کرلوں اور الوداع کہہ لوں۔

محافظوں نے بڑی مشکل سے مجھے اس کی اجازت دی۔ میں آپ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے پاؤں میں زنجیریں پڑی ہوئی تھیں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔

یہ منظر دیکھ کر میں رونے لگا اور عرض کیا: کاش آپ کی جگہ میں قید ہوتا اور آپ آزاد ہوتے۔

امام علیہ السلام نے یہ فریاد سن کر فرمایا:

زہری! کیا تم میری گردن میں طوق اور ہاتھوں میں زنجیر دیکھ کر یہ سمجھتے ہو کہ مجھے اس سے تکلیف و بے چینی ہو رہی ہے؟

اگر میں چاہوں تو میں ان زنجیروں سے آزاد بھی ہو سکتا ہوں۔ یہ فرما کر آپ نے اپنے ہاتھ پاؤں ہتھکڑیوں اور بیڑیوں سے نکال لیے اور فرمایا:

زہری! میں دو منزل بعد ان محافظ سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔

زہری کا بیان ہے کہ ابھی چار ہی راتیں گزری تھیں کہ امام کے نگران و محافظ آپؑ کی تلاش میں مدینہ پہنچ گئے اور انہیں آپؑ کا کہیں پتہ نہ ملا۔

میں نے سرکاری محافظوں سے واقعہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ دیکھا کہ ان کے پیچھے بہت سے لوگ چل رہے تھے اور ان کے آگے آپؑ چل رہے تھے۔ ہم ان کے گرد تمام رات جاگتے رہے اور ان کی نگہبانی کرتے رہے اور جب صبح ہوئی تو ہودج میں ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے علاوہ ہمیں کچھ دکھائی نہ دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں عبدالملک کے پاس پہنچا تو اس نے مجھ سے امام زین العابدینؑ کے متعلق پوچھا۔ میں نے بتایا کہ وہ محافظوں کو جل دے کر کہیں نکل گئے ہیں۔

یہ سن کر عبدالملک نے کہا: جس دن وہ محافظوں کی نظروں سے غائب ہوئے اس دن وہ میرے پاس تشریف لائے تھے اور انہوں نے بڑے بارعب اور پُرجلال انداز سے خطاب کر کے مجھ سے کہا کہ میرے اور تیرے درمیان کیا دشمنی ہے اور آخر تو میرے درپے کیوں ہے؟

میں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپؑ میرے یہاں قیام کریں۔

امام نے انکار کیا اور میرے دربار سے چلے گئے۔ خدا کی قسم! اس دن میں ان کے رعب سے اتنا مرعوب ہوا کہ میرا جسم خوف سے لرز گیا۔

زہری کہتے ہیں کہ میں نے عبدالملک سے کہا کہ امام زین العابدین علیہ السلام سے تجھے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ تو ہر وقت عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔

عبدالملک نے کہا: سبحان اللہ! یہ کیسا ہی اچھا مشغلہ ہے۔ (مناقب آل ابی طالب، جلد ۴، ص ۳۵۳)

میں سوچا کہ آج مسجد خالی ہے لہٰذا میں کیوں نہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔

چنانچہ میں نماز پڑھنے کے لیے آیا تو اس وقت آسمان سے تکبیر کی صدا آئی اور اس کے جواب میں زمین سے تکبیر کی صدا بلند ہوئی اور آسمان سے سات بار تکبیر کی آواز آئی اور اسی طرح سے زمین سے بھی سات مرتبہ تکبیر کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اتنے میں امام زین العابدین علیہ السلام کی نماز جنازہ بھی لوگوں نے پڑھ لی اور اس کے بعد لوگ مسجد میں چلے آئے۔ چنانچہ میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور امام زین العابدینؑ کے جنازہ میں شریک ہونے سے بھی محروم رہا۔

میں (علی بن زید) نے کہا: سعید! اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو میں حضرتؑ کے جنازہ کو ہی ترجیح دیتا۔ تم نے تو بہت بڑا خسارہ اٹھایا ہے۔

سعید نے رو کر کہا: بے شک آپ سچ کہتے ہیں۔ کاش میں بھی ان کے جنازہ میں شریک ہوا ہوتا تو یہ میرے لیے بہتر تھا۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۱۳۴)

امامؑ کی عطا کردہ روٹیوں کی برکت

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے زہری سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں آپؑ کے اصحاب میں سے ایک مومن آیا اور اس نے کہا:

فرزند رسولؐ! میں چار سو دینار کا مقروض ہو گیا ہوں اور اس کی ادائیگی کی مجھ میں سکت نہیں ہے اور میں کثیر العیال ہوں۔ کوئی بھی چیز مجھے ایسی دکھائی نہیں دیتی جس سے کام چلا سکوں۔

یہ سنتے ہی آپؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

میں (زہری) نے کہا: فرزند رسولؐ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: مصائب و آلام پر انسان رونے کے سوا اور کر ہی کیا سکتا ہے؟

میں سوچا کہ آج مسجد خالی ہے لہٰذا میں کیوں نہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔

چنانچہ میں نماز پڑھنے کے لیے آیا تو اس وقت آسمان سے تکبیر کی صدا آئی اور اس کے جواب میں زمین سے تکبیر کی صدا بلند ہوئی اور آسمان سے سات بار تکبیر کی آواز آئی اور اسی طرح سے زمین سے بھی سات مرتبہ تکبیر کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اتنے میں امام زین العابدین علیہ السلام کی نماز جنازہ بھی لوگوں نے پڑھ لی اور اس کے بعد لوگ مسجد میں چلے آئے۔ چنانچہ میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور امام زین العابدینؑ کے جنازہ میں شریک ہونے سے بھی محروم رہا۔

میں (علی بن زید) نے کہا: سعید! اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو میں حضرتؑ کے جنازہ کو ہی ترجیح دیتا۔ تم نے تو بہت بڑا خسارہ اٹھایا ہے۔

سعید نے رو کر کہا: بے شک آپ سچ کہتے ہیں۔ کاش میں بھی ان کے جنازہ میں شریک ہوا ہوتا تو یہ میرے لیے بہتر تھا۔ (مناقب آل ابی طالب، جلد۴، ص۱۳۴)

امامؑ کی عطا کردہ روٹیوں کی برکت

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے زہری سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں آپؑ کے اصحاب میں سے ایک مومن آیا اور اس نے کہا:

فرزند رسولؐ! میں چار سو دینار کا مقروض ہو گیا ہوں اور اس کی ادائیگی کی مجھ میں سکت نہیں ہے اور میں کثیر العیال ہوں۔ کوئی بھی چیز مجھے ایسی دکھائی نہیں دیتی جس سے کام چلا سکوں۔

یہ سنتے ہی آپؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

میں (زہری) نے کہا: فرزند رسولؐ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: مصائب و آلام پر انسان رونے کے سوا اور کر ہی کیا سکتا ہے؟

حاضرین نے کہا: بے شک اس حال میں تو صرف رویا ہی جا سکتا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: اس سے زیادہ سخت مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں ایک مومن بھائی کی مصیبت کو دیکھوں اور اسے دُور نہ کر سکوں اور اس کے فاقوں کی داستان سن کر اس کی پریشانی دُور نہ کر سکوں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر کچھ دیر بعد وہ لوگ جب وہاں سے اٹھ کر باہر آئے تو اُن میں سے ایک مخالف امام نے جو آپؑ پر طنز کر رہا تھا کہ یہ بھی عجیب لوگ ہیں کہ آسمان و زمین کی ہر شے پر تصرف واطاعت کا دعویٰ نیز اپنی دعاؤں کی قبولیت کا بھرم ہے پھر بھی اپنے مخصوص مومن بھائیوں کی مدد اور حاجت روائی سے عاجزی اور بے بسی کا انہیں اعتراف ہے۔

یہ طعنہ اس مردمومن اور مصیبت زدہ سے نہ سُنا گیا اور اپنی مصیبت بھول گیا اور امامؑ کی خدمت میں پہنچ کر اس مخالف کی شکایت کرنے لگا۔

امامؑ نے فرمایا کہ مت گھبرا۔ خدا کی طرف سے تیری روزی کا حکم ہو گیا ہے (اور اسی سے اُس مخالف کے منہ پر اللہ کا طمانچہ لگے گا تا کہ اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ جائے) اور اپنی خادمہ سے فرمایا کہ ہماری سحری اور افطار کی دو دو روٹیاں لے آؤ۔ خادمہ نے وہ روٹیاں لے کر آپؑ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپؑ نے وہ روٹیاں اس مردمومن کو عنایت فرما کر ارشاد فرمایا کہ:

بھائی! ہمارے پاس ان روٹیوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ انہیں لے لو۔ خداوند عالم ان سے تمہاری مشکل کو آسان فرمائے گا اور تمہاری روزی میں وسعت دے گا۔

اس مردمومن نے وہ روٹیاں لے کر گھر کی راہ لی۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ ان دو روٹیوں کا کیا کرے۔ وہ اپنے عیال کی بدحالی اور اپنے قرض سے پریشان تو تھا ہی ادھر شیطان نے اپنی کارگزاری شروع کر دی اور وسوسہ ڈالا کہ بھلا ان دو روٹیوں

سے تیری حاجت روائی کس طرح ممکن ہے۔ معاً اس کو یہ خیال آیا کہ ایک روٹی دے کر مچھلی خریدی جائے۔

چنانچہ وہ مچھلی فروش کے پاس گیا جس کے پاس ایک ناقابلِ فروخت مچھلی رکھی تھی جس میں سے بدبو آ رہی تھی۔

اس شخص نے مچھلی فروش سے کہا تیری یہ مچھلی باسی ہے اور میرے پاس بھی سوکھی ہوئی روٹی ہے تو کیا تو میری اس روٹی کے بدلے میں یہ مچھلی دے سکتا ہے؟

مچھلی فروش نے کہا: جی ہاں۔ اس نے مچھلی دے کر روٹی لے لی۔ بعدازاں وہ شخص ایک نمک فروش کے پاس گیا۔ اس کے پاس بھی صاف ستھرا نمک نہیں تھا۔ اس نے کہا کہ کیا تم میری سوکھی روٹی کے عوض یہ نمک مجھے دے سکتے ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں۔ چنانچہ اس نے سوکھی روٹی دے کر نمک خرید لیا۔ چنانچہ وہ مومن مچھلی اور نمک لے کر اپنے گھر پہنچ گیا اور مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس مچھلی کے پیٹ میں دو قیمتی موتی تھے۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔

ابھی چند لمحات ہی گزرے تھے کہ مچھلی فروش اور نمک فروش اس کے دروازے پر پہنچ گئے اور اس کے دروازے پر دستک دی۔ وہ باہر آیا تو دیکھا کہ مچھلی فروش اور نمک فروش دروازے پر کھڑے ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے اس سے کہا:

بندۂ خدا! تم ہم سے اپنی روٹیاں لے لو کیونکہ یہ اتنی سخت ہیں کہ ہم اسے چبانے سے قاصر ہیں۔ ویسے تم انتہائی قلاش ہو اسی لیے تم یہ روٹیاں بھی اپنے پاس رکھو اور مچھلی اور نمک بھی اپنے پاس رکھو۔

اس مردِ مومن نے دونوں دکانداروں کا شکریہ ادا کیا اور وہ دونوں واپس چلے گئے۔ چند لمحات بعد اس کے دروازے پر پھر دستک ہوئی اور وہ دروازے پر گیا تو دیکھا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کا قاصد کھڑا تھا۔ اور اس نے آ کر اس سے کہا کہ امام فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے فراخی دے دی ہے اور تیری غربت دور کر دی ہے لہٰذا

ہماری روٹیاں ہمیں واپس کر دو کیونکہ ہمارے علاوہ اسے کوئی اور نہیں کھا سکتا۔

اس شخص نے ان موتیوں کو زرِ کثیر کے بدلے فروخت کر کے اپنا قرض ادا کیا اور اللہ نے اس کے دن پھیر دیئے۔ (ملخصاً عن امالی الصدوق، ص ۳۶۷)

یزید سے گفتگو

علی بن ابراہیم اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام کا سرِ اطہر یزید کے دربار میں پیش کیا گیا اور امام زین العابدینؑ اور دختران امیر المومنینؑ کو اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس وقت امام سجادؑ نے طوق و رسن پہنے ہوئے تھے۔

یزید لعین نے کہا: علی بن الحسینؑ! حمد ہے اللہ کے لیے جس نے تیرے باپ کو قتل کیا۔

امام علی بن الحسینؑ نے فرمایا: میرے باپ کے قاتل پر اللہ کی لعنت ہو۔

آپؑ کا جواب سن کر یزید سیخ پا ہو گیا اور اس نے آپؑ کو قتل کرنے کا حکم جاری کیا۔

امام سجاد علیہ اسلام نے فرمایا: اگر تو نے مجھے قتل کر دیا تو دخترانِ رسولؐ خدا کو ان کے گھروں تک کون لے جائے گا جب کہ میرے علاوہ ان کے ساتھ کوئی اور محرم نہیں ہے۔

یزید نے کہا: تو ہی انہیں گھروں تک لے جائے گا۔ پھر اس نے لوہا کاٹنے والا مقراض طلب کیا اور اس نے اپنے ہاتھوں سے آپؑ کے طوق کاٹ دیئے۔

پھر اس نے کہا: علی بن الحسینؑ! کیا تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام خود اپنے ہاتھوں سے کیوں کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تو یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے آپ کو تیرا ممنون احسان سمجھوں۔

یزید نے کہا: آپؑ نے بالکل صحیح کہا۔ پھر اس نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم

''تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی پیدا کردہ ہوتی ہے''۔

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ یہ آیت ہمارے متعلق نازل نہیں ہوئی۔ ہمارے متعلق اللہ نے فرمایا:

ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا

''جو بھی مصیبت زمین پر پڑتی ہے اور جو تمہاری جانوں پر پڑتی ہے اس کے پیدا کرنے سے پہلے ہم نے اس کو کتاب میں لکھ دیا ہے''۔

چنانچہ ہم وہ لوگ ہیں جو فوت شدہ چیز پر افسوس نہیں کرتے اور جو نعمت مل جائے اسے پاکر ناحق خوش نہیں ہوتے۔ (تفسیر قمی، جلد۲، ص۳۵۲)

وارثِ کعبہ کے ہاتھوں کعبہ کی تعمیر نو

ثقة الاسلام کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے ابان بن تغلب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا:

جب حجاج بن یوسف نے کعبہ شریف کو منہدم کیا تو لوگ اس کی مٹی کو تبرک سمجھ کر اپنے اپنے گھروں کو لے گئے۔ چند دن بعد حجاج نے دوبارہ کعبہ تعمیر کرنے کا قصد کیا تو اس وقت ایک ہیبت ناک سانپ برآمد ہوا اور بنائے کعبہ پر بیٹھ گیا۔ اس کی ہیبت سے کوئی بھی اس کے قریب نہ آیا۔ لوگ خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے اور حجاج کو اس امر کی اطلاع دی۔

چنانچہ اس افتاد کی وجہ سے حجاج بھی پریشان ہو گیا اور اس نے منبر پر لوگوں سے کہا:

جو شخص ہمیں اس فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کے متعلق معلومات فراہم کرے گا خدا یقیناً اس پر رحم کرے گا۔

حجاج کا اعلان سن کر ایک بوڑھا اٹھا اور اس نے کہا: اگر پوری کائنات میں اس کا علم کسی کے پاس موجود ہے تو وہ صرف وہی ہے جسے میں نے کعبہ میں آتے جاتے دیکھا ہے اور اس نے اس کی پیمائش بھی کی تھی۔

حجاج نے کہا: تم کھل کر اس کا نام بتاؤ۔

بوڑھے نے کہا: وہ علی بن الحسین علیہما السلام تھے۔

حجاج نے کہا: وہ اس کا منبع و سرچشمہ ہیں ہمیں اس مسئلہ کے لیے ان سے رجوع کرنا چاہیے۔

پھر اس نے کسی کو بھیج کر امام زین العابدین علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا اور جب آپؑ تشریف لائے تو حجاج نے تعمیر میں رکاوٹ کا ذکر کیا جس پر آپؑ نے فرمایا:

تو نے ابراہیم و اسماعیل کی مقرر کردہ بنیاد منہدم کرنے کا ارادہ کیا ہے اور تو نے اسے منہدم کر کے راستہ بنا دیا ہے۔ تو نے اسے اپنی میراث سمجھ لیا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چاہتا ہے۔ اب اس کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تم لوگوں میں اعلان کرو کہ جس کسی نے کعبہ کی کوئی چیز اٹھائی ہو وہ اسے واپس کر دے۔

حجاج نے اعلان کیا تو لوگ اپنے اپنے گھروں سے بیت اللہ کی مٹی اٹھا کر لائے اور جب کعبہ کی تمام مٹی جمع ہوگئی تو آپؑ وہاں تشریف لائے اور لوگوں کو کھودنے کا حکم دیا۔

جب لوگوں نے کھدائی شروع کی تو سانپ غائب ہوگیا اور جب بنیاد تک کھدائی مکمل ہوگئی تو آپؑ نے لوگوں کو مزید کھدائی سے روک دیا اور لوگوں کو وہاں سے ہٹ جانے کا حکم دیا۔ اور جب لوگ وہاں سے چلے گئے تو آپ وہاں تشریف لائے اور اس پر کپڑا ڈالا اور آپ نے گریہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھوں سے بنیاد پر مٹی ڈال

کر اسے چھپا دیا۔ پھر آپ نے معماروں کو اس کی تعمیر کا حکم دیا۔ جب دیواریں بلند ہوگئیں تو آپ نے اس کے اندر مٹی ڈلوادی۔ چنانچہ اسی وجہ سے خانہ کعبہ بلند ہوگیا اور سیڑھی کے بغیر انسان اس میں داخل نہیں ہوسکتا۔ (الکافی' جلد۴' ص۲۲۲)

ضمرہ بن سمرہ پر آپ کی بددعا کا اثر

جابر بن یزید جعفی سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن میرے والد امام علی زین العابدینؑ نے فرمایا:

مومن کے لیے اچانک موت اس کے لیے نرمی اور سہولت کا سبب ہے اور کافر کے لیے غم واندوہ کا سبب ہے۔

مومن اپنے غسل دینے والے اور جنازہ اٹھانے والوں کو بخوبی پہچانتا ہے اور وہ جنازہ اٹھانے والوں سے کہتا ہے کہ جلدی کرو اور مجھے دفن کرو کیونکہ وہ خدا کی عظیم نعمات کا طلب گار ہوتا ہے اور کافر اپنے جنازہ اٹھانے والوں سے کہتا ہے کہ خدارا مجھ پر رحم کرو اور مجھے اتنی جلدی قبر کے حوالے نہ کرو۔

جس محفل میں آپ نے یہ گفتگو فرمائی اس میں ضمرہ بن سمرہ بھی موجود تھا اور اس نے تضحیک آمیز لہجہ میں کہا:

''اگر حقیقت یہی ہوتی جو آپؑ بیان کر رہے ہیں تو مردہ اپنی چارپائی سے چھلانگ لگادیتا''۔

یہ کہہ کر وہ خود بھی ہنسا اور دوسروں کو بھی ہنسایا۔

اس وقت امام زین العابدینؑ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی:

خدایا! ضمرہ بن سمرہ ہنس کر تیرے حبیب کی حدیث کا مذاق اڑا رہا ہے اس پر غم و حسرت کو مسلط فرما۔

امام علیہ السلام کی بددعا کو چالیس دن ہی گزرے تھے کہ ضمرہ اچانک مر گیا۔ اس

کے بعد اس کا غلام آپؑ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: اللہ آپؑ کی صلاحیتوں میں اضافہ فرمائے۔ آپؑ کی بددعا کے بعد ضمرہ چالیس دن تک زندہ رہا اور پھر اچانک مر گیا۔ اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس کے مرنے کے بعد اس کی آواز سنی جسے میں نے اچھی طرح سے پہچانا کہ یہ اس کی آواز ہے اور وہ کہہ رہا تھا:

ہائے سمرہ کا بہت برا حال ہے۔ تمام دوست اس سے منہ پھیر چکے ہیں اور وہ دوزخ میں پہنچ گیا ہے جہاں اس نے صبح وشام رہنا ہے۔

یہ سن کر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ اکبر! جو بھی حدیث پیغمبرؐ کا مضحکہ اڑائے یہ اس کی جزا ہے۔ (مختصر البصائر، ص ۹۱)

زہری کی مشکل کشائی

ثقۃ الاسلام کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے ابن بکیر سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ امام زین العابدین ایک بار بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ آپؑ نے مسجد الحرام کے کونے میں چند افراد کے ایک گروہ کو بیٹھا ہوا دیکھا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ کون لوگ ہیں؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ ابن شہاب زہری کے رشتہ دار ہیں کیونکہ زہری کی عقل ختم ہوگئی ہے اور اس نے لوگوں سے بولنا چھوڑ دیا ہے۔ یہ لوگ اسے یہاں اس لیے لائے ہیں کہ ممکن ہے یہ لوگوں کو دیکھ کر بولنے لگ جائے۔

امام علیہ السلام نے طواف مکمل کیا اور پھر آپؑ زہری کے پاس آئے۔ جب زہری نے آپؑ کو دیکھا تو اس نے آپؑ کو پہچان لیا۔

آپؑ نے اس سے پوچھا: تمہیں کیا تکلیف ہے؟

زہری نے کہا: مولا! مجھے فلاں علاقہ کا حاکم مقرر کر کے وہاں بھیجا گیا۔ وہاں مجھ

سے ایک شخص کا نہ چاہتے ہوئے بھی قتل ہو گیا ہے اور جب سے یہ فعل مجھ سے سرزد ہوا اس دن سے میری یہی حالت ہے اور میں تقریباً فاترالعقل ہو چکا ہوں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

رحمت الٰہی سے تیری مایوسی تیری موجودہ مصیبت سے بھی بڑی مصیبت ہے۔ تم مقتول کے ورثا کو خون بہا ادا کرو۔

زہری نے کہا: مولا! میں نے انہیں خون بہا کی پیش کش کی ہے لیکن انہوں نے خون بہا لینے سے انکار کر دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تم خون بہا کی رقم کو مختلف تھیلیوں میں رکھو اور جب نماز کا وقت ہو تو تم وہ تھیلیاں ان کے گھر میں ڈال دو۔ (الکافی' جلد ۷' ص ۲۹۶' حدیث ۳)

بقیع میں ہاتف غیبی کی صدا

شیخ مفید رقم طراز ہیں کہ ایک مرتبہ ایک سائل نے نصف شب کے وقت بقیع میں کسی ہاتف کی غیبی صدا سنی جو کہہ رہا تھا:

دنیا سے بے پرواہی کرنے والے اور آخرت کی رغبت کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر بقیع کے ہی ایک گوشہ سے یہ صدا آئی: وہ علی بن الحسینؑ ہے۔ (ارشاد مفید' ص ۲۵۷)

حضرت خضرؑ کی آپ سے گفتگو

ابن شہر آشوب نے حلیۃ الاولیاء کے حوالہ سے ابوحمزہ ثمالی اور منذر ثوری سے نقل کیا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

ایک دن میں مدینہ سے باہر نکلا اور ایک دیوار کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں ایک بزرگ نمودار ہوئے جنہوں نے دو سفید کپڑے پہن رکھے تھے اور انہوں نے مجھے غور سے دیکھ کر کہا:

علی بن الحسینؑ! کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو پریشان اور افسردہ دیکھ رہا ہوں؟ اگر آپ رزق روزی کی وجہ سے پریشان ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں کیونکہ اللہ ہر نیک اور بد کو رزق فراہم کرتا ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا:

میں رزق روزی کی وجہ سے ہرگز متفکر نہیں ہوں کیونکہ رزق کا ضامن اللہ ہے۔

پھر اس بزرگ نے کہا: کیا آپؑ آخرت کی وجہ سے پریشان ہیں؟ اور اگر یہی بات ہے تو اللہ کا وعدہ برحق ہے اور اس کے فیصلے عدل پر مبنی ہیں۔ پھر اس میں غمزدہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

میں نے کہا: میں فتنۂ ابن زبیر کی وجہ سے پریشان ہوں۔

یہ سن کر وہ بزرگ مسکرانے لگے اور انہوں نے کہا:

علی بن الحسینؑ! کیا آپ نے کبھی ایسے شخص کو دیکھا جس نے خدا پر بھروسا کیا ہو اور خدا نے اس کی مدد نہ کی ہو؟

میں نے کہا: خدا نے اہلِ توکل کی ہمیشہ مدد کی ہے۔

پھر اس بزرگ نے کہا: کیا آپؑ نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے دل میں خدا کا خوف رکھا ہو اور اللہ نے اسے مشکلات سے نجات نہ دی ہو؟

میں نے کہا: اللہ ہمیشہ خوف رکھنے والوں کو نجات دیتا ہے۔

پھر اس بزرگ نے کہا: کیا آپؑ نے کسی ایسے شخص کو بھی دیکھا ہے جس نے اللہ سے سوال کیا ہو اور محروم رہا ہو؟

میں نے کہا: نہیں۔ اللہ کا سائل ہمیشہ بامراد ہوتا ہے۔

اس کے بعد وہ بزرگ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ (مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص ۱۳۷)

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد

شیخ مفید نے اپنی اسناد سے عبداللہ بن موسیٰ کے دادا سے روایت کی کہ میری والدہ حضرت فاطمہ بنت امام حسین علیہ السلام مجھے فرماتی تھی کہ بیٹا! اپنے ماموں علی بن الحسینؑ کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ بیٹھو۔

چنانچہ میں جب بھی ان کی صحبت میں بیٹھا تو مجھے ان کی صحبت سے فائدہ ہی ملا یا تو آپؑ کے تقویٰ کو دیکھ کر میرے دل میں خوفِ خدا کا اضافہ ہوا یا پھر مجھے ان سے علم و دانش کی دولت ملی۔ (ارشاد مفید' ص ۲۵۵)

ایک مجرب دعا

شیخ مفید نے اپنی اسناد سے مشہور تابعی طاؤس سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا:

میں رات کے وقت حجر اسماعیل کے مقام پر داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ کچھ دیر بعد حضرت علی بن الحسینؑ بھی وہاں تشریف لائے اور جتنا خدا کو منظور تھا آپؑ نے وہاں اتنی ہی نماز پڑھی۔ پھر آپؑ نے سجدۂ شکر میں سر رکھا۔

میں نے دل میں سوچا کہ آپ اہل بیت مصطفےؐ کے صالح ترین فرد ہیں لہٰذا میں ان کی دعا کو کیوں نہ سنوں۔ چنانچہ میں نے کان لگا کر سنا تو آپؑ سجدہ میں یہ الفاظ کہہ رہے تھے:

عَبْدُکَ بِفِنَائِکَ مِسْکِیْنُکَ بِفِنَائِکَ فَقِیْرُکَ بِفِنَائِکَ سَائِلُکَ بِفِنَائِکَ

طاؤس کا بیان ہے کہ اس کے بعد جب بھی کسی مصیبت اور پریشانی میں میں نے امام علیہ السلام کی اس دعا کو پڑھا تو اللہ نے میری مشکلات حل کر دیں۔ (ارشاد مفید' ص ۲۵۶)

دشمن سے محفوظ رہنے کی دعا

شیخ مفید رقم طراز ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:
دعا جیسی تیز رفتاری مجھے کسی اور چیز میں دکھائی نہیں دی۔ بندہ کو ہر وقت بھی اجابت میسر نہیں آتی۔

اور جب مسلم بن عقبہ لعین یزیدی فوج کو لے کر مدینہ کو تاراج کرنے کے لیے روانہ ہوا اور آپؑ نے اس کی آمد کا سنا تو آپؑ نے اس وقت یہ دعا مانگی:

رَبِّ كَمْ نِعْمَةٍ اَنْعَمْتَ بِهَا عَلَيَّ قَلَّ لَكَ عِنْدَهَا شُكْرِيْ، وَكَمْ مِنْ بَلِيَّةٍ ابْتَلَيْتَنِيْ بِهَا قَلَّ لَهَا عِنْدَكَ صَبْرِيْ، فَيَامَنْ قَلَّ عِنْدَ نِعْمَتِهٖ شُكْرِيْ فَلَمْ يُحْرِمْنِيْ وَقَلَّ عِنْدَ بَلَائِهٖ صَبْرِيْ فَلَمْ يَخْذُلْنِي، يَاذَا الْمَعْرُوْفِ الَّذِيْ لَا يَنْقَطِعُ اَبَدًا وَيَاذَا النَّعْمَآءِ الَّتِيْ لَا تُحْصٰى عَدَدًا صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَادْفَعْ عَنِّيْ شَرَّهٗ فَاِنِّيْ اَدْرَأُ بِكَ فِيْ نَحْرِهٖ وَاَسْتَعِيْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ

"پروردگار! تو نے مجھ پر کتنی ہی ایسی نعمتیں نازل کی ہیں جن کا شکر مجھ سے بہت کم ادا ہوا اور تو نے کتنی ہی آزمائشوں سے مجھے آزمایا جن پر میں نے بہت کم صبر کیا۔ اے وہ ذات جس کی نعمت پر میرا شکر انتہائی قلیل تھا پھر بھی اس نے مجھے نعمات سے محروم نہ رکھا اور جس کی آزمائش کے وقت میرا صبر انتہائی کم تھا پھر بھی اس نے مجھے بے یارومددگار نہ چھوڑا۔ اے وہ ذات جس کا سلسلہ احسان کبھی منقطع نہیں ہوتا اور اے صاحب نعمات ذات جس کی نعمتوں کی تعداد کو گنا نہیں جا سکتا۔ محمدؐ وآل محمدؐ پر درود نازل فرما اور اس کے

شر کو مجھ سے دُور رکھ' میں تیرے ذریعہ سے اس کے شر کو اپنی گردن
سے نکال کر اس کے گلے میں ڈال رہا ہوں اور تیرے ذریعے سے
ہی میں اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں''۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے شر سے محفوظ رکھا اور واقعہ حرہ اور مدینہ کی تاراجی کے بعد مسلم بن عقبہ نے آپؑ کو اپنے پاس بلایا۔ جب آپؑ اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے آپؑ کا احترام کیا اور کہا کہ بادشاہ (یزید) نے مجھے آپؑ کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے کی نصیحت کی تھی۔

پھر اس نے آپؑ کو اپنے خچر پر سوار کیا اور آپؑ سے معذرت خواہی کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے آپؑ کو زحمت دی ہے اور آپؑ کے یہاں آنے سے آپؑ کے افراد خانہ کو پریشان کیا ہے لہٰذا اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ اب آپؑ سلامتی کے ساتھ اپنے گھر جائیں۔

پھر اس نے اپنے مصاحبین سے کہا:

یہ وہ شریف انسان ہے جس میں شر کا کوئی پہلو ہی نہیں ہے اور یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل قرابت ہیں۔ (ارشاد مفید' ص ۲۵۹)

حضرتؑ کا لوگوں کو دکھائی نہ دینا

ابن شہر آشوب رقم طراز ہیں کہ لیث خزاعی نے سعید بن مسیب سے تاراجی مدینہ کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا:

یزیدی فوج نے واقعہ حرہ میں مسجد کے ستونوں سے گھوڑے باندھے اور میں نے یہ ہولناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آنحضرتؐ کی قبر مطہر کے گرد گھوڑے بندھے ہوئے تھے اور شامی فوج مسلسل تین دن تک مدینہ کو لوٹتی رہی۔ اس پورے عرصہ میں' میں امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ قبر مطہر پر آتا رہا۔ امام زین العابدینؑ کچھ ایسے

الفاظ جاری کرتے تھے جو میرے لیے نافہم ہوتے تھے اور اس کی دعا کا یہ اثر مرتب ہوتا تھا کہ ہمارے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جاتا تھا۔ ہم انہیں دیکھتے تھے لیکن وہ ہمیں نہ دیکھ سکتے تھے۔

میں نے ایک سبز لباس پہنے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جو سفید رنگ گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور وہ علی بن الحسینؑ کے ساتھ کھڑا تھا۔ جب کوئی بے ادبی کی نیت سے حرم رسولؐ کی طرف بڑھتا تو وہ نیزہ کو آگے بڑھاتا اور آگے آنے والا شخص فوراً ہلاک ہو جاتا تھا۔ جب لشکر شام کی لوٹ مار موقوف ہوئی تو امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے اہل پردہ سے کہا کہ جس بی بی کے پاس کوئی زیور ہو تو وہ میرے پاس جمع کرا دے۔ تمام بیبیوں نے اپنے زیورات آپؑ کے حوالے کیے۔ آپ نے وہ زیور اٹھائے اور اس سوار کو بطور ہدیہ پیش کیے۔

سوار نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! میں ایک فرشتہ ہوں اور میں آپؑ اور آپؑ کے والد کا شیعہ ہوں۔ جب اہلِ شام نے مدینہ کو لوٹنا شروع کیا تو میں نے تم اہل بیتؑ کی مدد کے لیے اللہ سے درخواست کی تو تو اللہ نے مجھے آپؑ حضرات کی مدد کی اجازت عطا فرمائی۔ چنانچہ مجھے آپ کے صلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے یہ سب کچھ اللہ، رسول اور آپؑ حضرات کی رضا کے حصول کے لیے کیا ہے۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص۱۴۳)

بن امیہ کے زوال کی پیشین گوئی

ابن شہر آشوب نے اپنی اسناد سے جابر جعفی سے نقل کیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

هَلْ تَحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا (مریم:۹۸)

''تو کیا تم ان میں سے کسی کو محسوس کرتے ہو یا کسی کی صدا سنتے ہو؟''

پھر آپؑ نے فرمایا:

جابر! یہ آیت بنی امیہ پر منطبق ہوتی ہے۔ تم عنقریب دیکھ لو گے کہ ان کا ایک فرد بھی ایسا نہیں رہے گا جس سے کسی کو کوئی امید ہو یا کسی کو کوئی خطرہ ہو۔

میں (جابر جعفی) نے عرض کیا: مولا! کیا ایسا ہونے والا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بہت جلد یہ ہونے والا ہے۔ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے سنا تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ ان کے زوال کے اسباب میں دیکھ چکا ہوں۔

(مناقب ابن شہر آشوب، جلد۴، ص۱۳۴)

اپنے فرزند زید کی شہادت کی خبر دینا

شیخ صدوق نے اپنی اسناد سے معمر سے روایت نقل کی۔ اس نے کہا کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں زید بن علی زین العابدینؑ وہاں آئے اور دروازے کی چوکھٹ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

چچا! میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ کہیں آپ کوفہ کے محلہ کناسہ میں صلیب پر نہ چڑھائے جائیں۔

جب زید کی والدہ کو امام جعفر صادق کے ان الفاظ کا علم ہوا تو اس نے آپؑ سے کہا:

خدا کی قسم! آپؑ نے یہ بات ازراہ حسد کہی ہے اور آپؑ کو میرے بیٹے سے حسد ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے تین بار فرمایا:

کاش! میں نے یہ بات ازروئے حسد ہی کہی ہوتی۔ مجھ سے میرے والد نے میرے دادا کے حوالہ سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا تھا:

ان کی اولاد میں سے ایک بیٹے کا نام ''زید'' ہوگا۔ اسے کوفہ میں قتل کیا جائے گا اور کناسہ میں اس کی لاش برآمد کر کے سولی پر لٹکائی جائے گی۔ اور جب وہ اپنی قبر سے برآمد ہوگا تو اس کی روح کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور آسمان پر رہنے والی مخلوق ان سے خوش ہوگی اور اس کی روح سبز پرندہ کے پوٹے میں رکھ دی جائے گی اور وہ آزادی سے جنت میں پرواز کرے گا۔ (امالی صدوق، ص ۴۲)

حضرتؑ کی تسبیح کا اثر

ابن فارسی روضۃ الواعظین میں رقم طراز ہیں کہ سعید بن مسیب نے کہا کہ لوگ اس وقت تک حج کے بعد مکہ سے باہر نہیں جاتے تھے جب تک امام زین العابدینؑ مکہ سے روانہ نہ ہوتے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ امام زین العابدینؑ مکہ سے روانہ ہوئے اور میں بھی آپؑ کے ساتھ روانہ ہوا۔ آپؑ نے ایک مقام پر قیام کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور جب آپ نے سجدہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی تو تمام درختوں، پتھروں سے تسبیح کی آوازیں آنے لگیں۔

یہ منظر دیکھ کر میں ڈر گیا۔ پھر جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو مجھ سے فرمایا:

سعید! کیا تم گھبرا گئے تھے؟

میں نے جواب دیا: جی ہاں فرزند رسولؐ۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تسبیح اعظم ہے۔ (رجال کشی، ص ۱۰۸-۱۱۰)

بچپن میں حضرتؑ کا سفر حج

ابن شہر آشوب نے ابراہیم بن ادہم اور فتح موصلی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا:

میں جنگل میں ایک قافلہ کے ہمراہ سفر کر رہا تھا۔ پھر مجھے کسی ضرورت کے تحت

قافلہ سے جدا ہونا پڑا۔ میں نے لق ودق صحرا میں ایک معصوم بچے کو محوسفر پایا۔

یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا اور میں نے کہا: سبحان اللہ! ایک معصوم بچہ لق و دق صحرا میں تنہا سفر کر رہا ہے!!

چنانچہ میں اس کے قریب گیا اور اسے سلام کیا اور اس بچے نے مجھے جواب دیا۔

پھر میں نے اس سے کہا: بچے! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

اس نے کہا: میں اپنے رب کے گھر جانا چاہتا ہوں۔

میں نے کہا: میرے پیارے! ابھی تو آپ معصوم بچے ہیں اس وقت آپ پر کوئی چیز نہ تو فرض ہے اور نہ سنت۔

بچے نے جواب دیا: شیخ! کیا تو نے مجھ سے چھوٹے بچوں کو کبھی مرتے ہوئے نہیں دیکھا؟

میں نے کہا: آپ کا زادِ راہ اور سواری کہاں ہے؟

بچے نے جواب دیا: میرا زادِ راہ تقویٰ اور میری سواری پاؤں اور میرا مقصود میرا آقا و مولا ہے۔

میں نے کہا: مجھے آپ کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی؟

بچے نے کہا: شیخ! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کوئی شخص آپ کو دعوت دے اور آپ اپنے گھر سے کھانا لے کر اس کی دعوت میں شریک ہوں۔

میں نے کہا: آپ درست کہتے ہیں۔

معصوم بچے نے کہا: جس نے مجھے دعوت دی ہے وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

میں نے کہا: پھر ذرا جلدی کریں تاکہ آپ بیت اللہ پہنچ سکیں۔

بچے نے کہا: میرا کام کوشش کرنا ہے اور منزل پر پہنچانا اس کا کام ہے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ

الْمُحسِنِيْنَ (عنکبوت:٦٩)

''وہ لوگ جو ہمارے متعلق جدوجہد کریں گے ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے اور خدا بھلائی کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

ابھی ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک نہایت خوبصورت جوان جو کہ سفید لباس میں ملبوس تھا' آیا اور اس بچے کو گلے سے لگایا اور سلام کیا۔

میں اس جوان کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ آپ کو اس خالق کا واسطہ جس نے آپ کو بہترین خلعت وجود سے نوازا ہے بتاؤ کہ یہ بچہ کون ہے؟

اس نے کہا: کیا تم انہیں نہیں جانتے۔ یہ علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہے۔

پھر میں بچے کے پاس گیا اور اس سے کہا: آپ کو آپؑ کے آبائے طاہرین کا واسطہ ذرا بتائیں کہ یہ جوان کون ہے؟

بچے نے کہا: تم انہیں نہیں جانتے۔ یہ میرے بھائی خضرؑ ہیں اور وہ روزانہ ہمیں سلام کرنے آتے ہیں۔

میں نے کہا: آپؑ ان صحراؤں کو کسی زادراہ کے بغیر کیسے طے کرتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میرے پاس زادراہ کے طور پر چار چیزیں ہیں:

١- میں تمام کائنات کو اللہ کی ملکیت سمجھتا ہوں۔

٢- ساری مخلوق کو خدا کا غلام اور کنیز سمجھتا ہوں۔

٣- تمام اسباب اور رزق کو خدا کے قبضۂ اختیار میں سمجھتا ہوں۔

٤- اسی کے فرمان کو تمام زمین پر نافذ اور جاری وساری جانتا ہوں۔

میں نے کہا: واقعی آپؑ کے پاس بہترین زادراہ ہے اور اس زادراہ سے تو آخرت کی منازل کو بھی طے کیا جاسکتا ہے بھلا اس کے سامنے اس بیابان کی حقیقت ہی کیا ہے۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد٤' ص ١٣٧-١٣٨)

امام محمد باقر علیہ السلام کے علوم پھیلانے کی پیشین گوئی

ابن شہر آشوب نے کتاب کشی کے حوالہ سے قاسم بن عوف کی زبانی نقل کیا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ:

علم حاصل کرنے کے لیے کہیں دُور دراز سفر نہ کرنا کیونکہ علم کا سرچشمہ یہاں موجود ہے۔

میری وفات کے سات برس بعد اللہ تعالیٰ اولادِ فاطمہؑ میں سے ایک نوجوان کو بھیجے گا جس کا سینہ علم و حکمت سے لبریز ہوگا اور وہ اپنے علم و دانش سے دلوں کو ایسا زندہ کرے گا جیسا کہ بارش کھیتی کو زندگی دیتی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم دن گنتے رہے۔ جب امام زین العابدین کی وفات کو پورے سات سال گزر گئے تو امام محمد باقر علیہ السلام نے علم و حکمت کے دریا جاری کر دیئے۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۱۳۸)

ایک رات میں منزل زُبالہ سے مکہ پہنچنا

حماد بن حبیب العطّار کوفی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم سفرِ حج پر روانہ ہوئے اور مقام زُبالہ سے ایک شب کی مسافت طے کی تھی کہ سیاہ آندھی نے ہمیں آ کر گھیر لیا اور میں قافلہ سے جدا ہوگیا اور صحرا میں ادھر ادھر بھٹکنے لگا۔ آخر کار ایک ویران وادی میں جا پہنچا۔ جب رات کی تاریکی میں اضافہ ہوا تو میں ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گیا۔ پھر کچھ دیر بعد میں نے سفید لباس میں ملبوس ایک جوان کو دیکھا جس کے بدن سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو کوئی اللہ کا پیارا انسان معلوم ہوتا ہے اور اگر اس نے مجھے دیکھ لیا تو ممکن ہے کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔ اسی لیے میں نے حتی الامکان

اپنے آپ کو چھپایا۔

اس جوان نے ایک طرف بیٹھ کر وضو کیا اور اس نے یہ دعا پڑھی:

یامن حاز کل شئی ملکوتا وقهر کل شئی جبروتا اولج قلبی فرح الاقبال علیک والحقنی بمیدان المطیعین لک

پھر اس نے نماز شروع کی اور جب میں نے دیکھا کہ جوان کے اعضاء و جوارح عبادت خداوندی میں بے حس و حرکت ہو چکے ہیں تو میں اٹھ کر وہاں گیا جہاں جوان نے وضو کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک صاف و شفاف پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے۔ میں نے بھی وہاں وضو کیا اور خاموشی سے جوان کے پیچھے جا کھڑا ہوا اور دورانِ نماز میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے سامنے ایک محراب دکھائی دیا جیسے گویا تازہ بنایا گیا ہو۔

اور دوران تلاوت جب وہ جوان وعدہ وعید پر مشتمل کوئی آیت پڑھتا تو پھر غمگین لہجے سے اسی کی تکرار کرتا تھا۔ جب کافی رات یوں ہی گزر گئی تو جوان نے نماز تمام کر کے یہ دعا پڑھی:

یامن قصده الطالبون فاصابوه مرشد اوامه الخائفون فوجدوه متفضلا ولجاء الیه العائذون فوجدوه موئلا ، حتی راحة من نصب لغیرک بدنه ومتی فرح من قصد سواک بنیته ، الهی قد تقشع الظلام ولم اقض من حیاض مناجاتک صدرا صل علی محمد وآله وافعل بی اولی الامرین بک یا ارحم الراحمین

میں نے دل میں سوچا کہ جوان اپنی نماز مکمل کر چکا ہے کہیں وہ میری نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے۔اسی لیے میں نے آگے بڑھ کر اس کا دامن پکڑ لیا اور میں نے اس سے کہا:

آپ کو اس ذات کا واسطہ جس نے آپ سے سفر کی تھکان کو دور کیا ہے اور آپ کو اپنے خوف کی لذت سے آشنائی عطا کی ہے۔ مجھ پر بھی شفقت فرمائیں کیونکہ میں ایک بھٹکا ہوا مسافر ہوں۔

جوان نے کہا: اگر تجھے خدا پر سچا بھروسہ ہوتا تو تو کبھی نہ بھٹکتا۔ اب تم میرے نشانِ قدم پر قدم رکھتے ہوئے آؤ۔

یہ کہہ کر وہ درخت سے ایک طرف روانہ ہوئے اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ گویا میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکلتی جا رہی ہے۔ ادھر صبح کی سفیدی نمودار ہوئی تو جوان نے مجھ سے کہا:

تمہیں مبارک ہو یہ مکہ کی سرزمین ہے۔ پھر میرے کانوں میں لوگوں کی آوازیں آنے لگیں اور حاجی دکھائی دینے لگے۔

میں نے اس جوان سے کہا: آپ کو اس ذات کی قسم جس سے آپ قیامت کی بھلائی کی امید رکھتے ہیں۔ یہ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟

جوان نے کہا: اب قسم دی ہے تو پھر سن لے میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ ہوں۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد ۴' ص ۱۴۲)

والد کے قرضہ کی ادائیگی

ابن شہر آشوب رقمطراز ہیں کہ شہادت کے وقت امام حسین علیہ السلام ستر ہزار دینار سے کچھ زیادہ کے مقروض تھے۔ امام زین العابدینؑ جب شام کی قید سے مدینہ آئے تو آپ کو اپنے والد کے قرض کی بڑی فکر رہتی تھی اور اسی فکر کی وجہ سے آپؑ نے کھانا پینا تک ترک کر دیا تھا۔

آپؑ نے عالم خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ آپؑ اپنے والد کے قرضہ کی وجہ سے فکر مند نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ''بجیس'' کی جاگیر کے عوض اس کو

اتار دیا ہے۔

جب آپؑ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ خدا کی قسم! مجھے تو اپنے والد کی کسی ایسی جائیداد کا علم نہیں ہے جسے ''بحیس'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہو۔

دوسری رات بھی آپؑ کو خواب میں وہی آواز سنائی دی۔ صبح کے وقت آپؑ نے اپنے گھر میں اس خواب کا تذکرہ کیا تو ایک بوڑھی خاتون نے بتایا کہ آپؑ کے والد کا ایک رومی غلام تھا جس کا نام ''بحیس'' تھا اور اس نے مقام ''ذی خشب'' میں زمین کھود کر ایک چشمہ احداث کیا تھا۔

جب آپؑ نے لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے اس بات کی تصدیق کی۔ پھر چند دن گزرے کہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے آپ کو پیغام روانہ کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مقام ذی خشب میں آپؑ کے والد کی جائیداد ہے جسے ''بحیس'' کہا جاتا ہے' اگر آپ اس جائیداد کو فروخت کرنا پسند کریں تو میں اسے خریدنے کو تیار ہوں۔

امام زین العابدینؑ نے جواب دیا: میں یہ جائیداد اپنے والد کے قرضہ کے عوض فروخت کرنے پر آمادہ ہوں۔ پھر آپؑ نے اسے قرضہ کی تفصیل بتائی۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس قیمت پر راضی ہوں۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۱۴۳)

نگاہِ فقر میں شان سکندری کیا ہے

راوندی رقم طراز ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حج کے موقع پر عبدالملک بن مروان بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور امام زین العابدین علیہ السلام بھی مصروف طواف تھے۔ آپؑ نے اس کی طرف توجہ تک نہ کی۔ عبدالملک آپ کو ذاتی طور پر نہیں پہچانتا تھا۔ اس نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ یہ کون ہے جو ہمارے آگے طواف میں مصروف ہے اور ہماری طرف متوجہ تک نہیں ہوا۔

اس کے ساتھی نے بتایا کہ یہ علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

جب عبدالملک طواف سے فارغ ہوا تو اس نے کہا کہ انہیں میرے سامنے لایا جائے۔ چنانچہ جب آپؑ اس کے سامنے پہنچے تو اس نے بڑی رعونت سے کہا:

علی بن الحسینؑ! تیرے والد کا قاتل میں تو نہیں ہوں۔ آپؑ میرے پاس آنے سے کیوں گریزاں ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

میرے والد کے قاتل نے ان کی دنیا تباہ کی تھی اور میرے والد نے اس کی آخرت تباہ کی ہے۔ اگر تو بھی یہی چاہتا ہے تو ایسا کر کے دیکھ لے۔

عبدالملک نے کہا: نہیں' میں یہ چاہتا ہوں کہ آپؑ ہمارے پاس آئیں تاکہ ہم آپ کو دنیاوی مال و متاع دے سکیں۔

امام زین العابدینؑ بیٹھ گئے اور آپؑ نے اپنی چادر بچھائی اور بارگاہ احدیت میں عرض کی:

''خدایا! تیری نظر میں تیرے دوستوں کی جو قدر و قیمت ہے ذرا اسے بھی اس کا مشاہدہ کرا''۔

عبدالملک نے دیکھا تو چادر موتیوں سے بھری ہوئی تھی اور وہ موتی اتنے شفاف اور قیمتی تھے کہ نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: عبدالملک! جس کی خدا کے ہاں یہ قدر و منزلت ہو بھلا اسے ہماری دنیا کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟

پھر آپؑ نے فرمایا: خدایا! ان جواہرات کو اٹھا لے' مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (الخرائج' جلد۱' ص ۲۵۵)

ایک ہرنی کی گفتگو

راوندی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا' آپؑ نے فرمایا:

میرے والد اپنے چند ساتھیوں کو لے کر اپنے ایک باغیچہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں انہوں نے کھانے کے لیے دستر خوان بچھایا کہ اچانک صحرا سے ایک ہرنی نمودار ہوئی اور وہ بلند آواز سے چیختی چلاتی میرے والد علیہ السلام کے قریب آئی۔

میرے والد کے ساتھیوں نے کہا: مولا! یہ کیا کہتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ بھوک کی شکایت کرتی ہے اور کہہ رہی ہے کہ اس نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا۔ تم اسے کچھ نہ کہو تا کہ یہ ہمارے قریب آ کر روٹی کھا سکے۔

پھر آپؑ نے ہرنی کو اشارہ کیا۔ وہ قریب آئی۔ آپؑ نے اس کے سامنے روٹی رکھی تو وہ کھانے لگ گئی۔ آپؑ کے ایک ساتھی نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔

آپؑ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ اسے کوئی اذیت نہ دینا' پھر تم میں سے کس نے یہ حرکت کی ہے؟

آپؑ کے ایک ساتھی نے کہا: فرزند رسولؐ! میں نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا تھا لیکن میری نیت اس کو اذیت دینے کی نہیں تھی۔

میرے والد نے پھر ہرنی سے فرمایا کہ واپس آ جاؤ' تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔

ہرنی واپس آئی اور اس نے جی بھر کر روٹی کھائی اور جب سیر ہو گئی تو چوکڑیاں بھرتے ہوئے چلی گئی اور آواز نکالی:

لوگوں نے پوچھا کہ مولا! اب یہ کیا کہہ رہی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ تمہیں دعائیں دے رہی ہے؟

(الخرائج' جلد ۱' ص ۲۶۰)

ابوخالد کابلی کو آسیب دُور کرنے کا اختیار دینا

قطب راوندی رقم طراز ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ابوخالد کابلی نے ایک عرصہ تک امام زین العابدینؑ کی خدمت میں قیام کیا۔ پھر اسے والدین کی یاد نے ستایا تو اس نے آپؑ سے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔

آپؑ نے فرمایا کہ تمہیں خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے تم یہاں رہو۔کل یہاں ایک دولت مند شامی اپنی ایک آسیب زدہ لڑکی کو لے کر آئے گا اور وہ کسی ایسے شخص کا متلاشی ہوگا جو اس کی بیٹی کو آسیب سے چھٹکارا دلا سکے۔

چنانچہ کل جب وہ یہاں آئے تو تم اس کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ میں تیری بیٹی کو آسیب سے چھٹکارا دلاتا ہوں لیکن تمہیں اس کے عوض مجھے دس ہزار درہم دینے ہوں گے۔

دوسرے دن شامی اپنی بیٹی کو لے کر مدینہ آیا۔ ابوخالد نے امام علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اس سے ملاقات کی اور کہا:

اگر تو دس ہزار درہم معاوضہ ادا کرے تو میں تیری بیٹی کا علاج کرتا ہوں اور یہ وعدہ کرتا ہوں کہ تیری بیٹی تندرست ہو جائے گی اور پھر اسے یہ شکایت دوبارہ کبھی نہیں ہوگی۔

شامی راضی ہوگیا۔ ابوخالد کابلی امام علیہ السلام کے پاس گیا اور انہیں شامی کی رضامندی سے مطلع کیا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تمہارے ساتھ غداری کرے گا۔

ابوخالد نے کہا: مولا! میں نے اس سے پختہ عہد لے لیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اچھا اب تم جاؤ اور لڑکی کا بایاں کان پکڑ کر کہو:

''اے خبیث! علی بن الحسینؑ کہہ رہے ہیں کہ اس لڑکی کو پریشان نہ کر اور اگر تجھے اپنی خیریت مطلوب ہے تو اس سے فوراً جدا ہو کر کہیں اور چلا جا اور کبھی اس کے پاس واپس آنے کا ارادہ نہ کرنا''۔

چنانچہ ابو خالد کابلی نے لڑکی کا بایاں کان پکڑ کر اس سے وہی کلمات کہے جو آپؑ نے اسے تعلیم فرمائے تھے۔ لڑکی فوراً تندرست ہوگئی۔ ابو خالد نے اس سے رقم طلب کی تو اس نے حیلے بہانے بنانے شروع کر دیئے اور ابو خالد کو کچھ بھی نہ دیا۔

ابو خالد کابلی امام علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا:

مولا! وہ شامی تو واقعی اپنے وعدہ سے منحرف ہوگیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

میں نے کل ہی تم سے کہہ دیا تھا کہ وہ وعدہ خلافی کرے گا۔ اچھا تم اب بھی کوئی فکر نہ کرو۔ اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اسی لیے میں نے بھی اسی جن کو اس لڑکی کے پاس پلٹا دیا ہے۔ اسی لیے لڑکی کا باپ دوبارہ تم سے رابطہ کرے گا۔ تم اس سے کہنا کہ تم دھوکا باز ہو' تم نے اقرار کر کے مجھے کچھ نہیں دیا اسی لیے جن دوبارہ آ گیا ہے۔ اب اگر تم اس جن کے شر سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو معاہدہ کی رقم دس ہزار درہم امام زین العابدینؑ کے پاس بطور امانت رکھو۔ اور جب وہ ایسا کرے تو تم اس کی بیٹی کے بائیں کان کو پکڑ کر سابقہ کلمات دہرا دینا۔ ان شاء اللہ لڑکی تندرست ہو جائے گی۔

شامی کی بیٹی پر آسیب کا دوبارہ سایہ پڑ گیا اور وہ چیخنے چلانے لگ گئی۔ اس کا مالدار باپ ابو خالد کابلی کے پاس آیا اور ان کی منت سماجت کرنے لگا۔

ابو خالد نے کہا: تم پر مجھے اعتماد نہیں ہے۔ اگر تم رقم امام زین العابدینؑ کے پاس بطور امانت رکھو تو پھر میں تمہاری بیٹی کا علاج کروں گا ورنہ علاج نہیں کروں گا۔

الغرض شامی نے دس ہزار درہم امام عالی مقامؑ کے پاس بطور امانت رکھے۔

ابو خالد نے لڑکی کا بایاں کان پکڑا اور امام علیہ السلام کے تعلیم کردہ الفاظ اس کے

کان میں کہے۔

چنانچہ جن چلا گیا اور لڑکی تندرست ہوگئی۔ امام علیہ السلام نے وہ رقم ابو خالد کابلی کو دے کر رخصت کیا اور فرمایا:

اب اپنے والدین کے پاس وطن واپس جاؤ۔ (الخرائج، جلد۱، ص۲۶۲)

قصیدۂ فرزدق

ابو عائشہ سے روایت ہے کہ ولید اموی کے دور حکومت میں اس کے بھائی ہشام بن عبدالملک نے حج کیا۔ اس کے ساتھ شام کے معززین موجود تھے۔ اس نے طواف کے دوران حجر اسود کو بوسہ دینے کی بڑی کوشش کی لیکن لوگوں کا ازدحام اتنا زیادہ تھا کہ وہ بوسہ نہ دے سکا اور جب وہ طواف سے فارغ ہوا تو اس کے لیے ایک منبر نصب کیا گیا اور وہ منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو دیکھنے لگا۔

اس نے دیکھا کہ علی بن الحسینؑ طواف کے لیے آئے۔ آپؑ نے صاف ستھرا احرام زیب تن کیا ہوا تھا اور آپؑ کا چہرہ ماہِ تاباں کی طرح سے روشن تھا۔ آپؑ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور جب آپ نے حجر اسود کو بوسہ دینے کا ارادہ کیا تو حجاج کا مجمع آپؑ کی ہیبت سے چھٹ گیا اور آپؑ نے پوری تسلی سے حجر اسود کو بوسہ دیا۔

ہشام نے جب یہ منظر دیکھا تو اسے اپنی سبکی محسوس ہوئی۔ ایک شخص نے ہشام سے کہا کہ یہ کون ہے جسے لوگوں نے راستہ دیا ہے جب کہ آپ خلیفہ کے بھائی اور ولی عہد ہیں۔ آپ کو کسی نے راستہ نہیں دیا۔

ہشام نے اپنی خفت کو چھپانے کے لیے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیا اور کہا: میں اسے نہیں جانتا۔

اس وقت فرزدق شاعر وہاں موجود تھے۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور شامی سے کہا کہ میں اسے جانتا ہوں۔

ہشام نے کہا: اگر تم جانتے ہوتو بتاؤ وہ کون ہے؟

اس وقت فرزدق نے امام زین العابدینؑ کی مدح میں فی البدیہہ ایک قصیدہ پڑھا اور وہ قصیدہ یہ ہے:

یاسائلی این حل الجود والکرم

عندی بیان اذ طلابه قدموا

هذا الذی تعرف البطحاء وطأته

والبیت یعرفه والحل والحرم

هذا ابن خیر عباد اللّٰه کلهم

هذا التقی النقی الطاهر العلم

هذا الذی احمد المختار والده

صلی علیه الهی ماجری القلم

لو یعلم الرکن من قدجاء یلثمه

لخر یلثم منه ما وطی القدم

هذا علی رسول اللّٰه والده

است بنور هداه تهتدی الامم

هذا الذی عمه الطیار جعفر

والمقتول حمزة لیث حبه قسم

هذا ابن سیدة النسوان فاطمة

وابن الوصی الذی فی سیفه نقم

اذا رأته قریش قال قائلها

الی مکارم هذا ینتهی الکرم

یکاد یمسکه عرفان راحته

ركن الحطيم اذ ماجاء يستلم

ليس قومک من هذا بضائره

العرب تعرف من انکرت والعجم

يرمی الی ذروة العز التی قصرت

عن ينلها عرب الاسلام والعجم

يغضی حياءا ويغضی من مهابته

فما يكلم الاحين يبتسم

ينجاب نور الدجی عن نور غرته

كالشمس ينجاب عن اشراقها الظلم

ما قال "لا" قط الافی تشهده

لولا التشهد كانت لاؤه نعم

مشتقة من رسول اللّٰه بنعته

طابت عناصره والخيم والشيم

حمال اثقال اقوام اذ قدحوا

حلوا الشمائل تحلو عنده نعم

ان قال' قال ما يهویٰ جميعهم

وان تكلم يوما زانه الكلم

هذا ابن فاطمة ان کنت جاهله

بجده انبياء اللّٰه قد ختموا

اللّٰه فضله قدما وشرفه

جری بذاک فی لوحه القلم

من جده دان فضل الانبياء له

وفضل امته دانت لها الامم
عم البرية بالاحسان وانقشعت
عنها العماية والاملاق والظلم
كلتا يديه غياث عم نفعهما
يستوكفان ولا يعروهما عدم
سهل الخليقة لا تخشى بوادره
يزينه خصلتان: الحلم والكرم
لايخلف الوعد ميمونا نقيبته
رحب الفناء اريب حين يعترم
من معشر حبهم دين وبغضهم
كفر وقربهم منجى ومعتصم
ليتدفع السوء والبلوىٰ بحبهم
ويستراد به الاحسان والنعم
مقدم بعد ذكر اللّٰه ذكرهم
في كل فرض ومختوم به الكلم
ان عداهل التقى كانوا ائمتهم
اوقيل من خير اهل الارض قيل هم
لا يستطيع جواد بعد غايتهم
ولا يدانيهم قوم وان كرموا
هم الغيوث اذاما ازمة ازمت
والاسد اسد الشرى والبأس محتدم
يابى لهم ان يحل الذم ساحتهم

ضیم کریم واید بالندی هضم

لایقبض العسر بسطامن اکفهم

سیّان ذٰلک ان اثروا وان عدموا

ای القبائل لیست فی رقابهم

لاولیة هذا اولہ نعم

من یعرف اللّٰہ یعرف اولیة ذا

فالدین من بیت هذا نالہ الامم

بیوتهم فی قریش یستفاء بها

فی النائبات وعند الحکم ان حکموا

فجده من قریش فی ارومتها

محمد وعلی بعده علم

بدر لہ شاهدو اشعب من احد

والخندقان ویوم الفتح قد علموا

وخیبر وحنین یشهدان لہ

وفی قریظة یوم صیلم قتم

مواطن قد علت فی کل نائبة

علی الصحابة لم اکتم کما کتموا

''اے سخاوت وکرم کا پتہ پوچھنے والے! آ' میں تجھے بتاؤں کہ جود و کرم کا مقام کہاں ہے۔

یہ وہ ہے جس کے نقش قدم سے بطحاء واقف ہے اور بیت اللہ اور حل وحرم اسے بخوبی جانتے ہیں۔

یہ بندگانِ خدا میں سے افضل ترین ہستی کے فرزند ہیں۔ یہ تقی، نقی

پاکیزہ اور سردار ہیں۔

یہ وہ ہیں کہ جن کے والد احمد مختار ہیں جن پر روز اول سے اللہ درود بھیجتا ہے۔

اگر رکن کعبہ کو علم ہو جائے کہ اس کا بوسہ لینے والا کون ہے تو وہ اس کے نشان قدم کو بوسہ دینے کے لیے گر پڑے۔

یہ علی زین العابدینؑ ہیں جن کے والد رسولؐ خدا ہیں جن کے نور ہدایت سے امتوں نے ہدایت پائی ہے۔

یہ وہ ہیں جن کے چچا جعفر طیار ہیں اور شیر بیشۂ شجاعت حمزہ ان کے چچا ہیں جن کی محبت کی قسم کھائی جاتی ہے۔

یہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے فرزند ہیں اور یہ اس وصی کے فرزند ہیں جن کی تلوار دشمنانِ خدا کے لیے انتقام کا ذریعہ ہے۔

جب قریش انہیں دیکھتے ہیں تو ان کا کہنے والا کہہ اٹھتا ہے کہ ان پر کرم وسخاوت کا خاتمہ ہے۔

قریب ہے کہ دیوارِ کعبہ کا رکن ان کے ہاتھ کو پہچان کر پکڑ لے جب وہ اسے بوسہ دینے کے لیے آئیں۔

تیرا یہ کہنا کہ دایہ کون ہے' اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ جسے تو نہیں جانتا اسے سارا عرب وعجم پہچانتا ہے۔

یہ عزت کے اس بلند وبالا مقام کی طرف منسوب ہیں جس کے حصول سے عرب وعجم قاصر ہیں۔

حیا کی وجہ سے ان کی نگاہیں جھکی رہتی ہیں اور ان کی ہیبت سے لوگوں کی نگاہیں جھکی رہتی ہیں اور جب وہ بات کرتے ہیں تو

مسکراتے ہوئے کرتے ہیں۔

ان کی پیشانی کے نور سے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں جیسا کہ سورج کے چمکنے سے تاریکیاں کافور ہو جاتی ہیں۔

ان کے ہاتھ میں بید مشک ہے جس کی خوشبو ہر سمت پھیلی ہوئی ہے اور وہ مشک بید اس کے ہاتھ میں ہے جس کی ناک بلند ہے۔

اس نے اپنی پوری زندگی میں تشہد کے علاوہ کبھی ''لا'' نہیں کہا اور اگر لا الٰہ الا اللہ کے کلمات ضروری نہ ہوتے تو وہ وہاں بھی ''لا'' کی بجائے ''نعم'' (جی ہاں) ہی کہتے۔

ان کے وجود کی کونپل رسولؐ خدا کے درخت سے مشتق ہے اور ان کے عادات وخصائل پاک و پاکیزہ ہیں۔

جب قومیں قرض کے بوجھ میں دب چکی ہوں تو یہ ان کے وزن کو اٹھاتے ہیں۔

ان کے خصائل کی طرح سے ان کی نعمات بھی شیریں ہی ہوتی ہیں۔

یہ جب کوئی بات کہتے ہیں تو صرف ایسی بات کرتے ہیں جو سب کو پسند آتی ہے اور جب گفتگو کرتے ہیں تو ان کے الفاظ ان کے لیے باعثِ زینت ہوتے ہیں۔

اگر تو انہیں نہیں جانتا تو سن لے! یہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے فرزند ہیں اور ان کے نانا پر سلسلہ انبیاء موقوف ہوا ہے۔

اللہ نے اسے ازل سے ہی شرف عطا کیا اور اس شرف کو قلم نے لوح میں لکھ دیا ہے۔

اس کے نانا کی فضیلت کو انبیاء نے تسلیم کیا ہے اور اس کی اُمت کی

فضیلت کو اُمتوں نے تسلیم کیا ہے۔

ساری دنیا پر ان کا احسان پھیلا ہوا ہے جس کی وجہ سے مخلوق سے رنج وغم اور افلاس جاتا رہا۔

ان کے دونوں ہاتھ ابر کرم ہیں اور ان کا احسان ہر عام و خاص پر ہے اور ان پر افلاس ومحتاجی نہیں آتی۔

یہ نرم عادات کے حامل ہیں اور ان کی جلد بازی سے کسی کو کوئی خوف نہیں اور حلم وکرم کی صفات نے انہیں زینت بخشی ہوئی ہے۔

یہ وعدہ خلافی نہیں کرتے' یہ مبارک خیالات کے مالک ہیں ان کا صحن وسیع ہے اور جب کوئی مصیبت اترے تو یہ دانا وعقل مند دکھائی دیتے ہیں۔

ان کا تعلق اس گروہ سے ہے جن کی محبت دین اور جن کا بغض کفر ہے اور جن کی قربت نجات کا ذریعہ ہے۔

ان کی محبت کے وسیلہ سے سختیوں اور تکالیف کو دُور کیا جاتا ہے اور انہی کے وسیلہ سے احسان ونعمات میں اضافہ کی درخواست کی جاتی ہے۔

ہر فریضہ میں ذکر خدا کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے اور انہی کے ذکر پر عبادتوں کا اختتام ہوتا ہے۔

جب اہل تقویٰ کو شمار کیا جائے تو یہ ان کے امام ہوتے ہیں اور جب پوچھا جائے کہ اہل زمین میں سے افضل کون ہیں؟ تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہی ہیں۔ جہاں یہ پہنچے ہیں وہاں کوئی سخی نہیں پہنچ سکتا اور خواہ کوئی قوم کتنی ہی سخاوت کرے پھر بھی ان کی برابری نہیں کرسکتی۔

جب قحط کی سختیاں لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیں تو یہ ابر کرم بن کر برستے ہیں اور جب جنگ کا معرکہ گرم ہو جائے تو یہ بیشۂ شجاعت کے شیر دکھائی دیتے ہیں۔

ان کے صحن میں مذمت کو اترنے سے انکار ہے۔ ان کے ہاتھ جودوسخا میں بڑھے ہوئے ہیں۔

تنگی ان کے ہاتھوں کی فراخی کو روک نہیں سکتی خواہ یہ دولت مند ہوں یا مفلس ہوں۔

وہ کون سا قبیلہ ہے جو اس خاندان کے بزرگ کا احسان مند نہیں ہے۔

جو بھی خدا کو پہچانتا ہے وہ ان کی فضیلت کو بھی جانتا ہے۔ اُمتوں کو اسی گھر سے ہی دین نصیب ہوا۔

ان کے جدامجد محمد مصطفیٰ ہیں۔ قریشی الاصل ہیں اور ان کے بعد علی مرتضیٰ سید و سردار ہیں۔

جن کی بہادری کی گواہی بدر دیتا ہے اور احد کی گھاٹی اور خندق و فتح مکہ کا دن ان کی شجاعت کا گواہ ہے۔

خیبر و حنین ان کی شجاعت کی گواہی دیتے ہیں اور قریظہ کا وہ سخت دن بھی گواہ ہے جس دن جنگ کا غبار بلند ہو رہا تھا۔

اس کے علاوہ اور بھی مواقع گواہ ہیں جب صحابہ پر مصائب آئے۔

میں ان حقائق کو چھپا نہیں سکتا جنہیں اور لوگوں نے چھپایا ہے۔

قصیدہ فرزدق کا منظوم ترجمہ

مورخ آل محمد نجم الحسن کراروی نے اپنی کتاب ''چودہ ستارے'' میں قصیدہ

فرزدق کا اُردو میں منظوم ترجمہ لکھا ہے جسے ہم یہاں بصد شکریہ کتاب مذکور سے نقل کر رہے ہیں۔

یہ وہ جانتا ہے مکہ جس کے نقش قدم
خدا کا گھر بھی ہے آگاہ اور حِل و حرم
جو بہترین خلائق ہے اس کا ہے فرزند
ہے پاک و زاہد و پاکیزہ و بلند چشم
قریش دیکھتے ہیں جب اسے تو کہتے ہیں
بزرگیوں پہ ہوئی اس کی انتہائے کرم
پہنچ گیا ہے یہ عزت کی اس بلندی پر
جہاں پر جا سکے اسلام کے عرب نہ عجم
یہ چاہتا ہے کہ لے ہاتھوں ہاتھ رکن حطیم
جو چومنے حجرالاسود آئے نزد حرم
چھڑی ہے ہاتھ میں جس کی مہکتی ہے خوشبو
وہ ہاتھ جو نہیں عزت میں اور شان میں کم
نظر جھکائے ہیں سب یہ حیا سے' رعب سے لوگ
جو مسکرائے تو آجائے بات کرنے کا دم
جبیں کے نور ہدایت سے کفر گھٹا ہے یوں
ضیاء مہر سے تاریکیاں ہوں جیسے کم
فضیلت اور نبیوں کی اس کے جد سے ہے پست
تمام اُمتیں اُمت سے اس کی رتبہ میں کم
یہ وہ درخت ہے جس کی ہے جڑ خدا کا رسول
اسی سے فطرت و عادات بھی ہیں پاک بہم

یہ فاطمہؑ کا ہے فرزند تو نہیں واقف
اسی کے جد سے نبیوں کا بڑھ سکا نہ قدم
ازل سے لکھی ہے حق نے شرافت و عزت
چلا اسی کے لیے لوح پر خدا کا قلم
جو کوئی غیظ دلا دے تو شیر سے بڑھ جائے
ستم کرے کوئی اس پر تو موت کا نہیں غم
ضرر نہ ہوگا اسے تو بنے ہزار انجان
اسے تو جانتے ہیں سب عرب تمام عجم
برستے ابر ہیں ہاتھ اس کے جن کا فیض ہے عام
وہ برسا کرتا ہیں یکساں کبھی ہوئے نہیں کم
وہ نرم ہے کہ ڈر جلد بازیوں کا نہیں
ہے حسنِ خلق اسی کی تو زینت باہم
مصیبتوں میں قبیلوں کے بار اٹھتا ہے
ہیں جتنے خوب شمائل ہیں اتنے خوب کرم
کبھی نہ اس نے کہا ''لا'' بجز تشہد کے
اگر نہ ہوتا تشہد تو ہوتا ''لا بھی ''نعم''
خلاف وعدہ نہیں کرتا یہ مبارک ذات
ہے میزبان بھی، عقل و ارادہ بھی ہے بہم
تمام خلق پہ احسان عام ہے اس کا
اسی سے اٹھ گیا افلاس و رنج و فقر اک دم
محبت اس کی ہے دین اور عداوت اس کی ہے کفر
ہے قرب اس کا نجات و پناہ کا عالم

شمار زاہدوں کا ہو تو پیشوا یہ ہو
کہ بہترین خلائق اسی کو کہتے ہیں ہم
پہنچنا اس کی سخاوت کو غیرممکن ہے
سخی ہوں لاکھ نہ پائیں گے اس کی گردِ قدم
جو قحط کی ہو مصیبت یہ ابرباراں ہے
جو بھڑکے جنگ کی آتش یہ شیر سے نہیں کم
نہ مفلسی کا اثر ہے فراخ دستی پر
کہ اس کو زر کی خوشی ہے نہ بے زری کا الم
اس کی چاہ سے جاتی ہے آفت اور بدی
اسی کی وجہ سے آتی ہے نیکی اور کرم
اسی کا ذکر مقدم ہے بعد ذکرخدا
اسی کے نام سے ہر بات ختم کرتے ہیں ہم
مذمت آنے سے ان کے قریب بھاگتی ہے
کریم خلق ہے ہوتی نہیں سخاوت کم
خدا کے بندوں میں ہے کون ایسا جس کا سر
اسی گھرانے کے احسان سے ہوا نہ ہو خم
خدا کو جانتا جو وہ اسے بھی جانتا ہے
اسی کے گھر سے ملا اُمتوں کو دین بہم

الغرض ہشام نے امام زین العابدین علیہ السلام کی تعریف کو اپنے اور اپنے خاندان کی مذمت قرار دیا اور وہ فرزدق پر ناراض ہوگیا اور اس کا وظیفہ بند کر دیا اور اس نے فرزدق سے کہا:

تو نے آج تک ہماری مدح میں اس طرح کے اشعار کیوں نہ کہے؟

فرزدق نے کہا: تمہارے لیے تو اس طرح کے اشعار تب کہوں جب تمہارا نانا ان کے نانے جیسا اور تمہارا باپ ان کے باپ جیسا اور تمہاری ماں ان کی ماں جیسی ہو۔

ہشام کے حکم سے فرزدق کو مکہ و مدینہ کے درمیان ''عُسفان'' میں قید کر دیا گیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرزدق کے پاس بارہ ہزار درہم بطور انعام روانہ کیا اور فرمایا کہ ابوفراس! ہمیں معذور سمجھنا اگر ہمارے پاس اس سے کچھ زیادہ دولت ہوتی تو بھی ہم تم سے دریغ نہ کرتے۔

فرزدق نے آپ کا انعام یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میں نے یہ سب کچھ دنیا کی لالچ میں نہیں کیا تھا۔ میں نے یہ کام صرف خدا اور رسولؐ کی رضامندی کے لیے سرانجام دیا تھا اور میں کسی طرح کا انعام لینا پسند نہیں کرتا۔

امام علیہ السلام نے مذکورہ دولت پھر فرزدق کے پاس روانہ کی اور فرمایا:

اللہ نے تیری نیت کی صداقت کو اچھی طرح سے جانچ لیا ہے اور تمہاری خدمت کو قبول کیا ہے اور میں تمہیں اپنے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میرے اس انعام کو ضرور قبول کرو۔

چنانچہ فرزدق نے آپؑ کا انعام قبول کیا۔ پھر اس نے زندان میں رہ کر ہشام کی مذمت میں کچھ اشعار کہے۔ جب ہشام کو اپنی ہجو کا علم ہوا تو اس نے اسے زندان سے آزاد کر دیا۔

ابوبکر علاف کی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ہشام نے اسے بصرہ جلاوطن کر دیا تھا۔ (مناقب آل ابی طالب' جلد ۴' ص ۱۶۹-۱۷۲۔ کفایۃ الطالب' ص ۴۵۱-۴۵۲۔ الاغانی' جلد ۱۵' ص ۳۲۶-۳۲۷)

حجر اسود کی تنصیب

راوندی رقم طراز ہیں کہ جب ابن زبیر کے ساتھ جنگ میں بیت اللہ شریف

منہدم ہوا اور اس کی تعمیر نو مکمل ہوگئی تو آخر میں حجر اسود کی تنصیب کا کام رہ گیا۔ چنانچہ اس دور کے علماء' قضاۃ اور زاہدین کو حجاج نے بلایا۔ جو بھی شخص حجر اسود کو اٹھا کر اس کے مقام پر نصب کرنا چاہتا تو حجر اسود میں تزلزل سا پیدا ہو جاتا اور اپنے مقام پر قرار نہ پکڑتا تھا۔ جب تمام لوگ عاجز آ گئے تو اس وقت امام زین العابدینؑ تشریف لائے اور آپؑ نے خدا کا نام لے کر حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھا اور اس بار اس میں کوئی تزلزل پیدا نہ ہوا۔

جیسے ہی آپؑ کے بابرکت ہاتھوں سے حجر اسود کی تنصیب مکمل ہوئی تو لوگوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ (الخرائج' جلد ا' ص ۲۶۸)

ذبح شدہ ہرنی کا زندہ ہونا

قطب راوندی نے ابی حمزہ ثمالی سے روایت کی کہ میں نے امام زین العابدینؑ سے کہا کہ میں آپؑ سے چند چیزیں پوچھنے کا خواہش مند ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: پوچھو۔

چنانچہ ابوحمزہ نے پہلے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ پھر اس نے کہا:

مولا! آپ یہ بتائیں کہ ائمہ مُردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور کیا ائمہ مادر زاد اندھوں اور مبروص افراد کو تندرست کر سکتے ہیں اور کیا ائمہ پانی پر بھی چل سکتے ہیں؟

اس کے جواب میں امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی کسی نبی کو عطا کیا ہے وہ سب کچھ محمد مصطفےٰؐ کو عطا کیا ہے۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے محمد مصطفےٰؐ کو وہ کچھ عطا کیا ہے جو سابقہ انبیاء میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کیا اور جو کمالات رسول اکرمؐ کے پاس تھے آپ نے وہ تمام کمالات علی امیر المومنینؑ کو عطا فرمائے۔ پھر یکے بعد دیگرے وہ کمالات و معجزات ائمہ کو منتقل ہوتے رہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس کے علاوہ ہر سال لیلۃ القدر اور ہر مہینے

اور ہر دن میں ان کے کمالات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک محفل میں گوشت کا تذکرہ کیا۔ ایک انصاری اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ خدا کو گوشت کا اشتیاق ہے۔ اور ہمارے گھر میں ایک بکری موجود ہے۔ میں بکری کو ذبح کر کے اس کا گوشت آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کرنے کا خواہش مند ہوں۔

بیوی نے کہا: پھر کار خیر میں تاخیر کیسی؟

چنانچہ انصاری نے اپنی بکری کے کان سے پکڑا اور رسولؐ خدا کی خدمت میں لے آیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ انصاری نے بکری ذبح کی اور اس کا گوشت بھون کر آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیتؑ اور اپنے کچھ صحابہ کو جمع کر کے فرمایا:

خدا کا نام لے کر یہ گوشت کھاؤ مگر اس کی کسی ہڈی کو مت توڑو۔ چنانچہ سب نے سیر ہو کر گوشت کھایا اور انصاری نے بھی آنحضرتؐ کے ساتھ بیٹھ کر گوشت کھایا اور جب انصاری اپنے گھر واپس آیا تو اس کی وہی بکری اس کے دروازے پر کھڑی تھی۔

راوندی کہتے ہیں یہ واقعہ سنانے کے بعد امام زین العابدینؑ نے ایک ہرن کی طرف اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی ہرن آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے اس کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔

آپؑ کے ساتھیوں نے ہرن کو ذبح کیا اور اس کے گوشت کو بھونا اور سب نے مل کر گوشت کھایا۔ جب تمام افراد کھانا کھا چکے تو آپؑ نے حکم دیا کہ اس کی ہڈیاں اس کی کھال میں رکھ دی جائیں۔ جب کھال میں ہڈیاں رکھی گئیں تو ہرن زندہ ہو کر چوکڑیاں بھرنے لگا۔ (الخرائج، جلد۲، ص۵۸۳)

بھیڑیئے کی فریادرسی

راوندی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنی جاگیر کی طرف گئے۔ راستہ میں ایک بھیڑیا راستہ روکے کھڑا تھا۔ جب آپؑ اس کے سامنے گئے تو وہ چلاّنے لگا:

آپؑ نے فرمایا: واپس چلا جا۔ خدا نے چاہا تو میں ایسا کروں گا۔

بھیڑیا آپؑ کا فرمان سن کر واپس چلا گیا۔ لوگوں نے آپؑ سے پوچھا کہ یہ بھیڑیا کیا کہہ رہا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: اس نے مجھ سے کہا کہ میری بیوی کے لیے زچگی دشوار ہو چکی ہے۔ آپؑ اس کے لیے دعا کریں کہ اللہ اس کے لیے ولادت کو آسان کرے۔ اور میں آپؑ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اور میری اولاد میں سے کوئی بھی آپؑ کے شیعوں سے تعرض نہیں کرے گا۔ (الخرائج، جلد۲، ص ۵۸۷)

زہریؒ کو خواب سے آگاہ کرنا

کتاب ثاقب المناقب میں زہری کی زبانی مرقوم ہے کہ میرا ایک دینی بھائی تھا جس سے میں بے تحاشا محبت کرتا تھا۔ وہ روم کی جنگ میں مارا گیا۔ مجھے اس کی موت پر رشک ہوا اور میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میرا دوست زندہ رہتا اور اس کی جگہ میں جامِ شہادت نوش کرتا۔

ایک رات میں سویا تو مجھے خواب میں وہی دوست دکھائی دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

اس نے مجھے جواب دیا کہ اللہ نے میرے جہاد اور محمدؐ و آل محمدؐ سے میری محبت کی وجہ سے مجھے معاف کر دیا ہے اور علی بن الحسینؑ کی شفاعت کے ذریعہ سے اللہ نے مجھے

ایک لاکھ سال تک مسافت کی جاگیر عطا کی ہے۔

میں نے کہا: بندۂ خدا! میں تو تجھ پر رشک کرتا ہوں کہ خدا نے تجھے شہادت کا رتبہ عطا کیا ہے جب کہ میری خواہش ہے کہ خدا مجھے بھی تیری طرح سے شہادت کا مرتبہ عطا کرے۔

میرے دوست نے مجھ سے کہا: تمہیں مبارک ہو۔ تمہارا رتبہ مجھ سے ایک لاکھ گنا زیادہ ہے۔

میں نے کہا: وہ کیسے؟

میرے دوست نے جواب دیا: اس کی وجہ یہ ہے کہ تو ہر جمعہ کے دن علی بن الحسینؑ سے ملاقات کرتا ہے اور ان پر سلام کرتا ہے اور جب تیری نظر ان کے چہرے پر پڑتی ہے تو تو محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجتا ہے اور تو ان سے احادیث نقل کرتا ہے اور اس پُرآشوب (دور بنی امیہ) میں رہ کر تو ان کے فضائل بیان کرتا ہے۔

پھر اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ لایعنی خیالات ہیں۔ اس کے بعد مجھے دوبارہ نیند آ گئی تو نیند میں میرے دوست نے مجھ سے کہا:

کیا تو نے شک کیا ہے؟ خبردار! شک نہ کرنا۔ شک کفر ہے اور جو کچھ تو نے دیکھا ہے اسے کسی سے بیان نہ کرنا۔ علی بن الحسینؑ تجھے خود تیرے اس خواب سے مطلع کریں گے۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے وضو کیا اور نمازِ شکرانہ ادا کی۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے باہر جا کر دیکھا تو امام زین العابدینؑ کا قاصد دروازے پر کھڑا تھا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تجھے امام زین العابدینؑ یاد کر رہے ہیں۔

میں اس کے ساتھ روانہ ہوا اور جب امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

زہری! آج رات تم نے دو مرتبہ خواب دیکھا ہے۔ پھر آپؑ نے مجھے میرے

خوابوں کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ (الثاقب فی المناقب، ص۳۶۲)

ایک دھاگے سے زلزلہ بپا کرنا

عیون المعجزات میں جابر سے مرقوم ہے کہ جب اقتدار پر بنی اُمیہ پوری طرح سے قابض ہو گئے تو انہوں نے محبانِ آل محمدؐ کا قتل عام کیا اور منبروں پر سرعام امیرالمومنینؑ پر سب و شتم کو رواج دیا اور شیعانِ آل محمدؐ کے لیے زندہ رہنا مشکل بنا دیا اور علمائے سوء نے دنیا کے لالچ میں ان کے ساتھ تعاون کیا اور امیرالمومنینؑ پر سب وشتم کو سنت بنا کر پیش کیا گیا اور جو بھی آپؑ پر سب کرنے سے انکار کرتا تو اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔

جب شیعانِ آل محمدؐ اس ظلم وستم سے تنگ آ گئے تو وہ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپؑ سے عرض کی:

فرزند رسولؐ! ہم کب تک یہ سختیاں برداشت کرتے رہیں گے۔ ان ظاموں نے ہمیں جلاوطن کیا، ہمیں قتل کیا اور صلیبوں پہ چڑھایا اور انہوں نے امیرالمومنین علیہ السلام پر سب وشتم کو رواج دیا۔ حد یہ ہے کہ مسجد نبوی میں بھی حضرت علیؑ پر تبرا کیا جا رہا ہے اور منبر رسولؐ پر نفسِ رسولؐ کو سب وشتم کیا جا رہا ہے۔ لیکن کوئی بھی انہیں روکنے والا نہیں ہے اور اگر ہم میں سے کوئی اعتراض کرتا ہے تو اسے ترابی کہہ کر قید کر دیا جاتا ہے۔ پھر اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

جب امام علیہ السلام نے اپنے شیعوں کی داستانِ مظلومیت سنی تو آپؑ نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:

> ''پروردگار! تو پاک ہے اور تیری شان بہت بلند ہے تو نے اپنے بندوں کو اتنی مہلت دے دی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بالکل آزاد سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ تیری نظر میں ہے۔ تیری

قضا پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور تیری مقرر کردہ تقدیر کو کوئی پلٹ نہیں سکتا اور تو جو کچھ کرے کر سکتا ہے کیونکہ تو ہم سے بہتر جانتا ہے"۔

پھر آپؑ نے اپنے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام کو بلایا اور ان سے فرمایا:

کل جب صبح ہو تو تم مسجد نبوی میں چلے جانا اور اپنے ساتھ اس دھاگے کو لے جانا جسے جبریل امینؑ آپؑ کے نانا جان کے پاس لائے تھے اور وہاں جا کر اس دھاگے کو آہستہ سے حرکت دینا۔ زور سے حرکت نہ دینا ورنہ سب لوگ ہی ہلاک ہو جائیں گے۔

جابر کا بیان ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کا یہ فرمان سن کر تعجب کیا اور ساری رات مجھے نیند نہ آئی کہ خدا جانے کل کیا ہو جائے۔ اور جیسے ہی صبح ہوئی تو میں آپؑ کے درِ اطہر پر پہنچ گیا۔

امام عالی مقام علیہ السلام کے غلام نے مجھے دیکھ کر کہا:

جابر! تم تو اتنی صبح آنے کے عادی نہیں تھے پھر آج اتنی جلدی کیسے آ گئے؟

میں نے کہا کہ میں نے کل امام زین العابدینؑ سے دھاگے کی بات سنی تھی اسی لیے میں جلدی آ گیا۔

پھر امام زین العابدین علیہ السلام نے امام محمد باقر علیہ السلام سے فرمایا:

بیٹا! جبریلؑ کا لایا ہوا دھاگہ اٹھاؤ اور مسجد نبوی میں چلے جاؤ اور وہاں جا کر اسے آہستہ سے ہلاؤ۔ خیال رکھنا اسے زور سے نہ ہلانا ورنہ سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے کہا:

خدا کی قسم! اگر وقت مقرر نہ ہوتا اور تقدیر متعین نہ ہوتی تو میں اس الٹی عقل رکھنے والی مخلوق کو چشم زدن میں زمین میں دھنسا دیتا لیکن ہم کیا کریں ہم تو اللہ کے محترم بندے ہیں، اس کے فرمان پر سبقت نہیں کرتے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

میں نے عرض کی: میرے آقا و مولا! آپؑ ایسا کیوں کرنا چاہتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: کیا کل تو نے ہمارے شیعوں کی مظلومیت کی داستان نہیں سنی تھی۔ انہوں نے میرے والد علیہ السلام کے سامنے ان لعینوں کی شکایت کی تھی۔

میں نے عرض کیا: مولا! کل میں بھی موجود تھا اور میں نے تمام باتیں سنی تھیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

میرے والد نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں انہیں خوفزدہ کروں تا کہ یہ اپنی حرکات سے باز آ جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کا ایک گروہ ہلاک ہو جائے اور خدا کی سرزمین ان کے نجس وجود سے پاک ہو جائے۔

میں (جابر) نے عرض کیا: مولا! آپ ان کے وجود سے زمین کو کیسے پاک کریں گے جب کہ ان کی تعداد تو گنتی سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

تم میرے ساتھ مسجد نبوی چلو اور وہاں چل کر میں تمہیں خدا کی قدرت کا کرشمہ دکھاؤں گا اور تجھے اپنی اس قوت سے متعارف کراؤں گا جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے۔

جابر کا بیان ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد نبوی میں گیا۔ آپؑ نے وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر آپؑ نے اپنا رخسار زمین پر رکھا اور کچھ کلام کی۔ اس کے بعد آپؑ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور اپنی آستین سے ایک پتلا سا دھاگا نکالا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی اور وہ عام سلائی کے دھاگے سے بھی پتلا تھا۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

جابر! اس کا ایک سرا پکڑ کر آہستہ آہستہ چلتے جاؤ۔ خبردار اسے حرکت نہ دینا۔

میں نے دھاگے کا سرا پکڑا اور آہستہ آہستہ چل پڑا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جابر! رک جاؤ۔

میں رک گیا۔ پھر آپؑ نے اس دھاگے کو معمولی سی حرکت دی اور اس کے بعد فرمایا:

دھاگے کا سرا مجھے پکڑاؤ۔ میں نے دھاگے کا سرا آپؑ کو پکڑایا اور میں نے کہا:
میرے آقا! اس سے آپ نے کیا کیا ہے؟
حضرتؑ نے فرمایا: ذرا باہر جا کر دیکھو کہ لوگوں کا کیا حشر ہو چکا ہے؟
جابر کہتے ہیں: میں مسجد سے باہر آیا تو ہر طرف سے چیخ و پکار کی صدائیں بلند تھیں مدینہ میں سخت زلزلہ آیا تھا اور مدینہ کے اکثر گھر منہدم ہو چکے تھے اور تیس ہزار سے زیادہ مرد اور عورتیں ہلاک ہو چکی تھیں جب کہ بچوں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔ لوگ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے:

''انا للہ وانا الیہ راجعون'' فلاں کا گھر تباہ ہو گیا' اس کا خاندان ملبے تلے دب گیا۔ لوگ چیختے چلاتے فریاد کرتے ہوئے مسجد رسول کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ لوگ کہہ رہے تھے یہ زلزلہ تھا۔ کچھ کہہ رہے تھے کہ یہ زمین کے دھنسنے کا عمل تھا اور کچھ کہہ رہے تھے: یہ عذاب تو ہم پر آنا ہی تھا کیونکہ ہم نے مدت ہوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا ہے اور ہم میں فسق و فجور رواج پا چکا ہے اور آلِ رسولؐ پر ظلم ہو رہا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ ہم پر اس سے بھی بڑے زلزلے آنے والے ہیں اور اس عذاب سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم اپنی اصلاح کر لیں۔

جابر کہتے ہیں کہ میں حیران ہو کر لوگوں کو دیکھتا رہا اور ان کی چیخ و پکار کی وجہ سے مجھے بھی رونا آ گیا اور ان لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ ان پر یہ عذاب کہاں سے نازل ہوا ہے۔

میں یہ منظر دیکھنے کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس گیا۔ اس وقت لوگوں نے آپؑ کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا اور فریاد کر کے کہہ رہے تھے:

فرزند رسولؐ! کیا آپؑ نے ہم پر آنے والی مصیبت کو نہیں دیکھا؟ آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:
تم نماز پڑھو' دعائیں مانگو اور صدقہ و خیرات کرو۔ پھر آپؑ نے مجھے ہاتھ سے پکڑا

اور مسجد سے باہر تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا:

تم نے دیکھا کہ لوگوں کی کیا حالت بنی ہوئی ہے؟

میں نے عرض کیا: مولا! لوگوں کی بات نہ ہی پوچھیں تو بہتر ہے۔ ان کے گھر مسمار ہو گئے' لوگ تباہ ہو گئے اور ان کی تباہی پر مجھے بھی رحم آ گیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: خدا ان پر رحم نہ فرمائے۔ میں نے تیری حالت دیکھ کر ان سے رعایت برتی ہے اور خود تیرے اندر بھی خامی موجود ہے اگر تیرے اندر خامی نہ ہوتی تو تو ہمارے دشمنوں پر رحم نہ کرتا اور ہمارے دوستوں کے دشمنوں پر کبھی شفقت نہ کرتا۔ ظالموں کے لیے ہلاکت ہو۔

۔خدا کی قسم! اگر مجھے اپنے والد ماجد علیہ السلام کے فرمان کا پاس نہ ہوتا تو میں اس دھاگے کو زیادہ حرکت دیتا اور ان سب کو ہلاک کر دیتا اور میں زمین کے نچلے حصہ کو اوپر اور اوپر کے حصے کو نیچے کر دیتا۔ اور ایک مکان بھی یہاں باقی نہ رہتا۔ لیکن میں اپنے والد ماجد کے فرمان کے سامنے مجبور اور بے بس ہوں۔

پھر آپؑ مسجد کے مینار پر چڑھ گئے۔ آپؑ کو مینار پر جاتے ہوئے میں دیکھ رہا تھا جب کہ دوسرے لوگ آپؑ کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ آپ نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور مینار کے گرد اسے چکر دیا۔ اس چکر کے ساتھ ہی مدینہ میں پھر ہلکا زلزلہ آیا اور کچھ گھر مزید گر گئے۔

آپؑ مینار سے نیچے اترے اور آپؑ نے یہ آیات پڑھیں:

ذٰلِکَ جَزَیْنَاهُمْ بِبَغْیِهِم (الانعام: ۱۴۶)

''ہم نے انہیں ان کی بغاوت کی وجہ سے یہ سزا دی''۔

وَهَلْ نُجَازِیْ اِلَّا الْکَفُوْرَ (سبا:۱۷)

''اور ہم کافروں کے علاوہ اور کسے سزا دیتے ہیں''۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا (ھود: ۸۲)

''پس جب ہمارا عذاب آیا تو ہم نے اوپر کے حصہ کو نیچے کا حصہ بنا دیا''۔

فَخَرَّ عَلَیْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ (النحل: ٢٦)

''ان پر اوپر سے چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آ گیا جہاں سے انہیں تصور بھی نہیں تھا''۔

جابر کا بیان ہے کہ جب دوسرا زلزلہ آیا تو پردہ دار عورتیں روتی پیٹتی منہ کھلے ہوئے گھروں سے باہر آ گئیں اور ہر شخص زلزلہ کی وجہ سے اتنا پریشان تھا کہ کسی کو بھی ان کی طرف دیکھنے کا ہوش تک نہ تھا۔ جب امام محمد باقر علیہ السلام نے پردہ دار عورتوں کی یہ حالت دیکھی تو آپ کو ان پر رحم آ گیا۔ آپ نے دھاگا اپنی آستین میں کر لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی زلزلے کے جھٹکے آنے رک گئے۔

جب ہم مسجد سے باہر آئے تو ایک لوہار کی دکان پر مجمع لگا ہوا تھا اور لوہار لوگوں سے کہہ رہا تھا:

جب مکان گرنے لگے تو کیا تم نے اس وقت زمین سے نکلنے والی صدا کو نہیں سنا تھا؟

کچھ اور لوگ کہہ رہے تھے: زمین سے بہت سی آوازیں سنائی دی تھیں لیکن ہم تمہیں سمجھنے سے قاصر رہے تھے۔

جابر کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے میری طرف دیکھ کر تبسم کیا اور فرمایا:

جابر! یہ سب ان کی سرکشی اور زیادتی کی وجہ سے ہوا۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسول! کرامت والے اس دھاگے کی کیا خصوصیت ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ آل موسیٰ و آل ہارون کی ان باقیات مین سے ہے جسے ملائکہ

اٹھاتے تھے اور ہم پر جبریل اسے لے کر نازل ہوئے تھے۔

جابر! خدا کے نزدیک میرا بڑا مقام اور عظیم منزلت ہے۔ اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ نہ تو آسمان کو پیدا کرتا اور نہ ہی زمین کو اور نہ جنت ہوتی اور نہ دوزخ ہوتی اور اگر ہم نہ ہوتے تو شمس وقمر نہ ہوتے اور نہ ہی جن وانسان ہوتے۔

جابر! ہمارے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے وسیلہ سے تمہیں دوزخ سے بچایا ہے اور ہمارے وسیلہ سے تم پر اپنا کرم کیا ہے۔ ہم نے ہی تمہیں خدا کی طرف رہنمائی کی ہے۔ تم ہمارے امرونہی پر رک جاؤ اور ہمارے فرمان کو مت ٹھکراؤ اور تمہارے سامنے ہمارے جو فرمان بیان کیے جائیں ان میں سے جسے تم سمجھ لو تو اس پر اللہ کی حمد بجا لاؤ اور جو تمہیں سمجھ نہ آئے اسے ہماری طرف پلٹا دو اور کہو کہ ہمارے ائمہ ہی اپنے فرمان کا مقصد بہتر سمجھتے ہیں۔

جابر کا بیان ہے کہ اس بربادی کے بعد بنی امیہ کے گورنر نے لوگوں سے کہا:

لوگو! جمع ہو جاؤ اور علی بن الحسینؑ کے پاس چلو اور اس کے ذریعے سے اللہ کا قرب حاصل کرو اور اس کے سامنے توبہ واستغفار کرو تا کہ تم سے یہ عذاب دور ہو جائے۔

جابر کا بیان ہے کہ جب امیر کی نظر محمد باقر علیہ السلام پر پڑی تو وہ دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا اور کہا:

فرزند رسولؐ! کیا آپؑ نے نہیں دیکھا کہ اُمت رسولؐ پر کیا بیتی۔ لوگ ہلاک اور برباد ہو گئے۔

پھر اس نے کہا: آپؑ کے والد کہاں ہیں۔ ہم ان سے درخواست کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں ساتھ لے کر مسجد میں چلیں اور خدا سے رحم وکرم کی درخواست کریں تا کہ اللہ اس امت سے اس مصیبت کو دور کر دے۔

محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

خدا نے چاہا تو وہ ایسا کریں گے۔ تم لوگوں کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور تمہیں

توبہ کرنی چاہیے۔ اور جو کچھ اب تک کرتے رہے ہو تمہیں اس سے باز آ جانا چاہیے۔
کیونکہ اللہ کے عذاب سے خسارہ اٹھانے والے لوگ ہی بے خوف ہوتے ہیں۔

جابر کا بیان ہے کہ پھر لوگ جمع ہو کر امام زین العابدین علیہ السلام کے دروازے پر آئے۔ آپؑ اس وقت نماز میں مصروف تھے جب آپؑ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے آہستہ سے اپنے فرزند سے فرمایا:

محمد! تم تو تمام لوگوں کو ہی فنا کرنے والے تھے۔

میں بھی آپؑ کے بالکل قریب بیٹھا تھا۔ میں نے کہا: میرے آقا! انہوں نے تو اتنا آہستہ سے دھاگے کو حرکت دی کہ مجھے بھی اس کی حرکت محسوس تک نہ ہوئی تھی۔

آپؑ نے فرمایا: اگر یہ زور سے حرکت دیتے تو کوئی بھی متنفس باقی نہ بچتا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: لوگ کس حال میں ہیں؟

ہم نے آپؑ کو لوگوں کی بربادی کی داستان سنائی۔ آپؑ نے تباہی کی داستان سننے کے بعد فرمایا:

انہوں نے ہماری حرمت کا لحاظ نہیں رکھا اور ہمارے احترام کو پامال کیا ہوا تھا۔

میں نے عرض کی: فرزند رسولؐ! مدینہ کا والی آپ کے دروازے پر کھڑا ہے اور اس نے ہم سے کہا ہے کہ ہم آپؑ سے درخواست کریں کہ آپؑ مسجد میں تشریف لے چلیں اور لوگوں کے لیے مغفرت و رحمت طلب کریں۔

امام علیہ السلام مسکرائے اور آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَوَلَمْ تَکُ تَاتِیکُمْ رُسُلُکُمْ بِالْبَیِّنَاتِ قَالُوا بَلٰی قَالُوا فَادْعُوْا وَمَا دُعَآءُ الْکَافِرِینَ اِلَّا فِی ضَلَالٍ (المومن: ۵۰)

"کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلی نشانیاں لے کر نہیں آتے تھے؟ وہ کہیں گے جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ پھر پکارو اور کافروں کی پکار بھٹکنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے"۔

میں نے کہا: میرے آقا و مولا! مجھے تعجب تو اس بات پر ہے کہ انہیں معلوم ہی نہیں ہے کہ یہ مصیبت ان پر کہاں سے وارد ہوئی ہے!!

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں ایسا ہی ہے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (اعراف: ۵۱)

''آج ہم بھی انہیں اسی طرح سے فراموش کر دیں گے جیسا کہ انہوں نے ہمارے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا اور اس وجہ سے بھی انہیں فراموش کریں گے کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے''۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

جابر! ہماری صداقت کی بہت سی نشانیاں ہیں اور یہ بھی ان میں سے ایک نشانی ہے اور یہ ویسی ہی علامت ہے جیسا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ (انبیاء: ۱۸)

''بلکہ ہم تو حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں پھر وہ اس کا سر چھوڑ دیتا ہے پھر وہ جاتا رہتا ہے تمہارے لیے خرابی ہے ان باتوں سے جو تم بتلاتے رہتے ہو''۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

جابر! ان لوگوں کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جنہوں نے ہماری روش کو مردہ بنایا اور ہمارے عہد کو ضائع کیا اور ہمارے دشمنوں سے دوستی رکھی اور ہماری حُرمت پامال کی اور ہمارے حق پر ظلم کیا اور ہم سے ہماری میراث چھین لی اور ہمارے خلاف ظالموں کی مدد کی اور ان کی روش کو زندہ رکھا اور دین کے بگاڑ اور نورِ حق کے بجھانے کے لیے جنہوں

نے فاسق کافروں کی سیرت پر عمل کیا۔

جابر نے کہا: میں اس ذات کی حمد بجالاتا ہوں جس نے مجھے تمہاری معرفت کے ذریعہ سے مجھ پر احسان کیا اور مجھے تمہاری اطاعت کا الہام فرمایا اور آپ کے دوستوں سے دوستی اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

آپؑ نے فرمایا: جابر! جانتے ہو کہ معرفت کیا ہے؟

جابر خاموش ہوگئے۔ پھر آپؑ نے ایک طولانی حدیث میں حقیقتِ معرفت کو بیان فرمایا۔

میں (مؤلف کتاب ہذا) نے تو یہاں صرف معجزہ لکھنے پر ہی قناعت کی ہے کیونکہ بری یہ کتاب صرف معجزات کے بیان کے لیے مخصوص ہے اور دوسرے موضوعات اس سے خارج ہیں۔ ویسے بھی ہر کتاب اشیاء کے حقائق کی متحمل نہیں ہوسکتی۔

(عیون المعجزات، ص ۷۸)

نی عباس کی حکومت کی پیشین گوئی

راوندی رقم طراز ہیں کہ ابوبصیر کا بیان ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس مسجد نبویؐ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں منصور دوانقی اور داؤد بن سلیمان بھی مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے۔ اس وقت تک اقتدار بنی عباس کو نہیں ملا تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس صرف داؤد آ کر بیٹھا۔

آپؑ نے فرمایا: دوانقی کو یہاں آنے سے کیا چیز مانع ہے۔ دوانقی کو یہاں آنے سے کیا چیز مانع ہے؟

داؤد نے کہا: وہ ادب و آداب سے بیگانہ ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

سلسلہ روز و شب اس وقت تک ختم نہ ہوگا جب تک یہ لوگوں کا حاکم نہ بن جائے

اور لوگوں کی گردنوں کو پامال نہ کرے اور یہ مشرق و مغرب پر حکومت کرے گا اور اس کی عمر طویل ہوگی اور یہ اتنی دولت جمع کرے گا جو اس سے پہلے کسی نے جمع نہ کی ہوگی۔

امام علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی سن کر داؤد اٹھا اور اس نے منصور کو امامؑ کی بات سے آگاہ کیا۔ یہ سنتے ہی منصور آپؑ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ آپؑ کے اجلال و ہیبت کی وجہ سے میں آپؑ کے پاس نہیں بیٹھا۔ آپؑ نے داؤد کو کیا بتایا ہے؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہو کر رہے گا۔

منصور نے کہا: کیا ہماری حکومت آپؑ کی حکومت سے پہلے قائم ہوگی؟

آپ نے فرمایا: جی ہاں۔

منصور نے کہا: تو کیا میری اولاد میں سے بھی کوئی بادشاہی کرے گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔

منصور نے کہا: کیا ہماری حکومت کی میعاد لمبی ہوگی یا بنی امیہ کی حکومت کی میعاد لمبی ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: تمہاری حکومت کی میعاد بہت ہی طولانی ہوگی اور تمہارے لڑکے بھی حکومت کریں گے اور اقتدار سے یوں کھیلیں گے جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔ یہ وہ عہد ہے جو میرے والد علیہ السلام نے مجھ سے کیا تھا:

جب دوانیقی خلیفہ بنا تو اس نے امام محمد باقر علیہ السلام کی پیشین گوئی پر بڑا تعجب کیا۔ (الخرائج، جلد۱، ص۲۷۴)

چڑیوں کی بولی سے آشنائی

ابوحمزہ کا بیان ہے کہ ہم امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھے کہ آپ کے سامنے ایک دیوار پر کچھ چڑیاں بیٹھی چہچہا رہی تھیں۔

آپؑ نے فرمایا: ابوحمزہ کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ کیا کہتی ہیں؟

پھر آپؑ نے فرمایا: ان کے لیے رزق روزی طلب کرنے کا ایک وقت مقرر ہے۔

ابوحمزہ! طلوع آفتاب سے قبل سویا نہ کرو کیونکہ اس وقت تمہارا سونا مجھے پسند نہیں ہے۔ اس وقت اللہ اپنے بندوں کا رزق تقسیم کرتا ہے اور ہمارے ہاتھوں پر اسے جاری کرتا ہے۔ (بصائر الدرجات، ص ۴۴۳)

مومن ومنافق کی پہچان

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

جب ہم کسی شخص کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ مومن ہے یا منافق ہے۔ ہمارے پاس ہمارے شیعوں کے نام ان کی ولدیت سمیت لکھے ہوئے ہیں۔

(بصائر الدرجات، ص ۲۸۸)

پانچوار باب

امام محمد باقر علیہ السلام

آپؑ کے متعلق رسولؐ خدا کی پیشین گوئی

شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے عمرو بن عبداللہ بن ہند الجملی سے روایت کی۔ اس نے کہا:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری امام زین العابدین علیہ السلام کے دروازے پر آئے۔ دروازے پر امام محمد باقرؑ بنی ہاشم کے دوسرے بچوں کے ساتھ موجود تھے۔ جابر نے ان کی چال کو غور سے دیکھا اور جب وہ ان کی چال اچھی طرح سے دیکھ چکے تو انہوں نے کہا:

"یہ چال رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چال جیسی ہے"۔

پھر انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو اپنے قریب بلا کر کہا:

صاحبزادے! آپ کا کیا نام ہے؟

آپؑ نے کہا: میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔

آپؑ کا یہ تعارف سن کر جابر رونے لگے اور پھر انہوں نے کہا:

خدا کی قسم! آپؑ علوم کے شگافتہ کرنے والے ہیں۔ آپؑ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، میرے قریب آیئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام حضرت جابر کے قریب ہوئے تو جابر نے ان کی چادر ہٹا کر ان کے سینہ پر اپنا ہاتھ رکھا اور سینہ کو بوسے دیئے۔ پھر انہوں نے اپنے رخسار اور چہرے کو بھی آپؑ کے سینہ سے مَس کیا اور پھر انہوں نے کہا:

میں آپؑ کو آپؑ کے جد اطہر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے سلام پہنچاتا ہوں اور میں نے جو کچھ کیا ہے، رسولؐ خدا نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا اور آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا تھا:

''تو زندہ رہے گا یہاں تک کہ تو میری نسل میں سے ایک بچے کی ملاقات کرے گا جس کا نام ''محمد'' ہوگا اور وہ علم کو شگافتہ کرے گا''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا:

''تو زندہ رہے گا یہاں تک کہ تو نابینا ہو جائے گا اور بعدازاں اللہ تیری بینائی لوٹا دے گا''۔

آپؑ اپنے والد کے پاس جائیں اور ان سے میرے آنے کی اجازت طلب کریں۔

امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد کی خدمت میں گئے اور ان سے ساری گفتگو نقل کی اور کہا کہ دروازے پر ایک بزرگ آئے ہیں جنہوں نے مجھ سے یہ گفتگو کی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: وہ جابر بن عبداللہ انصاری ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

کیا جابر نے یہ تمام باتیں دوسرے بچوں کے سامنے کہی تھیں؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے اثبات میں جواب دیا تو امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

اُن کی نیت بری نہیں تھی لیکن انہوں نے دوسروں کے سامنے یہ باتیں کر کے تمہاری زندگی کے لیے خطرات پیدا کیے ہیں۔ (امالی طوسی' جلد۲' ص ۲۴۹)

طبری امامی اپنی اسناد سے رقمطراز ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام امام محمد باقر علیہ السلام کو ساتھ لے کر حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کے پاس تشریف لے گئے اور آپؑ نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ تم اپنے چچا جابر پر سلام کرو۔

جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام کو پکڑ لیا اور ان کی پیشانی پر بوسے دیئے اور انہیں اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایسا کرنے کی وصیت فرمائی تھی اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا:

علی بن الحسین زین العابدین کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا اور جب تم اسے دیکھو تو میری طرف سے اسے سلام کہنا اور اس کے بعد تم دنیا میں انتہائی تھوڑے دنوں تک زندہ رہو گے۔

راوی کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی زیارت کے کچھ ہی دن بعد جابر جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۹۵)

اینٹ ہٹا کر دسترخوان برآمد کرنا

طبری امامی نے اپنی اسناد سے قیس بن ربیع سے روایت کی۔ اس نے کہا:

ایک بار میں امام محمد باقر علیہ السلام کا مہمان ہوا۔ نماز عشاء کا وقت ہوا تو انہوں نے نماز ادا کی اور میں نے بھی نماز پڑھی۔ پھر انہوں نے دیوار میں لگی ہوئی ایک اینٹ سرکائی اور اس سے بھاری دسترخوان نکالا جس پر ہر طرح کی نعمات موجود تھیں اور آپ نے میرے سامنے وہ دسترخوان بچھایا اور مجھ سے کہا:

کھاؤ' یہ وہ خصوصی رزق ہے جو اللہ نے اپنے اولیاء کے لیے مقرر کیا ہے۔

چنانچہ آپ نے بھی اس دسترخوان سے طعام کھایا اور میں نے بھی۔ جب میں اچھی طرح سے سیر ہو گیا تو آپؑ نے وہ دسترخوان اٹھایا اور اینٹ کے اندر رکھ دیا۔

جب میں نے یہ کرامت دیکھی تو میرے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہوئے اور کچھ دیر بعد آپ اپنے کسی کام سے اٹھ کر وہاں سے باہر گئے تو میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے اس اینٹ کو ہٹا کر اچھی طرح سے دیکھا۔ وہ ایک چھوٹی سی اینٹ تھی اور وہاں دسترخوان نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔

کچھ دیر بعد آپ مہمان خانہ میں تشریف لائے اور انہوں نے میری اندرونی کیفیت کو بھانپ لیا۔ آپ پھر اٹھے اور اس اینٹ کو تھوڑا سا سرکایا اور اس میں سے

پیالے اور پانی کا گھڑا نکالا اور خود بھی پانی پیا اور مجھے بھی پانی پلایا۔اس کے بعد آپ نے اس اینٹ کو دوبارہ اصل جگہ پر رکھ دیا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

تو بھی ان یہودیوں جیسا ہے جو مسیح علیہ السلام کے معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے لیکن انہیں پھر بھی اطمینان نہیں ہوتا تھا۔

بعدازاں آپؑ نے اینٹ کو بولنے کا حکم دیا تو وہ اذن خداوندی سے بولنے لگ گئی۔(دلائل الامامۃ' ص ۹۵)

منصور دوانیقی اور اس کے بھائی کی حکومت کی پیشین گوئی

طبری امامی نے اپنی اسناد سے اعمش سے نقل کیا۔اس نے کہا کہ مجھ سے ابوجعفر منصور دوانیقی نے بیان کیا کہ جس زمانے میں ہم بنی امیہ کے حکمرانوں سے چھپتے پھرتے تھے انہی دنوں میں میں اور میرا بھائی ابوالعباس سفاح مسجد نبوی میں گئے۔ وہاں امام محمد باقر علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو انہوں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص سے فرمایا:

میں دیکھ رہا ہوں کہ حکومت واقتدار ان بھائیوں کو ملے گا۔

وہ شخص آپؑ کا فرمان سن کر ہمارے پاس آیا اور اس نے ہمیں آپؑ کی پیشین گوئی سے مطلع کیا۔ہم دونوں بھائی آپؑ کے پاس گئے اور ان سے کہا:

فرزند رسولؐ! آپؑ نے کیا فرمایا ہے؟

آپؑ نے کہا: حکومت واقتدار عنقریب تمہیں منتقل ہونے والا ہے' لیکن تم میری اولاد سے بدسلوکی کرو گے جس کی وجہ سے تم جلد ہلاک ہو جاؤ گے۔

منصور دوانیقی کہتا تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان حرف بحرف پورا ہوا' اور تھوڑے ہی عرصہ بعد میرا بھائی حاکم بنا اور بھائی کے بعد میں حکمران بن گیا۔

(دلائل الامامۃ' ص ۹۶)

ایک چھڑی جو آپؑ کو مختلف ممالک کے حالات سنایا کرتی تھی

طبری امامی نے علاء بن محرز سے روایت کی۔ اس نے کہا:

میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا۔ آپؑ کے ہاتھ میں ایک پتلی سی چھڑی تھی اور آپؑ اس سے ملک ملک کے حالات پوچھ رہے تھے اور لکڑی آپؑ کو جواب دے رہی تھی اور وہ کہہ رہی تھی کہ مصر میں سیلاب آ گیا' موصل میں پانی کم ہو گیا' ارمینیہ میں زلزلہ آیا جس کی وجہ سے حارث و جویبر نامی دو پہاڑ آپس میں ٹکرا گئے۔

پھر میں (راوی) نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ امام علیہ السلام نے اس لکڑی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور چند ہی لمحات بعد وہ ٹکڑے آپس میں دوبارہ مل گئے اور لکڑی اپنی سابقہ حالت پر آ گئی۔ (دلائل الامامۃ' ص ۹۶)

پرواز کرنے والا مٹی کا ہاتھی

طبری امامی نے اپنی اسناد سے مرہ بن قبیصہ بن عبدالحمید سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ مجھ سے جابر بن یزید جعفی نے بیان کیا تھا کہ "میں نے اپنے آقا و مولا امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ انہوں نے مٹی کا ایک ہاتھی بنایا اور اس پر سوار ہوئے اور ہاتھی نے پرواز کی اور اس کے ذریعہ سے آپ مکہ گئے اور پھر اسی پر سوار ہو کر مدینہ واپس آئے۔

مرہ کا بیان ہے کہ جابر بن یزید جعفی کی اس روایت کو میں نے تسلیم نہ کیا اور کہا یہ کھلم کھلا جھوٹ ہے۔ پھر کچھ دنوں بعد میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ملا اور میں نے کہا کہ جابر جعفی نے آپ کے متعلق یہ روایت بیان کی ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا:

بھلا اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ پھر آپ نے میرے سامنے مٹی کا ہاتھی بنایا اور خود اس پر سوار ہوئے اور مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کیا۔ ہاتھی نے پرواز کی اور وہ مکہ آیا۔

بعدازاں آپؑ مجھے ساتھ لے کر مکہ سے مدینہ تشریف لائے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۹۶)

اعجاز کلیمی

طبری امامی نے اپنی اسناد سے حکم بن سعد سے روایت کی۔ اس نے کہا:

میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دوران سفر ملاقات کی۔ آپؑ کے ہاتھ میں ایک عصا تھا۔ آپؑ نے وہ عصا ایک چٹان پر مارا جس سے پانی نکلنے لگا۔ میں نے کہا:

فرزند رسولؐ! یہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: لوگ موسیٰ کے عصا کے معجزات پر بھی تعجب کرتے تھے اور یہ عصا اسی عصائے موسیٰ کا ایک ٹکڑا ہے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۹۶)

لکڑی کا پیالہ جسے آگ نہ جلاتی تھی

طبری امامی نے اپنی اسناد سے شہر بن وائل سے روایت نقل کی۔ اس نے کہا:

میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ کے ہاتھ میں لکڑی کا ایک پیالہ تھا جس میں دہکتے ہوئے انگارے تھے مگر وہ پیالہ جوں کا توں محفوظ تھا۔

میں نے ازراہ تعجب کہا:

فرزند رسولؐ! یہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

زمین کی گرمائش سے یہ آگ برآمد ہوئی تھی۔ میں نے اسے اس پیالے میں ڈالا اورتم خود دیکھ رہے ہو کہ اس نے اس پیالے کو نہیں جلایا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۹۷)

انگشتری کی کرامت

اعمش نے منصور سے روایت کی کہ مجھے سمندر کا سفر درپیش تھا۔ میں نے امام محمد

باقر علیہ السلام سے اپنے سفر کا تذکرہ کیا۔ آپؑ نے مجھے ایک انگوٹھی عطا فرمائی اور اس کی کرامت یہ تھی کہ جب میں اسے اتار کر کشتی میں رکھتا تھا تو کشتی رک جاتی تھی اور جب اسے اٹھا کر پہنتا تھا تو کشتی چلنے لگ جاتی تھی۔

سفر کرتے ہوئے ہم دریائے دجلہ میں داخل ہوئے اور بغداد کے قریب کشتی میں سے میرے ایک بھائی کا تھیلا پانی میں جا گرا۔ میں نے آپؑ کی عطا کردہ انگشتری دریا میں پھینکی تو وہ تھیلا پانی کی سطح پر آ گیا اور اس کے ساتھ انگوٹھی بھی سطحِ آب پر آ گئی۔ ہم نے انگوٹھی اور تھیلا دونوں کو دریا سے نکال لیا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۹۷)

پتھروں کے درمیان سے سیب برآمد کرنا

جابر جعفی راوی ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ "حیرہ" کا سفر کیا اور جب ہم کربلا پہنچے تو آپ نے فرمایا:

جابر! یہ سرزمین ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لیے جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور ہمارے دشمنوں کے لیے دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

بعدازاں آپؑ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

جابر! کچھ کھانا پسند کرو گے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں میرے آقا!

اس وقت آپؑ نے پتھروں کے درمیان اپنا ہاتھ داخل کیا اور ایک سیب نکال کر مجھے دیا۔ جب میں نے سیب کی خوشبو سونگھی تو یوں محسوس ہوا کہ میں نے آج تک اس جیسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی تھی۔ مجھے خوشبو سے اندازہ ہو گیا کہ یہ جنت کا سیب ہے۔ چنانچہ میں نے وہ سیب کھایا تو اس کے بعد مجھے چالیس دن تک کھانا کھانے کی احتیاج نہ ہوئی اور پورے چالیس دن تک میں نے بول و براز نہ کیا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۹۷)

اعجازِ مریم علیہا السلام

عبدالرحمٰن بن کثیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

میرے والد ماجد علیہ السلام نے دوران سفر ایک وادی میں قیام کیا اور وہاں اپنا خیمہ نصب کیا۔ پھر آپؑ ایک خشک کھجور کے درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے نیچے بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔ اس کے بعد آپؑ نے ایک ایسا کلام کیا جیسا میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

''اے کھجور! جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھ میں ودیعت کیا ہے ہمیں بھی اس میں سے کھلا''۔

آپؑ کے کہنے کی دیر تھی کہ اس پر پھل لگ گیا اور سرخ اور پیلے رنگ کی کھجوریں زمین پر گرنے لگ گئیں۔ آپؑ نے بھی وہ کھجوریں کھائیں اور ابو امیہ انصاری کو بھی کھلائیں اور اس سے فرمایا:

ابوامیہ! ہمارا یہ معجزہ حضرت مریمؑ کے معجزہ کی شبیہ ہے۔ انہوں نے بھی کھجور کو ہلایا تھا تو ان کے لیے تازہ کھجوریں گری تھیں۔

(دلائل الامامۃ' ص ۹۷-۹۸۔ مناقب آل ابی طالب' جلد۴' ص ۱۸۸)

مدینہ منورہ پر حملہ کی پیشین گوئی

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد ماجد علیہ السلام ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ آپؑ کچھ دیر تک سر کو زمین پر جھکائے ہوئے بیٹھے رہے۔ پھر سر بلند کر کے فرمایا:

''لوگو! اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی جب ایک شخص چار ہزار فوج لے کر

تمہارے شہر پر حملہ کرے گا اور تین دن تک قتل عام کرے گا اور تمہارے ہر لڑنے والے کو قتل کرے گا اور وہ تمہیں ذلیل و رسوا کرے گا اور تم اپنا دفاع نہ کرسکو گے۔ لہٰذا ابھی سے اپنی حفاظت کا انتظام کرو اور جان لو کہ جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں وہ ہو کر رہے گا"۔

اہل مدینہ نے آپؑ کے فرمان پر چنداں توجہ نہ کی اور کہنے لگے کہ ایسا کبھی نہ ہو گا۔

بنی ہاشم اور چند دیگر افراد کے علاوہ کسی نے پناہ گاہ کی تلاش نہ کی۔ چنانچہ بنی ہاشم اور چند دیگر افراد جو آپؑ کے فرمان کو حق سمجھتے تھے' انہوں نے مدینہ منورہ چھوڑ دیا اور پھر ان دنوں نافع بن ازرق نے اچانک مدینہ پر حملہ کر دیا اور اس نے مردوں کو قتل کیا اور عورتوں کی بے عزتی کی۔

اس کے بعد اہل مدینہ نے کہا کہ اب ہم امام محمد باقر علیہ السلام کی کسی بات کو نہ جھٹلائیں گے اور جو کچھ آپ فرمائیں گے ہم اس پر عمل کریں گے کیونکہ وہ اہل بیت نبوتؐ کے فرد ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں وہ حق و صداقت پر مبنی ہوتا ہے۔

(دلائل الامامۃ' ص ۹۸۔ مناقب ابن شہر ابن آشوب' جلد ۴' ص ۱۹۲)

پرندوں کی زبان سے آگہی

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد ماجد محمل پر سوار ہو کر مکہ جا رہے تھے اور ابوامیہ انصاری بھی آپؑ کے ساتھ محمل پر سوار تھا۔ اتنے میں قمریوں کا ایک جوڑا محمل کے سرے پر آ کر بیٹھا۔ ابوامیہ نے ہاتھ سے انہیں اڑانا چاہا۔

آپؑ نے فرمایا کہ انہیں کچھ نہ کہو' یہ ہمارے پاس ایک سانپ کی فریاد لے کر آئے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ یہاں ایک سانپ رہتا ہے جو سالانہ ان کے چوزوں کو کھا جاتا ہے۔ میں نے ان کے حق میں دعا کر دی ہے کہ اللہ ان کے چوزوں کو سانپ سے محفوظ رکھے اور اللہ نے میری دعا قبول کر لی ہے۔ (دلائل الامامۃ' ص ۹۸)

ایک بھیڑیے کی فریادرسی

محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی معیت میں مکہ کی طرف محوسفر تھا۔ میں گدھے پر سوار تھا اور آپؑ خچر پر سوار تھے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ پہاڑ کی چوٹی سے ایک بھیڑیا دوڑتا ہوا آیا۔

امام علیہ السلام نے بھیڑیے کو آتا دیکھ کر اپنے خچر کو روک لیا اور وہ بھیڑیا سیدھا آپؑ کے قریب آیا اور اس نے اپنا پنجہ آپؑ کی زین کی کاٹھی پر رکھا اور گردن بلند کی اور اپنی زبان میں کچھ کہنا شروع کیا۔

امام علیہ السلام اپنا کان اس کی طرف جھکا کر اس کی باتیں سنتے رہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

تم واپس جاؤ۔ میں نے کر دی ہے۔

یہ سن کر بھیڑیا تیز رفتاری سے واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے عرض کیا:

مولا! آج تو میں نے قدرت کا عجیب کرشمہ دیکھا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

جانتے ہو یہ کیا کہنے آیا تھا؟

میں نے کہا: اللہ، رسولؐ اور فرزند رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اس بھیڑیے نے آ کر مجھ سے کہا کہ اس کی مادہ کے لیے زچگی مشکل ہو چکی ہے۔ آپ اللہ سے دعا کریں کہ آسانی سے اس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور یہ بھی دعا کریں کہ میری نسل کے کسی بھی بھیڑیے کو اللہ آپؑ کے شیعوں پر مسلط نہ کرے۔ چنانچہ میں نے اس کی خواہش کے مطابق دعا کر دی ہے۔

(دلائل الامامۃ، ص ۹۸۔ مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۴، ص ۱۸۹)

قمری اور اس کی مادہ کے درمیان محاکمہ

محمد بن مسلم راوی ہیں کہ ایک دن میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں قمریوں کا ایک جوڑا آپ کی دیوار پر آ کر بیٹھا اور دونوں نے اپنی اپنی بولی میں کچھ کہا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے انہیں ان کی بولی میں جواب دیا۔ پھر وہ دونوں اڑ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا:

مولا! یہ کیا کہتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا:

ابن مسلم! اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں جتنے بھی پرندے اور درندے پیدا کیے ہیں وہ اولاد آدم کی بہ نسبت ہمارے زیادہ اطاعت گزار ہیں اور اس جوڑے کا معاملہ یہ ہے کہ اس نر کو اپنی مادہ پر شک تھا اور مادہ نے اس کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اس نے کوئی بے وفائی نہیں کی ہے لیکن نر کو اپنی مادہ پر اعتماد نہ آیا۔ آخر کار مادہ نے کہا:

کیا تو محمد بن علی کے فیصلہ پر راضی ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔ میں راضی ہوں اور اب وہ دونوں فیصلہ کے لیے میرے پاس آئے اور میں نے اس سے کہا کہ وہ شک کر کے اپنی مادہ پر ظلم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ چنانچہ اس کو اپنی مادہ پر اعتماد آ گیا۔

(الکافی، جلد ۱، ص ۴۷۰۔ مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۴، ص ۱۹۱)

فرزندِ آدم پر عذاب

زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا۔ آپؑ نے فرمایا:
مدینہ کا ایک شخص اس مقام پر گیا جہاں قابیل عذاب میں گرفتار تھا۔ اس نے

دیکھا کہ قابیل کا جسم رسیوں سے بندھا ہوا تھا اور دس افراد گرمیوں میں اس کے جسم کو سورج کے سامنے رکھتے تھے اور اس کے گرد آگ جلا کر اسے گرمی کا عذاب دیتے تھے اور سردیوں میں اس کے جسم پر ٹھنڈا پانی ڈالتے تھے اور جب ان دس افراد میں سے ایک مرجاتا تو دیہات والے اس کی جگہ پر کسی اور شخص کی ڈیوٹی لگا دیتے تھے۔

اس شخص نے دریافت کیا کہ اے بندۂ خدا! یہ تیرا کیا معاملہ ہے اور تو کس جرم کی وجہ سے اس عذاب میں مبتلا ہے؟

آدم کے بیٹے نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تو یا تو دنیا کا احمق ترین فرد ہے یا پھر دنیا کا عقل مند ترین انسان ہے۔ تو نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو آج تک کسی نے نہیں پوچھی۔

زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا اسے آخرت میں بھی عذاب دیا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اسے دنیا وآخرت دونوں کا عذاب دے گا۔ (اختصاص مفید' ص ۳۱۶۔ بصائر الدرجات' ص ۳۹۸)

سدیر صیرفی بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

میں ایک مدنی شخص کو جانتا ہوں جو سورج کے لیے طلوع وغروب سے قبل اس جماعت کے باقی افراد کے پاس پہنچا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمِن قَومِ مُوسٰی اُمَّۃٌ یَّھدونَ بِالحَقِّ وَبِہٖ یَعدِلُونَ

''موسٰی کی قوم میں ایک جماعت ایسی ہے جو حق کی رہنمائی کرتی ہے اور عدل وانصاف سے کام لیتی ہے''۔ (الاعراف: ۱۵۹)

اور مدینہ کا وہ شخص ان کے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرنے کی غرض سے ان کے پاس گیا تھا اور اس نے جا کر ان میں صلح کرا دی اور پھر لوٹ آیا اور وہ واپسی پر کہیں نہیں

بیٹھا۔ اس نے تمہارے صاف پانی کے پاس سے گزر کیا اور پانی پیا اور تیرے دروازہ کی زنجیر کھٹکھٹائی۔ پھر کہیں بیٹھے بغیر اپنے گھر آ گیا۔ (الاختصاص، ص ۳۱۷-۳۱۸)

۴-سدیر صیرفی کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

میں اہلِ مدینہ کے ایک فرد کو جانتا ہوں جو زمین کے طبقات ملنے سے قبل اس گروہ کے پاس پہنچا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمِن قَومِ مُوسٰی اُمَّةٌ یَّهدونَ بِالحَقِّ وَبِهٖ یَعدِلُونَ

موسٰی کی قوم میں ایک جماعت ایسی ہے جو حق کی رہنمائی کرتی ہے

اور عدل وانصاف سے کام لیتی ہے۔ (الاعراف:۱۵۹)

اور وہ مدنی شخص ان کے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لیے ان کے پاس گیا تھا اور اس نے ان کے درمیان صلح کرا دی اور پھر وہ واپس آیا اور تمہارے شفاف پانی کے پاس سے اس کا گزر ہوا تو اس نے وہ پانی پیا اور وہ فرات کا پانی تھا۔ بعدازاں وہ شخص ابوالفضل تمہارے پاس سے گزرا اور اس نے تمہارے دروازے پر دستک دی اور بعدازاں وہ اس آدمی کے پاس آیا جس پر ٹاٹ پڑا ہوا تھا اور وہ رسیوں میں بندھا ہوا تھا اور دس افراد اس پر ڈیوٹی دے رہے تھے جو موسم سرما میں اس کے چہرے کو سورج کے سامنے رکھتے تھے اور اسے مزید عذاب دینے کے لیے اس کے گرد آگ جلاتے تھے اور جب دس افراد میں سے کوئی مر جاتا تو وہ اس کی جگہ ایک اور شخص کی ڈیوٹی لگا دیتے تھے اور دس افراد کی تعداد کو کسی طرح سے بھی کم نہ ہونے دیتے تھے۔

وہ افراد اسے عذاب دینے میں مصروف تھے کہ ایک شخص کا وہاں سے گزر ہوا اور اس نے پوچھا کہ بندۂ خدا تیرا کیا معاملہ ہے؟

عذاب میں مبتلا شخص نے کہا کہ اگر تو عالم ہے تو میرے معاملہ کو خوب جانتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عذاب میں مبتلا شخص حضرت آدمؑ کا بیٹا قابیل تھا جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا اور زمین پر قتل کرنے کی رسم ڈالی تھی۔

محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ اہلِ مدینہ کے فرد سے امام محمد باقر علیہ السلام مراد ہیں۔ (الاختصاص مفید، ص ۳۱۸)

زمین کی طنابیں ائمہ کے ہاتھ میں ہوتی ہیں

اسود بن سعید کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اسود بن سعید! ہمارے اور ہر زمین کے درمیان ایک طناب ہوتی ہے جیسا کہ معمار کے ہاتھ میں سوتلی ہوتی ہے۔ اور جب بھی ہمیں زمین کے کسی خطہ کے متعلق کوئی حکمِ خداوندی ہوتا ہے تو ہم اس طناب کو کھینچ لیتے ہیں اور زمین ہماری طرف اپنے کنوؤں، بازاروں اور گھروں سمیت سمٹ کر آ جاتی ہے یہاں تک کہ ہمیں جو خدا کا حکم ملتا ہے ہم اسے نافذ کرتے ہیں۔ (اختصاص، صفحہ ۳۲۳-۳۲۴)

جابر بن یزید کا بیان ہے کہ میں ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ سے اپنی غربت و احتیاج کا شکوہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا:

جابر ہمارے پاس کوئی درہم نہیں ہے۔

پھر کچھ دیر بعد کمیت اسدی امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا:

فرزندِ رسولؐ! اگر آپ اجازت دیں تو میں آپؑ کے حضور ایک قصیدہ پڑھنا چاہتا ہوں؟

امام علیہ السلام نے اجازت دی۔

حضرت کمیت نے ایک قصیدہ پڑھا۔ جیسے ہی کمیت کا قصیدہ تمام ہوا تو امام علیہ السلام نے غلام سے فرمایا کہ گھر سے ایک تھیلی لا کر کمیت کو انعام میں دو۔

غلام آپؑ کے بتائے ہوئے کمرے میں گیا اور وہاں ایک تھیلی رکھی ہوئی تھی اور

وہ اس تھیلی کو لے کر باہر آیا اور کمیت کے سپرد کی۔

کمیت نے پھر کہا کہ مولا!

اگر اجازت ہو تو ایک اور قصیدہ سناؤں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں ضرور پڑھو۔

چنانچہ کمیت نے دوسرا قصیدہ پڑھا۔

امام علیہ السلام نے غلام سے فرمایا کہ جاؤ اسی کمرے سے ایک اور تھیلی لے آؤ اور کمیت کو بطور انعام دو۔

غلام دوسری تھیلی لایا اور کمیت کے سپرد کی۔

کمیت نے عرض کی:

مولا! اگر اجازت ہو تو میں ایک اور قصیدہ آپؑ کی نذر کرنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے اجازت دی اور کمیت نے اپنا ایک اور قصیدہ امام علیہ السلام کو سنایا۔

آپؑ نے پھر غلام کو حکم دیا کہ جاؤ اسی کمرے میں سے ایک اور تھیلی لاؤ اور کمیت کے سپرد کرو۔

غلام تیسری تھیلی لایا اور کمیت کے سپرد کی۔

کمیت نے عرض کیا:

مولا! میں نے یہ قصائد دنیا کے حصول کے لیے نہیں لکھے۔ اپنے ان قصائد کے ذریعے سے میں نے حق مودت کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا میں اس انعام سے معذرت کرتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے جب کمیت کا اصرار ملاحظہ کیا تو غلام سے فرمایا کہ ان تینوں تھیلیوں کو اٹھا کر کمرے میں رکھ دو۔

جابر کہتے ہیں کہ مجھے یہ سب کچھ دیکھ کر ذہنی صدمہ ہوا اور دل میں کہا کہ ابھی میں نے اپنی احتیاج کا ذکر کیا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے لیکن

انہوں نے کمیت کو تیس ہزار درہم کا انعام دیا ہے۔

جیسے ہی میرے دل میں یہ خیال اٹھا تو آپؑ نے مجھے آواز دے کر فرمایا:

جابر! اٹھو اور اس کمرے کو جا کر اچھی طرح سے دیکھو۔

میں اٹھا اور اس کمرے میں گیا تو مجھے وہاں پر کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

جابر! جو کچھ ہم نے تم سے مخفی رکھا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو ہم نے تمہارے لیے ظاہر کیا ہے۔

پھر آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھر میں لے آئے۔ آپؑ نے زمین پر پاؤں کی ٹھوکر ماری اور اونٹ کی گردن کے برابر اس میں سے سونا برآمد ہوا اور آپؑ نے فرمایا:

جابر! اسے دیکھو اور اپنے باوثوق بھائیوں کے علاوہ کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرو۔ اللہ نے ہمیں یہ قوت دی ہے کہ ہم جو کچھ چاہیں وہ کر سکیں۔ اور اگر ہم زمین کی طنابوں کو کھینچ کر اسے چلانا چاہیں تو اسے چلا سکتے ہیں۔ (اختصاص مفید' صفحہ ۲۷۱-۲۷۲)

طبری امامی نے اس روایت کو نقل کیا اور اس کے آخر میں لکھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جبریل امینؑ کئی بار زمین کے خزانوں کی چابیاں لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تھے اور ان سے کہا تھا کہ آپؐ زمین کے تمام خزانے سنبھالیں اور اس کے باوجود اللہ آپؐ کے آخرت کے حصہ میں بھی کوئی کمی نہیں کرے گا۔ مگر آنحضرتؐ نے دولت پر غربت کو ترجیح دی تھی اور ہم بھی دولت پر غربت کو ترجیح دیتے ہیں۔ (دلائل الامامۃ' ص ۹۹)

جنات ائمہ کے خادم ہیں

سدیر صیرفی کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مدینہ کے کچھ کام میرے ذمہ لگائے۔ چنانچہ میں آپؑ کے کاموں کے سلسلہ میں مکہ و مدینہ کے درمیان مقام

''فج الروحاء'' میں تھا کہ ایک شخص میرے سامنے آیا اور اس نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ رکھا تھا۔ جب میں نے اس کی حالت دیکھی تو میں نے خیال کیا کہ یہ شخص پیاسا ہے۔ چنانچہ میں نے پانی کا جام اس کے سامنے پیش کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر اس نے ایک خط میرے سپرد کیا۔ میں نے دیکھا تو اس پر تازہ گیلی مٹی لگی ہوئی تھی اور اس پر امام محمد باقر علیہ السلام کی مہر ثبت تھی۔

میں نے کہا: تم امامؑ سے کب ملے تھے؟

اس نے بتایا کہ میں ابھی ان کے پاس سے اٹھ کر آ رہا ہوں۔ پھر میں نے آپؑ کا خط کھولا جس میں متعدد ہدایات درج تھیں۔ اور جب میں نے خط سے فارغ ہو کر اس شخص کی طرف دیکھا تو وہاں کسی شخص کا نام ونشان تک موجود نہ تھا۔

پھر چند دن بعد میری آپؑ سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا کہ مجھے آپؑ کا خط ملا تھا جس پر تازہ مٹی لگی ہوئی تھی اور اس پر آپؑ کی مہر بھی ثبت تھی۔ مجھے تو اس پر سخت حیرانی ہوئی تھی کہ اتنے طویل عرصہ سے لکھے ہوئے خط پر تازہ مٹی کیسے تھی اور آپؑ کے قاصد نے بھی بتایا تھا کہ میں ابھی اٹھ کر آپؑ کے پاس سے آ رہا ہوں۔ اور پھر وہ قاصد میری نگاہوں سے اچانک غائب ہو گیا تھا۔ آخر یہ سب کیا تھا!!؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

سدیر! بہت سے جن ہمارے خادم ہیں اور جب ہمیں کوئی ضروری کام سرانجام دینا ہوتا ہے تو ہم انہیں بھیج دیتے ہیں۔

(الکافی' جلد ا' ص ۳۹۵' حدیث ۴۔ بصائر الدرجات' ص ۹۶)

جنات آئمہ سے مسائل دین دریافت کرتے ہیں

ابوحمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے درِ اطہر پر گیا اور ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضرتؑ کے غلام نے کہا کہ اس وقت

مولا کے پاس کچھ لوگ موجود تھے۔لہٰذا آپ کچھ دیر صبر کریں۔

کچھ دیر بعد آپؑ کے گھر سے ایک ایسا گروہ برآمد ہوا جنہیں میں نے کبھی دیکھا تھا۔ان لوگوں کے جانے کے بعد امام علیہ السلام نے مجھے اندر بلایا، جب میں آپ کے پاس پہنچا تو میں نے کہا:

مولا! میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ یہ بنی امیہ کا دورِ حکومت ہے اور ان کی تلواروں سے خون ٹپک رہا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

ابوحمزہ! یہ جنات کا گروہ تھا اور یہ بھی ہمارے پیروکار ہیں۔ وہ ہم سے دین کے مسائل پوچھنے کے لیے آتے رہتے ہیں۔ (الکافی' جلد ا' ص ۳۹۴' حدیث ا)

جابر جعفی کا مصنوعی پاگل پن

نعمان بن بشیر راوی ہیں کہ میں جابر جعفی کا رفیقِ سفر تھا اور وہ مدینہ آئے اور امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات کی اور کچھ دن وہاں رہنے کے بعد امام علیہ السلام سے رخصت ہوئے اور بڑے خوش وخرم تھے اور جب ہم مدینہ سے نکل کر ''اخیرجہ'' پہنچے اور یہ وہ مقام ہے جو ''فید'' سے مدینہ جانے کی طرف پہلی منزل ہے۔ ہم نے وہاں نماز پڑھی اور جب سفر کے لیے اونٹ تیار ہوگیا تو ایک طویل القامت شخص نمودار ہوا اور اس نے جابر جعفی کو ایک خط دیا۔ انہوں نے اس خط کو چوم کر آنکھوں پر لگایا۔کھول کر دیکھا تو وہ امام محمد باقر علیہ السلام کا خط تھا۔ جابر نے اس کی مہر توڑی اور پڑھنے لگے۔

خط پڑھنے کے بعد انہوں نے قاصد سے کہا کہ تم امام علیہ السلام سے کب جدا ہوئے تھے؟

اس شخص نے کہا کہ میں ابھی ان سے جدا ہوا ہوں۔

جابر نے قاصد سے کہا کہ تم نماز سے پہلے جدا ہوئے تھے یا نماز کے بعد؟

اس شخص نے کہا کہ میں نے نماز پڑھی۔ پھر مولا کا خط لے کر تمہارے پاس چلا آیا۔

قاصد رخصت ہو گیا۔ جابر نے اس خط کو دوبارہ' سہ بارہ پڑھا۔ اس کے بعد اس کے چہرے سے رونق وخوشی کے آثار معدوم ہو گئے اور اسی حالت میں ہم کوفہ پہنچے۔

صبح ہوئی تو میرے دل میں خیال آیا کہ جابر سے جا کر ملاقات کروں۔ میں وہاں پہنچا تو وہ عجیب حالت سے باہر آئے۔ ان کی گردن میں نرد کے مہرے لٹکے ہوئے تھے اور کھجور کی لکڑی پر سوار تھے اور کہہ رہے تھے:

اجد منصور بن جمهور امیر اغیر مامور

''میں منصور بن جمہور کو خودمختار حکمران دیکھ رہا ہوں''۔

پھر انہوں نے میری طرف دیکھا تو وہ کچھ نہ بولے اور نہ ہی میں نے ان سے کچھ کہنا مناسب جانا۔ جب میں نے ان کا دیوانہ پن دیکھا تو میں بے ساختہ روتا ہوا اپنے گھر آ گیا۔

بعدازاں ان کے پاس بچے اور کچھ اور لوگ جمع ہو گئے۔ وہ بچوں کے ساتھ چکر لگانے لگے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ جابر دیوانہ ہو گئے ہیں۔

جابر کی دیوانگی کے چند روز بعد ہشام بن عبدالملک کا خط والیِ کوفہ کو ملا جس میں اس نے لکھا کہ تم جابر جعفی کو گرفتار کرو اور اس کا سر جدا کر کے میرے پاس روانہ کرو۔

جب حاکم نے یہ خط پڑھا تو اس نے اہلِ دربار سے پوچھا کہ جابر جعفی کون ہے؟

لوگوں نے کہا: اللہ آپؒ کی اصلاح کرے۔ وہ اس وقت کے عظیم محدث اور صاحبِ علم وفضل انسان ہیں وہ اس بار حج پر گئے تھے اور جیسے ہی وہ واپس آئے تو ان کی عقل ختم ہو گئی اور وہ دیوانے ہو گئے ہیں اور لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہو کر بچوں کے ساتھ گلیوں میں پھرا کرتے ہیں۔

یہ سن کر حاکمِ کوفہ اپنی مسند سے اٹھا اور انہیں دیکھنے کے لیے آیا۔ اس نے دیکھا

کہ جابر پاگلوں کی سی حرکتیں کر رہے تھے۔

جب حاکمِ کوفہ نے یہ منظر خود دیکھا تو اس نے کہا: خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اس دیوانے کے قتل سے بچالیا۔

راوی کا بیان ہے کہ چند دنوں بعد کوفہ کی حکومت منصور بن جمہور نے سنبھالی اور اس نے وہی کچھ کیا جس کی پیشین گوئی جابر پہلے سے کر چکے تھے۔

(الکافی، جلد۲، ص۳۹۶)

جابر جعفی کا علمی تبحر

حضرت جابر بن یزید جعفی کہا کرتے تھے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے ایسی ستر ہزار احادیث بیان کیں جو میں نے کسی سے بیان نہیں کیں اور نہ ہی آیندہ کسی سے بیان کروں گا۔

ایک دن میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا:

میں آپؑ پر قربان جاؤں۔ آپؑ نے مجھ پر بہت بڑا بوجھ لاد دیا ہے کیونکہ آپؑ نے مجھ سے اپنے راز کی وہ ستر ہزار احادیث بیان کی ہیں جنہیں میں کسی سے بیان نہیں کرسکتا۔ اسی وجہ سے میرے سینے میں بعض اوقات ایک جوش و تلاطم سا پیدا ہوتا ہے اور میں اپنے آپ کو پاگل محسوس کرنے لگتا ہوں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب تمہیں اپنے سینہ میں تلاطم محسوس ہو تو کسی ویران جگہ پر جا کر ایک گڑھا کھود لیا کرو اور پانی میں اپنی تصویر کو دیکھ کر کہا کرو کہ مجھ سے محمد باقر بن علی زین العابدین نے یہ یہ فرمایا تھا۔ اس سے تمہارے سینے کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

(اختصاص مفید، ص۶۶-۶۷۔ رجال کشی، ص۱۹۴)

ابوبصیر کی بینائی لوٹانا

ابوبصیر کا بیان ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے عرض کیا:

فرزندِ رسولؐ! کیا آپؑ حضرات انبیاء کے وارث نہیں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے پھر عرض کی:

کیا رسولؐ خدا انبیائے سابقین کے علوم کے وارث نہیں تھے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ آنحضرتؐ جملہ انبیاء کے علوم کے وارث تھے۔

میں نے کہا:

کیا آپؑ حضرات مُردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور مادرزاد نابینا اور مبروص لوگوں کو تندرست کر سکتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہم اذنِ الٰہی کے تحت ایسا کر سکتے ہیں۔

پھر آپؑ نے مجھے اپنے قریب آنے کا حکم دیا اور جب میں آپؑ کے قریب ہوا تو آپؑ نے میرے چہرے اور میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ جیسے ہی آپؑ نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو میری آنکھیں کھل گئیں اور مجھے سورج' آسمان اور زمین اور گھر دکھائی دینے لگے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تم اس حالت پر رہنا چاہو تو تم رہ سکتے ہو لیکن تمہیں باقی لوگوں کی طرح سے قیامت کے دن حساب دینا پڑے گا۔ اور اگر دوبارہ نابینا رہنا چاہو تو میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

میں نے کہا: مولا! مجھے آنکھوں کی ضرورت نہیں ہے۔ آپؑ مجھ سے میری بینائی واپس لے لیں۔

امام علیہ السلام نے دوبارہ میرے منہ پر ہاتھ پھیرا تو میں نابینا ہو گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ابوبصیر کی یہ روایت ابن ابی عمیر کے سامنے بیان کی تو انہوں نے کہا: یہ روایت ایسے ہی سچی ہے جیسا کہ اس وقت سورج چڑھا ہوا ہے۔
(الکافی' جلد۱' ص ۴۷۰۔ بصائر الدرجات' ص ۲۶۲)

علمِ غیب سے آگاہی

محمد بن مسلم بن ریاح ثقفی کا بیان ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک افریقی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: راشد کا کیا حال ہے؟

افریقی نے کہا: وہ خیر وعافیت سے تھا اور آپؑ کو سلام عرض کر رہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ اس پر رحم فرمائے۔

افریقی نے کہا: تو کیا راشد مر گیا ہے اور اگر وہ مرا ہے تو کب مرا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ تمہاری روانگی سے دو دن قبل فوت ہوا تھا۔

افریقی نے کہا: مگر وہ تو بالکل صحت مند اور تندرست تھا۔

آپؑ نے فرمایا: بیماری کے بغیر بھی بہت سے لوگ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: وہ ہمارا خیر خواہ اور ہمارا چاہنے والا تھا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

محمد بن مسلم! اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم بھی تمہاری طرح کی آنکھیں اور کان رکھتے ہیں تو تم نے بہت ہی غلط نظریہ اپنایا ہے۔ تمہاری کوئی پوشیدہ چیز ہم سے مخفی نہیں ہے۔ لہٰذا تم اپنی زبانوں کو اچھائی کی عادت ڈالو اور بھلائی کے کام کرو اور بھلائی میں شہرت حاصل کرو۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۰۰-۱۰۱)

محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ ایک اعرابی مسجد نبوی کے دروازہ پر آیا اور وہاں پر

موجود افراد کو بڑی توجہ سے دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہ امام محمد باقر علیہ السلام پر پڑی تو اس نے اپنی ناقہ کو باندھا اور مسجد میں داخل ہوا اور دوزانو ہوکر بیٹھ گیا۔ اس نے سر پر ٹوپی پہن رکھی تھی۔

امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا: اعرابی! تم کہاں سے آئے ہو؟

اس نے کہا: میں بہت دُور دراز کے علاقہ سے آ رہا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: دنیا بڑی وسیع ہے۔ کھل کر بتاؤ کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟

اس نے کہا کہ میں ''احقاف'' سے آ رہا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: ''احقاف عادٔ سے آ رہے ہو ناں؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: پھر تو تم نے بیری کا وہ درخت بھی دیکھا ہوگا جس کے سائے تلے تاجر آرام کرتے ہیں؟

اس شخص نے کہا: آپؑ کو اس درخت کا کیسے پتہ چلا؟

آپؑ نے فرمایا: ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں یہ باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

اس کے علاوہ تم نے راستے میں اور کیا کچھ دیکھا؟

اس نے کہا: میں نے ایک تاریک وادی دیکھی جس میں اُلّو پائے جاتے تھے اور وہ وادی اتنی گہری تھی کہ اس کی گہرائی تک نگاہ نہیں جاتی تھی۔

آپؑ نے فرمایا: جانتے ہو وہ وادی کون سی تھی؟

اعرابی نے نفی میں جواب دیا تو آپؑ نے فرمایا:

وہ وادی برہوت ہے جس میں کافروں کی روحیں ہوتی ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اس کے علاوہ تم نے اور کیا عجیب چیز دیکھی؟

اعرابی نے کہا: میں ایک ایسی وادی میں جا پہنچا جہاں کے رہنے والے افراد کا

کھانا پینا ان کی بکریوں کے دودھ کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

یہ سننے کے بعد آپؑ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا:

خدایا! اس پر لعنت کر۔

حاضرین محفل نے کہا: مولا! آپؑ کس کی بات کر رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہاں پر قابیل موجود ہے جسے سورج کی گرمی اور سخت ترین سردی کا عذاب دیا جاتا ہے۔

اتنے میں ایک اور شخص مسجد میں آیا تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

تو نے جعفر (صادق) کو دیکھا ہے؟

اعرابی نے حاضرین سے پوچھا کہ حضرت کس جعفر کی بات کر رہے ہیں؟

لوگوں نے بتایا کہ ان کے بیٹے کا نام جعفر ہے۔ یہ اس کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔

اعرابی نے کہا: سبحان اللہ! عجیب بات ہے۔ ہمیں تو آسمان والوں کے متعلق خبریں دے رہے ہیں اور انہیں یہ پتا نہیں کہ ان کا بیٹا کہاں ہے۔

(مختصر البصائر' ص ۵۹۔ بصائر الدرجات' ص ۵۰۸' حدیث ۲۰)

قتادہ سے مباحثہ

ابوحمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ ایک دن میں مسجد نبویؐ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص آیا اور اس نے سلام کیا اور مجھ سے کہا کہ تو کون ہے؟

میں نے کہا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں۔

پھر میں نے پوچھا کہ آپ کس سلسلہ میں یہاں آئے ہیں؟

اس نے کہا: کیا تو محمد بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو جانتا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں' تمہیں حضرت سے کیا کام ہے؟

اس نے کہا: میں چالیس مسائل تیار کر کے لایا ہوں اور ان کا جواب ان سے پوچھنا چاہتا ہوں اور ان کا جو جواب درست ہوگا میں اسے قبول کروں گا اور جو جواب غلط ہوگا میں اسے مسترد کردوں گا۔

میں (ابوحمزہ ثمالی) نے اس سے کہا: بندۂ خدا! کیا تجھے حق و باطل کا فرق معلوم ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

پھر میں نے کہا: جب تمہیں حق و باطل کے فرق کا علم ہے تو تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟

اس نے مجھ سے کہا: تم اہلِ کوفہ خواہ مخواہ بحث کرنے کے عادی ہو۔ میری تم سے بس یہی خواہش ہے کہ جب محمد بن علی آئیں تو مجھے بتا دینا۔

ابھی اس کی گفتگو جاری تھی کہ آپؑ مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ آپؑ کے گرد خراسان اور دوسرے علاقوں کے لوگ موجود تھے جو کہ آپؑ سے حج اور دوسرے مسائل دریافت کر رہے تھے۔

آپؑ اپنی نشست پر تشریف لائے تو وہ شخص بھی اٹھ کر آپؑ کے قریب بیٹھ گیا۔ جب آپؑ نے تمام لوگوں کے سوالوں کے جواب دے دیئے تو آپؑ نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں قتادہ بن دعامہ بصری ہوں۔

آپؑ نے فرمایا:

تو کیا تم ہی اہلِ بصرہ کے فقیہ ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

قتادہ! تجھ پر افسوس۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ایک ایسا گروہ پیدا کیا جسے

اس نے اپنے بندوں پر حجت بنایا اور وہ لوگ خدا کی زمین کے لیے بمنزلہ میخ کے ہیں اور وہ خدا کے احکام کے جاری کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق سے قبل ان کا انتخاب کیا اور وہ عرشِ خدا کی دائیں طرف سایہ کی شکل میں تھے۔

راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر کچھ دیر تک قتادہ خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا کہ میں فقہاء کی محافل میں بیٹھا ہوں اور ابن عباس کی محفل میں بھی بیٹھا ہوں لیکن جس طرح سے آج آپ کے سامنے میرا دل دھڑک رہا ہے ایسا کبھی کسی کے پاس نہیں دھڑکا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تجھ پر افسوس' جانتا ہے کہ تو اس وقت کہاں بیٹھا ہے۔ تو اس وقت اس کے سامنے بیٹھا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدوو الاصال رجال لا تلھیھم تجارۃ ولابیع عن ذکر اللّٰہ واقام الصلاۃ وایتاء الزکوۃ (نور:۳۶)

''ان گھروں میں خدا کی عظمت اور اس کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے یہاں صبح وشام اس کی تسبیح کی جاتی ہے اور ان گھروں میں رہنے والے ایسے لوگ ہیں جنھیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی اور نہ ہی انہیں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے روکتی ہے''۔

قتادہ یہ جان لو وہ ہم لوگ ہیں جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

قتادہ نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں' خدا کی قسم آپؑ نے سچ فرمایا۔ اس سے پتھر اور مٹی کے گھر مراد نہیں ہیں۔

اس کے بعد قتادہ نے آپؑ سے پنیر کے متعلق ایک سوال پوچھا جس کا آپؑ نے تسلی بخش جواب دیا اور وہ مطمئن ہو کر چلا گیا۔ (الکافی' جلد ۶' ص ۲۵۶)

آپؑ کی وفات کے متعلق ایک شخص کا خواب

ابوبصیر کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص نے جو کہ مدینہ سے کئی میلوں کے فاصلہ پر رہائش پذیر تھا' اس نے خواب میں کسی کی یہ آواز سنی:

''جاؤ اور جا کر ابوجعفر علیہ السلام کا نمازِ جنازہ پڑھو۔ ملائکہ انہیں بقیع میں غسل دے رہے ہیں''۔

وہ شخص مدینہ آیا تو اس کو معلوم ہوا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات ہو چکی تھی۔ (الکافی' جلد ۸' ص ۱۸۳)

سفرِ شام اور معجزات امام علیہ السلام

عمارہ بن زید واقدی کا بیان ہے کہ ایک سال ہشام بن عبدالملک بن مروان حج کے لیے آیا اور اسی سال امام محمد باقر علیہ السلام اور ان کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام بھی حج کے لیے گئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے وہاں حمد الٰہی کرتے ہوئے کہا:

''تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برحق نبی بنا کر بھیجا اور ان کے ذریعہ سے ہمیں عزت وعظمت عطا فرمائی۔ ہم تمام مخلوقات میں اس کے پسندیدہ اور زمین پر اس کے جانشین ہیں۔ جس نے ہماری اتباع کی وہ خوش نصیب ہے اور جس نے ہم سے دشمنی رکھی وہ بدبخت ہے''۔

جس مجمع میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ الفاظ کہے تھے اس مجمع میں ہشام کا بھائی مسلمہ بھی موجود تھا۔ اس نے امام علیہ السلام کے مذکورہ جملے ہشام کے سامنے دہرائے۔ اس وقت تو ہشام خاموش رہا اور شام چلا گیا اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام دونوں مدینہ منورہ واپس آئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ ہشام نے شام پہنچ کر حاکمِ مدینہ کے نام خط لکھا اور اس میں تحریر کیا کہ محمد باقر اور جعفر صادق کو میرے پاس شام روانہ کرو۔ چنانچہ ہم مدینہ سے شام گئے تو تین دن تک اس نے ہم سے ملاقات نہ کی اور چوتھے روز ملاقات کی اجازت ملی تو ہم اس کے دربار میں گئے تو اس وقت ہشام تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کا محافظ دستہ اس کے گرد مستعد ہو کر کھڑا تھا اور اس کے سامنے ایک نشان لگا ہوا تھا جہاں لوگ تیر مار رہے تھے۔ جب ہم داخل ہوئے تو میرے والد ماجد آگے تھے اور میں ان کے پیچھے تھا۔

میرے والد کو دیکھ کر ہشام نے کہا:

محمد! تم بھی ان کے ساتھ تیر اندازی کے مقابلہ میں حصہ لو۔

میرے والد علیہ السلام نے فرمایا کہ ہشام! مجھے اس سے معاف ہی رکھو تو بہتر ہے کیونکہ میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔

ہشام نے کہا: مجھے اس ذات کی قسم جس نے ہمیں اپنے دین اور اپنے نبی سے عزت عطا کی ہے میں تمہیں معافی نہیں دوں گا۔

پھر اس نے ایک بوڑھے اموی کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی کمان انہیں دے دے۔ چنانچہ میرے والد علیہ السلام نے کمان پکڑی اور اس کے چلہ پر تیر چڑھایا اور نشانے پر تیر پھینکا۔ آپ کا پھینکا ہوا تیر نشانے کے عین درمیان میں جا کر لگا اور وہاں پیوست ہو گیا۔ پھر آپؑ نے دوسرا تیر مارا جو پہلے تیر کے پیکان میں جا کر پیوست ہو گیا۔ پھر آپ نے تیسرا تیر مارا جو دوسرے تیر کے پیکان میں جا کر پیوست ہو گیا اور یوں آپؑ نے نو تیر مارے جو یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کے پیکان میں پیوست ہو گئے۔

امام علیہ اسلام کی اس تیر اندازی کو دیکھ کر ہشام پریشان ہو گیا کیونکہ وہ دراصل آپ کی خفت کرنا چاہتا تھا جب کہ آپؑ نے تیر اندازی کے وہ جوہر دکھائے جسے دیکھ کر ہر شخص عش عش کر اٹھا۔

ہشام نے کہا: ابوجعفر! آپؑ تو عرب وعجم کے بہترین تیرانداز ہیں۔ آپؑ نے اپنے آپ کو خواہ مخواہ بوڑھا سمجھ لیا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ ہشام نے اپنی عادت کے خلاف میرے والد کو کنیت سے پکارا تھا اسی لیے وہ پریشان ہو گیا اور کچھ دیر تک وہ زمین پر نگاہیں لگائے خاموش بیٹھا رہا۔

اس کے اس رویہ سے آپ کو غصہ آیا اور جب آپ کو غصہ آتا تھا تو آپ آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ہشام نے آپ کے بدلے ہوئے تیوروں کو دیکھا تو اس نے آپ سے کہا:

محمد بن علی! آپ میرے ساتھ تخت پر آ کر بیٹھیں۔

آپؑ تخت کے قریب ہوئے اور میں آپؑ کے پیچھے تھا۔ اور جب آپؑ ہشام کے قریب ہوئے تو اس نے اٹھ کر آپؑ کی تعظیم کی اور آپ کو گلے لگایا اور اپنی دہنی طرف بٹھایا۔ بعدازاں اس نے میرے والد ماجد سے کہا:

محمد بن علی! آپ کی وجہ سے قریش عرب وعجم پر فخر کرتے ہیں۔ آپ ان کے لیے سرمایۂ افتخار ہیں۔ آپ نے تیراندازی کا فن کس سے سیکھا اور کتنے عرصہ میں سیکھا؟

آپؑ نے فرمایا: تم تو جانتے ہو کہ یہ فن اہلِ مدینہ میں عام ہے اور میں بھی بچپن میں تیراندازی کے مقابلوں میں حصہ لیتا تھا۔ پھر میں نے اسے چھوڑ دیا اور آج ایک طویل عرصہ کے بعد تیری فرمائش پر مجھے تیراندازی کرنی پڑی ہے۔

ہشام نے کہا: میں نے اپنی زندگی میں اس سے بہتر تیراندازی کبھی نہیں دیکھی۔ اور میرا خیال تو یہ ہے کہ اس وقت روئے زمین پر آپؑ سے بہتر تیرانداز اور کہیں نہیں ہے۔ تو کیا آپؑ کے فرزند جعفر بھی تیراندازی کرتے ہیں؟

میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ہم تمام کمالات کے وارث ہیں اور دین اسلام کی تکمیل اور نفاذ کے لیے جتنی

صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ ہمارے اندر وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں۔

جب ہشام نے آپ کی یہ گفتگو سنی تو غصہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور وہ اسی عالم میں کچھ دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔

پھر اس نے کہا: آخر ہم بنی امیہ اور تم آلِ محمدؑ میں کیا فرق ہے جب کہ ہم سب کا مورث اعلیٰ عبد مناف تھا۔

اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:

یہ بات سچ ہے کہ ہمارا اور تمہارا دادا ایک ہے لیکن اللہ نے ہم پر احسان کیا۔ اس نے ہمیں اپنے سربستہ راز عطا کیے اور خصوصی علم سے نوازا جب کہ دوسرے لوگ اس فضیلت سے محروم ہیں۔

ہشام نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نسلِ عبد مناف میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت سے سرفراز کیا وار ان کو تمام سرخ و سفید لوگوں کا نبی بنا کر بھیجا۔ نبی کریمؐ کی تعلیمات سب کے لیے برابر تھیں لہٰذا تم نے نبی اکرمؐ کو اپنے لیے مخصوص کیوں کر لیا ہے اور آپ حضرات ہی علم نبی کے واحد وارث کیسے بن گئے؟

جب کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا اسی لیے آپؑ نبی بھی نہیں ہیں۔ آپ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح سے نبی پاک کے امتی ہیں۔ پھر آپ کو باقی لوگوں پر کون سی فضیلت حاصل ہے؟

میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے نبی کو خطاب کر کے فرمایا:

لا تحرک به لسانک لتعجل بہ (القیامۃ: ۱۶)

''آپ جلد بازی کرتے ہوئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں''

لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے جس حصہ کو لوگوں کے سامنے پڑھا اس حصہ میں تمام لوگ شریک ہیں اور آپ نے جس کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دی تھی

تو اس کے لیے اللہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس علم کے لیے صرف ہمیں مخصوص کریں اور دوسروں کو اس میں شریک نہ کریں۔ اسی لیے آنحضرتؐ علیؑ کو خلوت میں بلا کر خدائی تعلیمات کی تعلیم دیتے تھے اور اس میں انہوں نے کسی صحابی کو شامل نہیں کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس بات کی تصدیق ان الفاظ سے کر دی تھی۔

وتعیھا اُذنٌ واعیہ (الحاقہ: ۱۲)

''اور اسے یاد رکھنے والا کان یاد رکھے گا''

رسولؐ خدا نے اپنے اصحاب میں ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اے علیؑ! میں نے اللہ سے درخواست کی ہے کہ وہ تیرے کان کو ''اذن واعیہ'' بنا دے۔ اسی لیے حضرت علیؑ نے کوفہ میں یہ فرمایا تھا:

علمنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الف باب من العلم یفتح من کل باب الف باب

''رسولؐ خدا نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے اور ہر باب سے میرے لیے ہزار ابواب کھل گئے''۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو اپنے مخصوص اور پوشیدہ رازوں کے لیے مخصوص کیا تھا جس کی وجہ سے وہ تمام مخلوق سے معزز و افضل قرار پائے اور پھر وہی مخصوص راز ہماری طرف منتقل ہوئے۔

ہشام نے کہا کہ حضرت علیؑ تو علمِ غیب کا دعویٰ کیا کرتے تھے جب کہ اللہ نے کسی کو اپنے غیب سے مطلع نہیں فرمایا تو آخر علیؑ نے ایسا دعویٰ ہی کیوں کیا تھا؟

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وہ کتاب نازل فرمائی جس میں گذشتہ اور مستقبل کے آنے والے تمام واقعات کا ذکر موجود ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے:

ونزلنا علیکَ الکتابَ تبیانًا لکلِّ شیْ ءٍ وھدًی ورحمۃً

وبشریٰ للمسلمین (النحل: ۸۹)

''اور ہم نے تم پر کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت' رحمت اور خوش خبری ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وکلَّ شیْءٍ احصیناہُ فِی امامٍ مُّبینٍ (یٰسین: ۱۲)

''اور ہم نے واضح رہنما میں ہر چیز کا احصاء کر دیا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا فرطنا فی الکتٰبِ من شیْءٍ (الانعام: ۳۸)

''ہم نے کتاب میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے''۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ومَا من غائبۃٍ فی السّمآءِ والارضِ اِلاَّ فِی کتابٍ مُّبینٍ (النحل: ۷۵)

''زمین و آسمان کی کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں مگر یہ کہ وہ کتاب مبین میں موجود ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وحی فرمائی کہ وہ اپنے تمام پوشیدہ امور علیؑ کو بتا دیں اور نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو وصیت کی تھی کہ وہ ان کے بعد قرآن جمع کریں اور اپنے ہاتھ سے انہیں غسل و کفن دیں اور حنوط کریں۔ اور آنحضرتؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا تھا:

میرے بھائی علیؑ کے علاوہ میرے تمام اصحاب اور خاندان والوں کے لیے میرا ستر دیکھنا حرام ہے کیونکہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور جو کچھ میرے لیے ہے وہ کچھ علیؑ کے لیے ہے۔ وہ میرا قرض ادا کریں گے اور میرے وعدوں کو پورا کریں گے۔

پھر آپؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:

علی بن ابی طالب یقاتل علی تاویل القران کما قاتلت

علی تنزیلہ

''علی بن ابی طالب تاویل قرآن کے تحت اسی طرح قتال کریں گے جیسا کہ میں نے تنزیل قرآن کے تحت کافروں سے قتال کیا ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے کے پاس قرآن مجید کی تاویل کا مکمل علم نہیں تھا اور اسی حقیقت کو مدنظر رکھ کر رسولؐ خدا نے فرمایا تھا:

اَقضَاکُمْ عَلِیٌّ

''تم سب میں سے سب سے بڑا قاضی علیؑ ہے''۔

اور اسی وجہ سے حضرت عمر بن الخطاب نے کہا تھا:

لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عمرُ

''اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا''۔

عجیب بات ہے کہ حضرت علیؑ کی اس فضیلت کا عمر تو اقرار کرتے تھے اور آج دوسرے لوگ اس کا انکار کر رہے ہیں۔

یہ سن کر ہشام نے سر جھکایا۔ پھر اس نے اپنے سر کو اٹھا کر کہا:

آپ کی جو بھی حاجت ہو وہ بیان فرمائیں۔

میرے والد ماجد نے فرمایا:

میرے اہل خانہ میرے متعلق پریشان ہوں گے لہٰذا مجھے واپسی کی اجازت چاہیے۔

ہشام نے کہا: اللہ ان کی پریشانی دور کرے گا۔ آپؑ زیادہ دیر یہاں قیام نہ کریں اور آج ہی واپس چلے جائیں۔

اس کے بعد آپؑ نے اس سے معانقہ کیا اور دعا دی اور میں (امام جعفر صادق) نے بھی اس سے معانقہ کیا اور دعا دی۔ پھر میرے والد ماجد کھڑے ہوئے اور میں بھی ان

کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا جب ہم دروازے کی طرف آئے تو دروازے کے پاس ایک کھلا میدان تھا جس میں لوگ جمع تھے۔

میرے والد نے پوچھا: یہ اجتماع کیسا ہے؟

اہلِ دربار نے بتایا: یہ عیسائی مذہب کے پادری اور راہب ہیں اور یہ ان کا ایک عالم ہے جو پورے سال میں ایک دن کے لیے ان کے پاس آتا ہے اور یہ لوگ اکٹھے ہوکر اس کا دیدار کرتے ہیں اور اس سے مسائل دریافت کرتے ہیں اور وہ انہیں مسائل کا جواب دیتا ہے۔

یہ سن کر میرے والد ماجد نے اپنی چادر سے چہرہ کو چھپایا تا کہ کوئی انہیں پہچان نہ سکے۔ میں نے بھی اپنے والد کی طرح سے اپنا چہرہ چھپایا اور میں اور میرے والد ماجد ان کی جماعت میں جا کر بیٹھ گئے۔

ہشام کو بھی اس کی اطلاع ملی تو اس نے ہماری نقل وحرکت پر نظر رکھنے کے لیے اپنے جاسوس وہاں بھیج دیئے۔ وہاں مسلمانوں کی بھی ایک تعداد جمع ہوگئی اور وہ ہمارے چاروں طرف آ کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں وہ عیسائی عالم دین آیا تو تمام راہب اور پادری اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے۔ وہ نصرانی عالم اتنا بوڑھا تھا کہ اس نے اپنی بھنوؤں کو ایک زرد ریشمی کپڑے سے باندھ رکھا تھا۔ عیسائیوں نے اسے صدر محفل میں بٹھایا۔ پھر اس نے پورے مجمع پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور جب اس کی نظر میرے والد ماجد پر پڑی تو اس نے آپ کو مخاطب کر کے کہا:

آپ ہم میں سے ہیں یا اُمت مرحومہ میں سے ہیں؟

میرے والد نے فرمایا: میرا تعلق اُمت مرحومہ سے ہے۔

نصرانی عالم: آپ کا تعلق علماء سے ہے یا جہلاء سے ہے۔

امام باقر علیہ السلام: میں جاہلوں میں سے نہیں ہوں۔

نصرانی عالم: کیا آپ میرے سوالوں کا جواب دیں گے؟

امام باقر علیہ السلام: تمہیں جو پوچھنا ہو پوچھ لو۔

نصرانی عالم: آپ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اہل جنت' جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے لیکن انہیں پیشاب و پاخانہ کی احتیاج نہ ہوگی تو کیا آپ کو دنیا میں اس کی کوئی مثال بھی دکھائی دیتی ہے۔

امام باقر علیہ السلام: بچہ شکمِ مادر میں کھاتا ہے لیکن پیشاب پاخانہ نہیں کرتا۔

آپؑ کا یہ جواب سن کر وہ نصرانی عالم سخت پریشان ہوگیا اور کہنے لگا: کیا آپ نے ابھی مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپؑ کا تعلق علماء سے نہیں ہے؟

امام باقر علیہ السلام: تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ میں جاہلوں میں سے نہیں ہوں۔

نصرانی عالم: آپؑ حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جنت کے میوے ہمیشہ تروتازہ رہیں گے اور کبھی کم نہ ہوں گے۔ آپ کے پاس اس کی کوئی مثال بھی ہے؟

امام باقر علیہ السلام: جی ہاں۔ قرآن ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے اور اس کی لذت کم نہیں ہوتی۔

نصرانی عالم: بھلا وہ وقت کون سا ہے جو نہ رات میں شامل ہے اور نہ دن میں شامل ہے؟

امام باقر علیہ السلام: وہ وقت صبح اور طلوع آفتاب کے درمیان کا وقت ہے جس میں بیمار سکون پاتے ہیں اور ساری رات جاگنے والوں کو بھی اس میں نیند آجاتی ہے اور غش میں پڑے ہوئے افراد کو افاقہ محسوس ہوتا ہے۔ اللہ نے اس وقت کو دنیا طلب لوگوں کے لیے رغبت اور آخرت کے خواست گاروں کے لیے یاد دہانی کا وقت بنایا ہے اور یہ وقت سرکش منکروں کے خلاف کھلی دلیل ہے۔

نصرانی عالم: اچھا' اب میں تم سے وہ سوال کروں گا جس کا تم جواب نہ دے سکو گے۔ آپ ان دو بھائیوں کے متعلق بتائیں جو ایک ہی دن پیدا ہوئے اور ایک ہی دن

مرے اور موت کے وقت ایک کی عمر ایک سو پچاس سال اور دوسرے کی عمر پچاس سال تھی۔ آپ بتائیں کہ وہ دو بھائی کون تھے؟

امام باقر علیہ السلام: وہ دو بھائی عزیر اور عزرہ تھے۔ دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئے اور جب وہ پچیس برس کی عمر کو پہنچے تو عزیر گدھے پر سوار ہو کر انطا کیہ کے ایک گاؤں میں سے گزرے۔ وہ بستی اجڑی پڑی تھی اور اس کی چھتیں ڈھے چکی تھیں۔ اس وقت عزیر نے اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ خدایا تو انہیں کیسے زندہ کرے گا اور یہ واقعہ قرآن مجید کی سورہ البقرہ میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر سو سال تک کے لیے موت مسلط کر دی۔ پھر ایک سو سال بعد انہیں اور ان کے گدھے کو زندہ کیا جب کہ ان کا کھانا اور پانی باسی تک نہ ہوا تھا۔ پھر جب عزیر اپنے گھر کی طرف لوٹے تو ان کے بھائی عزرہ نے انہیں نہ پہچانا اور عزرہ نے ان سے کہا کہ آپ میرے پاس مہمان بنیں۔ حضرت عزیر اپنے بھائی کو گزرے ہوئے لمحوں کی یاد دلاتے تھے۔ عزرہ نے کہا: آپ مجھے سو سال پہلے کی بالکل صحیح باتیں سنا رہے ہیں آخر آپ کون ہیں؟

یہ سن کر عزیر نے کہا کہ میں آپ کا بھائی عزیر ہوں۔ اللہ نے مجھے سو سال تک موت دی تھی۔ پھر اس نے مجھے زندہ کیا ہے تا کہ میرا یقین اللہ کی قدرت پر بڑھ سکے۔ بعد ازاں دونوں بھائی پچیس سال تک اکٹھے رہے اور دونوں ایک ہی دن میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے اور ان کی موت کے وقت عزیر نبی کی عمر پچاس سال تھی اور ان کے بھائی عزرہ کی ایک سو پچاس برس کی تھی۔

جب نصرانی عالم نے میرے والد ماجد کے یہ جواب سنے تو وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: تم مجھے ایسے شخص کو میرے پاس لائے ہو جو مجھ سے زیادہ عالم ہے۔ تم نے اسے یہاں لا کر میری بے عزتی کی ہے اور میں یہ بات بھی جانتا ہوں کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کے پاس ہمارے تمام علوم موجود ہیں اور ان کے پاس وہ کچھ ہے جو

ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔اب میں گوشہ نشینی میں چلا جاؤں گا اور کسی سے کوئی بات نہ کروں گا۔

اس کے بعد عیسائیوں کا جلسہ منتشر ہو گیا اور لوگ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھروں کو چلے گئے۔

ہشام کے مخبروں نے اسے اطلاع دی اور بتایا کہ تمام اہلِ شام امام محمد باقر علیہ السلام کے فریفتہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ کچھ ہی دیر بعد ہشام کا ایک قاصد آیا اور اس نے میرے والد ماجد کو کچھ رقم دی اور کہا:

یہ ہشام کی طرف سے آپ کے لیے انعام ہے۔آپ یہ انعام لیں اور فوراً مدینہ چلے جائیں۔

پھر ہم اپنی سواریوں پر سوار ہوئے اور ہم نے مدینہ کا رخ کیا۔ ہشام نے اپنے ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعہ سے حاکم مدین کو لکھ بھیجا کہ ابوتراب کے دو بیٹے جن کے نام محمد بن علی اور جعفر بن محمد ہیں۔ یہ دونوں میرے پاس شام آئے تھے اور وہ دونوں جادوگر اور جھوٹے ہیں (نعوذ باللہ) میں نے انہیں مدینہ جانے کا حکم دیا تو یہ نصرانی مذہب کے پادریوں اور راہبوں کی طرف مائل ہو گئے اور انہوں نے نصرانیت کو قبول کر لیا۔ میں نے انہیں رسولؐ خدا کا قرابت دار سمجھ کر چھوڑ دیا ہے اور جب تمہیں میرا یہ خط ملے تو تم لوگوں میں اعلان کرا دو کہ جو بھی ان سے لین دین کرے یا انہیں سلام کرے یا ان سے مصافحہ کرے تو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ یہ دونوں اسلام سے منحرف ہو چکے ہیں جب کہ میری رائے یہ ہے کہ ان دونوں کو اور ان کے غلاموں اور جانوروں کو بدترین طریقہ سے قتل کر دیا جائے۔

چنانچہ جب ہم شہر مدین کے قریب پہنچے تو میرے والد نے غلاموں کو آگے روانہ کیا تا کہ ہمارے لیے قیام کی مناسب جگہ تلاش کریں اور ہمارے جانوروں کے لیے چارے کا بندوبست کریں اور ہمارے لیے خورد و نوش کا انتظام کریں۔

جب ہمارے غلام شہر کے دروازے کے قریب پہنچے تو اہل مدین نے شہر کا دروازہ بند کر دیا اور انہوں نے ہمیں سب و شتم کیا اور امیر المومنین علیہ السلام کو ناسزا کہا اور انہوں نے کہا: تمہارے لیے ہمارے پاس کوئی رہائش نہیں ہے اور ہم تم سے کسی طرح کی خرید و فروخت نہیں کریں گے۔ تم لوگ (نعوذ باللہ) کافر، مرتد، کذاب اور مشرک ہو۔

ہمارے غلام دروازے پر رک گئے یہاں تک کہ ہم بھی دروازے پر پہنچے۔ میرے والد ماجد علیہ السلام نے ان لوگوں کو نرم لہجہ میں سمجھایا کہ خدا کا خوف کرو اور غلط باتیں نہ کرو۔ جو کچھ تمہیں ہمارے بارے میں بتایا گیا ہے وہ سراسر غلط ہے۔

مگر وہ لوگ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ میرے والد علیہ السلام نے فرمایا:

بالفرض اگر تمہاری بات درست بھی ہو تو بھی تم دروازہ کھول دو اور ہماری ضرورت کی چیزیں ہمیں قیمت پر دے دو۔ آخر تم لوگ یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کے پاس بھی اپنا سامان بیچتے ہو۔

اہلِ مدین نے گستاخی کرتے ہوئے کہا:

تم لوگ یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں سے بھی برے ہو کیونکہ وہ جزیہ تو دیتے ہیں جب کہ تم تو جزیہ بھی نہیں دیتے۔

میرے والد ماجد نے فرمایا:

بندگانِ خدا! اگر تمہیں جزیہ لینے کا اتنا ہی شوق ہے تو پھر دروازہ کھولو اور ہم سے جزیہ لے لو۔

اہلِ مدین نے کہا: ہم تمہارے لیے دروازہ نہیں کھولیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم بھوکے پیاسے اپنے جانوروں کے اوپر بیٹھ کر مر جاؤ اور تمہارے یہ جانور بھی تمہارے ساتھ بھوک پیاس سے ہلاک ہو جائیں۔

میرے والد ماجد نے ان کی مسلسل گستاخیوں کے باوجود انہیں نرم لہجے میں تبلیغ کی لیکن وہ لوگ دروازہ کھولنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ جب میرے والد ان سے مایوس

ہو گئے تو مجھ سے فرمایا کہ بیٹا تم یہاں کھڑے رہو۔ پھر آپؑ گھوڑے کی زین سے اترے اور اس پہاڑ پر چڑھے جو کہ مدین پر سایہ فگن تھا۔

اہلِ مدین آپؑ کو پہاڑ پر چڑھتا ہوا دیکھتے رہے۔ جب آپؑ اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو آپؑ نے شہر کی طرف رخ کیا اور آپؑ نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور بلند آواز سے فرمایا:

والی مدین اخاهُم شعیبًا .... بقیةُ اللّٰه خیرٌ لکُمْ ان کنتم مؤمنین

کی آیات پڑھ کر فرمایا:

لوگو! خدا کی قسم! ہم خدا کی زمین پر "بقیہ اللہ" ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سیاہ آندھی بھیجی جس نے میرے والد کی آواز کو مدین کے ہر چھوٹے بڑے اور مرد و عورت کے کانوں تک پہنچا دیا۔ یہ آواز سن کر ہر شخص گھر کی چھت پر چڑھ گیا۔ سب نے میرے والد کو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ مدین کا ایک بوڑھا بھی چھت پر چڑھا۔ جب اس نے میرے والد کو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوا دیکھا تو اس نے پکار کر اہلِ مدین سے کہا:

اہلِ مدین! اچھی طرح سے سن لو۔ یہ اس مقام پر کھڑے ہیں جہاں حضرت شعیب علیہ السلام نے کھڑے ہو کر قوم کو بددعا دی تھی۔ اب اگر تم نے ان کے لیے شہر کا دروازہ نہ کھولا تو تم پر خدا کی طرف سے عذاب الیم نازل ہوگا۔

لوگوں نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور ہمیں اپنے شہر میں رہنے دیا اور ہم نے اپنی ضرورت کی اشیاء وہاں سے خریدیں۔ پھر دوسرے دن ہم مدین سے مدینہ کی طرف چلے گئے۔

بعد ازاں ہشام کے حکم سے اس بزرگ کو گرفتار کیا گیا جس نے ہمارے لیے دروازہ کھولنے کا مشورہ دیا تھا۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۰۴-۱۰۹)

اپنی موت کے وقت سے آگاہ ہونا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ایک مرتبہ میرے والد ماجد علیہ السلام سخت بیمار ہوئے۔ ہمیں آپؑ کی وفات کا اندیشہ ہونے لگا تو آپؑ نے فرمایا:

یہ بیماری مجھے کوئی نقصان نہیں دے گی۔

چنانچہ آپؑ چند روز بعد صحت یاب ہو گئے۔ پھر ایک مرتبہ آپ کو معمولی سی بیماری لاحق ہوئی تو آپؑ نے ہمیں وصیت کرنی شروع کر دی اور آپؑ نے فرمایا:

فرزند! اہل مدینہ میں سے کچھ افراد کو یہاں لے آؤ تاکہ میں انہیں اپنی وصیت کا گواہ بناؤں۔

میں نے کہا: ابا جان! اللہ تعالیٰ آپؑ کو شفا عطا کرے گا۔

میرے والد ماجد علیہ السلام نے فرمایا:

جس نے پچھلی بیماری میں مجھے آ کر بتایا تھا کہ میں اس بیماری سے شفایاب ہو جاؤں گا اب اسی نے آ کر مجھے بتایا کہ اس بیماری میں میری موت واقع ہو جائے گی۔

(مختصر البصائر، ص ۷-۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جس دن میرے والد کی وفات ہوئی اس دن میں اپنے والد کے پاس تھا۔ آپؑ نے اپنے غسل و کفن و دفن اور دخول قبر کے متعلق چند چیزوں کی مجھے وصیت فرمائی۔

غسلِ میت کی وجہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن قیس ماصر میرے والد علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ مرنے والے کو

غسل میت کیوں دیا جاتا ہے؟

میرے والد نے فرمایا: اس کے متعلق میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔

پھر عبداللہ بن قیس وہاں سے اٹھ کر چلا گیا اور اس نے کچھ شیعوں سے کہا کہ گروہ شیعہ! مجھے تو تم لوگوں پر تعجب ہوتا ہے' تم اس شخص سے محبت کرتے ہو اور اس کی اطاعت کرتے ہو اور مجھے یقین ہے اگر وہ تمہیں اپنی ذاتی عبادت کا بھی حکم دے دے تو بھی تم اس کی اطاعت کرو گے۔ جب کہ اس کی حالت یہ ہے کہ میں نے اس سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو اس کے پاس جواب تک نہیں تھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کچھ عرصہ بعد وہ دوبارہ میرے والد ماجد کے پاس آیا اور ان سے پھر وہی مسئلہ پوچھا۔

آپؑ نے فرمایا: میں تجھے اس کا جواب نہیں بتاؤں گا۔

عبداللہ مایوس ہو کر چلا گیا اور اس نے اپنے ایک پیروکار سے کہا کہ تم شیعوں میں شامل ہو جاؤ اور اپنی محبت کا ان سے اظہار کرو اور مجھ سے اپنی نفرت کا اظہار کرو اور جب ایام حج آ جائیں تو پھر میرے پاس آنا میں تجھے حج کا سفر خرچ دوں گا اور تم جماعت شیعہ کے ساتھ شامل ہو کر حج پر چلے جانا اور پھر ان کے ساتھ مدینہ جانا۔ مدینہ جا کر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جانا اور ان سے یہ مسئلہ پوچھنا کہ میت کو غسل میت کیوں دیا جاتا ہے۔

چنانچہ اس کے ایک پیروکار نے اس کی ہدایات پر عمل کیا اور وہ شیعوں کے پاس چلا آیا اور ایامِ حج تک ان کے ساتھ رہا اور مذہب شیعہ کے عقائد کو سمجھتا رہے اور اسے قبول کر لیا۔ جب حج کے ایام قریب ہوئے تو وہ عبداللہ بن قیس ماصر کے پاس گیا اور اس نے حسبِ وعدہ اسے حج کا زادِراہ فراہم کیا اور اس نے حج کیا۔ پھر وہ مدینہ آیا تو اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو اور ہم اپنے امام کی زیارت کریں گے۔

اس شخص نے کہا کہ میں بھی امام علیہ السلام کی زیارت کا خواہش مند ہوں۔ مجھے

بھی اپنے ساتھ ان کی خدمت میں لے چلو۔

اس کے ساتھی شیعوں نے کہا: ہم امام کے سامنے تمہارا ذکر کریں گے اور ان سے درخواست کریں گے کہ وہ تمہیں حاضری کی اجازت دیں۔

جب یہ لوگ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؑ نے ان سے فرمایا:

تمہارا ساتھی کہاں ہے۔ تم نے اس سے انصاف نہیں کیا خود تو چلے آئے اور اسے اپنے ساتھ لے کر نہ آئے۔

پھر آپؑ نے ان میں سے ایک شخص کو روانہ کر کے اسے اپنے پاس طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپؑ نے اسے خوش آمدید کہا اور اس سے فرمایا:

تم آج کے دن کو اس سے پہلے کے ایام کے مقابلہ میں کیسا پاتے ہو؟

اس نے جواب دیا کہ پہلے تو میں کچھ بھی نہیں تھا جب کہ آج مجھے حق کا راستہ مل چکا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

تم سچ کہتے ہو' البتہ ایک فرق ضرور پڑا ہوگا۔ تمہیں عبادت پہلے خفیف محسوس ہوتی تھی اور اب تمہیں ثقیل محسوس ہوتی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حق ہمیشہ ثقیل ہوتا ہے اور شیطان لعین ہمارے شیعوں کو بہکانے کی کوشش میں رہتا ہے جب کہ باقی لوگوں کی طرف سے وہ بے خوف ہے۔

آج میں تمہیں وہ مسئلہ بتاتا ہوں جو ابن قیس ماصر نے تیرے ذمہ لگایا تھا اور اگر چاہو تو میرے یہ جواب اس تک پہنچاؤ اور اگر تمہارا دل نہ چاہے تو اس تک نہ پہنچاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کو تخلیق پر موکل کیا ہے جب خدا کسی کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ایسی مٹی اٹھاتے ہیں جس کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں ان الفاظ میں کیا ہے:

مِنهَا خَلَقنَاکُم وَفِیهَا نُعِیدُکُم وَمِنهَا نُخرِجکُم تارۃً اُخریٰ

''اس سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہی تمہیں لوٹائیں گے
اور اسی سے ہی تمہیں دوبارہ برآمد کریں گے''۔ (طٰہٰ: ۵۵)

چنانچہ نطفہ کو اس مٹی میں گوندھا جاتا ہے اور پھر چالیس دن تک اسے رحم مادر میں رکھا جاتا ہے۔ چالیس دن کے بعد تخلیق پر مامور فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ خدایا اسے کیا بنانا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی جو مشیت ہوتی ہے وہ انہیں بتاتا ہے کہ اسے مرد بناؤ یا عورت' کالا بناؤ یا گورا۔ اور جب بدن سے روح نکلتی ہے تو وہ نطفہ جسم سے نکل جاتا ہے اور اس میں کسی چھوٹے بڑے کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مرنے والے کو غسل میت دیا جاتا ہے۔

اس شخص نے جب یہ جواب سنا تو اس نے کہا:
خدا کی قسم! میں ابن قیس ماصر کو یہ بات کبھی نہیں بتاؤں گا۔
آپؑ نے فرمایا: یہ تمہاری اپنی مرضی پر موقوف ہے۔

(الکافی' جلد۳' ص۱۶۱' حدیث ۱)

زرارہ کو اس کی قلبی کیفیت سے مطلع کرنا

زرارہ بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دادا کی میراث کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

امیرالمومنینؑ کے علاوہ اس سلسلہ میں جس کسی نے بھی فتویٰ دیا ہے وہ اس کی ذاتی رائے پر مبنی ہے۔

میں نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے اس کے متعلق کیا فرمایا تھا؟
آپؑ نے فرمایا: کل آنا اور میں تمہیں ''کتاب امیرالمومنین'' کا دیدار کراؤں گا۔

میں نے کہا: آپؑ خود ہی مجھے ان کا فتویٰ بتا دیں کتاب پڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو کل آنا اور میں تمہیں وہ کتاب پڑھواؤں گا۔

چنانچہ دوسرے دن میں ظہر کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ وہ وقت تھا کہ میں ظہر و عصر کے درمیان ان سے خلوت میں باتیں کیا کرتا تھا اور میری یہ بھی خواہش تھی کہ میں ان سے تنہائی میں مسائل دریافت کروں تا کہ آپ کو تقیہ کا سہارا نہ لینا پڑے۔

چنانچہ میں دوسرے دن حاضر ہوا تو آپ نے اپنے فرزند جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا کہ زرارہ کو صحیفہ فرائض کا مطالعہ کراؤ۔ اور یہ کہہ کر آپ قیلولہ کرنے کے لیے گھر میں تشریف لے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد جعفر صادق علیہ السلام اٹھے اور ایک صحیفہ لے آئے جو کہ اونٹ کی ران کے برابر موٹا تھا۔ پھر انہوں نے فرمایا: تم اس کا مطالعہ کرو لیکن مجھ سے وعدہ کرو کہ جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں تم اس کے مندرجات کسی کے سامنے بیان نہیں کرو گے۔

حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ جب تک میرے والد تمہیں اجازت نہ دیں۔

میں نے کہا: آپؑ مجھ پر اتنی سختی کیوں کر رہے ہیں جب کہ آپؑ کے والد نے تو مجھ پر کوئی ایسی شرط عائد نہیں کی ہے۔

حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس کتاب کا اس وقت تک مطالعہ نہیں کر سکتے جب تک میری اس شرط کو تسلیم نہ کرو۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے مجھے آپ کی شرط منظور ہے۔ میں علم فرائض و وصیت کا ماہر تھا اور میراث کی باریکیوں کو جانتا تھا۔ حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے وہ صحیفہ میرے سپرد کیا اور وہ ایک ضخیم اور پرانی کتاب تھی جس کے دیکھنے سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا

کہ یہ کتاب کافی پرانی ہے۔ جب میں نے اس صحیفہ کا مطالعہ کیا تو مجھے صلہ رحمی اور امر بالمعروف جیسے متفق علیہ مسائل کے متعلق بھی اختلاف دکھائی دیا۔ چنانچہ میں نے بڑی ناگواری کے ساتھ اس کتاب کو پڑھا اور دل ہی دل میں کہا یہ سب باطل ہے۔

پھر میں نے وہ کتاب جعفر صادق علیہ السلام کے حوالے کی۔ پھر دوسرے دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

تم نے صحیفہ فرائض کا مطالعہ کیا تھا؟

میں نے اثبات میں جواب دیا: پھر آپؑ نے فرمایا: تم نے اسے کیسا پایا؟

میں نے کہا: وہ باطل ہے۔ کچھ بھی نہیں ہے۔ اس میں متفقہ مسائل سے بھی اختلاف کیا گیا ہے۔

میری یہ گفتگو سن کر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جو کچھ تم نے پڑھا ہے یہ عین حق ہے۔ جو کچھ تم نے پڑھا ہے اسے رسولؐ خدا نے اپنی زبان مبارک سے لکھوایا تھا اور حضرت علیؑ نے اسے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔

میرے دل میں ابلیس نے وسوسہ ڈالا اور میں نے دل ہی دل میں کہا کہ انہیں کیسے معلوم ہوا کہ اسے رسولؐ خدا نے لکھوایا تھا اور حضرت علیؑ نے اسے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ چنانچہ میرے بولنے سے قبل امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

زرارہ! شک نہ کرنا' شیطان اس وقت تجھے شک میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ بھلا مجھے یہ کیوں کر معلوم نہ ہوگا کہ اسے رسولؐ خدا نے لکھوایا اور حضرت علیؑ نے لکھا تھا۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا تھا اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا اور ان سے امیرالمومنینؑ نے خود بیان کیا تھا۔

جب میں نے یہ سنا تو مجھے سخت ندامت ہوئی۔ کاش اگر مجھے اس کی نسبت کی صحت کا پہلے سے علم ہوتا تو مجھ سے اس کا ایک حرف بھی نہ چھوٹتا۔

(الکافی' جلد ۷' ص ۹۴' حدیث ۳)

اپنے بھائی زید کے متعلق پیشین گوئی

ایک دن حضرت زید بن امام زین العابدین علیہ السلام حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کے پاس اہلِ کوفہ کے ڈھیروں خطوط تھے جس میں اہلِ کوفہ نے انہیں خروج کی دعوت دی تھی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

یہ خطوط اہلِ کوفہ نے از خود تمہیں لکھے ہیں یا تمہاری دعوت کے جواب میں لکھے ہیں۔

حضرت زید نے کہا: یہ خطوط انہوں نے ہمیں از خود تحریر کیے ہیں کیونکہ انہیں ہمارے حق کی پہچان ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ہم رسولؐ خدا کے قرابت دار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہماری مودت واجب کی ہے اور ہماری اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔ اور اس وقت ہم سخت تنگی اور سختی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اطاعت امام اللہ کی طرف سے فرض ہے جو کہ سابقہ امتوں میں بھی فرض تھی اور اس اُمت میں بھی فرض ہے اور اطاعت ہم میں سے صرف ایک کی فرض ہے جب کہ سب سے مودت رکھنا فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے حتمی ہوتے ہیں۔

پھر آپؑ نے یہ آیات پڑھیں:

وَلَا یَستَخِفَنَّکَ الذین لَا یوقنُونَ (الروم: ٦٠)

''بے یقین افراد آپ کو ہلکا نہ بنانے پائیں''۔

اِنَّھُم لَن یُّغنُوا عَنکَ مِنَ اللّٰہِ شیئًا (الجاثیہ: ١٩)

''یہ لوگ خدا کے سامنے تمہیں کچھ بھی فائدہ نہ دے سکیں گے''۔

پھر آپؑ نے فرمایا: آپ کے لیے میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ جلد بازی کا مظاہرہ

نہ کریں کیونکہ اللہ جلد باز افراد کی جلد بازی کو سامنے رکھ کر جلدی نہیں کرتا۔ آپ کی یہ جلدی کہیں آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال دے۔

آپ کی یہ باتیں سن کر زید ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا:

امام وہ نہیں ہے جو گھر میں بیٹھ جائے اور دروازے پر پردے لٹکا دے اور جہاد سے روگردانی کرے۔ امام وہ ہوسکتا ہے جو اپنی عزت وشرف کا دفاع کرے اور اللہ کی راہ میں کامل جہاد کرے اور اپنی رعیت کا دفاع کرے اور اپنی حرمت کی حفاظت کرے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

تم نے جو امام کے اوصاف بیان کیے ہیں کیا یہ اوصاف تمہیں اپنے اندر دکھائی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی حدود وقیود بیان کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شکار کے متعلق فرمایا:

لَا اقتُلُوا الصَّيدَ وَاَنتُم حُرُمٌ (المائدہ: ۹۵)

''حالت احرام میں شکار نہ کرو''۔

اب بتاؤ شکار کرنا زیادہ جرم ہے یا کسی ایسے انسان کو قتل کرنا زیادہ جرم ہے جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک حلال کنندہ مقرر کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذَا احَلَلتُمْ فَاصطَادُوا (المائدہ: ۲)

''جب احرام کھول لو تو پھر شکار کرو''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تُحِلُّوا شعائِرَ اللّٰہِ وَلَا الشَّھرَ الحرَامَ (المائدہ: ۲۵)

''اللہ کے شعائر اور حرمت والے مہینہ کی بے حرمتی نہ کرو''۔

اللہ تعالیٰ نے مہینے مقرر کیے اور ان میں چار مہینوں کو حرمت والا بنایا جیسا کہ

فرمان الٰہی ہے:

فَسِيحُوا فِي الْاَرضِ اَرْبَعَةَ اَشهُرٍ وَاعلَمُوا اَنَّكُم غَيرُ مُعجِزِي اللّٰهِ (التوبه: ٢)

''پس تم زمین پر چار مہینے چل پھر لو اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِذَا انسلخ الاشهُرُ فَاقتُلُوا المُشرِكِينَ حَيثُ وَجَدتُّمُوهُم

''جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں بھی پاؤ' قتل کر دو۔ (التوبہ:٨)

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

وَلَا تعزِمُوا عُقدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبلُغَ الكِتَابُ اَجلَهٗ

''اور نکاح کا ارادہ نہ کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنی انتہا کو پہنچ جائے''۔ (البقرہ:٢٣٥)

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے وقت مقرر کیا ہے۔ اگر تم اپنے رب کی طرف سے دلیل و برہان پر ہو اور تم اگر منزل یقین پر فائز ہو تو تم ایسا کرو اور خبردار! اس امر کا ارادہ نہ کرنا جس کے متعلق تمہیں شک وشبہہ ہو اور اس حکومت کو ختم کرنے کی کوشش مت کرو جس کی انتہا کا ابھی وقت نہیں ہوا اور وقت سے قبل کسی قسم کا تحرک نہ کرو ورنہ تم ایسے رہبر بن جاؤ گے جس نے صحیح وقت کا انتخاب نہیں کیا۔

بھائی جان! کیا تم اس قوم کی ملت کو زندہ کرنا چاہتے ہو جنہوں نے آیاتِ الٰہی کا انکار کیا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور خدائی ہدایت کے بغیر انہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور خدا کی برہان کے بغیر خلافت کا دعویٰ کیا۔

بھائی جان! میں خدا سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ کل کلاں تم مقام کناسہ پر صلیب

پر نہ چڑھائے جاؤ۔

یہ کہہ کر آپؑ نے گریہ کیا اور آپؑ کے آنسو ٹپکنے لگ گئے۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

اللہ ہی ہمارے اور ان لوگوں کا فیصلہ کرے گا جنہوں نے ہمارے پردے کو پھاڑا اور ہمارے حق کا انکار کیا اور ہمارے رازوں کو فاش کیا اور ہمارے جد اطہر کی بجائے ہمیں کسی اور سے منسوب کیا اور ہمارے بارے میں وہ کچھ کہا جو ہم نے اپنے بارے میں نہیں کہا۔ (الکافی، جلد ۱، ص ۳۵۶، حدیث ۱۶)

آپ کی ذمہ داریوں کا تعین خدا نے کیا تھا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وصیت کتابی شکل میں اتاری گئی تھی اور اس پر مہر ثبت تھی۔ وصیت کے علاوہ آنحضرتؐ پر کوئی بھی مہر شدہ چیز نہیں اتاری گئی۔

حضرت جبریلؑ وصیت لے کر نبی اکرمؐ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا:

یہ آپؐ کی اہل بیتؑ کے لیے وصیت ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا:

جبریل! میرے کون سے اہل بیتؑ کے لیے یہ وصیت ہے؟

جبریل امینؑ نے کہا: یہ وصیت خدا کے برگزیدہ بندے اور اس کی اولاد کے لیے ہے۔ وہ آپؐ سے علمِ نبوت کی میراث حاصل کرے گا اور یہ میراث علیؑ اور اس کی ذریت کے لیے مخصوص ہے۔

اس صحیفہ میں علیحدہ علیحدہ مہر شدہ کاپیاں تھیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے اپنے زمانۂ امامت میں اپنے نام کی کاپی کی مہر کو کھولا اور اس پر عمل کیا۔ پھر امام حسن علیہ السلام نے اپنے دورِ امامت میں اپنے حصہ کی کاپی کی مہر کو کھولا اور اس پر عمل کیا۔ پھر امام حسینؑ علیہ

السلام نے اپنے دورِ حکومت میں اپنے حصہ کی کاپی کو کھولا تو اس میں یہ عبارت تحریر تھی:

''جہاد کے لیے کمر بستہ رہو اور ظالموں کو قتل کرو اور خود شہید ہو جاؤ اور اپنے ساتھ شہداء کو لے کر میدان میں آؤ کیونکہ آپ کے بغیر ان کے لیے درجہ شہادت کا حصول ناممکن ہے''۔

امام حسین علیہ السلام نے اس پر عمل کیا۔ پھر آخری وقت پر امام حسین علیہ السلام نے ایک مہر شدہ کاپی اپنے فرزند زین العابدینؑ کے سپرد کی۔ امام زین العابدینؑ نے مہر کھولی تو اس میں یہ عبارت تحریر تھی:

''خاموشی اختیار کرو اور گردن جھکائے رہو کیونکہ علم پر حجاب پڑ چکے ہیں''۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی رحلت سے قبل ایک مہر شدہ صحیفہ امام محمد باقر علیہ السلام کے سپرد کیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے مہر کھول کر صحیفہ کو پڑھا تو اس میں لکھا تھا:

''کتاب خدا کی تفسیر کرو اور اپنے والد کی تصدیق کرو اور اپنے فرزند کو وارث بناؤ اور اُمت پر احسان کرو اور حق خداوندی کے لیے قیام کرو اور خوف و امن کی حالت میں حق بات کہو اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرو۔ (ملخصاً عن الکافی' جلد ۱' ص ۲۷۹)

رقم کی وہ تھیلی جس سے بی بی حمیدہ کو خریدا گیا

عیسیٰ بن عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے روایت کی کہ عکاشہ بن محصن اسدی کا بیٹا امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد کے پاس کھڑے ہوئے تھے اور انہوں نے والد کی خدمت میں انگور پیش کیے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

انگوروں کو دانہ دانہ کر کے یا تو بوڑھا کھاتا ہے یا پھر چھوٹا بچہ کھاتا ہے اور تین اور چار دانے اکٹھے کر کے وہ کھاتا ہے جو سمجھتا ہے کہ وہ سیر نہیں ہوگا۔ تم دو دو دانے کر کے

انگور کھاؤ اور یہ چیز مستحب ہے۔

عکاشہ کے بیٹے نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ اپنے فرزند ابو عبداللہ جعفر صادق کی شادی کیوں نہیں کرتے۔ یہ تو شادی کی عمر میں پہنچ چکے ہیں۔

اس وقت آپؑ کے سامنے درہموں کی ایک مہر شدہ تھیلی پڑی ہوئی تھی۔ آپؑ نے فرمایا:

بربر کے علاقہ سے عنقریب ایک بردہ فروش آئے گا اور وہ میمون کے گھر میں قیام کرے گا اور ہم اس سے اس تھیلی کے عوض ایک کنیز خریدیں گے۔

ابن عکاشہ کا بیان ہے کہ کچھ دنوں کے بعد ہم امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؑ نے فرمایا:

تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ بربر سے ایک بردہ فروش آئے گا اور اس کے پاس کنیزیں ہوں گی اور وہ میمون کے گھر میں قیام کرے گا' اب وہ آ چکا ہے۔ تم یہ تھیلی لے جاؤ اور اس سے ایک کنیز خرید کر کے لاؤ۔

ہم نے وہ تھیلی لی اور بردہ فروش کے پاس گئے اور اس سے ایک کنیز کی خریداری کا تقاضا کیا۔ اس نے کہا کہ میرے پاس اس وقت صرف دو بیمار کنیزیں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک کی حالت دوسری سے قدرے بہتر ہے۔

ہم نے کہا: تم ہمیں وہ کنیزیں دکھاؤ۔

بردہ فروش ان دونوں کنیزوں کو لے آیا تو ہم نے اس سے کہا: ان میں سے جو قدرے بہتر ہے تم اسے کتنے میں فروخت کرو گے؟

بردہ فروش نے کہا کہ میں اسے ستر دینار میں فروخت کروں گا۔

ہم نے کہا: تو کیا تم اس کی قیمت میں کچھ کمی نہیں کرو گے؟

اس نے کہا: میں ستر دینار سے کم پر اسے ہرگز فروخت نہیں کروں گا۔

ہم نے کہا: ہمارے پاس یہ تھیلی ہے تم اس کنیز کو تھیلی کے عوض فروخت کر دو اور

ہمیں معلوم نہیں ہے کہ اس تھیلی میں کتنی رقم ہے؟

بردہ فروش کے پاس ایک سفید ریش شخص بیٹھا تھا۔ اس نے کہا: اس کی مہر توڑو اوراس کا وزن کرو۔

بردہ فروش نے کہا: اس کی مہر مت توڑو۔ اگر ستر دینار سے ایک دینار بھی کم ہوا تو میں کنیز فروخت نہیں کروں گا۔

بوڑھے نے ہم سے کہا: میرے قریب آؤ۔ ہم اس کے قریب گئے تو اس نے کہا: مہر توڑ دو۔

ہم نے مہر توڑی اور دیناروں کا وزن کیا تو وہ پورے ستر دینار تھے۔ اس میں نہ تو ایک دینار زیادہ تھا اور نہ ایک کم تھا۔

ہم نے وہ رقم بردہ فروش کے حوالے کی اور اس سے کنیز خرید لی۔ پھر ہم کنیز کو لے کر امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آئے۔ اس وقت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی ان کے پاس کھڑے تھے۔ ہم نے آپؑ کو سارا قصہ سنایا۔ آپؑ نے پورا قصہ سن کر خدا کا شکرادا کیا۔

پھر آپؑ نے کنیز سے فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟

کنیز نے کہا کہ میرا نام حمیدہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تم دنیا وآخرت میں لائق ستائش ہو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: یہ بتاؤ تم کنواری ہو یا شوہر دیدہ ہو؟

کنیز نے بتایا کہ وہ باکرہ ہے۔

حضرتؑ نے یہ سن کر فرمایا کہ بردہ فروشوں کے ہتھے چڑھنے والی لڑکیاں عام طور پر باکرہ نہیں رہتیں۔

کنیز نے عرض کی کہ اس نے مجھ سے زیادتی کی کئی بار کوشش کی تھی لیکن جب بھی وہ برا ارادہ کرتا تو ایک سفید ریش شخص نمودار ہوتا تھا جو اسے طمانچے مارتا تھا اور یوں اللہ

تعالیٰ نے میری عصمت کی حفاظت کی۔

یہ سن کر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جعفر! یہ تمہارے لیے ہے۔ اور یہ تمہارے بیٹے موسیٰ کی ماں ہوگی اور تمہارا بیٹا روئے زمین کا افضل ترین فرد ہوگا۔ (الکافی' جلد ا' ص ۴۷۶)

ہر شخص اسمِ اعظم کا متحمل نہیں ہے

عمر بن حنظلہ کا بیان ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے عرض کی کہ میرا خیال ہے کہ آپ کی نظر میں میرا کچھ مقام ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں' تمہارا خیال درست ہے۔

پھر میں نے کہا کہ میری ایک حاجت ہے۔

آپؑ نے پوچھا: تمہاری کیا حاجت ہے؟

میں نے عرض کیا: مجھے اسمِ اعظم تعلیم فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم میں اس کے برداشت کی قوت موجود ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اچھا اس مکان کے اندر آؤ۔

عمر بن حنظلہ کہتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے گھر میں داخل ہوا تو آپؑ نے زمین پر اپنا ہاتھ رکھا تو مکان میں اندھیرا چھا گیا۔ یہ دیکھ کر میں سخت گھبرایا اور مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔

آپؑ نے فرمایا: کیا اس حالت میں تمہیں اسم اعظم کی تعلیم دوں؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ زمین سے اٹھالیا تو گھر میں روشنی ہوگئی۔

(بصائر الدرجات، ص ۲۱۰، حدیث ۱)

ایک مومن کی حالت سے آگاہی

عبداللہ بن عطا مکی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے امام محمد باقر علیہ السلام کی زیارت کا اشتیاق ہوا تو میں آپؑ کی ملاقات کے لیے مدینہ منورہ گیا اور مدینہ کے قریب مجھے بارش نے آلیا اور میرے تمام کپڑے بھیگ گئے اور میں سردی سے ٹھٹھرتا ہوا نصف شب کے وقت آپؑ کے دروازے پر پہنچا اور میں نے دل میں ارادہ کیا کہ اس وقت دروازہ کھٹکھٹانا مناسب نہیں ہے۔ یہ رات آپؑ کے دروازے پر ہی گزار دینی چاہیے اور جب صبح ہوگی تو حضرت سے ملاقات کروں گا۔

ابھی میں یہ بات دل میں سوچ ہی رہا تھا کہ آپؑ نے اندر سے کنیز کو صدا دی کہ ابن عطاء مکی آیا ہے اس کے لیے مہمان خانہ کا دروازہ کھول دو۔ اس وقت وہ سخت سردی محسوس کر رہا ہے۔ چنانچہ کنیز نے دروازہ کھولا اور میں اندر داخل ہوا اور آپ نے مجھے شرف زیارت سے نوازا۔ (بصائر الدرجات، ص ۲۵۲)

جبابہ والبیہ کے سفید بالوں کو سیاہ کرنا

علی بن معبد کا بیان ہے کہ جبابہ والبیہ امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آئی تو آپؑ نے اس سے فرمایا:

جبابہ! تم دیر سے کیوں آئی ہو۔

اس نے عرض کیا:

مولا! میرے سر کے بال سفید ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے میں پریشان ہوں۔

آپؑ نے فرمایا:

میرے قریب آجاؤ۔ جبابہ آپ کے قریب ہوئی تو آپؑ نے اپنا دست شفقت

اس کی مانگ پر رکھا۔ پھر فرمایا: اسے آئینہ دکھاؤ۔

جب جبابہ نے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھا تو اس کے سر کے بال دوبارہ سیاہ ہو چکے تھے۔ (بصائر الدرجات، ص ۲۷۰)

مختلف عوالم کی سیر

جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا:

وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ (الانعام: ۷۵)

''اور یوں ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا انتظام دکھاتے رہے تاکہ ان کے یقین میں اضافہ ہو جائے''۔

جب میں نے یہ سوال کیا تو اس وقت میں نے اپنا سر زمین کی طرف جھکایا ہوا تھا۔ میرے سوال سن کر آپؑ نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور مجھے فرمایا: سر بلند کرو۔

میں نے سر اٹھایا اور چھت کی طرف دیکھا تو چھت پھٹ گئی۔ میری نظر ایک شگاف پر پڑی تو مجھے ایسا نور دکھائی دیا جس سے میری آنکھیں چندھیا گئیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح سے آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا انتظام دیکھا تھا۔

پھر آپؑ نے مجھے فرمایا کہ سر جھکاؤ۔ میں نے سر جھکایا۔ اس کے کچھ لمحات بعد آپؑ نے سر اٹھانے کا حکم دیا تو میں نے سر اٹھا کر چھت کو دیکھا تو وہ اپنی اصلی حالت پر موجود تھی۔ پھر آپؑ مجھے دوسرے مکان میں لے آئے اور وہاں آپؑ نے اپنے کپڑے تبدیل کیے اور مجھ سے فرمایا کہ اب آنکھیں بند کر لو۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

چند لمحات کے بعد آپؑ نے فرمایا: اب آنکھیں کھولو۔

میں نے آنکھیں کھولیں تو مجھے تاریکی ہی تاریکی دکھائی دی۔ تاریکی اتنی شدید تھی کہ مجھے اپنا ہاتھ تک بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ وہ بحرِ ظلمات ہے جہاں سے ذوالقرنین گزرے تھے۔ پھر آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ دیر تک چلتے رہے۔

پھر مجھ سے فرمایا: جانتے ہو کہ اس وقت ہم کہاں کھڑے ہیں؟

میں نے کہا: میں نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ آبِ حیات کا وہ چشمہ ہے جس کا پانی خضر نے پیا تھا۔

پھر ہم نے یکے بعد دیگرے پانچ جہانوں کی سیر کی۔ جب ہم پانچ دنیاؤں کی سیر کر چکے تو آپؑ نے فرمایا:

یہ زمین کی وہ سلطنت ہے جسے ابراہیم نے نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے آسمانوں کے بارہ عالَم دیکھے تھے جب کہ ہر عالم میں ہم میں سے ایک امام وہاں قیام پذیر ہے اور بارہویں عالَم میں قائم آل محمدؑ سکونت اختیار کریں گے۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھیں بند کیں تو چند لمحات کے بعد آپؑ نے فرمایا: اب آنکھیں کھولو۔

میں نے آنکھیں کھولیں تو ہم اسی مکان میں کھڑے تھے جہاں سے ہم نکلے تھے۔ آپ نے اپنا وہ لباس تبدیل کیا اور ہم دوبارہ محفل میں آ کر بیٹھ گئے۔

میں نے پوچھا: ہمیں کتنا وقت گزرا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: صرف تین گھنٹے گزرے ہیں۔ (بصائر الدرجات، ص ۴۰۴)

موت کے بعد ایک شامی کو حیاتِ نو دلانا

محمد بن سلیمان نے اپنے والد سے روایت کی۔ اس نے کہا:

ایک شامی کا دستور تھا کہ جب بھی وہ مدینہ منورہ آتا تو وہ امام محمد باقر علیہ السلام

کی محفل میں ضرور شامل ہوتا تھا اور وہ امام علیہ السلام سے کہتا تھا کہ میں آپؑ کی مجلس میں اس لیے نہیں آتا کہ مجھے آپؑ سے محبت ہے۔ جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ میں آپؑ سمیت آپؑ کے پورے خاندان سے بُغض رکھتا ہوں اور میرا نظریہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور خلیفۃ المسلمین کی اطاعت کا تقاضا یہ ہے کہ آپؑ سے بُغض رکھا جائے۔ البتہ میں آپؑ کی مجلس میں صرف اس لیے حاضر ہوتا ہوں کہ آپؑ ایک فصیح و بلیغ انسان ہیں اور میں آپؑ کی ادبی چاشنی سے مستفید ہونے کے لیے آپؑ کے پاس آتا ہوں۔

امام محمد باقر علیہ السلام جواب میں فرماتے تھے کہ خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ پھر ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ وہ شامی مدینہ منورہ میں آیا ہوا تھا کہ بیمار ہو گیا اور اس کی بیماری میں شدت پیدا ہو گئی تو اس نے اپنے ایک رشتہ دار سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھ پر کپڑا ڈال دینا اور محمد بن علی کے پاس چلے جانا اور ان سے کہنا کہ وہ آ کر میری نماز جنازہ پڑھیں۔

چنانچہ آدھی رات کے وقت اس کا جسم ٹھنڈا ہو گیا اور اس کے دوستوں نے اس کے جسم پر کپڑا ڈال دیا اور صبح ہونے کے بعد اس کا رشتہ دار آپؑ کے پاس آیا۔ آپؑ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آپؑ کو شامی کی موت کی اطلاع دی اور کہا کہ اس نے وصیت کی تھی کہ اس کی نماز جنازہ آپؑ پڑھائیں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

وہ مرا نہیں بلکہ اسے سکتہ ہوا ہے۔ کیونکہ شام کا موسم ٹھنڈا ہے جب کہ مدینہ گرم زمین ہے اور یہاں زیادہ گرمی پڑتی ہے۔ تم چلے جاؤ اور وہاں جا کر میرے آنے کا انتظار کرو اور میرے آنے سے قبل اسے غسل و کفن نہ دینا۔

بعد ازاں آپؑ اٹھے اور آپؑ نے نئے سرے سے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپ نے رب العالمین سے دعا مانگی اور سورج طلوع ہونے تک آپ سجدہ میں پڑے رہے۔ پھر آپؑ اٹھ کر وہاں گئے جہاں شامی قیام پذیر تھا۔ آپؑ اس گھر میں داخل

ہوئے۔ آپؑ نے اس کا نام لے کر پکارا تو اس نے لبیک کہا۔ پھر آپؑ نے اسے سہارا دے کر بٹھایا اور اس کے لیے ستو طلب کر کے اسے پلوایا اور اس کے رشتہ داروں سے فرمایا کہ تم ٹھنڈے کھنے سے اس کے سینہ کو ٹھنڈا کرو۔

کچھ دیر بعد شامی کی طبیعت مکمل طور پر سنبھل گئی اور آپؑ اس کے مکان سے اٹھ کر اپنے گھر تشریف لائے۔ کچھ دیر بعد وہ شامی آپؑ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے آپؑ سے خلوت کی درخواست کی۔ جب اسے خلوت نصیب ہوئی تو اس نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کی طرف سے مخلوق پر حجت ہیں اور آپؑ خدا تک پہنچنے کا دروازہ ہیں اور جو آپؑ کو چھوڑ کر دوسرے دروازے پر جھکے گا وہ ناکام و نامراد ہوگا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

بندۂ خدا! اچانک تم نے اپنا نظریہ کیسے بدل دیا؟

شامی نے کہا: مولا! میں موت کا ذائقہ چکھ چکا تھا اور میری روح میرے بدن سے پرواز کر گئی تھی کہ اتنے میں ایک منادی کی مجھے صدا سنائی دی کہ اس کی روح اس کے بدن میں واپس کر دو۔ اس کے لیے محمد بن علی نے ہم سے سوال کیا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ بندے سے محبت کرتا ہے اور اس کے عمل سے نفرت کرتا ہے اور بعض اوقات وہ کسی بندے سے نفرت کرتا ہے اور اس کے عمل سے محبت کرتا ہے۔

اس واقعہ کے بعد شامی مستقل طور پر آپؑ کے حلقۂ صحبت میں آ گیا۔

(امالی طوسی، جلد ۲، ص ۲۴-۲۵)

غیب کی خبر دینا اور آگ کا گلزار ہونا

جابر بن یزید جعفی کا بیان ہے کہ میرا گزر عبداللہ بن حسن کے پاس سے ہوا۔ اس

نے مجھے اور امام محمد باقر علیہ السلام کو انتہائی برا بھلا کہا۔ میں اس کی ناشائستہ گفتگو سن کر امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس گیا۔ جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا اور کہا:

تم عبداللہ بن حسن کے پاس سے گزرے تو اس نے تجھے اور مجھے برا بھلا کہا؟

میں نے کہا: جی ہاں میرے آقا! میں نے اس پر بددعا کی تھی۔

آپؑ نے فرمایا: اس وقت سب سے پہلے وہی یہاں آئے گا۔

ابھی چند لمحات ہی گزرے تھے کہ عبداللہ بن حسن آیا تو آپؑ نے اس سے فرمایا:

عبداللہ! کیوں آئے ہو؟

اس نے کہا: آپ ہی یہ دعوے کرتے رہتے ہیں؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تم پر افسوس! تم اپنی حد سے تجاوز کر چکے ہو اور تم بہت زیادہ باتیں کر چکے ہو۔

پھر آپؑ نے مجھے (جابر) بلا کر فرمایا:

جابر! گھر میں ایک گڑھا کھودو اور اس میں لکڑیاں ڈال کر آگ لگا دو۔

میں نے آپؑ کے فرمان پر عمل کیا۔ جب آگ خوب بھڑک اٹھی تو آپؑ نے عبداللہ بن حسن سے فرمایا:

اگر تم سچے ہو تو اس آگ میں چلے جاؤ۔

عبداللہ نے کہا: آپؑ مجھ سے پہلے اس میں داخل ہوں۔

امام محمد باقر علیہ السلام اٹھے اور آپ آگ میں چلے گئے۔ پھر آپ نے اپنے قدموں سے انگاروں کو بینا شروع کر دیا یہاں تک کہ آگ بجھ گئی اور دہکتے ہوئے انگارے راکھ میں تبدیل ہو گئے۔ پھر آپؑ وہاں سے باہر نکلے اور اس وقت آپؑ کی پیشانی سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپؑ نے عبداللہ بن حسن سے کہا:

اٹھ! خدا تجھے غارت کرے عنقریب تجھ پر وہی عذاب آنے والا ہے جو مروان بن حکم اور اس کی اولاد پر نازل ہوا تھا۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۰۹)

ہشام کے محل کے انہدام کی پیش گوئی

عبدالرحمٰن کے غلام ابوحازم کا بیان ہے کہ ہشام نے مدینہ منورہ میں ''احجارالزیت'' کے مقام پر ایک عالیشان محل تعمیر کرایا۔ ایک دن میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مدینہ میں جارہا تھا۔ آپ نے محل کی طرف دیکھ کر فرمایا:

خدا کی قسم! یہ محل ضرور گرایا جائے گا اور زمین پر پڑے ہوئے پتھر ظاہر ہو جائیں گے اور یہی نفس زکیہ کی جگہ ہے۔

میں نے حضرتؑ کی زبانی یہ بات سنی تو مجھے سخت تعجب ہوا اور میں نے دل ہی دل میں کہا کہ ہشام اس وقت خلیفہ ہے اور یہ محل اس نے تعمیر کرایا ہے۔ خلیفہ کے مکان کو گرانے کی کس میں جرأت ہے؟

چند دن بعد ہشام کی موت واقع ہوئی اور ولید برسرِ اقتدار آیا۔ اس نے ایک شخص کو روانہ کیا اور اس سے کہا کہ تم مدینہ جا کر ہشام کا محل گرادو اور اس کی اینٹیں اور پتھر تک بھی اس جگہ سے دور پھینک دو۔

چنانچہ ولید کا بھیجا ہوا شخص آیا اور اس نے ہشام کے تعمیر کردہ محل کو منہدم کر دیا اور محل کی اینٹیں تک بھی وہاں نہ رہنے دیں یہاں تک کہ وہاں کے اصلی پتھر ظاہر ہوئے۔

(دلائل الامامۃ' ص ۱۱۰)

محمد بن مسلم کو شفایاب کرنا

محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں مدینہ گیا اور اس وقت مجھے ایک بیماری لاحق ہو چکی تھی جس کی وجہ سے مجھے شدید درد محسوس ہوتا تھا اور مجھے یوں لگتا تھا کہ جیسا کہ میرا وجود رسی میں جکڑا ہوا ہو۔ میں سفر کر کے امام محمد باقر علیہ السلام کے درِ دولت پر پہنچا۔ آپؑ نے غلام کے ہاتھ میرے پاس ایک برتن میں مشروب بھیجا جس پر سرپوش پڑا ہوا تھا اور

غلام نے مجھ سے کہا:

مولا نے یہ شربت تیرے لیے بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی نگرانی میں آپ کو یہ شربت پلاؤں۔

میں نے شربت پیا تو مجھے اس میں سے مشک کی خوشبو محسوس ہوئی اور وہ شربت انتہائی خوشگوار اور ٹھنڈا تھا۔ جب میں نے شربت پی لیا تو غلام نے مجھ سے کہا کہ امام فرما رہے ہیں کہ شربت پینے کے بعد میرے پاس چلے آؤ۔

میں نے دل میں سوچا کہ میں تو چلنے پھرنے کے لائق ہی نہیں تو امام علیہ السلام کے پاس کیسے جاؤں گا۔ پھر میں نے اپنے بدن کو حرکت دی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرا وجود زنجیروں سے آزاد ہو گیا ہو اور میں نے اپنے آپ کو بالکل تندرست پایا۔ میں خوشی سے اٹھا اور آپ کے دروازے پر پہنچا۔ آپ نے اندر سے آواز دی:

اے تندرست جسم والے اندر چلے آؤ۔

امام علیہ السلام کی آواز سن کر میں فرطِ اشتیاق سے روتا ہوا آپؑ کے پاس گیا اور میں نے آپؑ کے ہاتھوں اور سر کا بوسہ لیا۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

محمد بن مسلم! کیوں رو رہے ہو؟

میں نے کہا: مولا! میں اپنے وطن کی دوری اور آپؑ کے پاس کم وقت رہنے کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ اور میں ہر وقت آپؑ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

جہاں تک وسائل کی قلت کا تعلق ہے تو اللہ نے ہمارے اکثر دوستوں کو اس آزمائش سے آزمایا ہے اور ان کے لیے آزمائشوں کو قریب رکھا ہے۔ اور جہاں تک مسافرت کا تعلق ہے تو مومن اس دنیا میں مسافر ہی ہوتا ہے اور اہل دنیا کی نظر میں کمزور ہی ہوتا ہے اور مومن کا سفر اس وقت ختم ہوتا ہے جب کہ اس دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی رحمت

میں پہنچتا ہے۔

اور جہاں تک گھر کی دُوری کا تعلق ہے تو ہم خود بھی اس آزمائش میں مبتلا ہیں کیونکہ ہمارے جدِ اطہر امام حسین علیہ السلام کی مزار ہم سے بڑی دُور ہے۔ اور جہاں تک تیرے اشتیاقِ زیارت کا تعلق ہے جو کہ تمہیں ہر وقت میسر نہیں ہے تو اللہ تمہارے دل کی کیفیت کو بخوبی جانتا ہے اور وہ تمہاری اس کیفیت کو دیکھ کر ہی تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔

(کامل الزیارات، ص ۲۷۵۔ مناقب ابن شہر آشوب، جلد۴، ص ۱۸۱)

ایک مریض کا علاج

اسحاق جریری کا بیان ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

جریری! تمہاری رنگت زرد کیوں ہوگئی ہے؟ کیا تجھے بواسیر کی شکایت ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں فرزند رسولؐ! میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس کے اجر سے محروم نہ رکھے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس کی دوا بتلاؤں؟

میں نے کہا: مولا! میں اس وقت تک ایک ہزار سے زیادہ دوائیں استعمال کر چکا ہوں اور کسی دوا سے بھی افاقہ نہیں ہوا اور مسّوں سے خون نکلتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جریری! تم پر افسوس میں طبیبوں کا طبیب، علماء کا سردار اور حکماء کا رئیس، فقہاء کا سرچشمہ اور روئے زمین پر موجود اولادِ انبیاء کا سردار ہوں۔

میں نے کہا: آپؑ درست فرما رہے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تیری بواسیر مادہ قسم کی ہے اسی لیے تیرے مسّوں سے خون آتا ہے۔

میں نے کہا: آپؑ درست فرما رہے ہیں۔

پھر آپؑ نے مجھے دوا بتائی۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں نے اس دوا کو ایک بار استعمال کیا تو میں بالکل تندرست ہو گیا اور اس کے بعد مجھے نہ تو خون آیا اور نہ ہی درد محسوس ہوا۔

جریری کا بیان ہے کہ اگلے سال میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

ابو اسحاق! خدا کا شکر کرو جس نے تمہیں تندرستی عطا کی۔ (طب الائمہ، ص ۸۱)

مردہ جانور کا زندہ کرنا

جابر جعفی کا بیان ہے کہ ہم امام محمد باقر علیہ السلام کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے سامانِ سفر سر پر اٹھایا ہوا تھا اور پیدل چل رہا تھا۔

امام علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا: تمہاری سواری کہاں گئی؟

اس نے کہا: حضرتؑ سفر میں میرا گدھا مر گیا ہے اور سامنے اس کا مردہ جسم پڑا ہوا ہے۔

آپؑ نے اپنے لبوں کو حرکت دی۔ اس کے ساتھ ہی گدھا زندہ ہو گیا اور اس شخص نے اپنے گدھے کو پکڑ لیا اور اپنا سامان اس پر لادا اور ہمارے ساتھ سفر کرنے لگ گیا۔ (ہدایۃ الکبریٰ حصینی، ص ۵۱)

عکرمہ پر کپکپاہٹ کا طاری ہونا

ابو حمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ ایک سال امام محمد باقر علیہ السلام حج پر تشریف لے گئے۔ اتفاق سے اس سال ہشام بن عبدالملک بھی حج کرنے کے لیے آیا ہوا تھا۔ لوگ مسائلِ دینیہ کے حل کے لیے امامؑ کے گرد جمع تھے۔ ہشام کے ایک حواری عکرمہ نے کہا

کہ یہ کون ہے جو مسائلِ دین کے لیے لوگوں کا محور بنا ہوا ہے؟

لوگوں نے کہا کہ یہ امام محمد باقر علیہ السلام ہیں۔

یہ سن کر عکرمہ نے کہا کہ میں ان کا امتحان لینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ عکرمہ آپؑ کے سامنے آیا تو آپؑ کی ہیبت سے اس کے جسم پر لرزہ چھا گیا اور وہ آپؑ کی ہیبت کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر گرا۔

اور جب کچھ دیر بعد اس کے اوسان بحال ہوئے تو اس نے کہا:

فرزند رسولؐ! میں زندگی میں بڑے بڑے علماء کی خدمت میں حاضر ہوا یہاں تک کہ میں ابن عباس کی مجلس میں بھی کئی بار گیا لیکن میں آج تک کسی سے مرعوب نہیں ہوا لیکن آج آپؑ کو دیکھتے ہی آپؑ کی ہیبت مجھ پر چھا گئی اور میں آپؑ کے سامنے گر پڑا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

اے اہلِ شام کے غلام! تو اس کے سامنے آیا ہے جن کے گھروں کی بلندی کا اعلان اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

فی بیوتٍ اَذِنَ اللّٰهُ ان تُرفعَ ویُذکَرَ فِیهَا اسمُهٗ

''یہ ایسے گھر ہیں جن کی بلندی کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان گھروں میں صبح شام اللہ کا نام لیا جاتا ہے''۔ (النور:۳۶)

(مناقب ابن شہر آشوب، جلد۴، ص۱۸۲)

ایک دشمنِ اہل بیتؑ مردہ سے اس کے بیٹے کی ملاقات کرانا

محمد بن مسلم نے ابوعینیہ سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ ایک شخص امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپؑ سے عرض کیا:

فرزند رسولؐ! میرا تعلق اہلِ شام سے ہے اور میں روزِ اول سے ہی آپؑ سے محبت رکھتا ہوں اور آپؑ کے شیعوں سے بیزار ہوں جب کہ میرا باپ آپؑ کے خاندان کا

بدترین دشمن تھا اور وہ آپؑ کی بجائے بنی امیہ سے محبت رکھتا تھا اور انہیں افضل سمجھتا تھا۔ چنانچہ نظریات کے اختلاف کی وجہ سے ہمارا آپس میں ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا اور وہ مجھ سے نفرت کرتا تھا اور میں اس سے نفرت کرتا تھا اور وہ ہمیشہ مجھے اپنی دولت سے محروم رکھتا تھا جب کہ وہ کافی مالدار تھا۔ میں اس کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ اس نے میرے نظریات کی وجہ سے اپنی دولت کہیں چھپا کر رکھی ہوئی تھی اور اسی حالت میں اس پر موت آ گئی اور اس نے اپنی دولت کے متعلق مجھے کچھ نہ بتایا تھا۔

باپ کے مرنے کے بعد میں نے اس کی خفیہ دولت کو بہت تلاش کیا لیکن مجھے اس میں کامیابی نہ ہوئی اور میں آپؑ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپؑ مجھے میرے باپ کی دولت کی نشاندہی فرمائیں۔ کیونکہ میں ایک غریب اور محتاج شخص ہوں۔

آپؑ نے فرمایا:

میں تمہیں ایک خط لکھ کر دیتا ہوں اور اس پر اپنی مہر ثبت کر دیتا ہوں اور تم میرا یہ خط لے کر نماز عشاء کے بعد جنت البقیع میں چلے جانا اور وہاں ''درجان درجان'' کہہ کر صدا دینا۔ جب تم یہ آواز دو گے تو تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جو کہ عمامہ پوش ہوگا۔ تم اسے میرا یہ خط دینا اور اس سے کہنا کہ میں محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کا قاصد ہوں۔ تم میری ملاقات میرے باپ سے کراؤ۔ چنانچہ وہ تیری ملاقات تیرے باپ سے کرائے گا اور جب ملاقات ہو تو تم خود ہی اس سے مخفی دولت کے متعلق پوچھ لینا۔

ابوعتیبہ کا بیان ہے کہ پھر میں دوسرے دن اپنے آقا و مولا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد وہ شامی بھی آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آتے ہی کہا:

اَللّٰهُ اعلمُ حیثُ یجعلُ رسالَتَهٗ

''اللہ خوب بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنے پیغام کا وارث کسے مقرر کرے''۔

میں گذشتہ شب آپؑ کے فرمان کے مطابق بقیع پہنچا اور میں نے ''درجان درجان'' کہہ کر آواز دی تو ایک شخص میرے پاس آیا تو میں نے اسے آپ کا رقعہ دیا اور کہا کہ میں محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کا قاصد ہوں اور میں تمہارے ذریعہ سے اپنے والد کو ملنا چاہتا ہوں۔

اس شخص نے مجھ سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں تمہارے باپ کو ابھی یہاں لے آتا ہوں۔ چنانچہ چند لمحات بعد وہ ایک کالے سیاہ آدمی کو میرے پاس لے آیا اور کہنے لگا کہ یہ تیرا باپ ہے۔

میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ یہ میرا باپ نہیں ہے۔ میرا باپ سیاہ رنگ کا نہیں تھا۔

اس نے کہا: یہی تیرا باپ ہے۔ دوزخ کے شعلوں اور دھوئیں نے اس کی شکل بدل دی ہے۔

میں نے اس سے کہا: کیا تو میرا باپ ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں میں ہی تیرا باپ ہوں۔

میں نے پوچھا: تمہاری شکل وصورت کیوں بدل گئی ہے؟

تو اس نے جواب دیا: میں بنی امیہ سے محبت رکھتا تھا اور رسول اکرمؐ کے بعد میں انہیں اہل بیت محمدؐ پر فضیلت دیتا تھا اسی وجہ سے خدا نے مجھے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے اور تو اہل بیت محمدؐ سے محبت کرتا تھا اسی لیے میں تجھ سے عداوت رکھتا تھا اور میں نے تجھے اپنے مال سے محروم کر دیا اور اسے پوشیدہ کر دیا۔ آج میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔ تم باغ میں جاؤ اور وہاں ایک زیتون کا درخت ہے تم اس کے نیچے کھدائی کرو وہاں سے تجھے ایک لاکھ درہم ملیں گے۔ اس میں سے آدھی رقم اپنے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا اور باقی رقم اپنے پاس رکھنا۔

ابوعتیبہ کا بیان ہے کہ پھر ایک عرصہ کے بعد میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس شخص کا معاملہ کیسا رہا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس نے میرے پاس نصف رقم یعنی پچاس ہزار درہم پہنچا دیئے تھے جس سے میں نے اپنا قرض ادا کیا اور خیبر کے اطراف میں ایک قطعہ زمین خریدا اور کچھ رقم میں نے اپنے اہل بیتؑ کے ضرورت مندوں میں تقسیم کردی تھی۔
(الثاقب فی المناقب، ص ۳۷۰، حدیث ۳)

دو چوروں کو گرفتار کرنا

ابوحمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ میں اور سلیمان بن خالد امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ کی طرف جا رہے تھے کہ آپؑ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے سامنے دو شخص آئیں گے جو چور ہیں اور انہوں نے چوری کا مال چھپا دیا ہے۔

چنانچہ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ دو افراد سامنے آئے۔ آپؑ نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ انہیں پکڑ لو۔

آپ کے غلاموں نے انہیں پکڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؑ نے ان سے فرمایا:

کیا تم نے چوری کی ہے؟

ان دونوں نے قسم کھا کر اپنی بے گناہی کا یقین دلایا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تم نے چوری کا مال ظاہر نہ کیا تو میں خود ہی اس کی نشان دہی کر کے اسے برآمد کرالوں گا اور پھر تمہیں حاکمِ مدینہ سے سزا بھی دلواؤں گا۔

آپؑ کے فرمان کے باوجود بھی وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ امام علیہ السلام نے غلاموں سے فرمایا کہ انہیں اچھی طرح سے گرفتار کرلو۔ پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

تم میرے کچھ غلاموں کو ساتھ لے جاؤ اور اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جاؤ وہاں ایک غار تمہیں دکھائی دے گا۔ تم اس میں چلے جانا اور تمہیں اس غار میں دو تھیلے دکھائی دیں گے۔ وہ اٹھا کر غلاموں کے سپرد کر دینا اور میرے پاس چلے آنا۔

چنانچہ میں پہاڑ کی چوٹی پر گیا تو وہاں ایک غار موجود تھی۔ جب ہم غار میں داخل ہوئے تو وہاں دو تھیلے موجود تھے۔ میں نے وہ تھیلے غلاموں کے سر پر رکھے اور انہیں ساتھ لے کر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

پھر آپ ان چوروں کو ساتھ لے کر مدینہ تشریف لائے اور انہیں ایک کمرے میں بند کر دیا اور مجھ سے فرمایا:

آ ؤ والیِ مدینہ کے پاس چلیں اور وہاں کا منظر دیکھیں کہ کتنے بے گناہ افراد کو سزا سنائی جانے والی ہے۔

چنانچہ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم والیِ مدینہ کے پاس پہنچ گئے۔ اتنے میں مالی مسروقہ کا مالک بہت سے افراد کو پکڑ کر والی کے پاس لایا اور کہا کہ ان لوگوں نے میری چوری کی ہے۔

حاکمِ مدینہ حیران تھا کہ آیا وہ شک کی بنا پر انہیں سزا دے یا نہ دے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے والیِ مدینہ سے فرمایا:

یہ سب بے گناہ ہیں۔ تم انہیں جانے دو۔ اس شخص کے چور میرے پاس قید ہیں۔

حاکمِ مدینہ نے ان افراد کو واپس بھیج دیا۔ پھر امام علیہ السلام نے مالی مسروقہ کے مالک سے فرمایا کہ بتاؤ تمہاری کیا کیا چیز چوری ہوئی ہے؟

اس نے کہا کہ میرا ایک تھیلا چوری ہوا ہے جس میں فلاں فلاں چیز ہے۔ اس شخص نے اپنا سامان حقیقت سے زیادہ بیان کیا۔

امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو اور اپنا سامان بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے ہو؟

اس شخص نے کہا: بھلا آپؑ کو میرے مال مسروقہ کے متعلق کیا علم ہے۔ جب حاکمِ مدینہ نے اس کے لہجے کی درشتی کو محسوس کیا تو اس نے اسے سزا دینے کا ارادہ کیا مگر

آپؑ نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

پھر آپؑ نے غلام سے فرمایا کہ جاؤ اور فلاں رنگ کا تھیلا یہاں لے آؤ۔ غلام وہ تھیلا لے آیا۔

حضرتؑ نے حاکم سے فرمایا:

اگر یہ شخص اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے تو یہ جھوٹا ہوگا۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

یہ تھیلا اس کے سپرد کر دو۔ اس کے علاوہ میرے پاس ایک اور تھیلا بھی ہے جو ایک دوسرے شخص کا ہے اور وہ بطور امانت میرے پاس محفوظ ہے اور عنقریب اس کا حقدار تمہارے پاس آئے گا اور وہ بربر کے علاقہ سے تعلق رکھتا ہوگا اور جب وہ تمہارے پاس آئے تو تم اسے میرے پاس بھیج دینا۔

پھر آپؑ نے دونوں چوروں کو حاکم کے دربار میں پیش کیا اور فرمایا کہ: تم ان دونوں پر حد شرعی جاری کرو۔

چوروں نے کہا: آپ ہمارے ہاتھ کیسے کاٹ سکتے ہیں جب کہ ہم نے چوری کا اپنی زبان سے اقرار نہیں کیا ہے۔

حاکم نے جواب دیا: تمہارے خلاف اس ہستی نے گواہی دی ہے اگر وہ تمام اہل زمین کے خلاف گواہی دے دیں تب بھی میں ان کی گواہی کو درست قرار دوں گا۔

جب حاکم نے چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے تو ان میں سے ایک نے کہا:

ابو جعفر! آپؑ نے مجھ پر صحیح حد شرعی جاری کی ہے اور اللہ نے میری توبہ کو آپ کے ہاتھ پر جاری کیا ہے۔ آپ کو اس رحم پر آیا اور آپؑ نے فرمایا:

تو اچھائی پر ہے اور تیرا انجام بھی اچھا ہوگا۔

پھر آپؑ نے لوگوں سے فرمایا:

اس شخص کا ہاتھ اس کے دوسرے وجود سے بیس سال پہلے جنت میں چلا گیا ہے۔

سلیمان بن خالد نے یہ واقعہ دیکھ کر کہا: کیا تم نے اس سے پہلے اس سے زیادہ حیرت انگیز واقعہ بھی کبھی دیکھا ہے؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس کی بات سن کر فرمایا:

سلیمان! تین دن بعد تم اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات دیکھو گے۔

ابوحمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ تین دن گزرنے کے بعد علاقہ بربر کا ایک شخص حاکم مدینہ کے پاس آیا اور اس نے اپنا تھیلا چوری ہونے کا واقعہ بیان کیا۔ حاکم نے اس شخص کو امام علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

تیرے تھیلے میں جو کچھ موجود ہے اس کے متعلق تم مجھے بتاؤ گے یا میں تمہیں بتاؤں؟

اس شخص نے کہا: اگر آپؑ نے مجھے صحیح صحیح بتا دیا تو میں سمجھوں گا کہ آپؑ خدا کی طرف سے مفترض الطاعت امام ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اس تھیلے میں ایک ہزار دینار تمہارے ہیں اور ایک ہزار دینار ایک اور شخص کے ہیں اور اس تھیلے میں اس اس طرح کے کپڑے بھی موجود ہیں۔

اس شخص نے کہا: آپؑ نے بالکل سچ فرمایا لیکن یہ بتائیں کہ ایک ہزار دینار کے مالک کا کیا نام ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

اس کا نام محمد بن عبدالرحمٰن ہے اور وہ باہر دروازے پر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

بربری نے یہ سنا تو بے اختیار پکار اٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد لاشریک ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپؑ اہل بیت رحمت کے فرد ہیں جن سے خدا نے ہر ناپاکی کو دور رکھا ہے اور انہیں مکمل طور پر طاہر قرار دیا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے وہ تھیلا منگوا کر اس شخص کے حوالے کر دیا۔ پھر آپؑ نے

اس سے فرمایا:

تجھے راہ راست کی ہدایت مل گئی ہے اس کے لیے خدا کا شکر ادا کر۔

سلیمان بن خالد کا بیان ہے کہ دس سال بعد جب کہ میں حج کے لیے مکہ گیا تو میں نے اس ہاتھ کٹے ہوئے شخص کو دیکھا کہ وہ امام محمد باقر علیہ السلام کے صحابیوں میں سے تھا۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۳۸۴)

بنی امیہ کے زوال کی پیشین گوئی

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک نے مجھے طلب کیا جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس کے اردگرد بنی امیہ کے بہت سے افراد کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس نے کہا:

ترابی! قریب آؤ۔

میں نے کہا: اس میں کیا شک ہے کہ ہماری پیدائش مٹی سے ہوئی اور ہم نے دوبارہ اسی میں لوٹ کر جانا ہے۔

پھر اس نے اپنے قریب مجھے بٹھا کر کہا: اچھا یہ بتاؤ کیا بنی امیہ کا قتلِ عام کرنے والے ابوجعفر تم ہی ہو؟

میں نے کہا: وہ ابوجعفر اور ہے۔

اس نے کہا: تو پھر وہ کون ہے؟

میں نے کہا: وہ ہمارا چچازاد بھائی ابوحمزہ، ابوالعباس بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے۔

یہ سن کر اس نے کہا: اس پیشین گوئی کی تردید میں اس لیے نہیں کر سکتا کہ اس سے قبل ہم نے آپ کی زبان سے کبھی جھوٹی بات نہیں سنی۔

پھر اس نے کہا: یہ بتائیں کہ ایسا کب ہوگا؟

میں نے کہا: چند برسوں میں یہ واقعہ ظہور پذیر ہو ہی جائے گا اور اس وقت کو زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

جابر جعفی کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

بنی امیہ کی حکومت اس وقت تک ختم نہ ہو گی جب تک ہماری اس مسجد کی دیوار نہ گرے گی۔

اس سے آپ کی مراد مسجد جعفی تھی۔ چنانچہ حضرتؑ نے جیسے فرمایا تھا ویسے ہی ہوا۔ (مناقب ابن شہر آشوب، جلد۴، ص ۱۸۷)

ائمہ ہر مومن ومنافق کو پہچانتے ہیں

عمار بن ہارون سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ہم جب بھی کسی شخص کو دیکھتے ہیں تو ہم اسے دیکھتے ہی سمجھ لیتے ہیں کہ یہ مومن ہے یا منافق ہے۔

جابر جعفی کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ نے صلبِ آدم میں ہمارے شیعوں سے ہماری محبت کا اقرار لیا تھا اسی لیے جب بھی ہم اپنے محبّ کو دیکھتے ہیں تو ہم اسے پہچان لیتے ہیں۔ اگرچہ وہ حالات کی مجبوریوں سے ہماری محبت کا اظہار نہ بھی کرتا ہو اور اسی طرح سے ہم اپنے دشمن کو بھی پہچان لیتے ہیں اگرچہ وہ ہماری دوستی کا لبادہ ہی کیوں نہ اوڑھے ہوئے ہو۔

(بصائر الدرجات، ص ۲۸۸-۲۸۹)

بنی عباس کی حکومت کی پیشین گوئی

ابوبصیر کا بیان ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس مسجد میں بیٹھا تھا کہ منصور دوانیقی، داؤد بن علی اور سلیمان بن خالد مسجد میں آئے اور مسجد کے ایک کونے میں

جا کر بیٹھ گئے اور جب انہیں پتہ چلا کہ امام محمد باقر علیہ السلام بھی مسجد میں تشریف فرما ہیں تو داؤد بن علی اور سلیمان بن خالد آپ کو سلام کرنے کے لیے آپؑ کے پاس آئے۔ آپؑ نے ان سے فرمایا:

تم تو میرے پاس آئے ہو' تمہارا سرکش میرے پاس کیوں نہیں آیا؟

ان دونوں نے اس کی طرف سے معذرت کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

داؤد! یاد رکھو! یہ سلسلہ روز و شب ختم نہ ہوگا یہاں تک کہ یہ حاکم بنے گا اور اس کے سامنے لوگوں کی گردنیں جھکیں گیں اور یہ شرق و غرب پر حکومت کرے گا۔

داؤد نے کہا: تو کیا ہمارا خاندان کچھ عرصہ تک حکومت کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! تمہارے بچے بھی حکومت سے یوں کھیلیں گے جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔

امام کی یہ پیشین گوئی سن کر دونوں آپؑ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے اور انہوں نے جا کر منصور دوانیقی کو اس سے آگاہ کیا۔ پھر منصور آپ کے پاس آیا اور کہا:

کیا آپ نے اس طرح کی پیشین گوئی کی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! یہ بات تقدیر الٰہی میں طے ہو چکی ہے۔

چند ہی سالوں میں آپؑ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔

(مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص ۱۹۹)

غیب کی خبریں

محمد بن مسلم نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ مولا! علامت امامت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

ایک مرتبہ تو ربذہ سے سفر کر رہا تھا کہ تیرے ہم سفر نے تجھے ہماری محبت و معرفت

کا گلہ کیا تھا۔

محمد بن مسلم نے کہا: مولا! آپؑ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ آپؑ کو ان باتوں کی اطلاع کون دیتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

ابن مسلم! کچھ جن ہمارے شیعہ ہیں جو کہ تم سے زیادہ ہمارے اطاعت گزار ہیں (اور اس طرح کی خبریں وہ ہمیں سناتے ہیں)

ابوبصیر راوی ہیں کہ خراسان کا ایک شخص امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے اس سے فرمایا: تمہارا والد کیسا تھا؟

اس نے کہا کہ وہ بالکل تندرست تھا۔

آپؑ نے فرمایا: جب تم گھر سے روانہ ہو کر ''گرگان'' پہنچے تو اس کی موت واقع ہوگئی۔ پھر آپؑ نے اس سے اس کے بھائی کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: وہ بھی خیریت سے تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اسے تمہارے ہمسائے صالح نے فلاں دن قتل کر دیا تھا۔ یہ سن کر اس نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اور رونے لگ گیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

غم نہ کرو۔ اللہ نے انہیں جنت کا مقام عطا کیا ہے اور اس دنیاوی زندگی سے جنت میں کہیں بہتر ہے۔

پھر اس نے امام علیہ السلام سے عرض کی:

جب میں وطن سے روانہ ہوا تھا تو اس وقت میرا بیٹا شدید قسم کے درد میں مبتلا تھا۔ آپؑ نے مجھ سے اس کے متعلق تو کچھ نہیں پوچھا؟

آپؑ نے فرمایا:

میں نے اس لیے نہیں پوچھا کہ وہ صحت یاب ہو چکا ہے اور تمہارے جانے کے

بعد اس کے چچا نے اپنی بیٹی سے اس کی شادی کر دی ہے۔ اور جب تو اپنے گھر پہنچے گا تو اس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہو چکا ہوگا جس کا نام علی ہوگا اور وہ ہمارا شیعہ ہوگا۔ جب کہ تیرا صُلبی بیٹا ہمارا شیعہ نہیں ہے بلکہ وہ ہمارا دشمن ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص ۱۹۱-۱۹۲)

حلبی کی روایت میں مذکور ہے کہ کچھ لوگ امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آئے اور انہوں نے آپ سے علامتِ امامت کا مطالبہ کیا تو آپؑ نے انہیں ان کے فرداً فرداً نام بتائے اور پھر فرمایا:

تم مجھ سے اس آیت کا مفہوم پوچھنا چاہتے ہو:

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ

(ابراھیم: ۲۴)

کلمہ طیبہ اس پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑ قائم اور جس کی شاخ آسمان میں ہے۔

انہوں نے کہا کہ آپؑ نے سچ فرمایا۔ ہم اسی آیت مجیدہ کے متعلق ہی آپ سے پوچھنا چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا: وہ شجرۂ طیبہ ہم ہی ہیں اور ہم اپنے علوم میں سے جتنا چاہتے ہیں اپنے شیعوں کو عطا کرتے ہیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب' جلد۴' ص ۱۹۳)

علی بن ابی حمزہ اور ابوبصیر کا بیان ہے کہ ہم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات کا وقت لیا ہوا تھا۔ چنانچہ ہم آپ کی ملاقات کے لیے گئے تو ہمارے ساتھ ابولیلیٰ بھی تھے۔ جب ہم وہاں جا کر بیٹھے تو آپ نے اپنی کنیز سے فرمایا کہ چراغ لے آؤ۔

وہ چراغ لے آئی۔ پھر آپؑ نے فرمایا: وہ سندھی یا ہندی ٹوکری لے آؤ۔ جب ٹوکری آئی تو آپؑ نے اس پر لگی ہوئی مہر توڑی اور اس سے زرد رنگ کا ایک صحیفہ نکالا اور آپ نے اسے پھیلا کر دیکھنا شروع کیا۔ جب تہائی یا چوتھائی حصے تک پہنچے تو آپ نے میری طرف دیکھا۔ آپ کے دیکھنے سے میرے جسم پر کپکپی سی طاری ہوگئی۔ پھر آپؑ نے

ازراہ شفقت میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

اب تو ٹھیک ہو نا؟

میں نے کہا: جی ہاں قربان جاؤں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔

میں آپؑ کے قریب ہوا تو آپؑ نے فرمایا: اس صحیفہ کو پڑھو۔

جب میں نے اس پر نگاہ کی تو اس میں مجھے میرا اور میرے والد کا نام دکھائی دیا اور میری ہونے والی اولاد کا نام بھی اس میں لکھا ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میری نظر میں تمہاری خاص اہمیت نہ ہوتی تو میں تمہیں یہ صحیفہ کبھی نہ پڑھاتا۔

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ آپؑ نے مجھے میری جن اولاد کے نام پڑھائے تھے اس نام کے تمام بچے بیس برس کے بعد میرے ہاں پیدا ہوئے۔

(مناقب ابن شہر آشوب، جلد۴، ص ۱۹۳)

آپؑ کے لیے انگوروں اور کپڑوں کا نازل ہونا

لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں کوہ ابوقبیس پر بیٹھا دعا میں مصروف تھا کہ میری نگاہ ایک اور شخص پر پڑی جو کہ ہاتھ بلند کر کے کہہ رہا تھا:

خدایا! میں انگور کھانا چاہتا ہوں۔ مجھے انگور عطا فرما۔

پھر میں نے دیکھا کہ ایک بادل اس پر چھا گیا اور پھر بادل آہستہ آہستہ اس کے سر کے قریب آ گیا۔ اس شخص نے ہاتھ بلند کیا اور بادلوں سے انگوروں کی ٹوکری نکالی اور اسے اپنے سامنے رکھ دیا۔

پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر دوبارہ دعا مانگی اور کہا:

پروردگار! میرا لباس پرانا ہو چکا ہے۔ مجھے لباس عطا فرما۔

اس کے بعد دوبارہ اس کے سر پر بادل چھا گیا اور اس نے بادل میں سے کوئی لپٹی ہوئی چیز نکالی۔ بعدازاں اس نے انگور کھانے شروع کیے۔ میں اس کے قریب گیا اور میں نے ٹوکری کی طرف ہاتھ بڑھا کر کچھ انگور اٹھائے۔

جوان نے میری طرف دیکھا اور کہا: کیا کر رہے ہو؟

میں نے کہا کہ ان انگوروں میں میں بھی آپ کا حصہ دار ہوں۔

اس نے کہا: بھلا وہ کیوں؟

میں نے کہا کہ جب آپ دعا مانگ رہے تھے تو میں اس وقت آمین کہہ رہا تھا اور آمین کہنے والا دعا مانگنے والے کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔

جوان نے مجھ سے کہا کہ آرام سے بیٹھ کر انگور کھاؤ اور جب ہم نے انگور کھا لیے تو ٹوکری خود بخود اوپر اٹھ کر چلی گئی۔ بعدازاں جوان نے مجھ سے کہا:

یہ دو کپڑے ہیں ان میں سے ایک تم لے لو۔

میں نے کہا: مجھے کپڑوں کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر نوجوان نے علیحدہ جا کر کپڑے زیب تن کیے اور بعدازاں ہم پہاڑ سے اتر کر مکہ کی طرف آئے اور جب ہم صفا کے قریب پہنچے تو ایک شخص نے انہیں سلام کیا۔ میں نے سلام کرنے والے سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

اس شخص نے بتایا کہ یہ فرزند رسول ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۳۷۵، حدیث ۱)

اپنی انگشتری سے تبرکاتِ رسول برآمد کرنا

داؤد بن کثیر الرقی کا بیان ہے کہ میں ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا اور ان دنوں عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن حسن نے امامت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ خراسان سے ۷۲ آدمیوں کا ایک وفد آیا جن کے پاس کافی ساری دولت موجود تھی۔

خراسان سے آنے والے افراد نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہمیں یہ کیسے معلوم ہوگا کہ امامت کا حق دار کون ہے؟

ابھی وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ عبداللہ بن علی کا ایک غلام ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ تمہیں تمہارے امام بلا رہے ہیں۔

وہ عبداللہ بن علی کے پاس گئے۔ انہوں نے اس سے کہا کہ امامت کی دلیل کیا ہے؟

اس نے کہا: امامت کی دلیل رسول اکرمؐ کی دستار، زرہ، انگوٹھی اور عصا ہے۔ پھر اس نے غلام کو صدا دے کر کہا کہ جاؤ صندوق لے آؤ۔ چنانچہ دو غلام ایک صندوق کو اٹھا کر لے آئے۔ عبداللہ نے وہ صندوق لوگوں کے سامنے رکھی اور اسے کھولا اور اس میں سے زرہ نکال کر پہنی اور عمامہ سر پر رکھا اور عصا کا سہارا لے کر خطبہ دیا۔

اہلِ خراسان نے کہا کہ ان شاء اللہ ہم آپ سے کل ملاقات کریں گے۔

داؤد رقی کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

تم عبداللہ کے مکان کے قریب ایک دکان پر چلے جاؤ۔ تم دیکھو گے کہ خراسان کے ۲۷ افراد عبداللہ کے گھر سے برآمد ہوں گے اور ان کے نام یہ یہ ہیں۔ ان میں سے ہر شخص کو اس کے اور اس کے والد کے نام سے آواز دو اور انہیں میرے پاس لے آؤ۔

داؤد کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے فرمان پر عمل کیا اور میں نے ہر شخص کو اس کے اپنے اور اس کے والد کے نام سے پکارا تو وہ حیران رہ گئے اور میں انہیں اپنے ساتھ لے کر امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس لے گیا۔

جب وہ آپؑ کے پاس پہنچے تو آپؑ نے ان سے فرمایا:

خراسان والو! تم کہاں بھٹک رہے ہو؟ محمد کے اوصیاء اس سے کہیں بلند و برتر ہیں کہ ان سے ان کی نشانیاں پوچھی جائیں۔

پھر آپؑ نے اپنے فرزند حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا:

بیٹا! میری بڑی انگوٹھی لے آؤ۔

جعفر صادق علیہ السلام آپ کے پاس ایک انگوٹھی لائے جس میں عقیق کا نگینہ جڑا ہوا تھا۔ آپ نے اس انگوٹھی کو اپنے سامنے رکھا اور لبوں کو جنبش دی۔ پھر آپؑ نے اس انگوٹھی کو اٹھا کر بلند کیا تو اس میں سے رسول اکرمؐ کی زرہ' عمامہ اور عصا برآمد ہوئے۔ آپؑ نے زرہ پہنی' عمامہ سر پر رکھا اور عصا ہاتھ میں لیا۔

بعد میں آپؑ نے کچھ کلمات پڑھے اور تینوں چیزیں اس انگوٹھی میں چلی گئیں اور نگاہوں سے اوجھل ہوگئیں۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے فرمایا:

اگر ہمارے ابن عم کے پاس رسولؐ خدا کے تبرکات صندوق میں ہوں اور ہمارے پاس بھی یہ تبرکات کسی صندوق میں محفوظ ہوں تو پھر ہمیں اس پر برتری ہی کیا حاصل ہوگی؟

اہل خراسان! کان کھول کر سنو' ہر امام کے دستِ تصرف میں قارون کے خزانے ہوتے ہیں۔ ہمیں تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے البتہ اگر ہم تم سے مال لیتے ہیں تو صرف اپنی محبت کے اظہار کے لیے ایسا کرتے ہیں اور تمہارے مال کو پاک کرنے کے لیے تم سے مال لیتے ہیں۔

اہل خراسان نے جب آپؑ کا یہ معجزہ دیکھا تو ان سب نے آپؑ کی امامت کا اقرار کیا اور جو دولت گھر سے ساتھ لائے تھے انہوں نے وہ دولت بھی آپؑ کے قدموں میں نچھاور کی۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۳۷۹' حدیث ۲)

خبرِ غیب

ابو بصیر کا بیان ہے کہ علی بن ذراع کی وفات کے بعد میں مدینہ منورہ گیا اور امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

علی بن ذراع کی وفات ہوگئی ہے۔

میں نے کہا: جی ہاں' اللہ اس پر رحم کرے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اس نے تم سے فلاں فلاں باتیں کی تھیں۔ الغرض آپؑ نے اس کی اور میری تمام گفتگو بیان کی۔

امام علیہ السلام کا فرمان سن کر میں حیرت زدہ ہو کر رہ گیا کیونکہ جب اس سے میری گفتگو ہوئی تھی تو وہاں کوئی تیسرا آدمی موجود نہیں تھا اور میں نے بھی کسی سے یہ باتیں نہ کی تھیں۔ آخر امام کو اس کا علم کیسے ہو گیا؟

اس وقت آپؑ نے میری ران پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اب تم اسلام لائے ہو۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۳۸۳)

بنی اسد کے ایک شخص کا بیان ہے کہ عبداللہ بن معاویہ نے کہا کہ مدینہ میں آل مروان کا ایک فرد حاکم تھا۔ اسُ نے ایک دن مجھے اپنے ہاں بلوایا۔ جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے یقین تھا کہ تم یہاں آؤ گے۔ اور میں دو افراد تک اپنا ایک پیغام بھیجنا چاہتا ہوں اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ تم میرا پیغام ان تک ضرور پہنچاؤ گے۔ جب تم اپنے چچا محمد بن علی اور زید بن علی سے ملو تو ان سے کہو کہ حاکمِ مدینہ تم سے یہ کہہ رہا ہے کہ تم اپنی ان حرکات سے باز آ جاؤ جن کی مجھے اطلاعات پہنچ رہی ہیں۔

میں اس کے پاس سے اٹھ کر امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس گیا۔ آپ گھر سے نکل کر مسجد نبویؐ کی طرف جا رہے تھے۔ جب میں آپؑ کے قریب ہوا تو آپؑ تھوڑا سا مسکرائے اور مجھ سے فرمایا:

اس سرکش نے تمہیں بلایا تھا اور اس نے تنہائی میں آپ سے ہم دونوں کے متعلق کہا تھا کہ ان سے کہہ دو کہ اپنی سرگرمیوں سے باز آ جائیں۔

الغرض امام علیہ السلام نے اس کی گفتگو لفظ بہ لفظ نقل کی اور مجھے یوں لگتا تھا کہ جیسے یہ ساری گفتگو آپ کے سامنے کی گئی ہو۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۳۸۶)

زید بن حسن کا حضرت سے نامناسب سلوک اور آپ کی شہادت

ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا:
زید بن حسن نے میرے والد بزرگوار کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے متعلق جھگڑا کیا اور اس نے کہا کہ میں امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں اور اس میراث کا آپ سے زیادہ حق دار ہوں لہٰذا اس ترکہ میں میں بھی حصہ دار ہوں۔

میرے والد نے انکار کیا اور وہ اس معاملہ کو قاضی کی عدالت میں لے گئے۔ ایک دن اس تنازعہ کے سلسلہ میں زید بن امام زین العابدین بھی قاضی کی عدالت میں موجود تھے۔ اس دوران زید بن حسن نے زید بن امام زین العابدین سے کہا:
سندھی عورت کے بیٹے! تم خاموش رہو اور کوئی گفتگو نہ کرو۔
زید بن امام زین العابدین نے کہا کہ اس تنازعہ پر افسوس جس میں ماؤں کا ذکر کیا جائے۔ اب میں جب تک زندہ رہوں گا تم سے کوئی کلام نہ کروں گا۔
اس کے بعد زید بن امام زین العابدین میرے والد ماجد کے پاس آئے اور انہوں نے کہا:

بھائی جان! میں نے آپ پر اعتماد کرتے ہوئے قسم کھائی ہے کہ میں آیندہ زید بن حسن سے کوئی بات نہ کروں گا اور نہ ہی جھگڑے میں اس کا فریق بنوں گا۔ امید ہے کہ آپؑ اس پر اعتراض نہ کریں گے اور مجھے ناامید نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے سارا واقعہ سنایا تو امام علیہ السلام نے انہیں بری قرار دیا۔
جب زید بن حسن کو اس کی اطلاع ملی تو وہ ناراض ہوا اور کہنے لگا اب میں کھل کر محمد بن علی سے دشمنی کروں گا اور انہیں بے قدر کروں گا اور انہیں اذیت پہنچاؤں گا۔ پھر وہ دوڑتا ہوا میرے والد ماجد علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے کہا:

آپؑ میرے ساتھ قاضی کے پاس چلیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: چلو، ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔ راستے میں آپ نے بطور نصیحت اسے فرمایا:

دیکھو! تم نے جو چھری چھپا رکھی ہے اگر وہ تم سے کہہ دے کہ میں تم سے زیادہ حق دار ہوں تو کیا تم مان لو گے اور دشمنی سے باز آ جاؤ گے؟

زید نے کہا: میرے پاس کوئی چھری نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے چھری کو بولنے کا حکم دیا تو اللہ کے حکم سے چھری بول اٹھی اور اس سے یہ آواز آئی:

''زید تم ظالم ہو اور محمد بن علی حق پر ہیں اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں ہلاک کر دوں گی''۔

جب زید بن حسن نے یہ گواہی سنی تو وہ غش کھا کر گر پڑا۔ میرے والد نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھڑا کیا۔ پھر کچھ دیر بعد میرے والد نے زید سے کہا:

اگر یہ پتھر اور چٹان جس پر ہم کھڑے ہیں یہ بھی میرے حق میں گواہی دے دیں تو کیا تم مان لو گے؟

زید نے کہا: جی ہاں میں مان لوں گا۔

چنانچہ جس پتھر پر زید کھڑا تھا وہ پتھر حرکت میں آیا اور قریب تھا کہ پھٹ جائے لیکن جس چٹان پر میرے والد ماجد کھڑے تھے وہ حرکت میں نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر کو قوت گویائی عطا کی اور پتھر سے یہ آواز آئی:

زید! تم ظلم کر رہے ہو جب کہ محمد بن علی حق پر ہیں۔ ان کی دشمنی سے باز آ جاؤ ورنہ میں تمہیں ہلاک کر دوں گا۔

یہ سن کر زید غش کھا کر گرا۔ امام علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا اور فرمایا:

زید! اگر یہ درخت زمین کو چیر کر میرے پاس چلا آئے تو کیا تم میری صداقت پر ایمان لاؤ گے؟

زید نے کہا: جی ہاں، میں تسلیم کروں گا۔

آپؑ نے درخت کو آواز دی تو وہ زمین کو چیرتا ہوا آپؑ کی طرف آیا اور اس نے آپؑ پر سایہ کیا اور پکار کر کہا:

زید! تم ظلم کر رہے ہو، جب کہ محمد بن علی وراثت رسولؐ کے تم سے زیادہ حق دار ہیں۔ تم اپنے دعویٰ سے باز آ جاؤ ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گا۔

زید بن حسن یہ سن کر پھر بے ہوش ہو گیا اور میرے والد ماجد نے پھر اس کا ہاتھ پکڑا۔ وہ درخت پھر اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ زید نے میرے والد ماجد سے قسم کھا کر کہا کہ اب آئندہ وہ آپ سے کسی طرح کا جھگڑا نہیں کرے گا۔

میرے والد ماجد اپنے گھر آ گئے جب کہ زید اسی دن عبدالملک بن مروان کے پاس چلا گیا اور اس نے کہا کہ میں نے ایک جادوگر اور دروغ گو کو دیکھا ہے جس کا آزاد چھوڑنا آپ کے لیے مناسب نہیں ہے۔ پھر جو کچھ اس نے دیکھا اس نے وہ عبدالملک کو سنایا۔

عبدالملک نے حاکم مدینہ کو خط لکھا کہ محمد بن علی کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ پھر اس نے زید بن حسن سے کہا: اگر میں تجھے ان کے قتل پر مامور کروں تو کیا تم انہیں قتل کرو گے؟

زید نے کہا: جی ہاں، میں ایسا ضرور کروں گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب وہ خط والیِ مدینہ کو ملا تو اس نے عبدالملک کو لکھا کہ میری یہ تحریر آپ کی مخالفت اور نافرمانی پر مبنی نہیں ہے بلکہ نصیحت و خیر خواہی پر مبنی ہے۔ جس شخص کی گرفتاری کا آپؑ نے مجھے حکم دیا ہے وہ تو ایسا شخص ہے جس کا زہد و تقویٰ بے مثال ہے اور جب وہ محراب عبادت میں قرآن کی تلاوت کرتے

ہیں تو ان کی تلاوت سننے کے لیے پرندے اور وحشی جانور تک جمع ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا خلیفہ کے لیے یہ بات نازیبا ہوگی کہ ان سے خواہ مخواہ کا تعرض کیا جائے اور خدا نے کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلی جب تک وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلے۔

جب عبدالملک کو یہ جواب ملا تو وہ خط کے مضمون سے خوش ہوا کہ اس میں خیرخواہی کا پہلو ہے۔ چنانچہ عبدالملک نے زید بن حسن کو بلایا اور اسے حاکمِ مدینہ کا خط دکھایا تو اس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے محمد بن علی نے حاکمِ مدینہ کو اپنے شیشہ میں اتار لیا ہے۔

عبدالملک نے کہا: تمہاری پہلی تجویز تو ناکام ہوگئی ہے۔ اب کوئی اور تجویز ہو تو بیان کرو۔

زید نے کہا کہ جی ہاں میرے پاس ایک تجویز موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے پاس رسولؐ خدا کے ہتھیاروں میں سے تلوار اور زرہ موجود ہے اور اس کے علاوہ ان کے پاس انگشتری اور عصا بھی موجود ہے لہٰذا تم والیِ مدینہ کو خط لکھ کر یہ چیزیں ان سے طلب کرو اور اگر وہ مطلوبہ چیزیں آپ کے سپرد نہ کریں تو آپ کے پاس ان کو گرفتار کرنے کا جواز ہوگا۔

چنانچہ اس کے بعد عبدالملک نے حاکمِ مدینہ کو خط لکھا کہ تم ایک لاکھ درہم امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرو اور ان سے رسولؐ خدا کے تبرکات کا مطالبہ کرو۔

والیِ مدینہ خط لے کر میرے والد ماجد کے پاس آیا اور اس نے عبدالملک کا خط آپ کو سنایا۔

اس کے جواب میں میرے والد ماجد نے فرمایا: اس کے لیے مجھے چند روز کی مہلت دو۔ پھر میرے والد نے ان تبرکات جیسے دوسرے تبرکات تیار کرا کے حاکم کے پاس بھیج دیئے اور حاکمِ مدینہ نے وہ تبرکات عبدالملک کے پاس روانہ کیے۔ عبدالملک نے جب تبرکات کو دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے زید کو بلایا اور وہ تبرکات اسے

دکھائے۔

زید نے تبرکات دیکھ کر کہا: خدا کی قسم! محمد بن علی نے رسولؐ خدا کے سامان میں سے تمہیں کچھ بھی نہیں بھیجا۔

عبدالملک نے میرے والد کو خط لکھا کہ آپؑ نے مجھ سے تبرکات کا ہدیہ تو لے لیا لیکن آپؑ نے اصل چیزیں ہمیں روانہ نہیں کیں۔

میرے والد ماجد نے اسے لکھا جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ تجھے بھجوا دیا' اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم اعتماد کرو یا نہ کرو۔

عبدالملک نے امام کی تصدیق کی اور اہل شام سے کہا: یہ رسولؐ خدا کے تبرکات ہیں۔ پھر اس نے زید کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور کہا کہ اگر مجھے قتل میں ملوث ہونے سے نفرت نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کرا دیتا۔

پھر اس نے میرے والد ماجد کو خط لکھا کہ میں آپؑ کے چچازاد بھائی کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ آپ اس کی تادیب کریں۔ چنانچہ جب زید میرے والد علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اس سے درگزر کیا اور اسے پوشاک پہنائی۔

اس احسان کا بدلہ زید نے یوں چکایا کہ اس نے ایک زین خریدی اور اس میں زہر بھر دی اور وہ زہرآلود زین لے کر میرے والد ماجد کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ آپ اس زین کو اپنے استعمال میں لائیں۔

میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

تم پر افسوس کہ تم نے امر عظیم کا ارادہ کیا ہے اور تم اپنے ہاتھوں سے کتنا برا فعل سرانجام دے رہے ہو۔ مجھے اس زین کی لکڑی کا بھی علم ہے کہ اسے کس درخت سے بنایا گیا ہے لیکن تقدیر الٰہی یہی ہے' اس کے لیے ہلاکت ہے جس کے ہاتھوں سے یہ عمل سرزد ہو رہا ہے۔

چنانچہ اس زین کو گھوڑے پر رکھا گیا اور آپ اس زین پر بیٹھے اور جب آپ

زین سے اترے تو زہر جسم میں سرایت کر چکی تھی اور جسم پر ورم آ گیا تھا۔

آپؑ نے کفن کی تیاری کا حکم دیا۔ اس میں ایک سفید چادر تھی جس کو آپؑ نے احرام میں استعمال کیا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: اسی چادر کو میرے کفن کے کپڑوں میں شامل کر دو۔ اس کے بعد آپؑ تین دن تک زندہ رہے۔ اس کے بعد آپؑ نے رحلت فرمائی اور وہ زین آل محمدؐ کے پاس محفوظ ہے۔

آپؑ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد زید بن حسن بیمار ہوا جس سے اس کی عقل جاتی رہی اور وہ ہذیان کہنے لگا اور بیماری کی وجہ سے اس کی نمازیں قضا ہو گئیں اور مر گیا۔

(الثاقب فی المناقب' ص ۳۸۸۔ الخرائج جلد۲' ص ۶۰۰)

پرندے کو پناہ دینا' چشمہ کا برآمد کرنا اور خشک درخت خرما کا بار آور ہونا

جابر جعفی کا بیان ہے کہ میں ایک سفر حج میں امام محمد باقر علیہ السلام کا ہم سفر تھا۔ راستے میں ایک جگہ سے ہم گزر رہے تھے کہ چکور آپ کے محمل کے کنارے پر آ کر بیٹھا اور اس نے چہچہانا شروع کیا۔ میں نے اس کے پکڑنے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے فرمایا:

جابر! اسے کچھ نہ کہو۔ اس نے ہم سے پناہ کی درخواست کی ہے اور اس نے کہا ہے کہ عرصہ تین سال سے ایک سانپ آتا ہے جو اس کے بچوں کو کھا جاتا ہے۔ اس نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں اللہ سے دعا کروں تا کہ وہ سانپ مر جائے۔ چنانچہ میں نے دعا کی ہے اور خدا نے سانپ کو مار دیا ہے۔

پھر ہم ساری رات محو سفر رہے۔ صبح صادق کا وقت ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

جابر! اب سواری سے نیچے اترو۔ میں سواری سے نیچے اترا اور میں نے آپ کے اونٹ کی مہار پکڑ کر اسے بٹھایا۔ آپ سواری سے اتر کر راستہ سے دائیں طرف کچھ فاصلے پر گئے اور آپ نے ریت کو ہٹایا اور کہا:

خدایا! ہمیں وضو اور طہارت اور پینے کے لیے پانی عطا فرما۔ آپؑ نے تھوڑی سی

ریت ہٹائی تو ایک سفید رنگ کا گول پتھر نمودار ہوا۔ آپ نے پتھر کو ہٹایا تو اس کے نیچے سے چشمہ برآمد ہوا جس سے ہم نے وضو کیا اور سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو راستے میں خرما کا ایک خشک درخت دکھائی دیا۔ آپ اس درخت کے نیچے تشریف لے گئے اور آپ نے درختِ خرما کو مخاطب ہو کر فرمایا:

درختِ خرما! خدا نے جو کچھ تجھ میں پیدا کیا ہے اس میں سے ہمیں بھی کچھ کھلا۔

جیسے ہی آپؑ کے الفاظ تمام ہوئے' درخت پر پھل لگ گئے اور وہ درخت اتنا جھکا کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے اس سے کھجوریں اتاریں اور خوب کھائیں۔

ہمارے قافلہ میں ایک بدو بھی شامل تھا۔ جب اس نے آپؑ کا یہ معجزہ دیکھا تو اس نے کہا: میں نے اس جیسا جادوگر اور کہیں نہیں دیکھا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اعرابی! اہل بیتؑ کو جھٹلانے کی کوشش نہ کر۔ ہم لوگ ساحر اور کاہن نہیں ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنے اسمائے حسنیٰ کی تعلیم دی ہے۔ جب ہم خدا کو ان ناموں کا واسطہ دیتے ہیں تو اللہ ہماری دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔

(الخرائج' جلد۲' ص۶۰۴۔ الثاقب فی المناقب' ص۳۹۰)

دل میں چھپی بات کو تاڑ لینا

حلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

کچھ لوگ میرے والد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے کہا: مقامِ امام کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مقامِ امام بہت عظیم ہے۔ جب تم اس کے پاس جاؤ تو اس کی تعظیم و توقیر کرو اور وہ جو کچھ بیان کرے اس پر ایمان لاؤ۔ اور امام پر فرض ہے کہ وہ تمہاری رہنمائی کرے۔ ہاں امام کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ خدا نے امام کو اتنی ہیبت عطا

کی ہوتی ہے کہ کوئی شخص اس کی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈال سکتا۔ یہ خاصیت رسولؐ خدا میں بھی موجود تھی۔

ان لوگوں نے کہا: اچھا یہ بتائیں کیا امام اپنے شیعوں کو پہچانتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ امام جب بھی اپنے شیعوں کو دیکھتا ہے تو انہیں پہچان لیتا ہے۔

ان لوگوں نے کہا: آپؑ ہمیں اس کی علامت سے آگاہ فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں تم میں سے ہر شخص کو اس کا اور اس کے والد اور اس کے قبیلہ کے نام سے آگاہ کرسکتا ہوں۔ پھر آپؑ نے فرداً فرداً ہر شخص کا نام اور اس کی ولدیت اور قبیلہ کا نام بیان کیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ تم لوگ یہ ارادہ کر کے آئے ہو کہ ہم سے سورہ ابراہیم کی اس آیت کشجرۃٍ طیبۃٍ اصلُھَا ثَابتٌ وفرعُھَا فِی السَّمَآءِ کی تفسیر کا سوال کرو گے۔

انہوں نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا۔ ہم آپؑ سے اس آیت مجیدہ کی تفسیر پوچھنے کے خواہش مند ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: سن لو وہ درخت ہم ہیں جس کی جڑ گہری اور استوار ہے اور جس کی شاخ آسمان تک بلند ہے اور ہم جتنا چاہتے ہیں اپنے شیعوں کو اپنے علم کا ثمر دیتے رہتے ہیں۔

یہ کہہ کر آپؑ نے فرمایا: کیا تم اس پر مطمئن ہوئے ہو؟

انہوں نے کہا کہ ہم اس سے کم پر بھی مطمئن ہیں؟ (الخرائج، جلد۲، ص ۵۹۶)

عجیب معجزہ

ابوبصیر کا بیان ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا۔

لوگ مسجد میں آجا رہے تھے۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

ان آنے جانے والوں سے پوچھو کہ کیا وہ مجھے دیکھ رہے ہیں؟

میں نے جس بھی شخص سے پوچھا کہ کیا تو نے محمد باقر علیہ السلام کو یہاں دیکھا ہے تو ہر شخص نفی میں جواب دیتا تھا حالانکہ آپؑ اس وقت سب کے سامنے کھڑے تھے۔ اتنے میں آپؑ کے نابینا صحابی ابوہارون مسجد میں آئے تو آپؑ نے فرمایا کہ تم اس سے یہی سوال کرو۔

میں نے ابوہارون سے پوچھا کہ کیا تم نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا؟

ابوہارون نے کہا: وہ سامنے تو کھڑے ہوئے ہیں۔

میں نے کہا: تم کو اس کا علم کیسے ہوگیا؟ تو انہوں نے کہا: وہ تو روشن نور ہیں بھلا میں ان سے کیسے جاہل رہ سکتا ہوں۔ (الخرائج، جلد۲، ص ۵۹۵)

خولہ حنفیہ کا واقعہ

دعبل خزاعی کا بیان ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے والد کی سند سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ شیعوں کی ایک جماعت جن میں جابر جعفی بھی شامل تھے، میرے والد ماجد کے پاس آئے اور انہوں نے ان سے پوچھا: کیا آپ کے والد حضرت علی علیہ السلام شیخین کی امامت پر راضی تھے؟

میرے والد نے کہا: نہیں، آپؑ ان کی خلافت پر راضی نہ تھے۔

انہوں نے کہا: اگر حضرت علیؑ شیخین کی خلافت پر راضی نہ تھے تو پھر انہوں نے ان کی ہی گرفتار کردہ عورت خولہ حنفیہ سے نکاح کیوں تھا؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جابر بن یزید جعفی تم صحابی رسولؐ جابر بن عبداللہ انصاری کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ محمد بن علی آپ کو یاد کرتے ہیں۔

جابر جعفی کا بیان ہے کہ میں جابر بن عبداللہ انصاری کے دروازہ پر گیا اور میں نے دستک دی تو اندر سے جابر بن عبداللہ انصاری نے پکار کر کہا:

جابر بن یزید! ذرا صبر کرو۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ آئمہ اہل بیتؑ کی تو بات ہی جداگانہ ہے لیکن جابر بن عبداللہ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میں جابر بن یزید جعفی ہوں اور جب یہ باہر آئیں گے تو میں ان سے یہ بات ضرور دریافت کروں گا۔

کچھ دیر بعد حضرت جابر بن عبداللہ گھر سے باہر آئے تو میں نے کہا کہ آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ دستک دینے والا جابر بن یزید ہے جب کہ آپ اندر تھے اور میں باہر تھا؟

حضرت جابر نے کہا: مجھے میرے آقا و مولا امام محمد باقر علیہ السلام نے بتایا تھا کہ جابر جعفی چند افراد کو لے کر میرے پاس آئے گا اور وہ مجھ سے خولہ کے نکاح کے متعلق پوچھیں گے اور میں انہیں تیرے دروازے پر بھیجوں گا اور وہ آ کر تم سے کہیں گے کہ آپ کو امام محمد باقر علیہ السلام اپنے پاس بلا رہے ہیں۔ لہٰذا جب تم نے میرے دروازے پر دستک دی تو مجھے یقین ہو گیا کہ دستک دینے والے تم ہو۔

میں نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا۔

حضرت جابر نے فرمایا: آؤ مسجد میں چلتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت جابر نے مسجد میں قدم رکھا تو امام محمد باقر علیہ السلام نے وہاں پر موجود گروہ شیعہ سے کہا: اٹھ کر بزرگ کا احترام کرو اور اس سے پوچھو وہ تم سے اپنے کانوں سنی اور آنکھوں دیکھی گفتگو کریں گے۔

لوگوں نے کہا: جابر! کیا تیرا امام علی بن ابی طالبؑ سابقہ خلفاء کی خلافت پر راضی تھا؟

حضرت جابر نے کہا: نہیں۔

لوگوں نے کہا: اگر آپؓ راضی نہ تھے تو ان کی گرفتار کردہ خاتون خولہ سے انہوں نے نکاح کیوں کیا تھا؟

جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا: میں تو سمجھتا تھا کہ مجھ پر موت آ جائے گی لیکن مجھ سے اس کے متعلق نہ پوچھا جائے گا اور اب اگر تم نے پوچھ ہی لیا ہے تو پھر خوب غور سے سنو اور اس بات کو اپنے ذہن میں جگہ دو۔

جب بنی حنفیہ کے قیدی خلیفہ کے سامنے پیش کیے گئے تو ان قیدیوں میں خولہ بھی شامل تھیں۔ جب اس کی نگاہ لوگوں کے مجمع پر پڑی تو اس نے رسولؐ خدا کی قبر مطہر کی طرف رخ کیا اور چیخ بلند کی اور زور زور سے رونے لگی۔ پھر اس نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا:

یارسولؐ اللہ! آپؐ پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ آپؐ پر اور آپؐ کے بعد آپؐ کے اہل بیتؑ پر درود بھیجے۔ آپؐ کی امت نے ہمیں نوبیہ اور دیلم کے لوگوں کی طرح سے قید کیا ہے جب کہ ہمارا جرم صرف یہی تھا کہ ہم آپؐ کے خاندان سے محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ہماری نیکی کو برائی سمجھا اور ان کی برائیاں نیکیوں میں بدل گئیں اور ان لوگوں نے ہمیں گرفتار کر لیا۔

پھر بی بی خولہ نے لوگوں کی طرف رخ کیا اور انہیں خطاب کر کے کہا:

لوگو! مجھے جواب دو تم نے ہمیں کس جرم میں قید کیا ہے جب کہ ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں؟

لوگوں نے کہا: تم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔

بی بی خولہ نے کہا: اگر بالفرض تمہاری بات درست مان بھی لی جائے تو یہ جرم مردوں نے کیا تھا عورتوں کا کیا قصور تھا کہ تم نے انہیں قید کیا اور انہیں ان کے گھروں سے باہر نکالا؟

جب بی بی نے یہ جواب دیا تو سب افراد لاجواب ہو گئے۔ خالد بن عفان اور

طلحہ نے اس سے شادی کرنے کے لیے اس پر اپنے کپڑے پھینکے۔

بی بی خولہ نے کہا: شرم کرو۔ میں بے لباس نہیں ہوں کہ تم مجھے کپڑے پہنانا چاہتے ہو؟

کسی نے بی بی سے کہا: یہ دونوں تجھ سے شادی کے خواہش مند ہیں اور اب ان میں سے جو بھی تمہاری زیادہ بولی لگائے گا تمہیں اس سے بیاہ دیا جائے گا۔

خولہ حنفیہ نے کہا: ایسا ناممکن ہے۔ میرا شوہر صرف وہ ہو سکتا ہے جو مجھے یہ بتائے کہ جب میں ماں کے شکم سے برآمد ہوئی تو میں نے اس وقت کیا کہا تھا؟

جب لوگوں نے بی بی کی یہ گفتگو سنی تو ان پر خاموشی طاری ہوگئی اور خالد بن عفان اور طلحہ نے بھی اپنے کپڑے اٹھا لیے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: لوگو! یہ لڑکی اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہے اور وہ اس قسم کے ماحول سے مانوس نہیں ہے اسی لیے یہاں آ کر گھبرا گئی ہے اور گھبراہٹ کی وجہ سے وہ ایسی باتیں کر رہی ہے۔

خولہ حنفیہ نے کہا: میں ہرگز گھبراہٹ کا شکار نہیں ہوں اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہ حق وصداقت پر مبنی ہے۔

کسی نے حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع دی تو آپؑ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا:

یہ بالکل درست کہہ رہی ہے۔ جب یہ شکم مادر میں تھی تو قحط سالی چھائی ہوئی تھی۔ اس کی ماں نے کہا تھا کہ نجانے کیسا منحوس بچہ میرے شکم میں پرورش پا رہا ہے جب سے یہ میرے شکم میں آیا ہے تب سے خشک سالی چھائی ہوئی ہے۔

اور جب یہ شکم مادر سے پیدا ہوئی تھی تو اس نے ماں سے کہا تھا کہ میں منحوس نہیں ہوں، میں بابرکت لڑکی ہوں۔ اب تمہارے علاقہ میں فراوانی کا دور دورہ ہوگا اور تمہیں ہر وقت ہریالی دکھائی دے گی۔

اس کی ماں نے اپنی اور اس کی گفتگو کو ایک چاندی کی تختی پر کندہ کرایا تھا اور وہ تختی اس وقت بھی اس کے پاس موجود ہے۔

جب خولہ حنفیہ نے یہ بات سنی تو اس نے لوح حاضرین کی طرف پھینکی جس پر دونوں واقعات تحریر تھے۔

حضرت ابوبکر نے حضرت علیؑ سے کہا:

ابوالحسن! اسے آپ اپنی کنیزی میں لے لیں۔ خدا آپ کو برکت دے۔

حضرت سلمان نے اٹھ کر کہا: علیؑ پر تمہارا احسان نہیں ہے بلکہ اس کا ہم سب پر احسان ہے کہ اس نے ہم سب کو شرمندگی سے محفوظ رکھا اور اس طرح کی گفتگو مقداد' ابوذر اور عمار نے بھی کی۔

حضرت علیؑ نے خولہ حنفیہ کو اسماء بنت عمیس کے پاس بھیجا اور فرمایا: تم اس کی خاطر تواضع کرو۔

چنانچہ خولہ حنفیہ اسماء بنت عمیس کے پاس ٹھہری رہی یہاں تک کہ اس کا بھائی آیا اور اس نے اپنی بہن کا عقد حضرت امیرالمومنینؑ سے کیا۔

اچھی طرح سے سن لو کہ حضرت علیؑ نے اس سے نکاح کیا تھا' اسے کنیز نہیں بنایا تھا۔

جب گروہ شیعہ نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی زبانی اس داستان کو سنا تو انہوں نے کہا:

جابر بن عبداللہ انصاری! خدا تمہیں دوزخ کی حرارت سے بچائے جیسا کہ تم نے ہمیں شک کی حرارت سے بچایا۔ (الخرائج' جلد۲' ص ۵۸۹۔ اثبات الہداۃ' جلد۳' ص ۵۳)

ایک کھجور کا چل پڑنا

عباد بن کثیر کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ مومن کا اللہ

پر کیا حق ہے؟

آپؑ نے یہ سوال سن کر اپنا منہ موڑ لیا۔ میں نے تین بار آپؑ سے یہی سوال دہرایا تو تیسری بار آپؑ نے فرمایا:

اللہ پر مومن کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اگر وہ اس کھجور کو کہہ دے کہ چلی آ تو وہ چل کر آ جائے۔

عباد کا بیان ہے خدا کی قسم جیسے ہی آپؑ کے الفاظ تمام ہوئے' کھجور چلنے لگ گئی۔ آپؑ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

ٹھہری رہ! میں نے تجھے چلنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

(الخرائج' جلد ۱' ص ۲۷۲۔ کشف الغمہ' جلد ۲' ص ۱۴۱)

حضرت خضرؑ سے گفتگو

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک صحت مند عمامہ پوش شخص قریب ہوا اور اس نے ''السلام علیک یا نبی رسول اللہ'' کہہ کر میرے والد کو سلام کیا۔ میرے والد ماجد نے بھی اسے سلام کیا۔

پھر اس نے کہا: میں آپؑ سے چند مسائل پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس وقت ایک یا دو آدمی ہی ایسے رہ گئے ہیں جو ان کے جواب سے واقف ہیں۔

جب میرے والد ماجد نے طواف مکمل کیا اور نماز طواف پڑھ چکے تو حجر اسماعیل میں آ کر بیٹھے اور مجھ سے فرمایا:

جعفر! یہاں بیٹھو۔ بعد ازاں میرے والد نے اس شخص سے کہا: تم پردیسی معلوم ہوتے ہو۔

اس نے کہا: جی ہاں۔

پھر اس نے کہا کہ آپ یہ بتائیں کہ طواف کی ابتدا کب اور کیوں ہوئی؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے بزمِ ملائکہ میں حضرت آدم کی تخلیق اوران کی خلافت کا اعلان کیا تو ملائکہ نے کہا تھا کہ کیا تو اسے اپنا خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد کرے گا اور خون ریزی کرے گا؟ ملائکہ کے اس اعتراض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ملائکہ پر غضب ناک ہوا۔ پھر ملائکہ نے خدا کے حضور توبہ کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ مقام ضراح یعنی بیت المعمور کا طواف کریں۔ ملائکہ نے سات سال تک طواف کیا اور طواف کے دوران وہ استغفار کرتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور ان پر راضی ہوا۔ چنانچہ طواف کی ابتدا اسی واقعہ سے ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مقام ضراح کے عین سامنے بیت اللہ الحرام بنوایا تاکہ جب بنی آدم سے کوئی لغزش ہو جائے تو وہ اس کا طواف کریں اور گناہوں سے پاک ہو سکیں۔

نو وارد نے جب یہ جواب سنا تو اس نے کہا: آپؑ نے سچ کہا۔

پھر اس نے کہا: آپ ن والقلم وَمَا یسطرون (القلم:۱) کے متعلق بیان فرمائیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''نون'' جنت کی ایک نہر ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا کہ جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونا ہے وہ اسے لکھ دے۔ چنانچہ قلم نے وہ سب کچھ لکھ دیا اور قلم کی تحریر خدا کے سامنے موجود ہے وہ اس میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے کم کر دیتا ہے اور جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جسے نہیں چاہتا وہ وقوع پذیر نہیں ہوتا۔

جب اس سائل نے یہ جواب سنا تو اس نے کہا: آپؑ نے سچ کہا۔

میرے والد ماجد اس کے ''آپ نے سچ کہا'' کے الفاظ سے تعجب کیا۔

پھر اس نے کہا: یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل ایمان کی علامات

نکال رہی تھی۔ میرے والد نے اپنے ساتھی سے فرمایا:

جانتے ہو یہ چھپکلی کیا کہہ رہی ہے؟

اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے۔

اس پر میرے والد نے فرمایا: یہ کہہ رہی ہے کہ اگر تم نے ثالث کو برا بھلا کہا تو میں علیؑ کو بھی برا بھلا کہوں گی۔

پھر میرے والد ماجد نے فرمایا:

بنی امیہ کا جو بھی شخص مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مرنے کے بعد چھپکلی کی شکل میں مسخ کر دیتا ہے اور جب عبدالملک بن مروان کی موت کا وقت ہوا تھا تو اللہ نے اسے مسخ کر کے چھپکلی کی شکل دے دی تھی۔

وہ اپنے تمام گھر والوں کے سامنے مسخ ہو کر چھپکلی بن گیا تھا۔ پھر وہ چھپکلی بن کر ادھر ادھر چلا گیا۔ اس کے رشتہ داروں نے شرمندگی سے بچنے کے لیے ایک شہتیر کے ٹکڑے کو اس کی قامت کے مطابق ڈھالا اور اس پر زرہ چڑھا دی اور لوگوں کو یہ باور کرایا کہ یہ عبدالملک کا جنازہ ہے۔ پھر انہوں نے عبدالملک کی جگہ ایک شہتیر کو دفن کیا۔ اس راز سے صرف اس کے اہل خانہ یا میں ہی واقف ہوں۔ (الکافی' جلد ۸' ص ۲۳۲)

دل کی کیفیت سے آگاہی

حمزہ بن طیار نے اپنے والد سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ ایک مرتبہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے دروازہ پر گیا اور ان سے ملاقات کی اجازت طلب کی تو انہوں نے مجھے ملاقات کی اجازت نہ دی جب کہ دوسروں کو ملاقات کی اجازت دی۔ آپ کے اس رویہ کی وجہ سے میں مایوس ہو کر اپنے گھر آیا اور چارپائی پر لیٹ کر دل میں سوچنے لگا کہ مرجئہ فرقہ کے نظریات یہ یہ ہیں جب کہ قدریہ' حروریہ اور زیدیہ کے نظریات اس اس طرح کے ہیں۔ ابھی میں مختلف نظریات کے متعلق سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ دروازہ پر کسی

نے دستک دی۔ میں نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے؟ تو آنے والے نے کہا:

میں امام محمد باقر علیہ السلام کا قاصد ہوں اور وہ آپؑ کو اپنے پاس بلا رہے ہیں۔

میں نے کپڑے تبدیل کیے اور حضرتؑ کے قاصد کے ساتھ امام علیہ السلام کے پاس گیا۔ مجھے دیکھ کر آپؑ نے فرمایا:

محمد! مرجئہ' قدریہ' حروریہ اور زیدیہ کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر تمہیں حق کی ضرورت ہے تو ہمارے پاس آؤ۔ میں نے چند مجبوریوں کی وجہ سے تمہیں ملاقات کا وقت نہیں دیا تھا۔

جب میں نے امام عالی مقام علیہ السلام کی زبان سے یہ جملے سنے تو مجھے اطمینانِ قلب حاصل ہوا اور دل کی کدورت کافور ہو گئی اور مجھے آپؑ کی امامت پر یقین ہو گیا۔

(رجال کشی' ص ۳۴۸)

محمد بن عبداللہ بن حسن کے انجام کی پیشین گوئی

محمد بن حنفیہ کے غلام اسلم سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

''محمد بن عبداللہ بن حسن خروج کرے گا اور اس کا خون رائیگاں ہو جائے گا''۔

پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

یہ بات کسی کو نہ بتانا اور اسے امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کرنا۔

اسلم کا بیان ہے کہ میں نے حضرتؑ کی گفتگو معروف بن خربوذ سے بیان کی اور میں نے اس سے کہا کہ یہ ایک راز ہے۔ خبردار اسے کسی دوسرے شخص تک نہ پہنچانا۔

معروف نے وہی بات امام محمد باقر علیہ السلام سے کہی اور اس نے پوچھا کہ کیا آپ نے اسلم سے یہ بات فرمائی تھی؟

امام علیہ السلام اسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم نے یہ بات آگے کیوں چلائی؟

اسلم نے کہا: مولا! میں نے معروف سے پورا عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ اس راز کی حفاظت کرے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمام لوگ ہمارے شیعہ ہوتے تو ان میں تین چوتھائی شکی مزاج ہوتے اور چوتھائی حصہ احمقوں پر مشتمل ہوتا۔ (رجال کشی، ص۲۰۴)

امام علی رضا علیہ السلام کے متعلق پیشین گوئی

حسین بن زید راوی ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

موسیٰ کو ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام امیرالمومنین کے نام پر علی ہوگا اور وہ ارض طوس جو کہ ارض خراسان ہے، میں دفن کیا جائے گا اور وہ زہر سے شہید کیا جائے گا اور وہ عالمِ غربت میں وہاں دفن ہوگا جو بھی اس کے حق کا عارف بن کر اس کی زیارت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس شخص کا سا اجر دے گا جس نے فتح مکہ سے قبل انفاق فی سبیل اللہ کیا ہو اور جہاد کیا ہو۔ (من لا یحضرہ الفقیہ، جلد۲، ص۵۸۳)

ہشام کے متعلق پیشین گوئی

جابر جعفی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے بنی امیہ کی حکومت کا ذکر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

ہشام بیس سال تک حکومت کرے گا اور اس دوران جو بھی اس کے خلاف خروج کرے گا وہ قتل کر دیا جائے گا۔

یہ سن کر ہمیں بڑا دکھ ہوا۔ آپؑ نے ہمارے چہروں پر ظاہر ہونے والے کرب کو دیکھ کر فرمایا:

جب اللہ کسی کی حکومت کو ختم کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ وہ فلک کی رفتار تیز کردے اور وہ جو چاہتا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

ہم نے زید کے سامنے امام علیہ السلام کا قول بیان کیا تو زید نے کہا:

میں ہشام کے پاس گیا تو اس کے سامنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق گستاخیاں کی جاتی رہیں لیکن اس نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار تک نہیں کیا تھا۔ خدا کی قسم! اگر اس وقت میرے ساتھ صرف میرا بیٹا بھی ہوتا تو بھی میں اس کے خلاف خروج کر دیتا۔ (الکافی' جلد ۸' ص ۳۹۴)

تم بعون اللہ وحسن توفیقہ

تم وللہ الحمد المجلد الثانی من کتاب تلخیص مدینۃ المعاجز ویلیہ المجلد الثالث باذنہ تعالیٰ ولہ اشکر اولا واخرا اسئل اللہ تعالیٰ ان یجعلہ سببا لمغفرتی ومغفرۃ والدی ویجعلہ زاد الیوم فقری وفاقتی فانہ ولی حمید

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

حررہ المذنب الجانی محمد حسن الجعفری

لثلاثصفت من شھر ربیع الاول سنہ ۱۴۲۵ من الھجرۃ

وعلی مھاجرھا الاف التحیۃ

○○○

ادارہ منہاج الصالحین کی کتب پر ایک نظر

سوگنامہ آل محمدؐ

سوگنامہ آل محمدؐ علامہ محمد محمدی اشتہاردی کی تالیف مستطاب ہے جس کا اردو ترجمہ علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم نے فرمایا ہے: تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل اس کتاب میں چہاردہ معصومینؑ کے فضائل ومصائب کو نہایت جامعیت سے بیان کیا گیا ہے۔ بالخصوص مصائب محمدؐ وآل محمدؐ پر دورِ حاضر کے خطباً اور ذاکرین کے لئے یہ ایک نہایت مفید اور مستند پیش کش ہے۔ دو سال کے قلیل عرصے میں اس کا تیسرا ایڈیشن شائع ہونے کو ہے۔ ہدیہ/225 روپے۔

سردارِ کربلا

یہ کتاب مستطاب محقق عالی قدر حجۃ الاسلام والمسلمین عباس اسماعیلی یزدی کا تاریخ کربلا کے موضوع پر بہترین سرمایہ تحقیق ہے۔ سحابِ رحمت کے نام سے جسے پروفیسر مظہر عباس صاحب نے خوبصورت سلیس اور رواں دواں اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ کتب مقاتل میں تحقیق عمیق اور اسلوب بیان کے حوالے سے یہ کتاب بلند ترین مقام کی حامل ہے، جس کی تالیف میں سینکڑوں قدیم کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ منفرد، تجزیاتی، تاریخی، حوالہ جاتی کتب تاریخ میں خصوصی امتیاز کی حامل ہے۔ مصائب کی دنیا میں اس کتاب کی آمد سے ہر ذی شعور اور باضمیر قاری کے ذہن میں جہان درد آباد ہونے کو ہے۔ ہدیہ: 300 روپے

فلسفہ غیبت مہدیؑ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ مذہب تشیع کے نہایت بلند پایہ علمائے اعلام میں سے ہیں جنہوں نے شیعیت کو حیات نو بخشی۔ شیخ موصوف امام زمانہؑ کی دعا سے پیدا ہوئے اور انہی کے حکم سے کمال الدین و تمام النعمہ نامی کتاب عربی میں تالیف کی۔ غیبت کے موضوع پر یہ معتبر ترین کتاب ہے۔ اس کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر دانشمند گرامی پروفیسر مظہر عباس صاحب نے نہایت تدقیق سے تصحیح و تنقیح کے بعد اس کا انتخاب و اختصار اردو زبان میں پیش کیا ہے۔ یہ انتخاب واختصار اپنی مثال آپ ہے، جو عربی کتاب کی دونوں جلدوں کے مطالعے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ منتظرین امام کے لئے یہ بیش بہا تحفہ، نہایت پرکشش اور جاذب نظر وقلب انداز میں منصۂ شہود پر آیا ہے۔ یقیناً یہ بھی امام زمانہؑ ہی کا اعجاز ہے کہ غیبت امام کے فلسفہ کو اس قدر سلیس، رواں دواں اور جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ہدیہ: 135 روپے

جنت

کتاب لاجواب ''جنت'' آیت اللہ دستغیب شہید کی طرف سے کی گئی ''سورہ واقعہ'' کی تفسیر ہے۔ تفسیر قرآن کی اگرچہ بے شمار کتابیں میسر ہیں لیکن آیت اللہ موصوف کی تفسیر کا ہر نسخہ معلومات کا سمندر اور تحقیقات کا خزانہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ ان شاء اللہ جنت کے مناظر کو اپنے سامنے مصور پائیں گے......انذار و تبشیر لازم و ملزوم ہیں، لہٰذا مومنوں کے مقام جنت کے ساتھ ساتھ اسی تفسیر میں آیات قرآنی کے مطابق آیت اللہ موصوف نے دوزخ کی ہولناکیوں کا بھی منظر کشی (فرمودات معصومینؑ کی روشنی میں) کی ہے۔

مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم کے قلم سے اس کا خوبصورت اردو ترجمہ انتہائی قابل رشک ہے۔ خوبصورت ٹائٹل، نفیس کاغذ، اعلیٰ طباعت کا نمونہ ہے۔ ہدیہ: 150 روپے

نصائح

''نصائح'' آیت اللہ دستغیب شہید کی طرف سے سورہ القمر کی تفسیر کا بیش بہا ارمغان ہے۔ اس سورہ کی تفسیر میں آقائے دستغیب اعلی اللہ مقامہٗ نے اپنے اسلوب خاص کے مطابق نہ صرف معلومات دینیہ کے انبار لگائے ہیں، بلکہ بے شمار نصائح ایزدی کو بھی منظر عام پر لائے ہیں۔

مولانا ریاض حسین جعفری صاحب فاضل قم نے اس کتاب کا ترجمہ کر کے اردو کے دامن کو قرآن فہمی کے خصوصی شاہکار سے ہمکنار کیا ہے۔ نصائح ایک ایسی کتاب ہے جس کو ایک دفعہ پڑھنے کے بعد بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ خوبصورت طباعت سے بہترین کتاب کا ہدیہ: 135 روپے۔

بحرالمصائب

اردو میں مصائب کا زیادہ تر ذخیرہ عربی فارسی کتب سے منقل ہوا ہے۔ علامہ...... واسطی دہلوی نے بحرالمصائب کو اردو میں رقم فرمایا۔ یہ کتاب تقریباً سو سال پہلے منصۂ شہود پر آئی۔ دورِ حاضر میں اس کی ادق زبان اور مقفٰی و مسجع انداز بیان کو سلیس اسلوب میں ڈھالنے کی ضرورت تھی۔ مولانا ریاض حسین جعفری صاحب فاضل قم نے اس کتاب کو دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید شکل و صورت سے نواز کر شائع کیا۔

بحرالمصائب واقعی مصائب کا سمندر ہے۔ واقعات کربلا اور شہادت ہائے شہداء کو نہایت پرسوز انداز سے قلمبند کیا گیا۔ ہدیہ: 165 روپے

آفتاب ولایت

کتاب ولایت فارسی کتاب ''امام علیؑ...... خورشید بے غروب'' کا اردو ترجمہ ہے۔ جس کے مصنف محمد ابراہیم سراج ہیں جب کہ اس کا اردو ترجمہ انجینئر سید علی شیر نقوی صاحب کے قلم سے زیب قرطاس ہوا ہے۔

انجینئر صاحب نہ صرف دنیاوی و سائنسی علوم کے ماہر ہیں بلکہ دینی علوم میں بھی گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ موصوف نے اپنی ترجمہ نگاری کی ابتداء ہی ایک ''غیر متنازعہ'' علمی کتاب سے کی ہے جس میں حضرت علیؑ کے بارے میں مختلف مکاتب فکر اور طبقات انسانی کی آراء کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ آپ کو جو مولائے کائنات کے بارے میں علمی و تحقیقی مواد کا ایک ذخیرہ مہیا کردے گا۔ امیر المومنین کی سیرت مبارکہ پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتے ہیں۔ ہدیہ: 150 روپے

آرزوئے جبرئیلؑ

آرزوئے جبرئیلؑ درحقیقت ایک صحیفۂ علم و عمل ہے ایسی کتابوں کی دورِ حاضر میں اشد ضرورت ہے جن کو پڑھ کر اعمال صالح کو انجام دینے کی ترغیب پیدا ہو۔ اس میں حضرت جبرئیلؑ جیسے روح القدس اور امین فرشتے کی ایسی سات آرزوئیں بیان کی گئی ہیں جن میں وہ حضرت انسان سے رشک کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔

آرزوئے جبرائیل مرزا باقر الحسینی کی تالیف لطیف ہے جب کہ اس کے مترجم انجینئر سید علی شیر نقوی ہیں۔ اس کتاب کی تقریظ پروفیسر چودھری مظہر عباس نے تحریر کی ہے جو پوری کتاب کا نچوڑ اور جذبۂ عمل سے سرشار کرنے کا خوبصورت چارٹر ہے۔ نقوی صاحب کی یہ دوسری پیش کش ان کی علمی و ادبی میدان میں دقت و زحمت پسندی کا قابلِ فخر نمونہ ہے۔ ہدیہ: 135 روپے

تفسیر سورۂ فاتحہ

سورۂ فاتحہ حمد و ثنائے خداوندی کا کماحقہ آئینہ دار سورہ ہے۔ قرآن مجید کا یہ افتتاحی سورہ سبع مثانی بھی کہلاتا ہے اور اسے سورہ حمد بھی کہا جاتا ہے۔

اسی سورہ مبارکہ میں علوم کے وہ خزائن موجود ہیں جن کا درک کرنے کے لئے صدیاں درکار ہیں۔

اس کتاب تفسیر کے مفسر و رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ آقائے خمینی رضوان اللہ علیہ ہیں جب کہ اردو ترجمہ علامہ حسن رضا غدیری صاحب نے کیا ہے جو ان کی دیگر تحریروں کی طرح ایک منفرد اسلوب تحریر کا حامل ہے۔ آقائے خمینی جیسے عظیم مفسر اور آقائے غدیری جیسے مایہ ناز مترجم کا یہ شاہکار الوہی تعلیمات کے فروغ کے سلسلے میں ادارہ منہاج الصالحین کا شائع کردہ لائق ناز فن پارہ ہے۔ ہدیہ: 100 روپے

نسیم المجالس

جلد اول، دوم

علامہ نسیم عباس رضوی دورِ حاضر کے بہترین خطیب ہیں جو پوری دنیا میں فضائل و مصائب آل محمدؐ کو منفرد انداز میں بیان فرماتے ہیں خصوصی مقام رکھتے ہیں۔

ایسے مایہ ناز خطیب اور ہر دلعزیز عالم کی مجالس کو شائع نہ کرنا بادِ نسیم کو چلنے سے روکنے کے مترادف تھا۔ لہٰذا ادارہ منہاج الصالحین نے اس ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے قبلہ موصوف کی علمیت، منطقیت اور ادبیت سے معمور مجالس کے دو مجموعہ شائع کئے ہیں۔ یہ مجموعہ ہائے مجالس تبلیغ تشیع کا بہترین ذریعہ ہیں جو پیار اور محبت کی فضا میں مذہب حقہ اثناعشریہ کے فروغ کا باعث بننے والی تقاریر ہیں۔ ہدیہ: 250 روپے

اولی الامر کون؟

علامہ نسیم عباس رضوی کی ہر دلعزیز مجالس کی تیسری کتاب ''اولی الامر کون؟'' کے استفہامی عنوان سے منظر عام پر آئی ہے جو کتب ولایت و امامت کے فروغ کی آئینہ دار ہے۔ علامہ موصوف کی ان مجالس کے مرتب مولانا مشتاق حسین جعفری ہیں۔

اولی الامر کون؟ ایک سوال ہی نہیں بلکہ یہ پوری کتاب اس کا منہ بولتا جواب اور معصومینؑ کے اولی الامر ہونے کا زندہ ثبوت ہے۔

علامہ نسیم عباس رضوی کی مجالس کا یہ تیسرا مجموعہ بھی فضائل و مصائب اہل بیتؑ کا ایک بیش بہا خزینہ ہے۔ ہدیہ: 135 روپے

ریاض المجالس

سید العلماء آیت اللہ حافظ سید ریاض حسین نجفی مدظلہ العالی زعیم حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر لاہور شیعان پاکستان کی نظر میں ایک عظیم علمی شخصیت اور باعمل دینی رہنما کا مقام رکھتے ہیں۔

اس بلند پایہ ہستی نے ''ایاک نعبد و ایاک نستعین'' کی ایک آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں پورا عشرہ محرم خطاب فرمایا ہے۔ لہٰذا قبلہ موصوف کا یہ مجموعہ تقاریر نہ صرف مجالس کی ایک کتاب ہے بلکہ تفسیر آیۂ قرآنی کا درجہ بھی رکھتی ہے۔

ریاض المجالس میں انتہائی علمی، فکری اور پُرمغز مجالس ہیں جنہیں پڑھنے اور سننے سے عقائد محکم، اعمال صالح اور عاقبت بالخیر ہونا یقینی امر ہے۔ اس کتاب کی ابتداء میں ایک مبسوط تنقیدی مقالہ بھی شامل ہے۔ ہدیہ: 125 روپے

خطبات شیخ الجامعہ

شیخ الجامعہ آیت اللہ اختر عباس قدس سرہ علمائے پاکستان میں بلند ترین مقام پر فائز تھے۔ آپ علمائے ایران و عراق میں بھی نہایت عزت و احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کو اگر شیخ العلماء کہا جائے تو ہرگز بے جا نہ ہوگا۔

آیت اللہ علامہ اختر عباس نے شہر سیالکوٹ میں کم و بیش ۳۳ عشرہ ہائے قوم سے خطاب فرمایا۔ خطبات شیخ الجامعہ آپ کے ایک عشرہ محرم کا مجموعہ تقاریر ہے، جسے سید شفقت حسین جعفری نے مرتب کیا ہے اور مصحح کے فرائض پروفیسر چودھری مظہر عباس نے انجام دیئے ہیں۔

یہ کتاب قبلہ موصوف کی مجالس ہی نہیں دروس فقہ بھی ہیں۔ آپ نے فضائل مصائب کے ساتھ ساتھ اصول و فروع دین، تاریخ اسلام اور عالم اسلام کے حالات حاضرہ پر بھی خصوصی گفتگو فرمائی ہے۔

ہدیہ: 135 روپے

خطبات محسن

(جلد اول، دوم)

سید محسن نقوی شہید وطن عزیز کے مقبول ترین ذاکر اور شاعر تھے۔ محسن شہید نے تمام عمر ذکر محمدؐ و آل محمدؑ کو منظوم اور منثور انداز میں پیش کرتے ہوئے گزاری۔ اسی لئے حماد اہل بیتؑ اور دبیر عصر کہلائے۔

وہ شعر و سخن کی تمہید میں نہایت عالمانہ خطابت کے جوہر دکھاتے تھے۔ خطبات محسن جلد اول اور دوم ان کی مختلف مجالس کے دو مجموعے ہیں جن میں محسن شہید کے فن خطابت کے عروج کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ بقول محسن شہید:

مجال کیا ہے بروز محشر نہ دیں فرشتے ہمیں سلامی
ہمارے سینے پہ داغ ماتم نشان حیدر سے کم نہیں

ہدیہ: 250 روپے

گلزار خطابت

علامہ حسین بخش جاڑا درجہ اجتہاد پر فائز عالم باعمل اور محقق و مفسر تھے۔ تبلیغ مذہب شیعہ خیر البریہ میں علامہ جاڑا نے جو خدمات انجام دیں ان کا پورا پاکستان معترف ہے۔

اس عالم باعمل نے قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ غرضیکہ سبھی علوم پر اپنی دسترس کے تقریری و تحریری نمونے چھوڑے ہیں۔ آپ اردو اور سرائیکی ہر دو زبانوں میں عمدہ ترین وعظ فرماتے تھے۔ گلزار خطابت

جاڑا صاحب قبلہ مرحوم کی کچھ اردو اور کچھ سرائیکی مجالس اردو ترجمہ پر مشتمل مجموعہ ہے۔ جاڑا صاحب قبلہ کی اسی قدر یکجا مجالس پہلے کبھی شائع نہ ہوئی تھیں۔ مجالس کا ضخیم مجموعہ عالمانہ گفتگو و بحوث کا آئینہ دار ہے۔ ہدیہ: 135 روپے

معیار مودت

آیت اللہ علامہ سید محمد یار اُستاذ العلماء اور پاک و ہند میں تشیع کے فروغ میں ایک بڑا نام تھے۔ آپ اگرچہ نہ صرف اردو بلکہ انگریزی زبان پر بھی دسترس رکھتے تھے لیکن اکثر و بیشتر اپنی مادری زبان سرائیکی میں خطابت کے جوہر دکھاتے تھے۔ قبلہ موصوف نہایت نڈر، بے باک، دبنگ اور حق گو بزرگ عالم تھے۔ آپ رؤسا کو خاطر تک میں نہ لاتے تھے اور تبلیغ دین کے سلسلے میں سب کو کھری کھری سناتے تھے۔

معیار مودت ادارہ منہاج الصالحین کا افتخار ہے۔ ادارہ نے معار مودت میں قبلہ موصوف کی سرائیکی مجالس کے تراجم کو پیش کیا ہے۔ جن کی تمام علمی حلقوں نے داد و تحسین کی ہے۔ اس بزرگ عالم دین ہستی کی مجالس میں علمی نکات کا بیش قدر ذخیرہ موجود ہے۔ ہدیہ: 135 روپے

عصر ظہور

علامہ علی الکورانی کی امام زمانہؑ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف پر یہ تالیف با تحقیق ''عصر ظہور'' عہد حاضر کی ایک نمائندہ اور ضروری کتاب ہے۔ علامہ افتخار حسین صاحب نے کتاب ہذا کا اردو ترجمہ پیش کر کے اردو دان حلقوں پر احسان عظیم کیا ہے۔ عصر ظہور غیبت صغریٰ، غیبت کبریٰ، علائم ظہور، انتظار امام اور ظہور امام جیسے موضوعات پر ایک مبسوط علمی کتاب ہے۔

پاکستان میں امام زمانہ پر چھپنے والی کتب انگلیوں پر گنوائی جا سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں ادارہ منہاج الصالحین نے سورج بادلوں کی اوٹ میں، عصر ظہور، فلسفہ غیبت مہدیؑ، جمال منتظر، آفتاب عدالت اور مہدی حدیث کی روشنی میں جیسی کتابیں شائع کر کے شیعیان پاکستان پر عائد اہم فریضہ ادا کیا۔ عصر ظہور کا مطالعہ یقیناً خوشنودی امام زمانہؑ کا باعث بنے گا اور یہی دور حاضر میں ثنائے ایزدی ہے۔ ہدیہ: 200 روپے

نصیر المجالس

علامہ نصیر الاجتہادی ایک مایہ ناز اور رجحان ساز خطیب اور ادیب تھے۔ ان کا انداز بیان دلوں میں اتر جانے والا اور ذہنوں میں گھر کر لینے والا تھا۔ علامہ موصوف نے فن خطابت کو عروج تک پہنچا دیا اور شیعیت کی ایسی نمائندگی کی جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔

نصیر المجالس علامہ مرحوم کی مجالس کا ایسا مجموعہ ہے جو اپنے انداز کے علمی و ادبی مواد کی طرح اشاعت وطباعت کا بھی ایک عمدہ انداز لئے ہوئے ہے۔ اس مجموعہ تقاریر کے مرتب شیخ خادم حسین ہیں۔ مردہ دلوں کو زندہ کرنے اور فن تقریر سیکھنے کے لئے یہ کتاب نہ صرف طلبہ بلکہ علماء کے لئے بھی مشعل راہ ہے۔ ہدیہ: 135 روپے

بیان کی ہیں اور ان میں سے ایک علامت یہ بیان فرمائی۔

وفی اموالھم حقٌّ معلومٌ للسائل والمحروم

''اور ان کے اموال میں سائل ومحروم کے لیے مقرر کردہ حق ہے''۔(المعارج:۲۵)

آپؑ یہ بتائیں کہ ''حق معلوم'' سے کیا مراد ہے؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اس سے زکوٰۃ جیسا فرض مراد نہیں ہے اس سے وہ انفاق فی سبیل اللہ مراد ہے جو انسان صلہ رحمی یا کسی کی مصیبت دور کرنے کے لیے دیتا ہے۔

سائل نے کہا: آپؑ نے سچ کہا۔ میرے والد کو اس کی تصدیق کے اس انداز پر تعجب ہوا۔ پھر وہ شخص اٹھ کر چلا گیا۔

اس کے جانے کے فوراً بعد میرے والد نے مجھ سے فرمایا: جاؤ اور سائل کو تلاش کرو۔

میں نے اسے بہتیرا ڈھونڈا لیکن وہ مجھے کہیں نہ ملا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ سائل کون تھا؟

آپؑ نے فرمایا: بیٹا یہ خضر علیہ السلام تھے۔

(تفسیر عیاشی، جلد ۱، ص ۳۰، حدیث ۲)

چھپکلی کیا ہوتی ہے اور عبدالملک کا انجام

عبداللہ بن طلحہ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے چھپکلی کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

وہ ناپاک ہے اور مسخ ہے۔ جب تم اس کو مارو تو غسل کرو۔ ایک مرتبہ میرے والد ماجد ایک شخص کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے چھپکلی کو دیکھا جو کہ اپنی زبان باہر